عربی گرائمر

اور قرآنی قواعد

مُؤَلِّف

انجینئر ایم اویس خان درانی۔ اسلام آباد

نام کتاب	:	عربی گرائمر اور قرآنی قواعد
مؤلف	:	انجینئر ایم اویس خان درانی
اشاعت	:	2016ء
مطبع	:	منزل پرنٹرز' اسلام آباد
قیمت	:	۵۰۰روپے

فہرست

باب اوّل

باب دوم

باب سوم

باب چہارم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

کہا جاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں اوبو الاسد دوئلی نے گرامر کی بنیاد رکھی یہ سراسر غلط اور صریحاً جھوٹ ہے۔ راقم نے اس سلسلے میں بڑی تحقیق کی ہے اور اس تحقیق کو اس تصنیف کا حصّہ بنا دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن پر اِعراب لگائے۔

اِعراب سے مراد الفاظ و حروف پر زیر، زبر پیش۔ جزم لگانا۔ یہ بڑا اہم اور بنیادی کام تھا جو وحی کی ایمائیت کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔ جبکہ ریسرچ یہ کہہ رہی ہے کہ یہ اہم ترین کام خود رسولؐ بہ نفسِ نفیس خود سر انجام دے گئے تھے۔ اور ہدایت دے گئے تھے ''اِعْرَبُوْا الْقُرْآن'' (بیہقی بحوالہ مشکوۃ۔ ص۔ ۱۸۰ جامع الصغیر طبع مصر ۱/ ۳۸ اور فضائل القرآن ابن کثیر طبع مصر اور دیگر کئی ثبوت از علّامہ رحمت اللہ طارق۔ بُرھان القرآن)۔

لیکن تاریخ اور حدیث کے ان تمام ثبوتوں کے باوصف مودودی صاحب نے واقعات کو غلط رخ پر ڈال کر مسلمانوں کو ایسے سانحہ اور المیہ سے دوچار کرنا چاہا کہ جس کا مداوا صدیوں تک نہ ہوسکے اور یہ امت تشکیک و بے یقینی کے گرداب میں دھنستی جائے۔

یاد رکھیں کہ یہ بات اسی تاریخ سے پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ عربی زبان فصاحت و بلاغت کی معراج طے کرتی ہوئی ''مبین'' کے سماوی لقب سے ممتاز ہو چکی تھی۔ اور کوئی زبان اس وقت تک مبین کہلا نہیں سکتی۔ جب تک کہ اس کے ہجاء، املا اعراب کے نقائص سے کلی طور پر پاک و صاف تسلیم نہ کیے جائیں۔ مگر مودودی صاحب اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں اور فرماتے ہیں۔ ''۶۵ ہجری تک قرآن کے حروف بلکہ اہلِ عرب عام حروفِ عربی کے لیے اعراب کے نام سے واقفیت تک نہیں رکھتے تھے۔ یہ ابوالاسود دولی تھے۔ جنھوں نے زیاد کے حکم سے پہلے پہل لفظوں کی شکل میں حروف کے اوپر نیچے اور بیچ میں ایک ایک نقطہ رکھ کر زیر، زبر، پیش سے مسلم اہلِ عرب ۴۵ھ سے ۵۳ھ کے دوران کسی دن آشنا کیا''۔ مودودی صاحب کی یہ ٹامک ٹوئیاں نہ صرف تاریخی حقائق کی نفی کر رہی ہیں بلکہ قرآن کے بنیادی دعوٰئِ حفاظتِ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ ۴۵ھ سے ۵۳ھ کے درمیان اتنا بڑا واقعہ اور لوگوں کو پتہ نہ چلے۔ ابوالاسود وثوق سے کیوں نہیں کہتے کہ فلاں سنہ میں اس نے یہ کام سرانجام دیا تھا۔ کیا ابوالاسود سے پہلے اہلِ عرب فنِ اعراب سے قطعاً نا آشنا تھے۔ کیا رسولؐ نے بے خبروں سے فرمایا تھا ''اِعْرَبُوْا الْقُرْآنَ'' کیا اس کا جواب ان کے پاس ہے کہ زیاد نے کب یہ کام ابوالاسود کے سپرد کیا تھا؟ آیئے اور تاریخ سے اس ابوالاسود دولی کا سراغ لگائیں۔

کہا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف نے (۷۱۸م) قرآن پاک کی نوک پلک

درست کرنے کے لیے زیر۔ زبر اور پیش ایجاد کی تھی اور یہ بھی مشہور کیا گیا کہ حجاج نے ہی یہ بنیادی کام سرانجام دے کر وحی کے ابہامات کو متعین راستہ دے دیا۔ لیکن چونکہ حجاج بنو امیہ میں سے تھے جبکہ مودودی صاحب نسلی امتیاز کو پروان چڑھانے کے لیے طرف دارانِ علی کے پابند تھے۔ لہٰذا ایک مفروضہٗ فضیلت بھی علویوں کے لیے خاص کرنا چاہتے تھے۔ اس ابوالاسود کے بارے میں تو مودودی صاحب قطعاً لاعلم تھے۔ کیونکہ وہ نام سے زیادہ کنیت سے مشہور تھے۔ یہ ایک بلند پایہ ادیب۔ شاعر۔ خطیب اور دانشور تھے اور تمام دبستانوں کے اتفاق سے شیعہ مسلک کے روح رواں، داعی اور ترجمان تھے۔ معاویہؓ کی شان میں ہجو کرنا ان کا نصب العین تھا۔ اس کے تاحال تین نام معلوم ہوئے ہیں۔ (۱) ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل بن یعمر بن ثعبہ بن عدی بن ویل بھی اسے کہتے تھے۔ (۲) عمرو بن عثمانی (۳) عثمان بن عمرو۔ ابن حجر نے پہلے نام کو ترجیح دی ہے اور یُوں بات کو انجام تک پہنچانے کے لیے ظالم ،نام کو ترجیح دی ہے بحر حال نام کے ابہام کے باوصف یہ تاریخی شخصیت ہے (۶۸۱ م) میں فوت ہوئے اور خالص شیعہ تھے۔ (ماخذ۔ تہذیب التہذیب طبع دکن ۱۲/ ۱۱)

اور اس ظالم نے بتحقیقِ مودودی بصرے کے اموی گورنر زیاد (۶۷۵م) کے حکم سے قرآن کے ابہامات۔ خامیوں اور کجیوں کو درست کرا لیا۔ لیکن یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی زیاد بھی ایک اعلیٰ پائے کا شاعر، ادیب، دانشور اور خطیب تھا اسالیبِ عرب اور انساب کا ماہر گردانا جاتا تھا۔ اور

اتنا اہم کام وہ خود کیوں نہیں کر پائے اور ایک ایسے دور میں جب امویوں اور علویوں کی دشمنی عروج پر تھی۔ قرآن کے بارے میں ایک غالی شیعہ کا انتخاب کیسے کر لیا۔ فرض کر لیں کہ ابو الاسود نے ہی یہ شاندار کام سرانجام دیا تھا تب بھی اصول تصدیق کی رو سے اتنے اہم معاملہ میں اس سازشی دور کو مد نظر رکھتے ہوئے اس غیر ثقہ شخص کی دیانت پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا تھا؟ اور حیرت ہے کہ ابو الاسود نے اس ذی شان کام کی سرانجام دہی کے لیے کسی غیر شیعہ عالم کے تعاون اور فنی مشوروں سے ہرگز استفادہ نہیں کیا بلکہ اپنے رازدار شاگرد، محرم پوشیدہ و عیاں، مشرب و غالی شیعہ اور شراب نوشی میں بار بار سزا یافتہ شاگرد یحییٰ بن یعمر عدوانی اسدی بصری (۷۴۷ م) کے مشوروں سے یہ کام پورا کیا۔ (تہذیب للتہذیب۔ طبع بیروت ۱۱/۳۰۷)

قرآنی ابہامات کو ابو الاسود نے درست کر لیا تو بعد میں آنے والے حجاج بن یوسف نے اس ضمن میں کن اصلاحات سے کام لیا تھا؟ کیا ان ہر دو کی تصحیحات و ترمیمات کے بعد یہ سلسلہ کہیں رکا بھی تھا یا یُوں ہی چلتا رہا۔ ریسرچ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان ہر دو کے بعد بھی صنادید شیعہ اور قاریوں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ جنہوں نے قرآن میں تصحیحات و ترمیمات کے پیش نظر (۹۴۵۔۹۳۴) کے لگ بھگ قرآن کے اعراب کا بارِ دگر جائزہ لے کر سینکڑوں آیات کے نئے اعراب تجویز کیے۔ اور یہ بھی کیا کہ اپنی دانستہ غلطیوں کو عثمانؓ کے کھاتے میں ڈال کر مشہور کرنا شروع کر دیا کہ ان تمام تر آفات کا سبب صحفِ عثمانی ہے۔ پھر

یہ فرض کر کے اپنی ترمیمات کو بھی غلط رنگ میں تصیحات کا نام دینا شروع کر دیا تا کہ آئندہ کم از کم مصحف عثمانی (موجودہ قرآن) ہر دور میں شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا رہے۔ یہ سازش قاری ابن شنبوذ شیعی جو کہ ابن جریر طبری کے مکتبۂ فکر سے تھا نے شروع کی۔ اور قرآن سازی کا شنبوذی مدرسۂ فکر جاری کر کے کی۔ اور بعد میں اس دبستان کے پر زور حامی قاری ابو بکر عطار شیعی (۹۶۵م) ہے ان میں سے ابن شنبوذ جو سنیوں اور شیعوں میں زیادہ مشہور ہے۔ گرفتاری کے بعد اعتراف کر لیا تھا کہ وہ قرآن سازی کے سنگین جرم میں مبتلا تھا۔ (قوت حموی ۱۲۲۹)

(ملاحظہ ہو ازرقی ۸۶۵ کی اخبار مکہ شائع کردہ وائین فیلڈ جلد ۱/۷ تذکرہ الحفاظ ذہبی (۱۳۴۸م) جلد ۳/۷/۲۱)

تاہم عطار اپنے استاذ ابن شنبوذ کی گمراہ کن قرأتوں اور تجویز کردہ اعراب پر تازیست قائم رہا۔ کہ وہ ابن شنبوذ کے مدرسہ فکر کا جان نثار فدائی تھا۔

ایسی تمام سازشوں کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب تو ہے گرامر کی مگر چونکہ قرآن سمجھنے کے لیے اس کو تالیف کیا گیا ہے تا کہ ان سازشوں سے ایک ایک کر کے پردہ چاک کیا جائے اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کو جو ان سازشی عناصر نے داغدار کرنے کی پوری پوری کوشش کی اور کوشش میں اغیار کے ساتھ یہ اپنے بھی بھیڑ بکریوں کی طرح آنکھیں موندھ کر چلنے لگ گئے جس سے زیادہ نقصان ہوا۔

چونکہ نوجوان نسل قرآن کو سمجھنے کے لیے تڑپ رہی ہے وہ اسے خود سمجھنا چاہتی ہے یہ ان جدید اور تعلیم یافتہ طبقہ کو قرآن کی طرف راغب کرنے کی ایک حقیر اور ادنی سی کوشش ہے۔ اس میں اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ اس میں قرآن کے تمام اسلوب کا احاطہ کیا جائے۔ میری کوششیں کس قدر بار آور ہوئی ہیں۔ اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑ رہا ہوں۔

کیونکہ عربی پڑھانے کا قدیم طریقہ اس قدر پیچیدہ اور مشکل ہے کہ سالہاسال پڑھنے کے بعد بھی کوئی شخص بھی قرآن کی زبان سیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

اپنی کم علمی کے باوجود میں نے اس سلسلے میں کوشش کی ہے، تاکہ یہ نوجوان طبقہ آسانی سے تھوڑی سی محنت کر کے قرآن سمجھنے لگیں۔ ان میں بعض مقامات پر صرف و نحو کی دقیق اصطلاحات اور فنی باریکیاں بھی ہیں۔ جو صرف دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے ہیں۔ میں خود ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ میری اس بسیار کوشش کے باوجود اس میں کئی اغلاط اور خامیاں ہوں۔ اس لیے اہلِ علم حضرات اگر کوئی خامی محسوس کریں تو مجھے اس سے مطلع کریں۔ ہم سب کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ قرآن کے قریب سے قریب تر ہوتا جائے۔

دراصل زبان کو پڑھانے کے دو طریق ہیں۔ نظری اور اطلاقی۔

نظری طریقہ قدیم اور انتہائی پیچیدہ ہے جو اکثر ممالک میں متروک

قرار دے دیا گیا ہے اس میں زبان کے قواعد کو بطور ایک علم پڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ اطلاقی طریقۂ تدریس میں قواعد کو ان کے اطلاق کے ذریعہ بالواسطہ طور پر پڑھا جاتا ہے اور زیادہ زور زبان کے سیکھنے پر دیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں قبل ازیں خالصتاً نظری طریقہ سے قواعد پڑھائے جاتے تھے۔ طلبا سالہا سال کی لگاتار اور ان تھک محنت کے باوجود زبان سیکھنے سے قاصر رہتے تھے۔ اس لیے اس کتاب میں اطلاقی انداز کو اپنایا گیا ہے اور مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے۔ نظری انداز سے بھی پہلو تہی نہیں کی گئی ہے۔ ہر قاعدہ بیان کرتے ہوئے خاطر خواہ مثالیں دی گئی ہیں۔ امید ہے کہ یہ ''عربی گرامر اور قرآن'' کی کاوش کو بنظر تحسین دیکھا جائے گا۔ خصوصاً قرآن سے آگہی حاصل کرنے والے طالب علم اس کاوش سے مستفید ہوں گے۔ اہلِ علم کی طرف سے نئی تجاویز اور اغلاط کی نشاندہی کا صدق دل سے احترام یا جائے گا۔

مؤلف: انجینئر اویس خان درانی جولائی ۲۰۱۶ء

اسلام آباد۔

E-mail:
Awaisdurrani49@yahoo.com

بابِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمہ اور اس کی اقسام

ہم جو بھی با معنی لفظ بولتے ہیں اسے کلمہ کہتے ہیں۔ کلمہ کی تین اقسام ہیں۔

اسم ——— فعل ——— حرف

اِسم

جو کلمہ کسی شخص، جگہ یا چیز کا نام ہو اسے اِسم کہتے ہیں۔ عام اور خاص ہونے کے لحاظ سے اِسم کی دو قسمیں ہیں۔ اِسم نکرہ اور اسمِ معرفہ۔

اِسمِ نکرہ

اِسمِ نکرہ سے مراد ایسا اسم ہے جو کسی عام چیز کا نام یا اس کی صفت ہو یعنی اسمِ نکرہ یا تو اسمِ ذات ہوتا ہے جیسے: **کِتَابٌ** (کتاب) **قلم** (قلم) **مسجد** (مسجد) یا اسمِ صفت ہوتا ہے، جیسے **طویلٌ** لمبا **کَبِیرٌ** (بڑا) **صَغِیرٌ** (چھوٹا)

اِسمِ معرفہ

اسمِ معرفہ اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی شخص، جگہ یا چیز کو ظاہر کرے۔

اسمِ معرفہ کی سات قسمیں ہیں:

ا۔ اسمِ عَلَم

جو کسی خاص شخص، ملک، شہر، دریا وغیرہ کا نام ہو جیسے عَلِیٌّ، مُحَمَّدٌ، فَاطِمَۃُ، بَاکستانُ، لَاھُورُ۔ دِجْلَۃُ

۲۔ اسمِ ضمیر

جو کسی اسم کی جگہ بولا جائے جیسے ھُوَ (وہ)۔ اَنْتَ (تو)۔ اَنَا (میں)

۳۔ اسمِ اشارہ

جس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کا معنی پایا جائے جیسے: ھٰذا (یہ) ذَالِكَ (وہ)

۴۔ اسمِ موصول

جیسے: الَّذِیْ (جو مرد) الَّتِیْ (جو عورت)

۵۔ منادیٰ

منادیٰ کا معنی ہے جسے پکارا گیا ہو، ندا دی گئی ہو۔ جس اسم نکرہ سے پہلے حرفِ ندا (یا) آجائے وہ معرفہ بن جاتا ہے جیسے: یَا رَجُلُ (اے آدمی)۔ اب رَجُلُ سے مراد کوئی بھی آدمی نہیں ہے بلکہ وہ خاص آدمی مراد ہے جس کو پکارا گیا

ہے۔

٦۔ معرفہ کا مضاف

جو اسمِ نکرہ کسی اسمِ معرفہ کی طرف مضاف ہو جائے وہ بھی معرفہ بن جاتا ہے۔ جیسے: قَلَمُ زَیْدٍ (زید کا قلم)۔ جب قلم، جو کہ اسمِ نکرہ ہے، اسمِ معرفہ زید کی طرف مضاف ہو گیا تو اب قلم سے مراد کوئی عام قلم نہیں بلکہ وہ خاص قلم ہے جو زید کا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی اسمِ نکرہ کی طرف مضاف ہو تو پھر یہ اسمِ معرفہ نہیں بنے گا۔ مثلاً اگر یہ کہیں کہ قَلَمُ رَجُلٍ تو اس کا معنی ہے آدمی کا قلم۔ یعنی کسی بھی آدمی کا قلم۔ آدمی تو دنیا میں کروڑوں ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی خاص قلم نہ ہوا۔ اس لیے معرفہ ہوا۔

۷۔ مُعَرَّف بِاللّام

اگر کسی اسم نکرہ کے شروع میں اَلْ لگا دیں تو وہ اسمِ معرفہ بن جاتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے انگریزی زبان میں کسی اسمِ نکرہ سے پہلے the لگا دیں تو وہ اسمِ معرفہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ قَلَمٌ کا معنی ہے: ایک قلم (a pen) اور اَلْقَلَمُ کا معنی ہے خاص قلم (the pen)

جس اسمِ نکرہ کے شروع میں اَلْ لگا دیں اس کی تنوین گرا دیتے ہیں، جیسے اوپر مثال میں کیا گیا ہے۔ کسی اسم پر تنوین اور اَلْ دونوں اکٹھے نہیں آ سکتے۔ بالکل اسی طرح کہ جیسے انگریزی میں کسی اسم سے پہلے a اور the دونوں اکٹھے نہیں آ سکتے۔

جب أَلْ والے اسمِ معرفہ سے پہلے کوئی اور اسم، فعل یا حرف آجائے تو أَلْ کا ہمزہ بولنے میں نہیں آتا (یعنی وہ ہمزہ کے بجائے الف میں بدل جاتا ہے جیسے كِتَابُ الْوَلَدِ (لڑکے کی کتاب) ذَهَبَ الْوَلَدُ (لڑکا گیا) وَالْوَالَدُ (اور لڑکا)۔

قمری حروف:

أَلْ لگانے سے لام کی آواز صرف قمری حروف (أ۔ ب۔ ج۔ ح۔ خ۔ ع۔ غ۔ ف۔ ق۔ ك۔ م۔ و۔ ہ۔ ی۔ یہ وہ چودہ حروف قمری ہیں) سے پہلے لگانے سے نکلتی ہے جیسے أَلْبَدْرُ۔ أَلْجِسْمُ۔ أَلْحَدِيْدُ۔ أَلْخَيْرُ۔ أَلْعُذْرُ۔ الْغُرَابُ۔ أَلْهَوَاءُ۔ أَلْيَابِسُ۔ أَلْأَحْسَنُ۔

شمسی حروف:

شمسی حروف سے پہلے أل لگائیں تو لام کی آواز نہیں نکلتی یہ حرف شمسی ہیں۔ ت۔ث۔ د۔ ذ۔ ر۔ ز۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ل۔ ن۔یہ بھی کل چودہ ہیں۔ مثلاً تَمْرٌ سے پہلے أَلْ لگائیں تو وہ أَلتَّمْرُ ہو جائے گا۔ اسے ہم أَتْ تَمْرُ پڑھیں گے۔ اسی طرح أَلثَّمَرُ کو أَثْ ثَمَرُ پڑھیں گے اور أَلدَّارُ، أَلذَّلِيْلُ، أَلرَّأسُ، الزَّرَافَةُ، أَلسَّحَابُ، أَلشَّمْسُ، أَلصَّاحِبُ، أَلضَّرْبُ، أَلطِّفْلُ، أَلظَّالِمُ، أَللَّيْلُ، أَلنَّارُ کو بالترتیب أَدْدَارُ، اَذْذَلِيْلُ، أَرْرَأْسُ، أَزْزَرَافَةُ، أَسْ سَحَابُ أَشْ شَمْسُ، أَصْ صَاحِبُ، أَضْ ضَرْبُ، أَطْ طِفْلُ، أَظْظَالِمُ، أَلْ لَيْلُ، أَنْ نَارُ پڑھیں گے۔

حرَکات اور اِعراب

حرَکات

کسی بھی کلمہ کے ہر حرف پر یا تو زبر، زیر، پیش تینوں میں سے کوئی ایک حرکت ہوتی ہے یا تنوین (دو زبریں، دو زیریں یا دو پیش، جو پڑھنے میں نون کی آواز دیتی ہے) یا پھر وہ حرف ساکن ہوتا ہے۔ الف تو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے —— جب اس پر کوئی حرکت ہو تو اسے الف نہیں بلکہ ہمزہ کہیں گے۔

فتحہ:

عربی میں زبر کو فتحہ کہتے ہیں اور جس حرف پر فتحہ ہو اسے مفتوح کہتے ہیں۔

ضَمَّہ:

پیش کو ضمّہ کہتے ہیں اور جس حرف پر پیش ہو اسے مضموم کہتے ہیں۔

کَسُرہ:

زیر کو کسرہ کہتے ہیں اور جس حرف کے نیچے زیر ہو اسے مکسور کہتے ہیں۔

تنوین:

تنوین کا لفظی معنی ہے نون کی آواز پیدا کرنا۔ دو زبریں (ـً)، دو زیریں (ـٍ) اور دو پیش (ـٌ) بالترتیب اَنْ، اِنْ اور اُنْ کی آواز دیتی ہیں اس لیے

انہیں تنوین کہتے ہیں۔ گول تَاء جسے تائے مربوطہ (اور لمبی 'ت' کو تائے مفتوحہ کہتے ہیں، کے سوا باقی حروف پر اگر دو زبریں ڈالیں تو ان کے آخر میں الف کا اضافہ کر دیتے ہیں، جیسے باب سے بَابًا، بَیْتٌ سے بَیْتًا۔ تَاج سے تَاجًا۔ دار سے دَاراً وغیرہ۔

سُکُون:

جس حرف پر تینوں حرکات میں سے کوئی حرکت نہ ہو اور نہ ہی اس پر تنوین ہو اسے ساکن حروف کہتے ہیں اور حرکت نہ ہونے کی اس حالت کو سکون کہتے ہیں۔

اِعْراب:

جملے یا مرکب میں کوئی اسم فاعل ہوتا ہے کوئی مفعول، کوئی مضاف ہوتا ہے دوسرا مضاف الیہ، کوئی موصوف ہوتا ہے تو دوسرا اس کی صفت، کوئی مبتدا ہوتا ہے تو کوئی اس کی خبر۔ اسی طرح اسم یا فعل سے پہلے کوئی ایسا حرف آجاتا ہے جو اس پر عمل کرکے اس کی شکل میں کوئی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ اعراب ترکیب یا جملے میں کسی کلمہ کی حالت کا نام ہے۔ اعراب کی چار حالتیں ہیں۔

ا۔ رَفع:

جو کلمہ رفع کی حالت میں ہو ااسے مَرْفُوع کہتے ہیں۔ آسانی کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رفع کلمہ کی فاعلی حالت کو کہتے ہیں۔

۲۔ نَصُب:

جو کلمہ نصب کی حالت میں ہو اسے منصوب کہتے ہیں۔ سمجھنے میں سہولت کی خاطر یُوں کہہ لیجیے کہ کلمہ کی مفعولی حالت کو نصب کہتے ہیں۔

۳۔ جرّ:

جو کلمہ حالتِ جَرّ میں ہو اسے مجرور کہتے ہیں۔ جو کلمہ مضاف الیہ ہو یا جس سے پہلے کوئی حرفِ جَرّ (مثلاً فِیْ میں، عَلٰی: پر، مِنْ سے، وغیرہ) آجائے وہ کلمہ مجرور ہو جاتا ہے۔

۴۔ جَزم:

بعض حروف ایسے ہیں جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں۔ جزم بھی اعراب کی ایک حالت ہے (اس کی تفصیل فعل مضارع کے ضمن میں آگے بیان کی جائے گی)۔

عَلَامَاتِ اِعراب:

اہلِ زبان نے حالتِ اعراب کو ظاہر کرنے کے لیے علامات مقرر کر رکھی ہیں جن سے پتا چل جاتا ہے کہ کوئی کلمہ مرفوع ہے یا منصوب، مجرور یا مجزوم۔ ذیل میں ہر حالتِ اعرابی کی علامات درج کی جاتی ہیں۔

رفع کی علامات:

(۱) ضمّہ (پیش):

یعنی کلمہ کے آخری حرف پر پیش (یاد و پیش) ہو۔ اسم اگر واحد کے صیغے میں ہو یا جمع مکسّر یا جمع مؤنث سالم (ان کی وضاحت آگے واحد، تثنیہ، جمع کے سبق میں دیکھیے) تو حالتِ رفع میں اس کے آخری حرف پر ضمّہ آئے گی۔ پانچ اسماء (اَبُو۔ اَخُو۔ حَمُوْ۔ ذُوْاور فُوْ) اس سے مستثنٰی ہیں۔ فعل مضارع کے پانچ صیغوں (واحد مذکّر غائب۔ واحد مونث غائب۔ واحد مذکر حاضر۔ واحد متکلّم اور جمع متکلّم) حالتِ رفع کو آخری حرف پر ضمّہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

مثالیں: ذَهَبَ الرَّجُلُ (آدمی گیا)۔ اس میں الرَّجُلُ واحد کے صیغے میں اسم ہے، فاعل ہونے کی وجہ سے حالتِ رفع میں ہے۔ اس کی حالتِ رفع کو لام پر ضمّہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ ذَهَبَ الرِّجَالُ (آدمی گئے)۔ اس میں الرِّجَالُ جمع مکسّر ہے، فاعل ہونے کی وجہ سے حالتِ رفع میں ہے۔ اس کی حالتِ رفع کو لام پر ضمّہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ ذَهَبَتِ الْمُسْلِمَاتُ (مسلمان عورتیں گئیں) اس میں المسلماتُ جمع مؤنث سالم ہے۔ فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اس کی حالت رفع کو تَاء پر ضمّہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ هُوَيَذْهَبُ (وہ جاتا ہے) هِيَ تَذْهَبُ (وہ جاتی ہے)۔ اَنْتَ تَذْهَبُ (تو جاتا ہے)۔ اَنَا اَذْهَبُ (میں جاتا ہوں) نَحْنُ نَذْهَبُ (ہم جاتے ہیں)۔ ان مثالوں میں فعل مضارع کے پانچ صیغے رفع کی حالت میں ہیں اور ان کی حالتِ رفع کو ضمّہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

(۲) الف۔

اسماء کے تثنیہ کے صیغوں میں حالتِ رفع کو الف (تثنیہ کے الف نون

والے الف) سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے ذَهَبَ الرَّجُلَانِ (دو آدمی گئے) اس میں الرَّجُلَانِ تثنیہ کا صیغہ ہے، فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی رفعی حالت کو الف (لام کے بعد اور نون سے پہلے والے) سے ظاہر کیا گیا ہے۔

(۳) واؤ

پانچ اَسماء (اَبُو۔ اَخُو۔ حَمُو۔ ذُو۔ فُو) اور جمع مذکّر سالم میں حالت رفع کو واؤ سے کیا جاتا ہے جیسے ذَهَبَ اَبُوْهُ (اس کا باپ گیا) جَاءَ اَخُوْهُ (اس کا بھائی آیا) خَرَجَ حَمُوْهُ (اس کا سُسر نکلا) هُوَ ذُوْ مَالٍ (وہ مال والا ہے) يَدْمَى فُوْهُ (اس کا منہ خون بہاتا ہے، یعنی اس کے منہ سے خون بہہ رہا ہے) ان مثالوں میں یہ پانچوں اَسماء فاعل ہونے کی وجہ سے حالتِ رفع میں ہیں) اور ان کی حالتِ رفع کو واؤ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

(۴) نون کا برقرار رہنا

فعل مضارع کے سات صیغوں (تثنیہ مذکر غائب۔ تثنیہ مونث غائب۔ تثنیہ مذکر حاضر۔ تثنیہ مونث حاضر۔ جمع مذکر غائب۔ جمع مذکّر حاضر اور واحد مؤنث) حاضر کی حالتِ رفع کو ان کے نون کو برقرار رکھ کر ظاہر کیا جاتا ہے جیسے: اَلرَجُلَانِ يَذْهَبَانِ (دو آدمی جاتے ہیں) اَلْاِمْرَأَتَانِ تَذْهَبَانِ (دو عورتیں جاتی ہیں)۔ اَنْتُمَا تَذْهَبَانِ (تم دو مرد یا تم دو عورتیں جاتی ہو) اَلرِّجَالُ يَذْهَبُوْنَ (آدمی جاتے ہیں) اَنْتُمْ تَذْهَبُوْنَ (تم سب مرد جاتے ہو) اَنتِ تَذْهَبِيْنَ (تُو ایک عورت جاتی ہے) ان مثالوں میں فعل مضارع کے صیغے حالتِ

رفع میں ہیں جسے نون (آخری حرف) کو برقرار رکھ کے ظاہر کیا گیا ہے۔

نَصَبَ کی عَلامات:

نصب کو درجِ ذیل علامات سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

ا۔ فتحہ: واحد اور جمع مذکّر کے صیغے میں اَسماء کی حالتِ نصب کو آخری حرف پر زبر (یا دو زبر) سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے: رَأَیْتُ رَجُلًا (میں نے ایک آدمی دیکھا۔ رَأَیْتُ رِجَالًا (میں نے کئی آدمی دیکھے)۔ ان مثالوں میں رجل (واحد) اور رجال (جمع مکسّر) مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور ان کی حالتِ نصب کو فتح (تنوین) سے ظاہر کیا گیا ہے۔

فعل مضارع کے پانچ صیغوں (واحد مذکر غائب۔ واحد مونث غائب۔ واحد مذکر حاضر۔ واحد متکلم۔ جمع متکلم) کی حالتِ نصب کو بھی فتحہ سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے ذَهَبَ الْوَلَدُ لِيَلْعَبَ (لڑکا گیا تا کہ وہ کھیلے) ذَهَبَتِ الْبِنْتُ لِتَلعَبَ (لڑکی گئی تا کہ وہ کھیلے) ذَهَبْتَ لِتَلْعَبَ (تو کھیلنے کے لیے گیا) ذَهَبْتُ لِأَلْعَبَ (میں کھیلنے کے لیے گیا)۔ ذَهَبْنَا لِنَلْعَبَ (ہم کھیلنے کے لیے گئے)۔ ان مثالوں میں یلعب۔ تلعب۔ اَلعب اور نلعب حالتِ نصب میں ہیں (کیونکہ ان سے پہلے حرف لام آیا ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے) اور ان کی حالتِ نصب کو آخری حرف پر زبر ڈال کے ظاہر کیا گیا ہے۔

۲۔ کسرہ: جمع مونث سالم کے صیغے میں حالتِ نصب کو اس کے آخری حرف (یعنی (ت) کے نیچے زیر ڈال کے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے رَأَیْتُ الْمُسْلِمَاتِ

(میں نے مسلمان خواتین کو دیکھا) اس میں الْمُسْلِمَاتِ جمع مونث سالم ہے اور رَأَیْتُ الْمُسْلِمَاتِ (میں نے مسلمان خواتین کو دیکھا) اس میں الْمُسْلِمَاتِ جمع مؤنث سالم ہے اور مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس کی نصبی حالت کو اس کے آخری حرف کے نیچے زیر ڈال کر ظاہر کیا گیا ہے۔

۳۔ الف:

مذکورہ پانچ اَسْمَاء کی نصبی حالت کو الف سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے رَأَیْتُ اَبَاہُ (میں نے اس کے باپ کو دیکھا)۔ رَأَیْتُ اَخَاہُ (میں نے اس کے بھائی کو دیکھا) ان مثالوں میں اَبَا اور اَخَا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور ان کی حالتِ نصب کو الف سے ظاہر کیا گیا ہے (یاد رہے کہ رفعی حالت میں اَبُو اور اَخو آئے تھے)۔

۴۔ یَاء: اَسماء کے تثنیہ اور جمع مذکّر سالم کے صیغوں میں حالتِ نصب کو یاء سے ظاہر کیا جاتا ہے، جیسے: رَأَیْتُ الْمُسْلِمَیْنِ (میں نے دو مسلمانوں کو دیکھا) رَأَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ (میں نے بہت سے مسلمانوں کو دیکھا) ان مثالوں میں الْمُسْلِمَیْنِ (تثنیہ) اور الْمُسْلِمِیْنَ (جمع مذکر سالم) مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور ان کی حالتِ نصب کو یَاء سے ظاہر کیا گیا ہے (یاد رہے کہ حالتِ رفع میں ان کی شکل المسلمان اور المسلمون ہے)

۵۔ نون کا حذف: فعل مضارع کے مذکورہ سات صیغے اگر حالتِ نصب میں ہوں تو ان کا نون (آخر سے) حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ذَھَبَ الْوَلَدَانِ

لِيَلْعَبَا (دو لڑکے کھیلنے کے لیے گئے) ذَهَبَ الْاَوْلَادُ لِيَلْعَبُوْا(لڑکے کھیلنے کے لیے گئے) ان مثالوں میں يَلْعَبَانِ اور يَلْعَبُوْنَ حالتِ نصب میں تھے۔(کیونکہ ان سے پہلے لام آگیا جو مضارع کو نصب دیتا ہے) اس لیے ان کی اس حالت کو ظاہر کرنے کے لیے ان کے آخر سے نون کو حذف کر دیا گیا۔

جَرّ کی علامات:

کسرہ: واحد کے صیغے اور جمع مکسّر کے صیغے میں منصرف (اس کی وضاحت آگے معرب اور مبنی، کے سبق میں آئے گی) اسماء اور جمع مونث سالم کے صیغے میں اَسماء کی حالتِ جرّ کو ان کے آخری حرف کے نیچے کسرہ(زیر) ڈال کر ظاہر کیا جاتا ہے جیسے: مَرَرْتُ بِالرَّجُلِ (میں اس آدمی کے پاس سے گزرا۔ مَرَرْتُ بِالْمُسْلِمَاتِ (میں مسلمان خواتین کے پاس سے گزرا) ان مثالوں میں الرّجل واحد کا صیغہ)، الرَّجال (جمع مکسّر) اور المسلمات (جمع مؤنّث سالم) مجرور ہیں، کیونکہ ان سے پہلے حرف جَرّب آیا ہے اور ان کی حالتِ جرّ کو ان کے آخری حرف کے نیچے زیر ڈال کر ظاہر کیا گیا ہے۔

(۲) فتحہ: غیر منصرف (وضاحت آگے معرب، مبنی، کے سبق میں دیکھیے) اَسماء کی حالتِ جر کو فتحہ (زبر) سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ میں احمد کے پاس سے گزرا) سَمِعْتُ مِنْ عُمَرَ (میں نے عمر سے سنا)۔ ان مثالوں میں احمد اور عمر غیر منصرف اَسماء ہیں، ان سے پہلے چونکہ حرف جرّب، آیا ہے اس لیے یہ مجرور ہیں۔ ان کی حالتِ جَرّ کو ان کے آخری حرف پر زبر ڈال کر ظاہر کیا

گیاہے۔

۳۔ یاء:

مذکورہ پانچ اسماء، تثنیہ اور جمع مذکر سالم کے صیغوں میں اَسماء کی حالتِ جرّ کو یاء کے حرف سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِاَبِیْہِ (میں اس کے باپ کے پاس سے گزرا۔ مَرَرْتُ بِاَخِیْہِ (میں اس کے بھائی کے پاس سے گزرا)۔ مَرَرْتُ بالرَّجُلَیْنِ (میں ان دو آدمیوں کے پاس سے گزرا) مَرَرْتُ بِالْمُسْلِمِیْنَ (میں مسلمانوں کے پاس سے گزرا) ان مسلمانوں میں اَبو، اَخُوْ، الرَّجُلَان اور المسلمون میں یالا کر ان کی حالتِ جرّ کو ظاہر کیا گیا ہے۔

<u>عَلَاماتِ جَزم:</u> سکون: فعل مضارع کے پانچ صیغوں (واحد مذکرّ غائب۔ واحد مونث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلّم) میں جَزم کی حالت کو اس کے آخری حرف کو ساکن کر کے ظاہر کرتے ہیں، جیسے لَمْ یَکْتُبْ (اس ایک مرد نے نہیں لکھا) لَمْ تَکْتُبْ (اس ایک عورت نے نہیں لکھا)۔ لَمْ تَکْتُبْ (تو ایک مرد نے نہیں لکھا) لَمْ اَکْتُبْ (میں نے نہیں لکھا) لَمْ نَکْتُبْ (ہم نے نہیں لکھا) ان مثالوں میں مذکور مضارع کے پانچوں صیغوں سے پہلے لَمْ آیا ہے جو فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔ ان صیغوں میں جزم کو اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ ان کے آخری حرف کو ساکن کر دیا ہے (یاد رہے کہ یہ اصل میں: یَکْتُبُ، تَکْتُبُ، تَکْتُبُ، اَکْتُبُ، نَکْتُبُ تھے)۔

۲۔ حرفِ عِلّت کا حذف:

جس طرح انگریزی زبان میں حروف دو قسم کے ہیں (a-e-i-o-u, Vowels اور Consonants مذکورہ پانچ کے سوا باقی تمام حروف) اسی طرح عربی زبان میں بھی حروف دو قسم پر ہیں:

حروفِ علّت (الف۔ واو۔ یاء) اور حروفِ صحیحہ (ان تین کے سوا باقی پچیس حروف) کلمہ میں کسی قسم کی الجھن یا پریشانی پیدا ہو جائے تو اسے دُور کرنے کے لیے حروفِ علّت کی قربانی دے دی جاتی ہے۔

فعل مضارع کے (۱) میں مذکور سات صیغوں کا آخری حرف اگر حرفِ علّت ہو تو حالتِ جزم کا اظہار اس آخری حرفِ علت کو حذف کر کے کیا جاتا ہے۔

مثالیں:

یَدْعُو سے لَمْ یَدْعُ	(اس ایک مرد نے نہیں بلایا)
یَعْلُوْ سے لَمْ یَعْلُ	(وہ ایک مرد بلند نہیں ہوا)
یَدْنُوْ سے لَمْ یَدْنُ	(وہ ایک مرد قریب نہیں ہوا)
یَمْشِیْ سے لَمْ یَمْشِ	(وہ ایک مرد نہیں چلا)
یَقْضِیْ سے لَمْ یَقْضِ	(اس نے فیصلہ نہیں کیا)
یَھْدِیْ سے لَمْ یَھْدِ	(اس ایک مرد نے رہنمائی نہیں کی)

واحد — تثنیہ — جمع

تعداد کے اعتبار سے اسم کی تین قسمیں ہیں:

مفرد (واحد) مثنّیٰ (تثنیہ) جمع۔

وہ اسم جو ایک چیز کو ظاہر کرے اسے مفرد، جو دو چیزوں کو ظاہر کرے اسے مثنّیٰ اور جو تین یا اس سے زیادہ چیزوں کو ظاہر کرے اسے جمع کہتے ہیں۔ یعنی عربی زبان میں جمع کا صیغہ دو سے زیادہ کے عدد کو ظاہر کرتا ہے جبکہ دو کے لیے الگ ایک صیغہ موجود ہے۔ اس کے برعکس اُردو اور انگریزی زبانوں میں جمع کا صیغہ دو کے عدد سے شروع ہو جاتا ہے۔

تثنیہ بنانے کا قاعدہ

مفرد اسم کے آخر میں حالتِ رفع میں الف نون (اٰنِ) کا اضافہ کر دینے سے تثنیہ کا صیغہ بن جاتا ہے۔ مفرد کے آخری حرف پر زبر (فتحہ) ڈال دیتے ہیں۔ مثالیں:

صیغۂ مفرد	صیغہ مثنّیٰ بحالتِ رفع	صیغہ مثنّیٰ بحالتِ نصب و جرّ	معنی
رَجُلٌ	رَجُلَانِ	رُجُلَیْنِ	دو مرد
وَلَدٌ	وَلَدَانِ	وَلَدَیْنِ	دو لڑکے

بِنْتٌ	بِنْتَانِ	بِنتَيْنِ	دو لڑکیاں
اِمْرَأَةٌ	اِمْرَأَتَانِ	اِمْرَأَتَيْنِ	دو عورتیں
كُلِيَّةٌ	كُلِيَّتَانِ	كُلِيَّتَيْنِ	دو کالج
مَطَارٌ	مَطَارَانِ	مَطَارَيْنِ	دو ہوائی اڈے
نَظَّارَةٌ	نَظَّارَتَانِ	نَظَّارَتَيْنِ	دو عینکیں
كِتَابٌ	كِتَابَانِ	كِتَابَيْنِ	دو کتابیں

نوٹ: ا۔ صرف اس مفرد اسم سے تثنیہ کا صیغہ بنایا جا سکتا ہے جو اعراب کو قبول کرتا ہو مرکب نہ ہو۔ اور اس کی کوئی نظیر بھی ہو۔ چناچہ مَنْ (جو۔کون) اَیْنَ (جہاں۔کہاں) وغیرہ ہیں تو اسم (اسمائے شرط و استفہام) لیکن یہ اعراب کو قبول نہیں کرتے اس لیے ان سے تثنیہ کا صیغہ نہیں آ سکتا۔ **حضرموت۔ بعلبك** (ایک ستارہ) ایسا اسم ہے کہ اس کی کوئی اور نظیر نہیں اس لیے اس کا تثنیہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اِثنانِ (دو مذکر)، اثنتانِ، ثِنْتَانِ (دو مونث) كِلَاهُمَا (وہ دونوں مرد)، كِلْتَا هُمَا (وہ دونوں عورتیں) اعراب میں مثنّٰی کی مانند ہیں۔ یعنی رفعی حالت میں الف کے ساتھ (جیسے کے اوپر لکھے ہوئے ہیں) اور نصبی اور جرّی حالت میں یاء کے ساتھ جیسے: اِثْنَيْنِ۔اِثْنتين، ثِنْتَيْنِ۔ كِلَيْهِمَا۔ كِلْتَيْهِمَا۔

جمع: جو اسم دو سے زیادہ چیزوں کو ظاہر کرے اسے جمع کا صیغہ کہتے ہیں۔

ساخت کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں:

جمع سالم۔ جمع مکسّر: جمع سالم جنس کے لحاظ سے دو قسم پر ہے: جمع مذکرّ

سالم۔ جمع مونث سالم۔

جمع مذکرّ سَالِم: اسے جمع سالم اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مفرد کا صیغہ سالم رہتا ہے۔ صرف اس کے آخر میں دو حرف کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ رفعی حالت میں واؤ اور نون (وْنَ) کا اضافہ کرتے ہیں اور آخری حرف پر پیش ڈالتے ہیں۔ نصب اور جرّ کی حالتوں میں آخر میں یاءاور نون (یْنَ) کا اضافہ کرتے ہیں اور آخری حرف کے نیچے زیر ڈالتے ہیں۔

مثالیں:

مفرد	جمع مذکر سالم بحالتِ رفع	جمع مذکرّسالم بحالتِ نصب وجرّ	معنی
مُسْلِمٌ	مُسْلِمُوْنَ	مُسْلِمِیْنَ	دوسے زیادہ مسلمان مرد
مُؤمِنٌ	مُؤْمِنُوْنَ	مُؤمِنِیْنَ	دوسے زیادہ مومن مرد
حَافِظٌ	حَافِظُوْنَ	حَافِظِیْنَ	دوسے زیادہ حافظ مرد
مَقْتُوْلٌ	مَقْتُوْلُوْنَ	مَقْتُوْلِیْنَ	دوسے زیادہ مقتول

نوٹ: جمع مذکر سالم صرف اسمِ علم یا اسمِ صفت کے مفرد سے آتی ہے بشر طیکہ:

ا۔ وہ مذکر عاقل کے لیے ہو۔ پس غیر عاقل مذکر کی جمع سالم نہیں آئے گی۔

۲۔ اس کے آخر میں تاء نہ ہو۔ پس طَلْحَةُ، حَمْزَةُ، مُعَاوِيَةُ کی جمع سالم نہیں آئے گی۔

۳۔ وہ مرکب نہ ہو۔ پس بعلبك، حضر موت وغیرہ کی جمع سالم نہیں بنے

گی۔اسی طرح اَحَدَ عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ وغیر کی جمع سالم بھی نہیں آئے گی۔ البتہ اگر مرکب اضافی ہو تو صرف مضاف کی آئے گی، جیسے عبدالرحمٰن سے عَبْدُو الرَّحْمٰن۔

۴۔ اسم صفت (یعنی اسم مشتق) میں مذکرہ بالا تین باتوں کے علاوہ اگر یہ بات پائی جائے کہ وہ اَفْعَلُ (جس کی مونث فَعْلَاءُ ہو) کے وزن پر ہو تو اس کی جمع سالم نہیں آئے گی۔ پس اَخْضَرُ، اَحْمَرُ، اَبْیَضُ وغیرہ کی جمع سالم نہیں آئے گی۔ فَعْلَانُ (جس کی مونث فعلی ہو) کے وزن پر ہو تو بھی جمع سالم نہیں بنے گی چنانچہ سَکْرَانُ (نشے میں مدہوش)، عَطْشَانُ (پیاسا) وغیرہ کی جمع سالم نہیں آئے گی جو صیغے مذکر ومونث دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان سے بھی جمع سالم نہیں آئے گی اور وہ صیغے یہ ہیں: مِفْعَالٌ، جیسے مِهْذَارٌ (بہت بکواس کرنے والا/والی) مِفْعَلٌ جیسے مِغْشَمٌ، (دلیر جسے اس کے ارادے سے کوئی نہ روک سکے) فَعُوْلٌ جیسے صَبُوْرٌ (بہت صبر کرنے والا/والی)، شَکُوْرٌ (بہت شکر گزار)۔ فَعِیْلٌ جیسے: کَسِیْرٌ (توڑا ہوا/ توڑی ہوئی)، قَطِیْعٌ (کاٹا ہوا/کاٹی ہوئی)، جَرِیْحٌ (زخمی)

پس رَجُلٌ، وَلَدٌ وغیرہ سے جمع سالم نہ آئے گی کیونکہ یہ اسمانہ تو اسمِ علم ہیں اور نہ ہی اسمِ صفت۔ البتہ بعض کلمات کی جمع مذکر سالم اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہ ان شرائط کے تحت نہیں آتے، مثلاً:

عَالَمٌ (جہان) سے عَالَمُوْنَ۔ اَرْضٌ (زمین) سے اَرَضُوْنَ۔ اَهْلٌ سے اَهْلُوْنَ۔ اِبْنٌ سے بَنُوْنَ۔ سَنَةٌ (سال) سے سِنُوْنَ۔ ان کے علاوہ دہائیوں

(عِشْرُوْنَ، ثَلَاثُوْنَ وغیرہ) اور اُوْلُوْا (ذُوکی جمع) کو بھی اعراب میں جمع مذکر سالم کے مانند قرار دیا گیا ہے۔

جمع مونث سالم: اس جمع کا بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مفرد کے آخر میں اگر گول تاء یعنی اُت) کا اضافہ کر دیں۔ حالتِ رفع میں 'ت' پر دو پیش اور نصب اور جرّ کی حالت میں 'ت' کے نیچے دو زیر ڈال دیجیے۔

مثالیں:

مفرد	جمع مونث سالم رفع کی حالت میں	جمع مونث سالم نصب اور جر کی حالت میں	معنی
مُسْلِمَةٌ	مُسْلِمَاتٌ	مُسْلِمَاتٍ	دو سے زیادہ مسلم عورتیں
مُؤْمِنَةٌ	مُؤْمِنَاتٌ	مُؤْمِنَاتٍ	دو سے زیادہ مومن عورتیں
صَابِرَةٌ	صَابِرَاتٌ	صابراتٍ	دو سے زیادہ صبر کرنے والی عورتیں
طَالِبَةٌ	طَالِبَاتٌ	طَالِبَاتٍ	دو سے زیادہ طالبات

نوٹ: جمع مونث سالم درج ذیل اسما سے بنتی ہے:

ا۔ ہر وہ اسم جس کے آخر میں گول تاء زائدہ ہو، خواہ وہ اسم عَلَم ہو جیسے فَاطِمَةُ سے فَاطِمَاتٌ یا غیر عَلَم ہو جیسے: زِرَاعَةٌ سے زِرَاعَاتٌ، صِنَاعَةٌ سے صِنَاعَاتٌ خواہ وہ لفظی اور معنوی دونوں لحاظ سے مونث ہو، جیسے حَلِيْمَةُ سے حَلِيْمَاتٌ یا صرف لفظی طور پر مونث ہو، جیسے: عَطِيَّةُ (مرد کا نام) عَطِيَّاتٌ، حَمْزَة لفظی سے حَمْزَاتٌ اور خواہ یہ تاء مونث کی علامت کے طور پر ہو جیسے مذکورہ

مثالوں میں ہے یا یہ کسی حرف کے بدلے میں آئی ہو جیسے عِدَةٌ (اصل میں وَعْدٌ) تھا واو کے بدلے میں تاء آئی ہے) سے عِدَاتٌ (وعدے) یا مبالغہ کے لیے ہو، جیسے عَلَّامَةٌ (بہت علم والا) سے عَلَّامَاتٌ۔

بعض کلمات کی جمع خلاف قاعدہ آتی ہے، مثلاً: اِمْرَأَةٌ (عورت سے نِسَاءٌ۔ أُمَّةٌ سے أُمَمٌ۔ أَمَةٌ (باندی) سے إِمَاءٌ۔ شَفَةٌ (ہونٹ) سے شِفَاهٌ مِلَّةٌ سے مِلَلٌ۔

۲۔ مونث کے لیے اسم علم جس کے آخر میں گول تاء نہ ہو جیسے ھِنْدٌ سے ھِنْدَاتٌ۔ زَیْنَبُ سے زَیْنَبَاتٌ، مَرْیَمُ سے مَرْیَمَاتٌ۔

۳۔ جس اسم کے آخر میں تانیث کی علامت الف مقصورہ ہو، جیسے: کُبْرٰی کُبْرَیَاتٌ، سُعْدٰی سے سُعْدَیَاتٌ، صُغْرٰی سے صُغْرَیَاتٌ۔

۴۔ جس اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو، جیسے زَھْرَاءُ سے زَھْرَاوَاتٌ۔ صَحْرَاءُ سے صَحْرَاوَاتٌ۔

۵۔ جو اسم غیر عاقل کی تصغیر ہو جیسے: جَبَلٌ (پہاڑ) کی تصغیر جُبَیْلٌ کی جمع جُبَیْلَاتٌ۔ نھْرٌ (دریا) کی تصغیر نُہَیْرٌ کی جمع نُہَیْرَاتٌ۔ مَعْدَنٌ کی تصغیر مُعَیْدِنٌ کی جمع مُعَیْدِنَاتٌ۔

۶۔ غیر عاقلوں کی صفت ہو، جیسے بَسَاتِیْنُ جَمِیْلَاتٌ (خوبصورت باغات) جِبَالٌ شَامِخَاتٌ (اونچے پہاڑ)۔

۷۔ ایسے پانچ حروف والے اسماء جن کی جمع مکسّر نہ آتی ہو، جیسے: قِطْمِیْرٌ

(کھجور کی گٹھلی کے اوپر سفید جھلّی) سے قِطْمِيْرَاتٌ۔ حَمَّامٌ (غسل خانہ) سے حَمَّامَاتٌ اِصْطَبْلٌ سے اِصْطَبْلَاتٌ۔

۸۔وہ غیر عاقل نام جو اِبْن یا ذُو وغیرہ سے شروع ہوں، جیسے اِبْنُ لَبُوْنٍ، اِبْنُ آوی اور اِبْنُ عُرْسٍ کی جمع بالترتیب بَنَاتُ لَبُوْنٍ، بَنَاتُ آوی اور بَنَاتُ عُرْسٍ۔ ذَوالْقَعْدَۃ کی جمع ذَوَاتُ القَعْدَۃ اور ذُوالْحِجَّۃ کی جمع ذَواتُ الحِجّۃ آتی ہے۔ ذَاتَ (ذُو کا مونث) کی جمع اُوْلَاتُ آتی ہے۔

اگر اسم تین حرفی (ثُلاثِی) ہو درمیان والا حرف صحیح ہو (حرفِ عِلّت نہ ہو) اور ساکن ہو اور پہلے حرف پر زبر ہو تو جمع سالم بناتے وقت درمیان والے حرف پر زبر دال دیں گے، جیسے: ظَرْفٌ سے، ظَرَفَاتٌ، بَدْرٌ سے بَدَرَاتٌ (دونوں عورتوں کے نام ہیں)۔ ظَبْیٌ (ہرن) سے ظَبَیَاتٌ ۔اور اگر پہلے حرف پر پیش یا زبر ہو تو جمع سالم کے صیغے میں درمیان والے حرف پر پیش، زبر اور سکون تینوں جائز ہیں، جیسے: لُطْفٌ سے لُطُفَاتٌ۔ حُسْنٌ سے حُسُنَاتٌ (دونوں عورتوں کے نام ہیں)۔ خُطْوَۃٌ (قدم) سے خُطُوَاتٌ۔کِسْرَۃٌ (ٹکڑا) سے کِسْرَاتٌ۔

اسم مقصورہ سے تثنیہ

جس اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو اسے اسم مقصورہ کہتے ہیں۔ اگر اسم مقصور تین حرفی ہو تو تثنیہ بناتے وقت الف مقصورہ کی جگہ اس اصل حرف کو واپس لے آتے ہیں جس کی جگہ یہ آیا تھا جیسے عَصَا (اصل میں عَصَوٌ تھا) سے رفعی حالت میں عَصَوَان اور نصب اور جرّ کی حالت میں عَصَوَیْنِ آتا ہے۔ اگر الف

مقصورہ چوتھا حرف ہو تو وہ یاء سے بدل جاتا ہے، جیسے مُصْطَفٰی سے رفعی حالت میں مُصْطَفَيَانِ اور نصبی و جرّی حالت میں مُصْطَفَيَيْنِ آئے گا۔

اسم مقصورہ سے جمع مذکر سالم بناتے وقت الف مقصورہ کو حذف کر دیتے ہیں لیکن اس سے پہلے والے حرف پر جو زبر ہے وہ برقرار رہے گی (یعنی اسے پیش سے تبدیل نہیں کریں گے)، جیسے: مُصْطَفٰی سے رفعی حالت میں مُصْطَفَوْنَ اور نصبی و جرّی حالت میں مُصْطَفَيْنَ۔

اسم مقصور سے جمع مونث سالم بناتے وقت تثنیہ والے قواعد پر عمل کیا جائے گا۔ جیسے عَصَا سے عَصَوَاتٌ (الف مقصورہ کی جگہ اصل حرف واؤ نے لے لی)۔ فَتْوٰی سے فَتْوَيَاتٌ (یہاں الف مقصورہ چوتھا حرف تھا اس لیے حسبِ قاعدہ یاء سے بدل گیا۔

اسم ممدود سے تثنیہ و جمع

جس اسم کے آخر میں ہمزہ اور اس سے پہلے الف ہو اسے ممدود کہتے ہیں۔ اگر اسم ممدود میں ہمزہ اصلی ہو تو تثنیہ میں برقرار رہتا ہے، جیسے اِبْتِدَاءٌ، اِبْتِدَاءَانِ، اِبْتِدَائَيْنِ، رَفَّاءٌ (رفوگر) سے رَفَّاءَانِ، رَفَّائَيْنِ۔ لیکن اگر ہمزہ تانیث کا ہو تو واؤ میں بدل جاتا ہے، جیسے صَحْرَاءُ سے صَحْرَاوَانِ، صَحْرَاوَيْنِ، خَضْرَاءُ سے خَضْرَاوَانِ، خَضْرَاوَيْنِ۔ لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ نہ تو ہمزہ اصلی ہو اور نہ ہی تانیث کے لیے تو پھر اسے برقرار رکھنا اور واؤ سے بدلنا دونوں صورتیں درست ہیں، جیسے بِنَاءٌ سے بِنَاءَانِ اور بِنَاوَانِ۔ سَمَاءٌ سے سَمَاءَانِ اور سَمَاوَانِ۔

جو اسم ممدود مذکر ہو گا اس سے انہی قواعد کے مطابق جمع مذکر سالم آئے گی اور جو اسم ممدود مونث ہو گا اس سے جمع مونث سالم آئے گی جیسے رَفَّاءٌ سے رَفَّاءُوْنَ (رفعی حالت) اور رَفَّائِیْنَ (نصبی و جرّی حالت)۔ صَحْرَاءُ سے صَحْرَاوَاتٌ اور صَحْرَاوَاتٍ (رفعی حالت)، سَمَاءٌ سے سَمَاوَاتٌ اور سَمَاءَاتٍ (نصبی و جرّی حالت)۔

اسم منقوص سے تثنیہ و جمع:

اس منقوص سے مراد وہ اسم جس کے آخر میں یاء ہو اور یاء سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ہو جیسے اَلْبَاقِیْ، اَلْقَاضِیْ، اَلرَّاضِیْ وغیرہ۔ اگر اسم منقوص سے اَل ہٹا کر تنوین لگائیں تو آخر سے یاء گر جاتی ہے، جیسے: بَاقٍ، قَاضٍ، رَاضٍ وغیرہ تثنیہ بناتے وقت یہ یاء واپس آ جاتی ہے، جیسے: بَاقِیَانِ، قَاضِیَانِ، رَاضِیَانِ (رفعی حالت) بَاقِیَیْنِ، قاضیین، رَاضِیَیْنِ (نصبی و جرّی حالت)

اسم منقوص سے جمع مذکر سالم بناتے وقت یاء کو حذف کر دیتے ہیں اور اس سے پہلے والے حرف کی زیر ہٹا کر اس پر پیش ڈال دیتے ہیں۔ جیسے: بَاقُوْنَ، قَاضُوْنَ، رَاضُوْنَ (رفعی حالت) اور بَاقِیْنَ، قَاضِیْنَ، رَاضِیْنَ (نصبی و جرّی حالت)۔

دو حرفی اَسماء سے تثنیہ:

وہ دو حرفی اَسماء جن کا آخری (تیسرا حرف محذوف ہو چکا ہو ان سے تثنیہ بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ان اسماء کو مضاف بناتے وقت ان کی اس

محذوف حرف کو واپس لاتے ہیں تو تثنیہ بناتے وقت بھی واپس لے آئیں گے اور اگر مضاف بناتے وقت واپس نہیں لاتے تو تثنیہ بناتے وقت بھی واپس نہیں لائیں گے۔ مثلاً اَبٌ، اَخٌ کو جب مضاف بناتے ہیں تو ان کے آخر سے حذف شدہ حرف واؤ واپس آ جاتا ہے، پس ہم کہتے ہیں اَبُوْكَ۔ اَخُوْكَ۔ لہٰذا ان سے تثنیہ بناتے وقت بھی واوٗ واپس آ جائے گا: اَبَوَانِ، اَخَوَانِ (رفعی حالت) اور اَبَوَيْنِ، اَخَوَيْنِ (نصبی و جرّی حالت)۔ يَدٌ اور دَمٌ جب مضاف بنتے ہیں تو ان کا تیسرا حذف شدہ حرف واوٗ واپس نہیں آتا۔ پس ہم کہتے ہیں: يَدُكَ (تیرا ہاتھ)۔ دَمُكَ (تیرا خون) سو تثنیہ بھی بغیر واوٗ کے بنے گا: يَدَان، دَمَانِ (رفعی حالت) اور يَدَيْنِ، دَمَيْنِ (نصبی و جری حالت)۔

جمع مُکَسَّر

جمع مکسر یا تکسیر اس جمع کو کہتے ہیں جس میں مفرد کا صیغہ سالم نہ رہے بلکہ ٹوٹ جائے۔ جمع مکسّر بنانے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے، بس اس کے اوزان ہیں، انہی وزنوں پر جمع مکسّر آتی ہے۔ جمع مکسّر کی تین اقسام ہیں۔

جمع قلت، جمع کثرت، جمع مُنْتَہِی الجُمُوْع

جمع قلّت:

جمع قلّت تین سے دس تک کی تعداد کو ظاہر کرتی ہے اور کبھی دس سے زیادہ کی تعداد کو بھی ظاہر کرتی ہے لیکن جملے میں ایسا قرینہ ضرور موجود ہو گا جس سے پتا چل جائے گا کہ یہ جمع تین سے دس تک کی تعداد کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوئی ہے یا دس سے زیادہ کے لیے جمع قلت کے چار اوزان ہیں:

ا۔ أَفْعِلَةٌ:

جو مفرد کلمہ اسم ہو (صفت نہ ہو)، مذکر ہو، چار حرفی ہو اور اس کے آخری حرف سے پہلے حرفِ مدّ [1] ہو اس کی جمع أَفْعِلَةٌ 0 کے وزن پر آتی ہے

---

[1] حرفِ مد سے مراد ہے حرفِ علت جس کے ماقبل حرف کی حرکت اس کے موافق ہو زبر الف کے موافق حرکت ہے، پیش واؤ کے اور زیر یاء کے۔ طَعَامٌ میں الف، عَمُوْدٌ میں واؤ اور رَغِیْفٌ میں یاء حرفِ مدّ ہے۔

جیسے:

جمع	معنی	مفرد	جمع	معنی	مفرد
اَعْمِدَۃٌ	ستون	عَمُوْدٌ	اَطْعِمَۃٌ	کھانا	طَعَامٌ
اَمْثِلَۃٌ	مثال	مِثَالٌ	اَلْسِنَۃٌ	زبان	لِسَانٌ
اَرْغِفَۃٌ	چپاتی	رَغِیْفٌ	اَجْنِحَۃٌ	بازو	جَنَاحٌ
اَسْئِلَۃٌ	سوال	سُؤَالٌ	اَمْزِجَۃٌ	مزاج	مِزَاجٌ
			اَجْوِبَۃٌ	جواب	جَوَابٌ

اگر کوئی اسم فَعَالٌ یافِعَالٌ کے وزن پر ہو اور اس کا درمیان والا اور آخری حرف ایک ہی جنس سے ہو یا آخری حرف، حرفِ علّت ہو تو اس کی جمع بھی اَفْعِلَۃٌ کے وزن پر آئے گی، جیسے:

جمع	معنی	مفرد	جمع	معنی	مفرد
اَبْنِیَۃٌ	تعمیر، عمارت، بنیاد	بِنَاءٌ	اَزِمَّۃٌ	باگ	زِمَامٌ
			اَغْذِیَۃٌ	غذا	غِذَاءٌ
اَقْبِیَۃٌ	قبا	قَبَاءٌ	اَھِلَّۃٌ	پہلی کا چاند	ھِلَالٌ
اَرْدِیَۃٌ	چادر	رِدَاءٌ	اَبِتَّۃٌ	گھر کا سامان	بَتَاتٌ
اَکْسِیَۃٌ	پوشاک	کِسَاءٌ	اَدْوِیَۃٌ	دوا	دَوَاءٌ
اَفْنِیَۃٌ	صحن	فِنَاءٌ	اَسِنَّۃٌ	نیزہ	سِنَانٌ

نوٹ: جن اسماء کے آخر میں ہمزہ ہے یہ اصل میں حرفِ علت (واوٗ/یاء) تھا جو ہمزہ میں بدل گیا ہے۔

۲۔ أَفْعُلٌ: جو مفرد اسم (نہ کہ صفت) فَعْلٌ کے وزن پر ہو، مُضَعَّفُ (شد والا)

نہ ہو، اس کا درمیان والا حرف صحیح نہ ہو، پہلا حرف واؤ نہ ہو اس کی جمع اَفْعُلٌ کے وزن پر آئے گی، جیسے:

جمع	معنی	مفرد	جمع	معنی	مفرد
اَبْحُرٌ	سمندر	بَحْرٌ	اَنْهُرٌ	دریا	نَهْرٌ
اَرْجُلٌ	پاؤں	رِجْلٌ	اَشْهُرٌ	مہینہ	شَهْرٌ
اَنْفُسٌ	نفس	نَفْسٌ	اَحْرُفٌ	حرف	حَرْفٌ
(اصل میں اَظْبُیٌ تھا تبدیلی کے بعد اَظْبٍ بن گیا)			اَظْبٍ	ہرن	ظَبْیٌ

وہ مفرد اسم جو چار حرفی ہو، مونث معنوی ہو (یعنی اس کے آخر میں مونث کی علامت تاء نہ ہو)، اس کے آخری حرف سے پہلے حرفِ مدّ ہو اس کی جمع بھی اَفْعُلٌ کے وزن پر آئے گی، جیسے:

عَنَاقٌ (بکری کا مادہ بچّہ) سے اَعْنُقٌ ۔ عُقَابٌ (عقاب) سے اَعْقُبٌ ذِرَاعٌ (ہاتھ۔ہاتھ کی لمبائی) سے اَذْرُعٌ۔ یَمِیْنٌ (دایاں ہاتھ۔ قسم) سے اَیْمُنٌ

۳۔أَفْعَالٌ:

جمع قلّت کا یہ وزن درجِ ذیل اقسام کے اسماء کے لیے استعمال ہوتا ہے:

ا۔ جس اسم کا درمیان والا حرف، حرفِ علت ہو، جیسے:

ثَوْبٌ (کپڑا) سے اَثْوَابٌ۔ سَیْفٌ (تلوار) سے اَسْیَافٌ۔ بَابٌ (دروازہ) سے اَبْوَابٌ۔ قَوْلٌ (قول۔بات) سے اَقْوَالٌ۔

۲۔ جس اسم کا پہلا حرف واؤ ہو، جیسے:

وَقْتٌ سے اَوْقَاتٌ۔ وَکْرٌ (پرندے کا گھونسلا) سے اَوْکَارٌ۔ وَصْلٌ (جوڑا)

سے اَوْصَالٌ۔ وَصْفٌ (صفت۔ وصف) سے اَوْصَافٌ۔

۳۔ جو اسم مضعّف ہو جیسے:

عَمٌّ (چچا) سے اَعْمَامٌ۔ جَدٌّ (دادا) سے اَجْدَادٌ۔ رَبٌّ۔ رَبٌّ (پالنے والا) سے اَرْبَابٌ۔ بَرٌّ (نیک) سے اَبْرَارٌ۔ سِرٌّ (راز۔ بھید) سے اَسْرَارٌ۔ سَدٌّ۔ (بند۔ رکاوٹ۔ ڈیم) سے اَسْدَادٌ۔ شَرٌّ (شریر بُرا آدمی) سے اَشْرَارٌ حُرٌّ (آزاد آدمی) سے اَحْرَارٌ۔

۴۔ ہر تین حرفی اسم جس کے پہلے حرف پر زبر ہو اور دوسرا حرف متحرّک ہو، جیسے: جَمَلٌ (اونٹ) سے اَجْمَالٌ ۔ جَبَلٌ سے اَجْبَالٌ (پہاڑ)۔ نَمِرٌ (چیتا) سے اَنْمَارٌ۔ عَضُدٌ (بازو۔ کہنی سے کندھے تک کا حصہ) سے اَعْضَادٌ۔

۵۔ ہر تین حرفی اسم جس کے پہلے حرف کے نیچے زیر ہو اور درمیان والے حرف پر زبر یا زیر ہو یا وہ ساکن ہو، جیسے:

عِنَبٌ (انگور) سے اَعْنَبٌ۔ اِبِلٌ سے اَبَالٌ (اونٹ)۔ حِمْلٌ (بوجھ) سے اَحْمَالٌ۔

۶۔ ہر تین حرفی اسم جو فُعُلٌ یا فُعْلٌ کے وزن پر ہو، جیسے:

عُنُقٌ (گردن) سے اَعْنَاقٌ۔ قُفْلٌ (تالا) سے اَقْفَالٌ۔

۷۔ جو تین حرفی اسم فَعْلٌ کے وزن پر ہو، جیسے:

سَهْمٌ سے اَسْهَامٌ (تیر)۔ بَحْثٌ سے اَبْحَاثٌ (تحقیق۔ جستجو)

۴۔ فِعْلَةٌ:

اس وزن پر جمع کا آنا صرف اہلِ زبان سے سُننے پر منحصر ہے، کوئی قاعدہ نہیں۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

مفرد	معنی	جمع	مفرد	معنی	جمع
صَبِیٌّ	بچّہ	صِبْیَۃٌ	اَخٌ	بھائی	اِخْوَۃٌ
فَتیً	نوجوان	فِتْیَۃٌ	وَلَدٌ	لڑکا	وِلْدَۃٌ
شَیْخٌ	بزرگ	شِیْخَۃٌ	ثَوْرٌ	بیل	ثِیْرَۃٌ
غُلَامٌ	لڑکا	غِلْمَۃٌ	ثِنْیً	جو کام دہرایا جائے رتبے میں نمبر ۲	ثِنْیَۃٌ

جمع کثرت: جمع کثرت کے زیادہ مشہور اوزان درج ذیل ہیں:

۱۔ **فُعْلٌ**: مذکر کا اسم صفت جو **اَفْعَلُ** کے وزن پر ہو اور اس کا مونث مونث کا صیغہ، جو **فَعْلَاءُ** کے وزن پر ہو دونوں کی جمع **فُعْلٌ** کے وزن پر آتی ہے، جیسے:

اَحْمَرُ (سُرخ رنگ والا) اور حَمْرَاءُ (سُرخ رنگ والی) کی جمع حُمْرٌ ہے۔

اَخْضَرُ (سبز رنگ والا) اور خَضْرَاءُ (سبز رنگ والی) کی جمع خُضْرٌ ہے۔

اَزْرَقُ (نیلے رنگ والا) اور زَرْقَاءُ (نیلے رنگ والی) سے زُرْقٌ۔

اَسْوَدُ (کالے رنگ والا) اور سُوْدَاءُ (کالے رنگ والی) سے سُوْدٌ۔

اَصْفَرُ اور صَفْرَاءُ (زرد) سے صُفْرٌ۔

اَعْمَی اور عَمْیَاءُ (نابینا) سے عُمْیٌ۔

اَبْکَمُ اور بَکْمَاءُ (گونگا / گونگی) سے بُکْمٌ۔

اَغَرُّ اور غَرَّاءُ (روشن پیشانی والا / والی) سے غُرٌّ۔

اَعْشَی اور عَشْوَاءُ (رات کا اندھا / اندھی) سے عُشْیٌ۔

اگر درمیان والا حرف یاء ہو تو پہلے حرف کی پیش کو زیر میں بدل دیتے ہیں جیسے أَبْیَضُ اور بَیْضَاءُ (سفید رنگ والی / والا) سے بِیْضٌ

اَعْیَنُ اور عَیْنَاءُ (خوب صورت، بڑی اور بہت سیاہ، پتلی کی آنکھوں والا / والی) سے عِیْنٌ۔

۲۔ فُعُلٌ

اگر اسم مفرد فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت ہو اور فاعل کے معنی میں ہو تو اس کی جمع فُعُلٌ کے وزن پر آئے گی، جیسے: صَبُوْرٌ (بہت صبر کرنے والا) سے صُبُرٌ۔ غَفُوْرٌ (بہت بخشنے والا) سے غُفُرٌ۔ ظَلُوْمٌ (بہت ظالم) سے ظُلُمٌ۔ جَهُوْلٌ (بہت جاہل) سے جُهُلٌ

اگر چار حرفی اسم ہو، آخری حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے حرف مدّ ہو، جیسے:

کِتَابٌ سے کُتُبٌ۔ رَسُوْلٌ سے رُسُلٌ۔ طَرِیْقٌ (راستہ۔ سڑک) سے طُرُقٌ۔ عِمَادٌ سے عُمُدٌ (ستون)۔ أَتَانٌ (گدھی) سے أُتُنٌ۔ سَرِیْرٌ سے سُرُرٌ (پلنگ) ذَلُوْلٌ (مطیع) سے ذُلُلٌ۔ جَدِیْدٌ سے جُدُدٌ

۳۔ فُعَلٌ

اگر اسم فُعْلَةٌ یا فُعْلَةٌ کے وزن پر اور صفت فُعْلَی کے وزن پر ہو،

بشر طیکہ اَفْعَلُ کے وزن پر اس کا مذکر کا صیغہ بھی ہو تو اس کی جمع فُعَلٌ کے وزن پر آئے گی، جیسے:

غُرْفَةٌ (کمرہ) سے غُرَفٌ۔ دَوْلَةٌ (ریاست۔ ملک) سے دُوَلٌ۔ حُجَّةٌ (دلیل) سے حُجَجٌ۔ اُمَّةٌ (قوم) سے اُمَمٌ۔ اَلْكُبْرَى، اَلْوُسْطَى، الصُّغْرَى سے اَلْكُبَرُ، اَلْوُسَطُ، الصُّغَرُ۔ اُخْرَى سے اُخَرُ۔ جُمُعَةٌ سے جُمَعٌ۔

نیز فِعْلَةٌ کے وزن پر بعض اسماء جیسے: حِلْيَةٌ (زیور) سے حُلىً لِحْيَةٌ (داڑھی) سے لُحىً۔

۴۔فِعَلٌ

فِعْلَةٌ کے وزن پر جو اسم ہو اس کی جمع عام طور پر فِعَلٌ کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے كِسْرَةٌ (ٹکڑا) سے كِسَرٌ۔ بِدْعَةٌ (نئی چیز۔ بدعت) سے بِدَعٌ۔

قِصَّةٌ (کہانی۔ قصّہ) سے قِصَصٌ۔ حِصَّةٌ سے حِصَصٌ۔ مِلَّةٌ سے مِلَلٌ۔

۵۔فُعْلَةٌ: (فُعَالٌ)

مذکر عاقل کے لیے ہر اسم صفت جو فَاعِلٌ کے وزن پر ہو اور اس کا لام کلمہ (تین اصلی حروف میں سے آخری حرف) یاء ہو یا واؤ ہو، اس کی جمع فی الاصل فُعْلَةٌ کے وزن پر مگر تبدیلی کے بعد فُعَآلٌ کے وزن پر آتی ہے، جیسے:

رَامٍ (تیر چلانے والا) سے رُمَاةٌ۔ دَاعٍ سے دُعَاةٌ (بلانے والا) غَازٍ (لڑنے والا) سے غُزَاةٌ۔ قَاضٍ۔ (قاضی۔ فیصلہ کرنے والا) سے قُضَاةٌ۔ سَاعٍ سے سُعَاةٌ (سعی کرنے والا۔ دوڑنے والا۔ چپڑاسی) هَادٍ سے هُدَاةٌ۔ مفرد کے

صیغے اصل میں رامی، داعی وغیرہ تھے، تنوین کی وجہ سے آخر سے یاء گر گئی۔ جمع کے صیغے میں اصل میں رُمْیَۃٌ، دُعْوَۃٌ وغیرہ تھے۔ تبدیلی کے بعد رُمَاۃٌ اور دُعَاۃٌ بن گئے۔

۶۔ فَعَلَۃٌ: ہر وہ مفرد اسم جو مذکر عاقل کی صفت ہو، فَاعِلٌ کے وزن پر ہو اور اس کا لام کلمہ صحیح حرف ہو اس کی جمع فَعَلَۃٌ کے وزن پر آئے گی، جیسے:

طَالِبٌ سے طَلَبَۃٌ۔ بَارٌّ (نیک) سے بَرَرَۃٌ۔ کَاتِبٌ سے کَتَبَۃٌ فَاجِرٌ سے فَجَرَۃٌ۔

۷۔ فَعْلَی:

ہر ایسے اسم صفت کی جمع فَعْلَی کے وزن پر آتی ہے جو کسی حادثاتی آفت، مثلاً موت، درد، عیب، نقص، مرض وغیرہ کے معنی دے، جیسے:

جَرِیحٌ (زخمی) سے جَرْحَی۔ قَتِیلٌ (مقتول) سے قَتْلَی۔ صَرِیْعٌ (پچھاڑا ہوا) سے صَرعَی۔ مَرِیْضٌ سے مَرْضَی۔ هَالِكٌ (ہلاک ہونے والا) سے هَلْکَی۔ مَیِّتٌ سے مَوْتَی۔ اَحْمَقُ سے حَمْقَی۔ سَکْرَانُ (مدہوش) سے سَکْرَی۔

۸۔ فِعَلَۃٌ

جیسے: قُرْطٌ (کان کی بالی) سے قِرَطَۃٌ۔ دُرْجٌ (سیڑھی) سے دِرَجَۃٌ۔ قِرْدٌ (بندر) سے قِرَدَۃٌ۔

۹۔ فُعَّلٌ:

جو اسم صفت فاعل یا فَاعِلَۃٌ کے وزن پر ہو دونوں کی جمع اس وزن پر آتی

ہے، جیسے: نَائِمٌ اور نَائِمَةٌ (سونے والا / والی) سے نُوَّمٌ۔ قَاعِدٌ اور قَاعِدَةٌ (بیٹھنے والا / والی) سے قُوَّدٌ۔

۱۰۔فُعَّالٌ:

فَاعِلٌ کے وزن پر اسمِ صفت، جس کا لام کلمہ صحیح ہو، کی جمع اس وزن پر آتی ہے، جیسے:

کَافِرٌ سے کُفَّارٌ۔ حَاکِمٌ سے حُکَّامٌ۔ قَارِئٌ سے قُرَّاءٌ۔ صَائِمٌ سے صُوَّامٌ (روزے دار) خَادِمٌ سے خُدَّامٌ۔ عَامِلٌ سے عُمَّالٌ۔

۱۱۔فِعَالٌ:

اس وزن پر بہت سے اوزان والے اَسماء کی جمع آتی ہے، مثلاً:

مفرد	معنی	جمع	مفرد	معنی	جمع
کَعْبٌ	ٹخنہ گنے وغیرہ کی گانٹھ	کِعَابٌ	ذِئْبٌ	بھیڑیا	ذِئَابٌ
			بِئْرٌ	کنواں	بِئَارٌ
صَعْبٌ	دشوار	صِعَابٌ	رُمْحٌ	نیزہ	رِمَاحٌ
ضَیْفٌ	مہمان	ضِیَافٌ	دُهْنٌ	روغن	دِهَانٌ
ضَیْعَةٌ	اراضی	ضِیَاعٌ	کَرِیْمٌ	شریف مرد	کِرَامٌ
جَبَلٌ	پہاڑ	جِبَالٌ	کَرِیْمَةٌ	شریف عورت	
جَمَلٌ	اونٹ	جِمَالٌ			
رَقَبَةٌ	گردن	رِقَابٌ			
ثَمَرَةٌ	پھل	ثِمَارٌ	شَرِیْفٌ	باوقار مرد	شِرَافٌ
قَوِیْمٌ	اچھی		شَرِیْفَةٌ	باوقار	

	قامت والا			عورت	
قَوِیْمَةٌ	اچھی قامت والی	قِوَامٌ	صَوَابٌ	صحیح (مذکر)	صِوَابٌ
			صَوِیْبَةٌ	صحیح (مونث)	
غَضْبَانُ	غصّے والا	غِضَابٌ	نَدْمَانُ	پشیمان (مرد)	نِدَامٌ
غَضْبٰی	غصے والی		نَدْمَانَةٌ	پشیمان (عورت)	
ظَرِیْفٌ	دانا مرد	ظِرَافٌ	رَجُلٌ	مرد	رِجَالٌ
			کَلْبٌ	کتا	کِلَابٌ
			ثَوْبٌ	کپڑا	ثِیَابٌ
ظَرِیْفَةٌ	دانا عورت				
طَوِیْلٌ	لمبا	طِوَالٌ			
طَوِیْلَةٌ	لمبی				

۱۲۔ فُعُوْلٌ:

مفرد	معنی	جمع	مفرد	معنی	جمع
عَیْنٌ	آنکھ	عُیُوْنٌ	رَأْسٌ	سَر	رُءُوْسٌ
سَیْفٌ	تلوار	سُیُوْفٌ	کَعْبٌ	ٹخنہ	کُعُوْبٌ
بَیْتٌ	گھر	بُیُوْتٌ	وَجْهٌ	چہرا	وُجُوْهٌ
ضَیْفٌ	مہمان	ضُیُوْفٌ	حَرْبٌ	جنگ	حُرُوْبٌ
جُنْدٌ	لشکر	جُنُوْدٌ	قَلْبٌ	دل	قُلُوْبٌ
کَبِدٌ	جگر	کُبُوْدٌ	حَقٌّ	حق	حُقُوْقٌ
نَمِرٌ	چیتا	نُمُوْرٌ	صَفٌّ	صف	صُفُوْفٌ
عِلْمٌ	علم	عُلُوْمٌ	حِلْمٌ	بردباری	حُلُوْمٌ
ضِرْسٌ	ڈاڑھ	ضُرُوْسٌ	اَسَدٌ	شیر	اُسُوْدٌ

۱۳۔ فِعْلَانٌ:

فُعَالٌ، فُعْلٌ، فَعَلٌ کے وزن والے اَسماء کی جمع فِعْلَانٌ کے وزن پر آتی ہے، جیسے غُلَامٌ سے غِلْمَانٌ۔ غُرَابٌ (کوا) سے غِرْبَانٌ۔ نَارٌ (آگ) سے نِیْرَانٌ۔ جَارٌ (پڑوسی) سے جِیْرَانٌ۔ فَأْرٌ (چوہا) سے فِیْرَانٌ۔ تَاجٌ سے تِیْجَانٌ۔ حُوْتٌ (مچھلی) سے حِیْتَانٌ۔ اَخٌ بھائی) سے اِخْوَانٌ۔ خَالٌ (تل) سے خِیلَانٌ۔

۱۴۔ فُعَلَاءُ:

مفرد	معنی	جمع	مفرد	معنی	جمع
سَفِیْهٌ	بیوقوف	سُفَهَاءُ	جَلِیْسٌ	ہمنشیں	جُلَسَاءُ
عَاقِلٌ	عقل والا	عُقَلَاءُ	وَزِیْرٌ	بوجھ اٹھانے والا	وُزَرَاءُ
حَکِیْمٌ	دانا	حُکَمَاءُ	بَخِیْلٌ	کنجوس	بُخَلَاءُ
اَمِیْرٌ	حکمران	اُمَرَاءُ	غَرِیْبٌ	پردیسی۔ اجنبی	غُرَبَاءُ
خَصِیْبٌ	سرسبز و شاداب	خُصَبَاءُ	خَلِیْفَةٌ	جانشین	خُلَفَاءُ

۱۵۔ اَفْعِلَاءُ

ہر وہ اسم جو صفت ہو، فَعِیْلٌ کے وزن پر ہو مگر فاعل کے معنی میں ہو، مضعّف ہو یا اس کا لام کلمہ حرف عِلّت ہو اس کی جمع اس وزن پر آئے گی، جیسے:

عَزِیْزٌ سے اَعِزَّاءُ۔ قَوِیٌّ سے اَقْوِیَاءُ۔ شَدِیْدٌ سے اَشِدَّاءُ۔ وَلِیٌّ (دوست)

اَوْلِیَاءُ۔ غِنِیٌّ (مالدار۔ بے نیاز) سے اَغْنِیَاءُ۔ صَدِیْقٌ سے اَصْدِقَاءُ۔

۱۶۔ فَوَاعِلُ:

اگر اسم، خواہ اسمِ ذات ہو یا اسمِ صفت، فَاعِلَۃٌ کے وزن پر ہو، یا وہ اسم ذات ہو اور فَوْعَلٌ، فَوْعَلَۃٌ، فَاعَلٌ، فَاعَلٌ، فَاعِلٌ ،یا وہ اسمِ صفت ہو فَاعِلٌ کے وزن پر ہو مونث عاقل کے لیے مخصوص ہو اور اس میں تائے تانیث نہ ہو یا مذکر غیر عاقل کی صفت ہو، تو اس کی جمع فَوَاعِلُ کے وزن پر آتی ہے، جیسے:

مفرد	معنی	جمع	مفرد	معنی	جمع
نَاصِیَۃٌ	پیشانی کے اوپر والے بال	نَواصٍ آخر سے یا گر گئی ہے	فَارِسٌ	گھڑ سوار	فَوَارِسُ
کَاذِبَۃٌ	جھوٹی	کَوَاذِبُ	قَالَبٌ	قالب	قَوَالِبُ
خَاطِئَۃٌ	خطا کرنے والی	خَوَاطِئُ	طَابَعٌ	چھاپ	طَوَابِعُ
جَوْھَرٌ	جوہر	جَوَاھِرُ		ٹکٹ	
کَوْثَرٌ	خیر کثیر	کَوَاثِرُ	جَائِزٌ	شہتیر	جَوَائِزُ
صَوْمَعَۃٌ	یہود کی عبادت گاہ	صَوامِعُ	سَاحِلٌ	پہلو	سَوَاحِلُ
کَاھِلٌ	وہ جگہ جہاں دونوں کندھے ملتے	کَوَاھِلُ	شَاھِدٌ	گواہ	شَوَاھِدُ

	ہیں				
طَالِقٌ	طلاق یافتہ عورت	طَوَالِقُ	جَائِزَةٌ	انعام	جَوَائِزُ
حَادِثٌ	حادثہ	حَوَادِثُ			

۱۷۔ فَعَائِلُ

ہر وہ چار حرفی اسم، خواہ اسمِ ذات ہو یا اسمِ صفت ہو، مونث لفظی ہو یا معنوی، اس کا تیسرا حرف مدّہ ہو، اس کی جمع فَعَائِلُ کے وزن پر آئے گی، جیسے:

مفرد	معنی	جمع	مفرد	معنی	جمع
ذُؤَابَةٌ	بالوں کی لَٹ۔ ہر چیز کا بالائی حصہ۔ سر دار	ذَوَائِبُ	سَحَابَةٌ رِسَالَةٌ صَحِیْفَةٌ	بدلی خط۔ پیغام اخبار۔ کتابچہ	سَحَائِبُ رَسَائِلُ صَحَائِفُ
سَفِیْنَةٌ	کشتی بحری جہاز	سَفَائِنُ	شِمَالٌ	بایاں ہاتھ	شَمَائِلُ
دَفِیْنَةٌ	مدفون خزانہ	دَفَائِنُ	عَجُوْزٌ	بُڑھیا	عَجَائِزُ

۱۸۔ فَعَالٍ:

جیسے: صَحْرَاءُ سے صَحَارٍ۔ عَذْرَاءُ (دوشیزہ) سے عَذَارٍ

۱۹۔ فَعَالَی:

جیسے: صَحْرَاءُ سے صَحَارَی، عَذْرَاءُ (دوشیزہ) سے عَذَارَی۔ فَعْلَانُ

اور فَعْلَی کے وزن پر اسمائے صفت کی جمع بھی فَعَالَی کے وزن پر آتی ہے جیسے:

کَسْلَانُ (سست۔ کاہل) سے کَسَالَی۔ سَکْرَانُ (مدہوش) سے سَکَارَی۔ غَضْبَانُ (غضبناک) سے غَضَابَی۔ ان اسمائے صفت کے جمع کے صیغے میں پہلے حرف پر پیش ڈالنا بھی جائز ہے۔ (جیسے کُسَالَی)۔

۲۰۔ فَعَالِیٌّ:

جیسے قُمْرِیٌّ (قمری چہچہانے والا ایک پرندہ) سے قَمَرِیٌّ، کُرْسِیٌّ سے کَرَاسِیٌّ۔

۲۱۔ فَعَالِلَةٌ

جیسے اُسْتَاذٌ سے اَسَاتِذَةٌ۔ تِلْمِیْذٌ سے تَلَامِذَةٌ۔ مَلَكٌ (فرشتہ) سے مَلَائِكَةٌ۔ مَشْرِقِیٌّ سے مَشَارِقَةٌ۔ مَغْرِبِیٌّ سے مَغَارِبَةٌ۔

۳۔ مُنْتَهى الْجُمُوْعِ

یہ جمع بھی جمع کثرت ہی ہے اسے **منتهى الجموع** یا **الجمع المتناهى** اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر جمع کا صیغہ منتہی یعنی ختم ہو جاتا ہے، اس سے مزید جمع کا صیغہ بنانا جائز نہیں، جبکہ جمع مکسّر کے کئی دوسرے اوزان سے مزید جمع کے صیغے بنائے جاسکتے ہیں، جیسے:

نَعَمٌ (چوپایہ چرنے والا جانور، بالخصوص اونٹ) کی جمع اَنْعَامٌ ہے۔ اس سے مزید جمع کے صیغے اَنَاعِمُ اور اَنَاعِیْمُ آتے ہیں۔ کَلْبٌ (کتا) کی جمع اَكْلُبٌ (نیز کِلَابٌ) ہے اس سے مزید جمع کا صیغہ اَكَالِبُ آتا ہے۔

منتہی الجموع کے اوزان درج ذیل ہیں:

۱۔فَعَالِلُ:

جیسے: جَعْفَرٌ سے جَعَافِرُ۔ دِرْهَمٌ سے دَرَاهِمُ۔ كَوْكَبٌ (ستارہ) سے كَوَاكِبُ۔ جَوْهَرٌ سے جَوَاهِرُ۔ عُنْصُرٌ (صاد پر زَبَر بھی درست ہے) سے عَنَاصِرُ۔

۲۔فَعَالِيْلُ:

جیسے: بُسْتَانٌ (باغ) سے بَسَاتِيْنُ۔ سُلْطَانٌ سے سَلَاطِيْنُ۔ عُصْفُوْرٌ (چڑیا) سے عَصَافِيْرُ۔ صَنْدُوْقٌ سے صَنَادِيْقُ۔ قِنْدِيْلٌ سے قَنَادِيْلُ۔

۳۔مَفَاعِلُ:

جیسے: مَسْجِدٌ سے مَسَاجِدُ۔ مَكْتَبٌ سے مَكَاتِبُ۔ مَدْرَسَةٌ سے مَدَارِسُ۔ مَظْهَرٌ سے مَظَاهِرُ۔ مَذْهَبٌ سے مَذَاهِبُ۔ مَنْظَرٌ سے مَنَاظِرُ۔

۴۔مَفَاعِيْلُ:

جیسے: مِصْبَاحٌ (چراغ) سے مَصَابِيْحُ۔ مِفْتَاحٌ سے مَفَاتِيْحُ۔ مَكْتَبٌ سے مَكَاتِيْبُ۔

نوٹ: منتہی الجموع کے صیغے پر تنوین نہیں آتی۔ حالتِ جرّ میں زیر کے بجائے زبر آتی ہے۔ البتہ اگر مضاف ہو یا اس کے شروع میں 'اَل' آ جائے تو پھر زیر آسکتی ہے۔

جَمْعُ الجمع

منتہی الجموع کے صیغے کی مزید جمع نہیں آسکتی۔ اسی طرح فَعَلَةٌ اور

فُعَلَةٌ کے وزن پر بننے والی جمع مکسّر کی جمع نہیں آسکتی۔ ان کے علاوہ جمع مکسّر کے جو اوزان ہیں ان کی مزید جمع آسکتی ہے۔ اس مزید جمع کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ مثلاً:

قَوْلٌ۔ اَقْوَالٌ۔ اَقَاوِیْلُ۔ سِلَاحٌ۔ اَسْلِحَۃٌ۔ اَسَالِحُ۔ غُرَابٌ۔ غِرْبَانٌ۔ غَرَابِیْنُ

جمع الجمع کا صیغہ دس سے کم کے عدد کے لیے نہیں آتا۔

اسمِ جمع:

ایسا اسم جو دو سے زیادہ کے عدد کو ظاہر کرے لیکن اس سے لفظی اور معنوی دونوں لحاظ سے مفرد کا صیغہ نہ آتا ہو بلکہ دونوں میں سے کسی ایک لحاظ سے مفرد کا صیغہ آتا ہو اور وہ جمع مکسّر کے کسی وزن پر بھی نہ ہو۔ جیسے:

اِبِلٌ اسم جمع ہے۔ لفظی اعتبار سے (یعنی اِبِل میں جو حروف ہیں ان حروف والا) اس کا کوئی مفرد نہیں۔ البتہ معنوی اعتبار سے اس کا مفرد ہے اور وہ ہے: جَمَلٌ (ایک اونٹ) یا نَاقَۃٌ (ایک اونٹنی)۔ جبکہ اِبِلٌ دو سے زیادہ اونٹوں یا اونٹنیوں کے لیے بولا جاتا ہے۔

قَوْمٌ اور جَمَاعَۃٌ۔ ان کا مفرد معنوی اعتبار سے ہے یعنی: رَجُلٌ یا اِمْرَأَۃٌ لفظی اعتبار سے اس کا کوئی مفرد نہیں ہے۔

خَیْلٌ (گھوڑوں کی جماعت) لفظی اعتبار سے اس کا کوئی مفرد نہیں البتہ معنوی اعتبار سے ہے، یعنی: فَرَسٌ۔

بعض اسم جمع ایسے ہیں جن کا مفرد کا صیغہ اس کے لفظ سے تو بنتا ہے لیکن اگر ایسے دو سے زیادہ مفرد جمع کر لیے جائیں (حرفِ عطف کے ذریعے) تو

وہ اس اسمِ جمع کا مفہوم ادا نہیں کرتے۔ جیسے قُرَیْشٌ ہے۔ اس کا مفرد قُرَشِیٌّ ہے لیکن قُرَشِیٌّ و قُرَشِیٌّ و قُرَشِیٌّ......... اگر کہیں تو یہ قُرَیش کے مترادف نہیں بنتے۔ ایک سو یا اس سے بھی زیادہ قُرَشِی ہوں تو انہیں قُرَیش نہیں کہہ سکتے۔

بعض اسم جمع ایسے ہیں جو واحد اور جمع دونوں کا معنی دیتے ہیں، جیسے: فُلْكٌ (کشتی) اسم جمع ہے جو ایک کشتی اور کئی کشتیاں دونوں معنی دیتا ہے۔

فَعْلٌ کے وزن پر آنے والی جمع مکسّر (جسے گرامر کے علماء ایک گروہ جمع مکسّر نہیں مانتا) کے ساتھ بھی اسم جمع والا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

رَاكِبٌ (سوار) سے رَكْبٌ۔ صَاحِبٌ سے صَحْبٌ۔ چنانچہ عرب کہتے ہیں: هٰذا رَكْبٌ مُسَافِرٌ اور هٰذا رَاكِبٌ مُسَافِرٌ۔ هٰذا صَحْبٌ مُسَافِرٌ اور هٰذا صَاحِبٌ مُسَافِرٌ (یعنی دونوں صیغوں کے لیے اسمِ اشارہ اور اسمِ صفت دونوں واحد مذکر کے صیغے میں آتے ہیں)۔

اسم جنسِ جمعی:

یہ اس جمع کو کہتے ہیں کہ جس سے اس کا مفرد لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے آتا ہو لیکن اس کے مفرد کے صیغے میں آخر میں تائے تانیث یا یائے نسبت آتی ہو، جیسے:

شَجَرٌ (جنسِ درخت)۔ شَجَرَةٌ (ایک درخت)

تَمْرٌ (کھجور کی جنس)۔ تَمْرَةٌ (کھجور کا ایک دانہ۔ ایک کھجور)

مَعْزٌ (نیز مَعَزٌ۔ بکری کی جنس)۔ مَاعِزٌ (ایک بکری یا بکرا)

بَقَرٌ(گائے کی جنس)۔بَقَرَةٌ(ایک گائے)

ثَمَرٌ(پھل)۔ثَمَرَةٌ(ایک پھل)

عَرَبٌ(عرب)۔عَرَبِيٌّ(ایک عربی)

تُرْكٌ(تُرک)۔تُرْكِيٌّ(ایک ترکی)

اسم مُصَغَّر کی جمع مکسّر:

اسمِ مُصَغَّر سے صرف جمع قلّت آتی ہے، اس سے جمع کثرت نہیں آتی اور جمع قلت کی تصغیر آتی ہے۔ جمع کثرت سے اسم مُصَغَّر نہیں آتا۔

مذکّر۔ مؤنّث

جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں: مذکّر۔ مؤنّث۔

ہر زبان کے مذکر و مؤنث کے قواعد الگ الگ ہوتے ہیں۔ ایک معنی کا لفظ ایک زبان میں مذکر ہوتا ہے تو دوسری زبان میں مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً، کتاب اُردو میں مؤنث ہے جبکہ عربی میں مذکر۔ ورقہ اور صفحہ اُردو میں مذکر استعمال ہوتے ہیں جبکہ عربی میں مؤنث باندھے جاتے ہیں۔ لہٰذا عربی زبان میں کسی لفظ کو مذکر و مؤنث قرار دیتے وقت عربی زبان ہی کے قواعد کو سامنے رکھنا ہو گا۔

مؤنث حقیقی و مجازی:

عربی میں مؤنث کی دو بڑی قسمیں ہیں (اُردو کی طرح): حقیقی اور مجازی۔ حقیقی سے مراد وہ مؤنث ہے جس کے مقابل فی الواقع کوئی مذکر موجود ہو اور مؤنث مجازی سے مراد وہ مؤنث ہے جسے مؤنث کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو (زبان کے قواعد کے اطلاق مین۔ مثلاً اس کے لیے فعل مؤنث کا لایا جاتا ہو، صفت مؤنث کے صیغے کی لائی جاتی ہو) لیکن فی الحقیقت اس کے مقابل کوئی مذکر موجود نہ ہو۔ پھر مؤنث حقیقی اسم ذات ہو گا یا اسمِ صفت۔ مثلاً اُمٌّ مؤنث حقیقی ہے کیونکہ اس کے مقابل مذکر یعنی اَبٌ موجود ہے اور یہ اسمِ ذات ہے۔ رَحِيْمَةٌ

ایسا مؤنث ہے کہ اس کے مقابل مذکر رَحِیْمٌ موجود ہے اور یہ اسم صفت ہے اسمِ ذات نہیں۔ گرامر کے علماء کے نزدیک مؤنث حقیقی سے مراد وہ مؤنث ہے جو افزائشِ نسل کرے (یعنی وہ مؤنث اسمِ ذات ہو اور اس کے مقابل مذکر موجود ہو)۔

مؤنث حقیقی کی مثالیں:

مذکر	معنی	مونث	مذکر	معنی	مونث
اَبٌ	باپ	اُمٌّ	عَرِیْسٌ	دولہا	عَرُوْسٌ
رجُلٌ اِمرُؤٌ	مرد	اِمْرَأَةٌ	اِبْنٌ	بیٹا	اِبْنَةٌ
			اَخٌ	بھائی	اُخْتٌ
زَوْجٌ	شوہر	زَوْجَةٌ	عَمٌّ	چچا	عَمَّةٌ
خالٌ	ماں کا بھائی (ماموں)	خَالَةٌ (ماں کی بہن یعنی خالہ)	حِمَارٌ	گدھا	أَتَانٌ حِمَارَةٌ
اَلْحَمُوْ	سسر	اَلْحَمَاةُ	ثَوْرٌ فِیْلٌ	بیل ہاتھی	بَقَرَةٌ فِیْلَةٌ
اَسَدٌ	شیر (جس کی گردن پر بال ہوتے ہیں)	اَسَدَةٌ	فَرَسٌ جَمَلٌ ظَبْیٌ	گھوڑا اونٹ ہرن	فَرَسٌ نَاقَةٌ ظَبْيَةٌ
نِمِرٌ	چیتا	نِمِرَةٌ	ثَعْلَبٌ	لومڑی	ثَعْلَبَةٌ
فَهْدٌ دُبٌّ	چیتا ریچھ	فَهْدَةٌ دُبَّةٌ	قِطٌّ هِرٌّ	بِلّا	قِطَّةٌ هِرَّةٌ

مؤنث قیاسی:

مؤنث کا جو صیغہ مقررہ قواعد کے تحت بنے اسے مونث قیاسی اور مؤنث لفظی کہتے ہیں۔ مذکر کے صیغے سے مونث قیاسی بنانے کے قاعدے درج ذیل ہیں۔

ا۔ تائے مربوطہ کا اضافہ:

مشتق اسماء (اسم فاعل) اسمِ مفعول وغیرہ کے آخر میں تائے مربوط (گول تاء) کا اضافہ کر دینے سے مؤنث کا صیغہ بن جاتا ہے: جیسے:

مُسْلِمٌ (مسلمان مرد) کے آخر میں 'ة' بڑھانے سے مُسْلِمَةٌ (مسلمان عورت) بن گیا۔

مثالیں:

مذکر	معنی	مونث	مذکر	معنی	مونث
وَالِدٌ	والد	وَالِدَةٌ	عَابِدٌ	عبادت گزار	عَابِدَةٌ
مُؤْمِنٌ	ایمان والا	مُومِنَةٌ	فَرِحٌ	خوش (مرد)	فَرِحَةٌ
مَقْتُوْلٌ	مقتول	مَقْتُوْلَةٌ	رَحِيْمٌ	رحم کرنے والا	رَحِيْمَةٌ
حَسَنٌ	اچھا	حَسَنَةٌ	مُحْسِنٌ	احسان کرنے والا	مُحْسِنَةٌ

سَيِّئٌ	بُرا	سَيِّئَةٌ	مُحْتَرَمٌ	قابلِ احترام (مرد)	مُحْتَرَمَةٌ
صَالِحٌ	نیک	صَالِحَةٌ	مَرْدُوْدٌ	رد کیا ہوا	مَرْدُوْدَةٌ

اسم مبالغہ کے چار اوزان یعنی فَعُوْلٌ۔ مِفْعَالٌ۔ مِفْعِيْلٌ اور مِفْعَلٌ کے آخر میں تاء کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔ یہ صیغے مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے: رَجُلٌ صَبُوْرٌ (بہت صبر کرنے والا آدمی) اور اِمْرَاَةٌ صَبُوْرٌ (بہت صبر کرنے والی عورت) رَجُلٌ مِفْرَاحٌ (بہت خوش ہونے والا آدمی) اور اِمْرَأَةٌ مِفْرَاحَةٌ (بہت خوش ہونے والی عورت) رَجُلٌ مِنْطِيْقٌ (بہت زبان آور آدمی)۔ اِمْرَأَةٌ مِغْشَمٌ (بہت بہادر عورت)——اسی طرح اسم مفعول کے معنی میں فَعِيْلٌ کے وزن پر آنے والے اسمائے مشتقہ کے آخر میں تاء لگانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے: رَجُلٌ قَتِيْلٌ (مقتول آدمی) اور اِمْرَأَةٌ قَتِيْلٌ (مقتول عورت)۔

تاہم اگر کلام میں ایسا قرینہ موجود نہ ہو کہ جس سے یہ پتا چل سکے کہ یہ وصف مذکر کے لیے استعمال ہوا ہے یا مؤنث کے لیے تو اس صورت میں اس کے آخر میں تاء کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ جیسے آپ کہیں:

رَأَيْتُ صَبُوْرَةً (میں نے ایک بہت صبر کرنے والی کو دیکھا)۔

۲۔ الف مقصورہ:

(الف) بھوک، پیاس یا سیری وغیرہ کا معنی دینے والی جو صفت مشبہہ فَعْلَانُ کے وزن پر آتی ہے اس کا مؤنث کا صیغہ فَعْلٰی کے وزن پر آتا ہے (یعنی

آخر میں الف مقصورہ 'یٰ' آتا ہے)۔ جیسے عَطْشَانُ (پیاسا) کا مؤنث عَطْشیٰ۔

(ب) اَفْعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل کا مؤنث کا صیغہ فُعْلیٰ کے وزن پر آتا ہے جیسے: اَحْسَنُ سے حُسْنیٰ۔ اَکْبَرُ (سب سے بڑا) سے کُبْریٰ۔ اَصْغَرُ (سب سے چھوٹا) سے صُغْریٰ۔

۳۔ الف ممدودہ:

عیب، رنگ یا حلیہ بتانے کے لیے صفت مشبہ کا جو صیغہ اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے اس کا مؤنث کا صیغہ فَعْلَاءُ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: اَحْمَرُ (سُرخ) سے حَمْرَاءُ۔ اَعْوَرُ (کانا) سے عَوْرَاءُ۔

علاماتِ تانیث:

جیسا کہ مؤنث قیاسی کی مندرجہ بالا بحث سے ظاہر ہے۔ عربی زبان میں مؤنث کی تین علامتیں ہیں:

۱۔ تاء۔ مفرد کے صیغے میں تائے مربوطہ (ۃ) اور جمع مؤنث سالم کے صیغے میں تاء مفتوحہ (ت)

۲۔ الف مقصورہ (یٰ)

۳۔ الف ممدودہ (اء)

جس اسم میں بھی ان علامتوں میں سے کوئی علامت پائی جائے گی وہ مؤنث ہو گا۔ خواہ وہ اسم مشتق ہو (جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے) یا اسمِ مصدر ہو، جیسے: رُجْعیٰ (لوٹنا۔ رَجَعَ کا مصدر)۔ ذِکْریٰ (یاد کرنا۔ ذَکَرَ سے

مصدر) یا اسمِ جامد ہو، جیسے: صَحْرَاءُ (صحرا)۔ اَرْبِعَاءُ (بدھ)۔ عَاشُوْرَاءُ (دسویں محرم کا دن۔ کِبْرِیَاءُ (بڑائی)۔

بعض اَسماء ایسے ہیں جن کے آخر میں مؤنث کی ان تین علامتوں میں سے کوئی ایک علامت بھی پائی جاتی ہے لیکن وہ پھر بھی مذکر ہیں، جیسے حَمْزَةُ۔ طَلْحَةُ۔ اُسَامَةُ۔ طَرَفَةُ۔ زَکَرِیَّاء (یہ سب مردوں کے نام ہیں) خَلیفة۔ اسی طرح اسم مبالغہ کا صیغہ جس کے آخر میں تاء آتی ہے، جیسے: عَلَّامَةُ (بہت بڑا عالم)

مؤنث سماعی:

عربی زبان میں بعض اَسماء ایسے ہیں جن میں مؤنث کی مذکورہ تین علامتوں میں سے کوئی علامت نہیں پائی جاتی لیکن اہلِ زبان کو انہیں مؤنث استعمال کرتے ہوئے سُنا گیا ہے۔ ایسے اسماء کو مؤنث سماعی (یعنی سننے کی بنیاد پر مؤنث) اور مؤنث معنوی کہتے ہیں۔

مؤنث سماعی کی مثالیں:

اسم	معنی	اسم	معنی	اسم	معنی
شَمْسٌ	سورج	فُلْكٌ	کشتی	رِجلٌ	پاؤں
اَرضٌ	زمین	اَلْعَصَا	چھڑی۔ عصا	قَدَمٌ	قدم
رِیْحٌ	ہوا	اَرْنَبٌ	خرگوش	کَتِفٌ	کندھا

دَارٌ	گھر	عُقَابٌ	عقاب (پرندہ)	یَدٌ	ہاتھ
سُوقٌ	بازار	عَقْرَبٌ	بچھو	سَاقٌ	پنڈلی
نَارٌ	آگ	نَعْلٌ	جوتا۔ لوہے کا نعل	فَخِذٌ	ران
بِئْرٌ	کنواں	كَأْسٌ	پیالہ	سِنٌّ	دانت
فَأْسٌ	کلہاڑی	نَفْسٌ	نفس۔ جان	كَفٌّ	ہتھیلی
اَلرَّحَا۔ اَلرَّحَی	چکی	عَيْنٌ	آنکھ	يَمِيْنٌ	دایاں۔ قسم
حَرْبٌ	جنگ	أُذُنٌ	کان	شِمَالٌ	بایاں

مندرجہ ذیل اسماء بھی مؤنث سماعی ہیں:

۱۔ ملکوں، شہروں اور قبیلوں کے نام۔ جیسے: باکستان۔ مَصْرُ۔ لَاهورُ۔ قُرَيْشٌ۔

۲۔ عورتوں کے نام اسمائے عَلَم، جیسے: زَيْنَبُ۔ مَرْيَمُ۔ هِنْدُ۔ سُعَادُ۔

۳۔ ایسے اسمائے وصف جو عورتوں کے لیے خاص ہیں، جیسے: مُرْضِعٌ (دودھ پلانے والی)۔ حَامِلٌ (حاملہ)۔ حالانکہ ان میں مؤنث کی کوئی علامت نہیں۔

۴۔ دوزخ کے نام۔ جیسے: سَقَرٌ۔ سَعِیْرٌ وغیرہ۔

۵۔ ہواؤں کے نام، جیسے: صَبَا۔ جَنُوبُ۔ شَمَالُ۔ سَمُوْرُ۔ دَبُوْرُ وغیرہ۔

مندرجہ ذیل اسماء مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں:

اسم	معنی	اسم	معنی	اسم	معنی
عَضُدٌ	کہنی اور کندھے کے درمیان کا بازو	اَلْمِعَی اِصْبَعٌ	انتڑی انگلی	اِزَارٌ فَرَسٌ	تہبند گھوڑا۔ گھوڑی
اِبْطٌ	بغل	طَرِیْقٌ	راستہ۔ سڑک	بَبْغَاءُ	طوطا (نر ومادہ)
ضِرْسٌ	ڈاڑھ	سَبِیْلٌ	راستہ	قِرْدٌ	بندر۔ بندریا
عُنُقٌ	گردن	حَانُوْتٌ	دکان	فَارٌ	چوہا۔ چوہیا
لِسَانٌ	زبان	دِرْعٌ	زِرہ	قَوْسٌ	کمان
اَلْقَضَا مَتْنٌ	گُدّی کمر	مَاعِزٌ رُوْحٌ	بکرا۔ بکری رُوح	نَعَامَةٌ	شُتر مرغ (نر ومادہ)

ان کے علاوہ اسمائے جمع بھی مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، جیسے: قَوْمٌ۔ رَهْطٌ (تین سے دس تک کی جماعت)۔ نَفَرٌ (تین سے

دس تک کی جماعت) اِبِلٌ (اونٹ)۔ غَنَمٌ (بھیڑ بکریاں)۔ خَیْلٌ (گھوڑوں یا گھڑ سواروں کی جماعت)۔ رَکْبٌ (سواروں کی جماعت)۔ اسم مبالغہ کا صیغہ جس کے آخر میں تاء ہو، وہ بھی مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے عَلَّامَۃٌ ہے۔

نوٹ: اُردو زبان میں اہلِ حرفت کی مؤنث کے لیے الگ الفاظ ہیں، جیسے: لوہار سے لوہارن یا لوہاری۔ بڑھئی سے بڑھئن۔ عربی میں اس مفہوم کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہلِ حرفت کے عربی اسم سے پہلے زَوْجَۃٌ کا لفظ لگا کر مرکب اضافی بنا لیجیے۔ مثلاً: لوہارن کے لیے: زَوْجَۃُ الْحَدَّادِ (لوہار کی بیوی) بڑھئن کے لیے: زَوْجَۃُ النَّجَّارِ (بڑھئی کی بیوی)۔

اسی طرح بعض رشتے بھی اسی طریقے سے بنا لیے جائیں گے۔ مثلاً: بھاوج کے لیے زَوْجَۃُ الْاَخِ۔ سالی: اُخْتُ الزَّوْجَۃِ۔ سالا: اَخُو الزَّوْجَۃِ وغیرہ۔

مُرَكَّب تَوصِیفی

تعریف:

مرکب توصیفی دو اسموں کے ایسے مرکب کو کہتے ہیں کہ جن میں سے دوسرا اسم اپنے سے پہلے والے اسم کی اچھائی، برائی، حالت یا کیفیت بیان کرے۔ پہلے اسم کو موصوف (یا مَنْعُوت) اور دوسرے کو صفت (یا نعت) کہتے ہیں۔ اُردو اور انگریزی میں صفت پہلے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ جیسے اچھا لڑکا۔ اس میں اچھا صفت اور لڑکا موصوف ہے۔ لیکن اس کے برعکس عربی میں موصوف پہلے اور صفت بعد میں آتی ہے۔ عربی میں مرکب توصیفی کے قواعد کو ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

مثالیں:

ا۔	رَجُلٌ صادِقٌ (ایک سچا آدمی) وَلَدٌ صَالِحٌ (ایک نیک لڑکا) تِلْمِیْذٌ مُجْتَهِدٌ (ایک محنتی طالب علم)	ب۔	اَلرَّجُلُ الصَّادِقُ (سچا آدمی) اَلْوَلَدُ الصَّالِحُ (نیک لڑکا) اَلتِّلْمِیْذُ الْمُجْتَهِدُ (محنتی طالب علم)
ج۔	اِمْرَأَةٌ صَادِقَةٌ (ایک سچی عورت) بِنْتٌ صَالِحَةٌ (ایک نیک لڑکی) تِلْمِیْذَةٌ مُجْتَهِدَةٌ (ایک محنتی طالبہ)	د۔	اَلْاِمْرَأَةُ الصَّادِقَةُ (سچی عورت) اَلْبِنْتُ الصَّالِحَةُ (نیک لڑکی) اَلتِّلْمِیْذَةُ الْمُجْتَهِدَةُ (محنتی طالبہ)

اوپر مثالوں کے ان چار سیٹوں پر غور کیجیے۔ سیٹ 'ا' میں تینوں مثالوں میں موصوف اور صفت دونوں اسم نکرہ (بغیر 'اَلْ' کے) ہیں۔ جبکہ اس کے سامنے والے سیٹ 'ب' میں مذکور تینوں مثالوں میں موصوف اور صفت دونوں اسمِ معرفہ ('اَلْ' کے ساتھ) ہیں۔ اس کے بعد سیٹ 'ج' اور سیٹ 'د' پر غور کیجیے۔ ہر مثال میں موصوف مؤنث ہے تو اس کی صفت بھی مؤنث ہے جبکہ پہلے دو سیٹوں کی مثالوں میں موصوف اور صفت دونوں مذکر تھے۔ آخری دو سیٹوں کی ہر مثال میں بھی موصوف اگر اسم نکرہ ہے تو صفت بھی اسمِ نکرہ ہے اور موصوف اگر اسمِ معرفہ ہے تو اس کی صفت بھی اسمِ معرفہ ہے۔

قواعد:

ا۔ معرفہ و نکرہ ہونے میں صفت اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔

۲۔ مذکر و مؤنث ہونے میں صفت اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔

مثالیں:

ا۔ رَجُلٌ صَالِحٌ (ایک نیک آدمی)

رَجُلَانِ صَالِحَانِ (دو نیک آدمی)

رِجَالٌ صَالِحُوْنُ/صُلَحَاءُ (بہت سے نیک آدمی)

ب۔ اَلْاِمْرَأَةُ الصَّالِحَةُ

اَلْاِمْرَأَتَانِ الصَّالِحَتَانِ

اَلنِّسَاءُ الصَّالِحَاتُ

ان دو سیٹوں میں دی گئی مثالوں پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ موصوف خواہ اسمِ نکرہ ہو یا اسمِ معرفہ، مذکر ہو یا مؤنث، اگر وہ مفرد ہے تو اس کی صفت بھی مفرد کے صیغے میں ہے۔ اگر وہ تثنیہ ہے تو اس کی صفت بھی تثنیہ کے صیغے میں ہے اور اگر موصوف جمع کے صیغے میں ہے تو اس کی صفت بھی جمع کے صیغے میں ہے۔

قاعدہ:

مفرد، تثنیہ یا جمع ہونے (یعنی عدد) میں صفت اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔

مثالیں:

ا۔ اَلتَّلَامِیْذُ الْمُجْتَهِدُوْنَ (محنتی طلبہ)

اَلْاَوْلَادُ الصَّادِقُوْنَ (سچے لڑکے)

اَلرِّجَالُ الصَّالِحُوْنَ/الصُّلَحَاءُ (بہت سے نیک مرد)

ب۔ اَلْاَشْجَارُ الطَّوِیْلَةُ/الطَّوِیْلَاتُ/الطِّوَالُ (لمبے درخت)

اَلْجِبَالُ الْعَالِیَةُ/الْعَالِیَاتُ/الْعَوَالِیُ (اونچے پہاڑ)

اَلْاَنْهَارُ الْجَارِیَةُ/الْجَارِیَاتُ/الْجَوَارِیُ (بہت سے بہتے دریا)

سیٹ الف کی مثالوں پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ موصوف مذکر ہے اور جمع مکسر کے صیغے اور ذوی العقول (عقل والوں) میں سے ہے، اس کی صفت

بھی جمع مذکر (جمع سالم یا جمع مکسر) کے صیغے میں آئی ہے۔ جبکہ سیٹ 'ب' میں موصوف مذکر ہے، جمع مکسر کے صیغے میں ہے لیکن غیر ذوی العقول میں سے ہے اور اس کی صفت واحد مؤنث / جمع مؤنث سالم / جمع مذکر مکسر کے صیغے میں آئی ہے۔

قاعدہ:

اگر موصوف مذکر جمع مکسر غیر ذوی العقول میں سے ہو تو اس کی صفت (عام طور پر) واحد مؤنث کے صیغے میں آتی ہے اور جمع مؤنث سالم اور مذکر کے جمع مکسر کے صیغے میں بھی آسکتی ہے۔ یہی قاعدہ اسم جنس جمعی کا ہے۔

مثالیں:

ا۔	رَجُلٌ صَالِحٌ تِلْمِيْذٌ مُجْتَهِدٌ اِمْرَأَةٌ صَادِقَةٌ	ب۔	رَجُلاً صَالِحاً تِلْمِيْذاً مُجْتَهِداً اِمْرَأَةً صَادِقَةً
ج۔	رَجُلٍ صَالِحٍ تِلْمِيْذٍ مُجْتَهِدٍ اِمْرَأَةٍ صَادِقَةٍ		

سیٹ 'ا' میں تینوں مثالوں میں موصوف مرفوع ہے اور اس کی صفت بھی مرفوع ہے۔ سیٹ 'ب' میں ہر مثال میں موصوف منصوب ہے اور اس کی صفت بھی منصوب ہے۔ سیٹ 'ج' میں موصوف مجرور ہے تو اس کی صفت بھی مجرور ہے۔

قاعدہ:

اِعراب میں صفت اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔

مثالیں:

خَالِدُنِ الْفَاتِحُ۔ عَلِیُّنِ الزَّاھِدُ۔ مُحَمَّدُنِ العَادِلُ

ان مثالوں میں موصوف اسمِ معرفہ (اسمِ عَلَم) ہے، لہٰذا اس کی صفت بھی معرفہ (اَلْ کے ساتھ) آئی ہے۔ اگر موصوف کے آخری حرف پر تنوین ڈالیں تو بولنے میں روانی باقی نہیں رہتی بلکہ موصوف کو الگ بول کر پھر صفت کو بولنا پڑے گا۔ (یعنی خَالِدٌ اَلْفَاتِحُ)۔ اس رکاوٹ کو دُور کرنے کے لیے موصوف کے آخری حرف سے تنوین اڑا کر آخر میں نون مکسورہ لگا دیتے ہیں۔

مرکب توصیفی کے قواعد:

جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے صفت درج ذیل باتوں میں اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔

۱۔ معرفہ و نکرہ ہونے میں۔

۲۔ مذکر و مؤنث ہونے میں۔

۳۔ عدد (یعنی مفرد۔ تثنیہ۔ جمع) میں۔

۴۔ اعراب میں۔

اور اگر موصوف مذکر جمع مکسّر غیر ذوی العقول میں سے ہو تو صفت واحد مؤنث جمع مذکر مکسّر اور جمع مؤنث سالم کے صیغے سے آتی ہے۔ اور اگر موصوف اسم جنس جمعی ہو تو اس کا بھی یہی قاعدہ ہے۔

اسمِ اشارہ

تعریف:

یہ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی حِسّی اشارے کے ساتھ تعیین کرتا ہے۔ ہر اسم کی چیز کی تعیین کرتا ہے لیکن اسمِ اشارہ میں اس کی تعیین کے ساتھ ساتھ حِسّی اشارہ بھی پایا جاتا ہے۔ جس چیز کی حِسّی اشارے کے ساتھ تعیین کی جاتی ہے اسے **مُشَارٌ اِلیہ** کہتے ہیں۔ مثلاً آپ ایک چڑیا کو اڑتے ہوئے دیکھ کر اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کر کے کہیں: **ذَاالْعُصفُوْرُ** (یہ چڑیا)۔ اس میں **ذَا** اسمِ اشارہ ہے جو حِسّی (یعنی آپ کی انگلی کے) اشارے کے ساتھ **مشارٌ الیہ** کو معیّن کرتا ہے کہ وہ **عُصْفور** ہے۔ **مُشارٌ الیہ** عام طور پر محسوس چیز ہوتی ہے، لیکن کبھی معنوی چیز بھی ہوتی ہے، مثلاً آپ کہیں: **ذَالرَّأْيُ** (یہ رائے)۔ اس میں **الرّایُ** جو **مشارٌ الیہ** ہے ایک معنوی چیز ہے۔

اسمِ اشارہ کی اقسام:

اسمِ اشارہ مذکر و مؤنث ہر دو کے مفرد، تثنیہ اور جمع کے صیغوں کے لیے الگ الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح قریب و بعید کے لیے بھی جدا جدا ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قریب کے اسمائے اشارہ

	مذکر کے لیے	مؤنث کے لیے
واحد کے لیے	ذَا	ذِیْ۔ ذِہٗ۔ ذِہٖ۔ ذَاتَ۔ تِیْ۔ تَا۔ تِہٗ۔ تِہِ۔تِہٖ
تثنیہ کے لیے	ذَانِ (رفعی حالت)	تَانِ (حالتِ رفع)
	ذَیْنِ (حالتِ نصب و جرّ)	تَیْنِ (حالتِ نصب و جرّ)
جمع کے لیے	اُوْلَاءِ۔ اُوْلَی	اُوْلَاءِ۔ اُوْلَی

ھَا کا سابقہ:

مخاطب کی تنبیہ کے لیے ان اسمائے اشارہ سے پہلے ھَا کا سابقہ لگاتے ہیں۔ تنبیہ سے مراد یہ ہے کہ اگر مخاطب غافل ہے تو اس کی غفلت دُور کر کے اسے مشارٌ الیہ کی طرف متوجہ کیا جائے اور اگر وہ پہلے سے ہی متوجہ ہے تو ھَا کے ذریعے اسے مشارٌ الیہ کی عظمت و اہمیت کا احساس دلایا جائے۔ شروع میں ھَا کا اضافہ کرنے کے بعد ان کی صورت یُوں ہو گی۔

	مذکر کے لیے	مؤنث کے لیے
واحد	ھٰذَا	ھٰذِی۔ ھَاتِی۔ ھَاتَا۔ ھٰذِہٖ۔ ھَاتِہٖ
تثنیہ	ھٰذَانِ (حالتِ رفع)	ھَاتَانِ (حالتِ رفع)

	هٰذَیْنِ (حالتِ نصب وجرّ)	هَاتَیْنِ (حالتِ نصب وجرّ)
جمع	هٰؤُلَاءِ	هٰؤُلَاءِ

کاف کالاحقہ:

ان اسمائے اشارہ میں سے بعض کے ساتھ کاف[1] کالاحقہ بھی لگا دیا جاتا ہے۔ یہ لاحقہ واحد مؤنث کے صرف تین اسماء، تِی۔ تَا۔ ذِی کے ساتھ لگتا ہے (باقی سات اسماء کے ساتھ نہیں لگتا)۔ باقی تمام اسماء کے ساتھ یہ لاحقہ آتا ہے۔ اس کاف کو کافِ خطاب کا حرف (نہ کہ ضمیر) کہتے ہیں۔ کاف لگانے کے بعد ان کی زیادہ مشہور و مستعمل صورتیں یہ ہیں۔

ذَاكَ۔ ذَانِكَ۔ اُوْلٰئِكَ (مذکر)۔ تِیْكَ۔ تَانِكَ۔ اُوْلٰئِكَ (مؤنّث)

تثنیہ مذکر بعید کے لیے ذَالِكَ، تثنیہ مؤنث بعید کے لیے تَانِكَ اور مذکر و مؤنث کے جمع کے صیغے کے لیے اُوْلٰئِكَ ہی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح بعید کے لیے اسمائے اشارہ کی جدول اس طرح سے ہے۔

	مذکر کے لیے	مؤنث کے لیے
واحد	ذَالِكَ	تِلْكَ
تثنیہ	ذَانِكَ۔ (ذَیْنِكَ)	تَانِكَ(تَیْنِكَ)

---

1 بعض نحویوں کے نزدیک کافِ خطاب لگانے کے بعد اسمِ اشارہ قریب اور بعید کے درمیان یعنی متوسط فاصلے پر چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

جمع	أُولٰئِكَ	أُولٰئِكَ

مثالیں:

الف۔ بغیر سابقہ و لاحقہ کے: ذَاالْقَلَمُ (یہ قلم)۔ذَانِ الْقَلَمَانِ (یہ دو قلم) أُولَاءِ الاَقْلَامُ (یہ بہت سے قلم) ذِی العِمَارَۃُ (یہ عمارت) تَانِ العِمَارتَانِ (یہ دو عمارتیں)۔أُولَاءِالعِمَارَاتُ (یہ بہت سی عمارتیں)۔

ب۔ ھَاکے سابقہ کے ساتھ ھٰذا الکتاب۔ھٰذَانِ الْکِتَابَانِ۔ ھٰؤُلَاءِ الکُتُبُ۔ ھٰذِہِ الْحَدِیْقَۃُ۔ھَاتَانِ الْحَدِیْقَتَانِ۔ھٰؤُلَاءِالحَدَائِقُ۔

ج۔ کاف کے لاحقہ کے ساتھ: ذَاكَ الْوَلَدُ (یہ لڑکا۔ جو نہ بہت دُور ہے اور نہ ہی بہت قریب ہے)۔ ذَانِكَ الْوَلَدَانِ (یہ دو لڑکے / وہ دو لڑکے۔ جو نہ بہت دور ہیں اور نہ ہی بہت قریب ہیں)۔أُولٰئِكَ الْاَوْلَادُ (یہ بہت سے لڑکے / وہ بہت سے لڑکے۔ جو نہ بہت دور ہیں اور نہ بہت قریب ہیں)۔

ذِیْكَ/تِیكَ/تَاكَ الدّارُ (یہ گھر۔ جو نہ بہت دور ہے اور نہ ہی بہت قریب ہے)۔تَانِكَ الدّارَانِ (یہ دو گھر / وہ دو گھر۔جو نہ بہت دور ہیں اور نہ ہی بہت قریب)۔أُولٰئِكَ الدِّیَارُ (یہ / وہ بہت سے گھر جو نہ بہت دور ہیں اور نہ ہی بہت قریب)۔

د۔ لام اور کاف کے لاحقہ کے ساتھ: ذَالِكَ الْوَلَدُ (وہ لڑکا)۔تِلْكَ/ ذِلْكَ/ تَلْكَ الْبِنْتُ (وہ لڑکی)۔

قواعدِ استعمال:

ا۔ اسمِ اشارہ ان پانچ چیزوں میں اپنے مُشَارٌ اِلیہ کے مطابق ہوتا ہے:

(ا) مذکر ہونے میں (ب) مؤنث ہونے میں	(دیکھیے نیچے سیٹ 'الف' کی مثالیں)
(ج) مفرد ہونے میں (د) تثنیہ ہونے میں (ھ) جمع ہونے میں	(دیکھیے نیچے سیٹ 'ب' کی مثالیں)

۲۔ کافِ خطاب بھی مذکورہ پانچ چیزوں میں مخاطب کے مطابق ہوتا ہے۔(دیکھیے نیچے سیٹ 'ج' میں دی گئی مثالیں۔

۳۔ مذکر کی جمع مکسّر کے صیغے کے لیے اسمِ اشارہ جمع مذکر والا بھی آسکتا ہے اور واحد مؤنث والا بھی (دیکھیے نیچے سیٹ 'د' میں دی گئی مثالیں)

(الف)

ا۔ هٰذَاالرَّجُلُ (یہ آدمی)

۲۔ هٰذِهِ الْاِمْرَأَةُ (یہ عورت)

۳۔ ذَالِكَ الْوَلَدُ (وہ لڑکا)

۴۔ تِلْكَ الْبِنْتُ (وہ لڑکی)

(ب)

ا۔ هٰذَانِ الرَّجُلَانِ (یہ دو آدمی)

۲۔ هَاتَانِ الْاِمْرَأَتَانِ (یہ دو عورتیں)

۳۔ ذَانِكَ الْوَلَدَانِ (وہ دو لڑکے)

۴۔ تَانِكَ الْبِنْتَانِ (وہ دو لڑکیاں)

۵۔ أُولٰئِكَ النِّسَاءُ (وہ سب عورتیں)

۶۔ أُولٰئِكَ النِّسَاءُ (وہ سب عورتیں)

۷۔ هٰؤُلَاءِ الْاَوْلَادُ (یہ سب لڑکے)

۸۔ هٰؤُلَاءِ الْبَنَاتُ (یہ سب لڑکیاں)

(ج)

۱۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ مُفِيْدٌ يَا اَحْمَدُ (اے احمد وہ کتاب مفید ہے)

۲۔ ذٰلِكِ الْكِتَابُ مُفِيْدٌ يَا عَاتِكَةُ (اے عاتکہ وہ کتاب مفید ہے)

۳۔ ذٰلِكُمَا الْكِتَابُ مُفِيْدٌ يَا اَخَوَيَّ (اے میرے دو بھائیو، وہ کتاب مفید ہے)

۴۔ ذَالِكُمُ الْكِتَابُ مُفِيْدٌ يَا سَادَتِيْ (حضرات، وہ کتاب مفید ہے)

۵۔ ذٰلِكُنَّ الْكِتَابُ مُفِيْدٌ يَا سَيِّدَاتِيْ (خواتین، وہ کتاب مفید ہے)

(اس طرح تِلْكَ۔ تِلْكِ تِلْكُمَا۔ تِلْكُمْ۔ تِلْكُنَّ آئے گا)

(د)

۱۔ أُولٰئِكَ الرُّسُلُ (وہ رُسُل)

۲۔ تِلْكَ الرُّسُلُ (وہ رُسُل)

۳۔ هٰذِهِ الْكُتُبُ (یہ کتابیں)

۴۔ هٰؤُلَاءِ الْكُتُبُ (یہ کتابیں)

نوٹ: لام بُعد صرف اس اسمِ اشارہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے جس کے ساتھ کافِ خطاب کا لگنا جائز ہے اور جب لامِ بُعد آئے تو شروع میں ھَا نہیں آسکتا۔

هُنَّا۔ ثَمَّ: یہ دونوں بھی اسمِ اشارہ ہیں لیکن یہ دونوں اسمائے اشارہ کے ساتھ ظرفِ مکان بھی ہیں۔

هُنَّا قریب کی جگہ کے لیے اسمِ اشارہ ہے۔ جیسے هُنَا الْعِلْمُ الْاَدَبُ (اس جگہ علم و ادب ہیں)۔ اس کے شروع میں حرفِ تنبیہ ھَا بھی لگ جاتا ہے۔ جیسے هَا هُنَا ابْطَالُ (دیکھو! یہاں ہیں ہیرو)۔ اس کے آخر میں کاف خطاب بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ مثلاً هُنَاكَ فِي الحَدِيْقَةِ اَلْفَوَاكِهِ (یہاں / وہاں / نہ زیادہ دور / نہ قریب باغ میں پھل ہیں)۔ اس کے شروع میں ھَا اور آخر میں کاف دونوں اکٹھے بھی آسکتے ہیں۔

جیسے هَا هُنَاكَ فِيْ الْحَدِيْقَةِ الْفَوَاكِهُ (دیکھو! یہاں باغ میں پھل ہیں)۔ اگر اس کے آخر میں کافِ خطاب اور لامِ بعد دونوں لاحق تو پھر یہ بعید کی جگہ کے لیے اسمِ اشارہ (اور ظرفِ مکان) بن جائے گا۔ جیسے هُنَالِكَ فِي الْمَدِيْنَةِ الْعِمَارَاتُ الْعَالِيَةُ۔ وہاں شہر میں اونچی عمارتیں ہیں۔ پس هُنَا کی درجِ ذیل صورتیں تین ہیں۔

هُنَا۔ هَا هُنَا۔ هُنَاكَ۔ هَا هُنَاكَ۔ هُنَالِكَ

ثَمَّ بعید کی جگہ کے لیے اسم اشارہ (اور ظرف مکان ہے جیسے قرآن میں آیا ہے۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ (پس تم جدھر بھی منہ پھیروگے۔ وہاں اللہ کا رخ ہوگا) ثَمَّ کے شروع میں ھَا یا آخر میں لامِ بُعد اور کافِ خطاب وغیرہ کوئی چیز نہیں لگتی۔ البتہ آخر میں تاء مفتوحہ لگ جاتی ہے، جیسے ثَمَّةَ۔

اسمِ ضمیر

تعریف اور اقسام:

جو اسمِ غائب، حاضر اور متکلّم کی جگہ بولا یا لکھا جاتا ہے اسے اسمِ ضمیر کہتے ہیں۔ غائب کے چھ، حاضر کے چھ اور متکلّم کے دو صیغوں کے لیے الگ الگ ضمیریں ہیں۔ ویسے تو ضمیریں مُعرب نہیں ہیں اور رفع، نصب اور جرّ کی حالتیں ان پر اثر انداز نہیں ہوتیں، لیکن ہر حالت کے لیے جُدا جُدا ضمیریں ہیں۔ چنانچہ رفعی حالت کے لیے مخصوص ضمیریں ہیں اور نصبی اور جرّی دونوں حالتوں کے لیے ایک ہی قسم کی ضمیریں الگ ہیں۔ گویا اِعرابی حالت کے اعتبار سے ضمیروں کی دو قسمیں ہوئیں۔ ۱۔ رفع کی ضمیریں ۲۔ نصب اور جرّ کی ضمیریں۔ پھر کچھ ضمیریں اسم، فعل یا حرف سے الگ مستقل طور پر لکھی جاتی ہیں انہیں منفصل ضمیریں کہتے ہیں اور بعض ایسی ہیں جو جداگانہ طور پر نہیں لکھی جاتیں بلکہ اسم، فعل یا حروف کے ساتھ مِلا کر لکھی جاتی ہیں، انہیں متصّل ضمیریں کہتے ہیں اور بعض ایسی ہیں جو جداگانہ طور پر نہیں لکھی جاتیں بلکہ اسم، فعل یا حروف کے ساتھ مِلا کر لکھی جاتی ہیں، انہیں متصّل ضمیریں کہتے ہیں۔ ایک اور اعتبار سے بھی ضمیروں کی قسم بندی کی جاتی ہے۔ بعض ضمیریں بارز (یعنی ظاہر) ہوتی ہیں اور

بعض مستتر (یعنی پوشیدہ ہوتی ہیں۔ پس ضمیروں کی درجِ ذیل اقسام بنتی ہیں۔

۱۔ رفع کی منفصل ضمیریں

۲۔ نصب کی منفصل ضمیریں

۳۔ رفع کی متّصل ضمیریں

۴۔ نصب وجرّ کی متصل ضمیریں

۵۔ مُسْتَتَر ضمیریں (مرفوع متّصل)

۱۔ رفع کی منفصل ضمیریں

ضَمَائِرُ الرَّفْعِ الْنفَصِلَۃُ یعنی رفع کی منفصل ضمیروں (یا مرفوع منفصل ضمیروں) کی تفصیل درج ذیل ہے:

صیغہ	ضمیر	استعمال کی مثالیں
واحد مذکر غائب	هُوَ	هُوَتِلْمِیْذٌ (وہ ایک طالب علم ہے)
تثنیہ مذکر غائب	هُمَا	هُمَاتِلْمِیْذَانِ (وہ دو، دو طالب علم ہیں)
جمع مذکر غائب	هُمْ	هُمْ تَلَامِیْذُ (وہ سب طلبہ ہیں)
واحد مونث غائب	هِیَ	هِیَ تِلْمِیْذَۃٌ (وہ ایک طالبہ ہے)
تثنیہ مونث غائب	هُمَا	هُمَاتِلْمِیْذَتَانِ (وہ دو، دو طالبات ہیں)
جمع مونث غائب	هُنَّ	هَنَّ تِلْمِیْذَاتٌ (وہ سب طالبات ہیں)
واحد مذکر حاضر	اَنْتَ	اَنْتَ تِلْمِیْذٌ (تو ایک طالب علم ہے)

تثنیہ مذکر حاضر	اَنْتُمَا	اَنْتُمَا تِلْمِیْذَانِ (تم دو، دو طالب علم ہو)
جمع مذکر حاضر	اَنْتُمْ	اَنْتُمْ تَلَامِیْذُ (تم سب طلبہ ہو)
واحد مونث حاضر	اَنْتِ	اَنْتِ تِلْمِیْذَۃٌ (تو ایک طالبہ ہے)
تثنیہ مونث حاضر	اَنْتُمَا	اَنْتُمَا تِلْمِیْذَتَانِ (تم دو، دو طالبہ ہو)
جمع مونث حاضر	اَنْتُنَّ	اَنْتُنَّ تِلْمِیْذَاتٌ (تم سب طالبات ہو)
واحد متکلّم	اَنَا	اَنَا تِلْمِیْذٌ/تِلْمِیْذَۃٌ (ایک طالب علم / طالبہ ہوں)
جمع متکلّم	نَحْنُ	نَحْنُ تَلَامِیْذُ/تِلْمِیْذَاتٌ (ہم طلبہ / طالبات ہیں)

نوٹ: یہ ضمیریں رفع کے ہر اس موقع میں آسکتی ہیں جس میں کوئی اسم ظاہر آسکتا ہے، مثلاً مبتدا (جو ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے) کے طور پر، جیسا کہ اوپر مثالوں سے ظاہر ہے: فاعل کے طور پر، جیسے: مَا نَجَحَ فِیْ الْاِمْتِحَانِ اِلَّا هُوَ (امتحان میں صرف وہی کامیاب ہوا)۔ اس میں هُوَا فاعل ہے (اور فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے)۔نائب فاعل کے طور پر جیسے: مَانُصِرَ اِلَّا هُوَ (صرف اسی کی مدد کی گئی)۔ اس میں هُوَا نائب فاعل ہے (اور نائب فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے)۔ وغیرہ۔

۲۔ نصب کی منفصل ضمیریں

ضَمَایِرُ النَّصْبِ الْمُنْفَصِلَۃُ یعنی نصب کی منفصل ضمیروں (یا منصوب منفصل ضمیروں) کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

صیغہ	ضمیر	استعمال کی مثالیں
واحد مذکر غائب	اِیَّاهُ	اِیَّاهُ سَمَحَ الْاُسْتَاذُ (استاد نے اس کو اجازت دی)
تثنیہ مذکر غائب	اِیَّاهُمَا	اِیَّاهُمَا " " (استاد نے ان دو کو " ")
جمع مذکر غائب	اِیَّاهُمْ	اِیَّاهُمْ " " (استاد نے ان سب کو " ")
واحد مونث غائب	اِیَّاهِیَ	اِیَّاهِیَ " " (" "اس عورت " ")
تثنیہ مونث غائب	اِیَّاهُمَا	اِیَّاهُمَا " " (" "ان دو عورتوں " ")
جمع مونث غائب	اِیَّاهُنَّ	اِیَّاهُنَّ " " (" "سب" ")
واحد مذکر حاضر	اِیَّاكَ	اِیَّاكَ " " (" "تجھ کو" ")
تثنیہ مذکر حاضر	اِیَّاكُمَا	اِیَّاكُمَا " " (" "تم دونوں کو" ")
جمع مذکر حاضر	اِیَّاكُمْ	اِیَّاكُمْ " " (" "سب" ")
واحد مونث حاضر	اِیَّاكِ	اِیَّاكِ " " (" "تجھ عورت" ")
تثنیہ مونث حاضر	اِیَّاكُمَا	اِیَّاكُمَا " " (" "تم دو عورتوں" ")

جمع مونث حاضر	اِیَّاکُنَّ	اِیَّاکُنَّ " " (" "سب" ")
واحد متکلّم	اِیَّایَ	اِیَّایَ " " (" "مجھ کو" ")
جمع متکلّم	اِیَّانَا	اِیَّانَا " " (" "ہم کو" ")

نوٹ: مندرجہ بالا مثالوں میں ضمائر نصب منفصلہ مفعول واقع ہوئی ہیں اس لیے نصب کے موقع میں ہیں، کیونکہ مفعول ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ جس طرح اسم ظاہر کے منصوب ہونے کے کئی اور مواقع ہیں (جن کی تفصیل مرفوعات۔ منصوبات، مجرورات کے سبق میں بیان کی جائے گی) اسی طرح ان منصوب ضمیروں کے حالتِ نصب میں آنے کے بھی کئی اور مواقع ہیں۔

۳۔ رفع کی متّصل ضمیریں

ضَمَائرُ الرَّفْعِ الْمُتَّصِلَۃُ یعنی رفع کی متّصل ضمیریں (یا مرفوع متّصل ضمیریں) فعل ماضی، مضارع اور اَمر میں متّصل طور پر آتی ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

فعل ماضی میں متصل ضمیریں		فعل مضارع اور اَمر میں متصل ضمیریں		
ضمیر مرفوع متصل	مثال	ضمیر مرفوع متصل	مضارع میں مثال	اَمر میں مثال
تثنیہ کا الف (الف الاثنین)	ذَھَبَا۔ ذَھَبَتَا	تثنیہ کا الف (الف الاثنین)	یَذْھَبَانِ۔ تَذْھَبَانِ	اِذْھَبَا
واوالجماعۃ (جمع مذکر کی واؤ)	ذَھَبُوْا	واوالجماعۃ (جمع مذکر کی واؤ)	یَذْھَبُوْنَ۔ تَذْھَبُوْنَ	اِذْھَبُوْا
نُوْنُ النِّسوۃ (جمع مونث کا نون)	ذَھَبْنَ	نُوْنُ النِّسوۃ (جمع مونث کا نون)	یَذْھَبْنَ۔ تَذْھَبْنَ	اِذْھَبْنَ
التَّاء	ذَھَبْتَ۔	یَاء	تَذْھَبِیْنَ	اِذْھَبِیْ

	ذَهَبْتُمَا			
(حاضر کے تمام صیغوں اور واحد متکلّم کے صیغے میں	ذَهَبْتُمْ۔ ذَهَبْتِ۔ ذَهَبْتُمَا۔ ذَهَبْتُنَّ اور ذَهَبْتُ	(واحد مونث حاضر کے لیے یَاءُ المخاطَبَةِ		
نَا (جمع متکلّم کے صیغے میں)	ذَهَبْنَا			

وضاحت: ذیل میں فعل ماضی، مضارع اور اَمر کی گردانوں میں مختلف صیغوں میں رفع کی متّصل ضمیریں ملاحظہ فرمایئے۔

ماضی کی گردان

گردان	ضمیر مرفوع متّصل (بارز)	صیغہ	معنی
ذَهَبَ		واحد مذکر غائب	وہ گیا
ذَهَبَا	ذَهَبَ + ا، اس میں اَلِفُ الاثنین (ا) ضمیر ہے۔	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو گئے
ذَهَبُوْا	ذَهَبُ + وا اس میں واوالجماعۃ یعنی جمع مذکر کی واؤ (و) ضمیر ہے	جمع مذکر غائب	وہ سب گئے
ذَهَبَتْ		واحد مونث غائب	وہ گئی
ذَهَبَتَا	ذَهَبَتَ + ا اس میں الف الاثنین ضمیر ہے۔	تثنیہ مونث غائب	وہ دو گئیں
ذَهَبْنَ	ذَهَبْ + ن اس میں نُونُ النِّسْوہ یعنی جمع مونث کا نون (نَ) ضمیر ہے۔	جمع مونث غائب	وہ سب گئیں

ذَهَبْتَ	ذَهَبْ+ تَ اس میں تاء(تَ) ضمیر ہے	واحد مذکر حاضر	تُو گیا
ذَهَبْتُمَا	ذَهَبْ+ تُمَا اس میں تُمَا تُمَا[1] ضمیر ہے	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو گئے
ذَهَبْتُمْ	ذَهَبْ+ تِ۔ اس میں تُم[2] ضمیر ہے	جمع مذکر حاضر	تم سب گئے
ذَهَبْتِ	ذَهَبْ+ تِ۔ اس میں تاء(ت) ضمیر ہے۔	تثنیہ مونث حاضر	تم دو گئیں
ذَهَبْتُنَّ	ذَهَبْ+ تُ اس میں تُمَا ضمیر ہے	جمع مونث حاضر	تم سب گئیں
ذَهَبْتُ	ذَهَبْ+ تُنَّ اس میں تُنَّ[3] ضمیر ہے۔	واحد متکلّم	میں گیا/ گئی
ذَهَبْنَا	ذَهَبْ+ نا اس میں 'نا' ضمیر ہے	جمع متکلّم	ہم گئے / گئیں

1 بعض علمائے نحو کے نزدیک حاضر کے تمام چھے صیغوں ضمیر صرف تاء ہے۔ باقی حروف (ما۔م اورنّ) زائد ہیں جو عماد ہیں جس پر ضمیر ٹھہرتی ہے اور بالترتیب تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مونث کی علامت ہیں۔

2 ایضاً

3 ایضاً

مضارع کی گردان

گردان	ضمیر مرفوع متّصل (بارز)	صیغہ	معنی
یَذْہَبُ		واحد مذکر غائب	وہ جاتا ہے یا جائے گا
یَذْہَبَانِ	یَذْہَبَ + ا+ نِ اس میں اَلِفُ الِاثنین (ا) ضمیر ہے اور 'ن' اعراب کے لیے ہے۔	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو جاتے ہیں یا جائیں گے
یَذْہَبُوْنَ	یَذْہَبُ +وْ+ نَ۔ اس میں واوالجماعة(و) ضمیر ہے اور 'ن' اعراب کے لیے ہے	جمع مذکر غائب	وہ سب جاتے ہیں یا جائیں گے
تَذْہَبُ		واحد مونث غائب	وہ جاتی ہے یا جائے گی
تَذْہَبَانِ	تَذْہَبَ + ا+ نِ اس میں الف الاثنین (ا) ضمیر ہے اور 'ن'	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو جاتے ہو یا جاؤ گے

	اعراب کے لیے ہے۔		
تَذْهَبُ		واحد مونث غائب	وہ جاتی ہے یا جائے گی
تَذْهَبَانِ	تَذْهَبَ + ا+ نِ اس میں الف الاثنین (ا) ضمیر ہے اور 'ن' اعراب کے لیے ہے	تثنیہ مونث غائب	وہ دو جاتی ہیں یا جائیں گے
يَذْهَبْنَ	يَذْهَبُ+ ن اس میں نُونُ النِّسْوَة(نَ) ضمیر ہے	جمع مونث غائب	وہ سب جاتی ہیں یا جائیں گی
تَذْهَبُ		واحد مذکر حاضر	تو جاتا ہے یا جائے گا
تَذْهَبَانِ	تَذْهَبَ + ا+ نِ اس میں الف الاثنین (ا) ضمیر ہے اور نون (نِ) اعرابی ہے۔	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو جاتے ہو یا جاؤ گے
تَذْهَبُوْنَ	تَذْهَبُ+ و+ نَ اس میں واو الجماعة (و) ضمیر ہے اور نون (نَ) اعرابی ہے۔	جمع مذکر حاضر	تم سب جاتے ہو یا جاؤ گے

تَذْھَبِیْنَ	تَذْھَبِ+ ی+ نَ اس میں یا (یْ) ضمیر ہے اور نون (نَ) اعراب کے لیے ہے۔	واحد مونث حاضر	تو جاتی ہے یا جائے گی
تَذْھَبَانِ	تَذْھَبَ+ ا+ ن اس میں الف الاثنین (ا) ضمیر ہے اور نون اعراب کے لیے ہے۔	تثنیہ مونث حاضر	تم دو جاتی ہو یا جاؤ گی
تَذْھَبْنَ	تَذْھَبْ+ نَ۔ اس میں نون النّسوہ(ن) ضمیر ہے	جمع مونث حاضر	تم سب جاتی ہو یا جاؤ گی
اَذْھَبُ		واحد متکلّم	میں جاتا / جاتی ہوں یا جاؤں گا / گی
نَذْھَبُ		جمع متکلّم	ہم جاتے / جاتی ہیں یا جائیں گے / گی

گردان فعل اَمر حاضر

گردان	ضمیر مرفوع متّصل (بارز)	صیغہ	معنی
اِذْهَبْ		واحد مذکر حاضر	تُو ایک مرد جا
اِذْهَبَا	اِذْهَبَ+ا ۔ اس میں الف الاثنین (ا) ضمیر ہے۔	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مرد جاؤ
اِذْهَبُوْا	اِذْهَبُ+ وا۔ اس میں واو الجماعۃ(و) ضمیر ہے۔	جمع مذکر حاضر	تم سب مرد جاؤ
اِذْهَبِیْ	اِذْهَبِ + یْ۔ اس میں یاء (ی) ضمیر ہے	واحد مونث حاضر	تو ایک عورت جا
اِذهَبَا	اِذْهَبَ+ ا۔ اس میں الف الاِثنین(ا) ضمیر ہے۔		
اِذْهَبْنَ	اِذْهَبْ+ ن ۔ اس میں نُون النّسوۃ(نَ) ضمیر ہے۔	جمع مونث حاضر	تم سب عورتیں جاؤ

۴۔ نصب و جرّ کی متّصل ضمیریں

نصب اور جرّ کے لیے الگ الگ متّصل ضمیریں نہیں بلکہ نصب و جرّ دونوں کے لیے ایک ہی ضمیریں ہیں۔ یہ ضمیریں اسم، فعل، حرف تینوں سے متصل طور پر آتی ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

نصب وجرّ کی متّصل ضمیریں		استعمال کی مثالیں		
		ماضی سے متّصل	مضارع سے متّصل	امر سے متّصل
اَلْهَاءُ	هٗ۔ واحد مذکر غائب کے لیے	نَصَرَهٗ	يَنْصُرُهٗ	اُنْصُرُهٗ
	هُمَا۔ تثنیہ مذکر غائب کے لیے	نَصَرَهُمَا	يَنْصُرُهُمَا	اُنْصُرُهُمَا
	هُمْ۔ جمع مذکر غائب کے لیے	نَصَرَهُمْ	يَنْصُرُهُمْ	اُنْصُرُهُمْ
	هَا۔ واحد مونث غائب کے لیے	نَصَرَهَا	يَنْصُرُهَا	اُنْصُرُهَا
	هُمَا۔ تثنیہ مونث			

	غائب کے لیے	نَصَرَهُمَا	يَنْصُرَهُمَا	اُنْصُرْهَمَا
	هُنَّ۔ جمع مونث غائب کے لیے	نَصَرَهُنَّ	يَنْصُرَهُنَّ	اُنْصُرْهُنَّ
الكاف	كَ۔ واحد مذکر حاضر کے لیے	نَصَرَكَ	يَنْصُرَكَ	
	كُمَا تثنیہ مذکر حاضر کے لیے	نَصَرَكُمَا	يَنصُرَكُمَا	
	كُمْ۔ جمع مذکر حاضر کے لیے	نَصَرَكُمْ	يَنصُرَكُمْ	
	كِ۔ واحد مونث حاضر کے لیے	نَصَرَكِ	يَنْصُرُكِ	
	كُمَا۔ تثنیہ مونث حاضر کے لیے	نَصَرَكُمَا	يَنْصُرَكَمَا	
	كُنَّ۔ جمع مونث حاضر کے لیے	نَصَرَكُنَّ	اَنْصُرَكُنَّ	
		نَصَرَنِىْ		

	يَاءِ۔ ی۔ واحد متکلم کے لیے نَا۔نا۔ جمع متکلّم کے لیے	نَصَرَنَا	يَنْصُرَنِيْ يُنْصُرَنَا	أُنْصُرْنِيْ أُنْصُرْنَا

نَصَرَہٗ کا معنی ہو گا۔اس نے اس ایک مرد کی مدد کی نَصَرَھُمَا۔ اس نے ان دوسروں کی مدد کی۔نَصَرَنِيْ اس نے میری مدد کی۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔يَنْصُرُہٗ۔ وہ اس مرد کی مدد کرتا ہے یا کرے گا۔يَنْصُرُھُمَا۔ وہ ان دوسروں کی مدد کرتا ہے یا کرے گا۔يَنْصُرَنِيْ۔ وہ میری مدد کرتا ہے یا کرے گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔أُنْصُرْہٗ۔ تُو (مرد) اس (مرد) کی مدد کر۔أُنْصُرْھُمَا۔ تُو اُن دو مردوں کی مدد کر۔أُنْصُرْنِيْ۔ تُو میری مدد کر، علی ہٰذا القیاس۔ ان سب مثالوں میں یہ ضمیریں مفعول واقع ہوئی ہیں اور مفعول منصوب ہوتا ہے۔

نصب وجرّ کی متّصل ضمیریں	استعمال کی مثالیں		
	اسم سے متّصل	حرف جرّ سے متّصل	حرف ناسخ سے متّصل
ہٗ واحد مذکر غائب کے لیے	كِتَابُہٗ	لَہٗ	اِنَّہٗ
ھُمَا تثنیہ غائب کے لیے	كِتَابُھُمَا	لَھُمَا	اِنَّھُمَا
ھُمْ جمع غائب کے لیے	كِتَابُھُمْ	لَھُمْ	اِنَّھُمْ
ھَا واحد مونث غائب کے لیے	كِتَابُھَا	لَھَا	اِنَّھَا

هُمَا تثنیہ مونث غائب کے لیے	کِتَابُهُمَا	لَهُمَا	اِنَّهُمَا
هُنَّ۔ جمع مونث غائب کے لیے	کِتَابُهُنَّ	لَهُنَّ	اِنَّهُنَّ
كَ واحد مذکر حاضر کے لیے	کِتَابُكَ		اِنَّكَ
كُمَا۔ تثنیہ حاضر کے لیے	کِتَابُكُمَا		اِنَّكُمَا
كُمْ جمع حاضر کے لیے	کِتَابُكُمْ		اِنَّكُمْ
كِ واحد مونث حاضر کے لیے	کِتَابُكِ		اِنَّكِ
كُمَا تثنیہ مونث حاضر کے لیے	کِتَابُكُمَا		اِنَّكُمَا
كُنَّ جمع مونث حاضر کے لیے	کِتَابُكُنَّ		اِنَّكُنَّ
ی واحد متکلّم حاضر کے لیے	کِتَابِیْ		اِنِّیْ/اِنَّنِیْ
نَا۔ جمع حاضر کے لیے	کِتَابُنَا		اِنَّنَا/اِنَّا

کِتَابُہٗ کا معنی ہے: اس ایک مرد کی کتاب۔ کِتَابُهُمَا۔ ان دو مردوں کی کتاب۔ کِتَابِیْ میری کتاب۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ ان مثالوں میں ضمیریں مضاف الیہ ہیں اس لیے حالت جرّ میں ہیں کیونکہ مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔ لَہٗ کا معنی ہے۔ اس مرد کی / اس مرد کے لیے۔ لِیْ۔ میرے لیے / میری۔ ان مثالوں میں ضمیریں حرفِ جرّ لام کے بعد واقع ہوئی ہیں اس لیے مجرور ہیں۔ اِنَّہٗ کا معنی ہے۔ بے شک وہ مَرد۔ اِنَّهُمَا۔ بے شک وہ دو مرد، علیٰ ہٰذا القیاس۔ اِنَّ حرف ناسخ ہے جو اپنے بعد آنے والے اسم کو نصب دیتا ہے۔ اس لیے اِنَّ کے بعد آنے والی یہ ضمیریں

منصوب ہیں۔

ھَا کی حرکت:

ضمیر ۔ہ۔ اگر متحرک حرف کے بعد آئے توہٗ (ھُوْ) اور ہٖ (ھِیْ) بولی لکھی جاتی ہے، جیسے کِتَابُہٗ اور بِہٖ میں ہے۔ اگر یاء کے سوا کسی اور ساکن حرف کے بعد آئے تو اس پر صرف پیش لکھی اور بولی جاتی ہے، جیسے: مِنْہُ۔ اَبُوْہُ۔ اگر یَاء ساکنہ کے بعد آئے یا اس کے ماقبل حرف کے نیچے زیر ہو تو اکثر عرب اسے زیر کے ساتھ یعنی ہِ بولتے ہیں اور لکھتے ہیں، جیسے عَلَیْہِ، بِقَلَمِہٖ (البتہ اہلِ حجاز اس صورت میں بھی اس پر پیش لکھتے اور بولتے ہیں، مثلاً عَلَیْہُ۔ بِقَلَمِہُ۔

یائے متکلّم اور نون وقایہ: نصب و جر کی واحد متکلم کے لیے ضمیر یاء (ی) اگر فعل یا اسم فعل یا حرف مشبّہ بالفعل لَیْتَ کی وجہ سے منصوب ہو تو اس سے پہلے نون مکسورہ لانا لازم ہے۔ اس نون مکسورہ کو نون وقایہ (نیز نونِ عماد) کہتے ہیں، جیسے: نَصَرَنِیْ صَدِیْقِیْ (میرے دوست نے میری مدد کی)، یَنْصُرُنِیْ صَدِیْقِیْ (میرا دوست میری مدد کرتا ہے یا کرے گا)۔ اُنْصَرْنِیْ یا صَدِیْقِیْ (اے میرے دوست میری مدد کر) یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا (کاش میں مٹی ہوتا)۔

اگر لَعَلَّ، اِنَّ، اَنَّ، لٰکِنَّ کی وجہ سے منصوب ہو تو نون وقایہ لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں، جیسے: لَعَلِّیْ/لَعَلَّنِیْ أُدْرِكُ آ مَالِیْ (شاید میری آرزوئیں پوری ہو جائیں) اِنَّنِیْ/اِنِّیْ مُخلِصٌ (بے شک میں مخلص ہوں)۔ اسی طرح أَنَّنِیْ اور أَنِّي،

لٰكِنَّنِيْ اور لٰكِنِّيْ دونوں درست ہیں۔

اگر حرف جرّ مِنْ اور عَنْ کے بعد آئے تو نون وقایہ لانا واجب ہے، جیسے: مِنِّي، عَنِّيْ۔ دیگر حروف جر کے بعد آئے تو نون وقایہ نہیں لایا جائے گا، جیسے: لِيْ، فِيَّ، بِيْ وغیرہ۔

اگر یائے متکلّم لَدُنْ (بمعنی عِنْدَ۔ پاس)، قَدْ اور قَطْ (دونوں کا معنی ہے: کافی کا مضافِ الیہ ہے تو نون وقایہ آئے گا گا، جیسے: لَدَنِّيْ، قَدْنِيْ، قَطْنِيْ۔

۵۔ رفع کی متّصل مستتر ضمیریں

ضمیر	فعل ماضی میں	فعل مضارع میں	فعل امر میں
هُوَ	ذَهَبَ (یعنی واحد مذکر غائب کے صیغے میں)	يَذْهَبُ (واحد مذکر غائب)	
هِيَ	ذَهَبَتْ (واحد مونث غائب)	تَذْهَبُ (واحد مونث غائب)	
أَنْتَ		تَذْهَبُ (واحد مذکر حاضر)	اِذهَبْ (واحد مذکر حاضر)
أَنَا		اَذْهَبُ (صیغۂ واحد متکلّم)	
نَحْنُ		نَذْهَبُ (صیغہ جمع متکلّم)	

جیسا کہ مذکورہ بالا جدول سے ظاہر ہے رفع کی متصل ضمیریں فعل ماضی، مضارع اور امر کے بعض صیغوں میں مستتر ہوتی ہیں۔ ان افعال کے مذکورہ (یعنی ماضی کے

دو، مضارع کے پانچ اور امر کے ایک) صیغے کے سوا باقی تمام صیغوں میں رفع کی متّصل بارز ضمیریں ہوتی ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

جب ہم، مثال کے طور پر، ذَھَبَ کا معنی یہ لیتے ہیں کہ: وہ گیا، تو یہ اس لیے ہے کہ ذَھَبَ میں ھُوَ (وہ) کی ضمیر مستتر (پوشیدہ) ہے۔اسی طرح جب ہم ذَھَبَا کا معنی: وہ دو گئے، کرتے ہیں تو اس لیے کہ اس میں رفع کی ضمیر بارز (ظاہر) الف الاثنین موجود ہے، علیٰ ہٰذا القیاس۔

تمام ضمائر ایک نظر میں

بارِز ضمیریں						مستتر ضمیریں		
منفصل ضمیریں		متصل ضمیریں				ماضی میں مستتر	مضارع میں مستتر	امر میں مستتر
مرفوع	منصوب	مرفوع			منصوب و مجرور			
		ماضی میں	مضارع میں	امر میں				
هُوَ هُمَا هُمْ	اِیَّاهُ اِیَّاهُمَا اِیَّاهُمْ	الف الاثنین واوالجماعة	الف الاثنین واوالجماعة		هٗ هُمَا هُمْ	هُوَ	هَوَ	

هِیَ	اِیَّاهَا				هَا	هِیَ	هِیَ	
هَمَا	اِیَّاهُمَا	الف الاثنین	الف الاثنین		هُمَا			
هُنَّ	اِیَّاهُنَّ	نون النِّسوه	نون النِّسوه		هَنَّ			
اَنْتَ	اِیَّاكَ	تَ			كَ	اُنْتَ	اَنْتَ	اَنْتَ
اَنْتُمَا	اِیَّاكُمَا		الف الاثنین	الف الاثنین	كُمَا			
اَنْتُمْ	اِیَّاكُمْ	تُمَا	واوالجماعة	واوالجماعة	كُمْ			
اَنْتِ	اِیَّاكِ	تُمْ	یَأالمخاطبة	یاالمخاطبة	كِ			
اَنْتُمَا	اِیَّاكُمَا	تُمَا	الف الاثنین	الف الاثنین	كُمَا			
اَنْتُنَّ	اِیَّاكُنَّ	تُنَّ	نون النسوة	نون النِسوة	كُنَّ			
اَنَا	اِیَّایَ	تاالمتكلم			ی	اَنَا		
نَحْنُ	اِیَّانَا	نَا			نا	نَحْنُ		

ضمیرِ فصل:

رفع کی منفصل ضمیروں (هُوَ ، هُمَا وغیرہ) میں سے جب کوئی ضمیر جملہ اسمیہ کے دو ارکان (یعنی مبتدا اور خبر) کے درمیان لائی جاتی ہے تو اسے ضمیر فصل کہتے ہیں۔ اسے لانے سے مقصود جملے کے مضمون کی تقویت و تاکید ہوتی ہے۔ ضمیر فصل کسی ناسخ (جیسے اِنَّ وغیرہ، کَانَ وغیرہ ہیں) اسے خالی جملہ اسمیہ میں بھی آسکتی ہے اور ناسخ والے جُملے میں بھی آسکتی ہے۔)

۱۔ مَحْمُوْدٌ هُوَ الْاَوَّلُ فِي السِّبَاقِ (محمود ہی دوڑ میں اوّل ہے)

۲۔ فَاطِمَةُ هِيَ الْفَائِزَةُ فِي الْاِمْتِحَانِ۔ (فاطمہ ہی امتحان میں کامیاب ہے)

۳۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مومنین ہی فلاح پانے والے ہیں)

۴۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے)

۵۔ كَانَ الْبَاكِسْتَانِيُّ هُوَ الْاَوَّلُ فِي السِّبَاقِ۔ (پاکستانی ہی دوڑ میں اوّل تھا)

جیسا کہ اوپر بیان کی گئی مثالوں سے ظاہر ہے ضمیر فصل دو معرفہ اَسماء کے درمیان ہی آتی ہے اور مذکر و مونّث اور واحد، تثنیہ جمع ہونے میں اپنے ماقبل اسم کے مطابق ہوتی ہے۔ ضمیرِ فصل کے ساتھ لامِ ابتداء لگایا جاسکتا ہے، جیسے:

۶۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّادِقُوْنَ (اور بے شک ہم ہی سچے ہیں)

ضمیر فصل کا ماقبل اسم، اسم ظاہر بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا مثال (۱)، (۲) (۳) اور (۵) میں اور اسمِ ضمیر بھی ہو سکتا ہے، جیسے (۴) اور

(٦) میں ہے۔ اسمِ ضمیر مرفوع متصل بھی ہو سکتی ہے جیسے:

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے)۔ اس میں ضمیر فصل هُمْ کا ما قبل كَانُوْ میں واو الجماعۃ کی مرفوع متّصل ضمیر ہے۔

ضمیرِ شَأن:

اسے ضمیرِ قصّہ، ضمیر امر، ضمیر حدیث، ضمیرِ مجہول وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ شَأن کا معنی ہے حال، قصّہ کا معنی کہانی، اَمر سے مراد اہم معاملہ، حدیث کا مطلب ہے بات۔ اور ضمیرِ مجہول سے مراد ہے کہ جس اسم کی جگہ ضمیر استعمال ہوئی ہے (یعنی ضمیر کا مَرجع) مجہول ہے یعنی معلوم نہیں۔ لیکن اس کا زیادہ مشہور نام ضمیرِ شان ہے۔ فصیح زبان والے عرب جب کوئی ایسا جملہ اسمیہ یا فعلیہ بولتے ہیں جو کسی اہم مفہوم یا عظیم مقصد پر مشتمل ہو اور جو اس لائق ہو کہ سننے والے اسے نہایت توجہ اور دلجمعی سے سنیں تو وہ ایسا جملہ براہِ راست نہیں بولتے بلکہ اس جملے سے پہلے ایک مناسب ضمیر لاتے ہیں جس کا مرجع معلوم نہیں، اور وہ مبہم ہوتی ہے۔ اس سے سننے والے کے دل میں یہ جاننے کے لیے اشتیاق پیدا ہوتا ہے کہ وہ بات کیا ہے جس کے لیے تمہید کے طور پر یہ ضمیر بولی گئی ہے۔ یہ ضمیر اس اہم بات کی تمہید ہے لیکن یہ وہی مفہوم لیے ہوتی ہے جو اس کے بعد آنے والے جملے کا ہوتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ کوئی شخص کسی مالدار شخص کے مفلس ہو جانے کے ذکر کے سلسلے میں کہے۔ هُوَا: الزَّمَانُ غدَّارٌ، (وہ زمانہ ہے، بے وفا) یا کہے۔ هِيَ: الاَیَّامُ خَاۡئِنَة (وہ دن ہیں، خیانت کرنے یعنی دھوکہ دینے والے)۔

۲۔ کفار و مشرکین حضور اکرم ﷺ سے پوچھتے تھے کہ آپ بتوں کی پرستش کو چھوڑ کر جس ایک خدا کی عبادت کی تعلیم دیتے ہیں وہ کیسا ہے تو جواب میں ارشاد ہوا۔ قُلْ هُوَ: اللهُ اَحَدٌ (کہیے وہ اللہ ہے، یکتا)

۳۔ اِنَّهٗ: لَایُفْلِحُ الْکَافِرُوْنَ (بے شک وہ کافر کامیاب نہ ہوں گے)

۴۔ هِيَ، الْأُمُّ مَدْرَسَةٌ (وہ ماں ہے، سکول)

ان سب مثالوں میں ضمیر بارز منفصل استعمال ہوئی ہے، جو انگریزی زبان کے "Lo" (بمعنی، دیکھو، سُنو، غور کرو) کے ہم معنی ہے۔ ضمیر شان مستتر بھی ہو سکتی ہے، جیسے: کَانَ عَلِیٌّ عَادِلٌ (حال یہ ہے، علی عادل ہے) کَانَ میں هُوَ کی ضمیر شان مستتر ہے۔ ضمیر شان ان مثالوں میں مبتدا ہے اور بعد کی عبارت جملہ ہو کر اس کی خبر ہے۔

مُرَکَّب اِضَافی

تعریف:

مرکب اضافی دو اسموں کے ایسے مرکب کو کہتے ہیں جن میں سے ایک اسم کو دوسرے اسم سے اِضَافَت دی جاتی ہے۔ اِضافت سے مراد ہے مُقَیَّد کر دینے والی نسبت (یا نسبتِ تقییدی)۔ یعنی یہ کوئی عام نسبت نہیں، بلکہ مقید یعنی مخصوص اور پابند کر دینے والی نسبت ہے۔ جس اسم کو یہ نسبت دی جاتی ہے اسے مضاف اور جس اسم سے یہ نسبت دی جاتی ہے اسے مُضاف اِلَیہ کہتے ہیں۔

اُردو میں مرکب اضافی کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ دو اسموں کے درمیان کا، کی، کے آتا ہے یا پھر اضافی ضمیریں میرا، میری، تیرا، تیری، تمہارا، تمہاری وغیرہ استعمال ہوتی ہیں۔ جیسے زید کی کتاب۔ میری کتاب وغیرہ۔

اُردو میں مُضاف اِلَیہ پہلے آتا ہے اور مضاف بعد میں۔ اس کے برعکس عربی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔ جیسے کِتَابُ زَیْدٍ (زید کی کتاب)۔ قَلَمُ خَالِدٍ (خالد کا قلم)۔

عربی میں اضافت کے لیے کوئی حرف استعمال نہیں کیا جاتا، جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

مثالیں:

(ب)	(ا)
سَاعَتُہٗ (اس مرد کی گھڑی)	کِتَابُ الْوَلَدِ (لڑکے کی کتاب)
کُتُبُھُمْ (ان مردوں کی کتابیں)	قَلَمُ زَیْدٍ (زید کا قلم)
نَظَّارَتُكِ (تجھ عورت کی عینک)	بَیْتُ صَدِیْقٍ (ایک دوست کا گھر)

سیٹ (ا) کی مثالوں پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ:

i. مضاف اسم ظاہر نکرہ ہے، لیکن اس پر تنوین (ٌ) نہیں ہے یعنی نہ اس پر 'اَلْ' (لامِ تعریف) ہے اور نہ ہی تنوین اور اسم ظاہر ہے۔

ii. مضاف الیہ 'اَلْ' والا اسمِ معرفہ، اسم عَلَم کے طور پر اسم معرفہ اور اسم نکرہ تینوں قسم کا ہے اور ہر مضاِ الیہ مجرور ہے (اس کے نیچے ایک زیر یا دو زیریں ہیں)

سیٹ (ب) کی مثالوں پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ مضاف تو ہر مثال میں اسم ظاہر ہے، نکرہ ہے (یعنی اس پر 'اَلْ' نہیں ہے) لیکن مضافِ الیہ ہر تین مثالوں میں اسم ضمیر ہے۔ پس ہم اس سے درج ذیل قواعد حاصل کرتے ہیں۔

قواعد:

(ا) مضاف ہمیشہ اسم ظاہر ہوتا ہے جبکہ مضافِ الیہ اسم ظاہر بھی ہو سکتا ہے اور اسمِ ضمیر بھی۔

(۲) مضاف پر نہ 'اَلْ' آتا ہے اور نہ ہی تنوین۔ بلکہ وہ مرفوع ہوتا ہے اور اس کی حالت رفع کو ایک پیش سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

(۳) مضاف اِلیہ اسم معرفہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم نکرہ بھی۔

مثالیں:

كُلِّيَّتِيْ۔ كُلِّيَّتِيَ (میرا کالج)

عَمِّيْ۔ عَمِّيَ (میرا چچا)

دَارِيْ۔ دَارِيَ (میرا گھر)

ان مثالوں پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب مضافِ الیہ واحد متکلم کی ضمیر (ی) ہو تو مضاف کے آخری حرف پر پیش کے بجائے زیر آتی ہے اور ضمیر (ی) ساکن بھی ہو سکتی ہے اور اس پر زبر بھی آ سکتی ہے (پیش کے ساتھ دونوں کو مِلا کر پڑھا ہی نہیں جا سکتا)۔

قواعد:

(۴) جب مضافِ الیہ واحد متکلم کی ضمیر ہو تو مضاف کے آخری حرف کے نیچے زیر ڈال دیتے ہیں۔

(۵) اگر مضافِ الیہ واحد متکلم کی ضمیر ہو تو وہ ساکن بھی ہو سکتی ہے اور اس پر زبر بھی ڈالی جا سکتی ہے۔

مثالیں:

مُعَلِّمَا الْكُلِّيَّةِ (کالج کے دو معلم۔ اصل میں مُعَلِّمَانِ تھا)

كِتَابَا الرَّجُلِ (آدمی کی دو کتابیں۔ اصل میں كِتَابَانِ تھا)

مُعَلِّمُو الْمَدْرَسَةِ (سکول کے معلّمین۔ اصل میں مُعَلِّمُونَ تھا)

مُسْلِمُو الْهِنْدِ (ہند کے مسلمان۔ اصل میں مُسْلِمُوْن تھا)

ان مثالوں پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جب مضاف تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہو تو آخر سے نون اعرابی گر جاتا ہے۔

قواعد:

اگر مضاف تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہو تو آخر سے نون اعرابی گر جاتا ہے۔

مثالیں:

اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اللہ کے رسولؐ کے اصحاب)

بَابُ بَيْتِ صَدِيْقِكَ (تیرے دوست کے گھر کا دروازہ)

سَيَّارَةُ ابْنِ عَمِّكَ (تیرے چچا کے بیٹے کی موٹر کار)

پہلی مثال میں اَصْحَابُ مضاف ہے اور رسول اس کا مضاف الیہ۔ پھر رسول مضاف ہے اور اللہ مضافِ الیہ۔ دوسری مثال میں باب مضاف ہے بَيْتِ اس کا مضاف الیہ، پھر بَيْت مضاف ہے اور صَدِيق اس کا مضاف الیہ، پھر صَدِيق مضاف ہے اور كَ اس کا مضاف الیہ۔ تیسری مثال میں سَيَّارَةُ مضاف، ابنِ مضاف

الیہ، ابن مضاف اور عمّ مضاف الیہ، عَمّ مضاف اور كَ مضاف الیہ ہے۔ تمام مثالوں میں کسی بھی مضاف پر، خواہ وہ شروع میں ہو یا درمیان میں یا آخر میں، نہ تنوین ہے اور نہ 'ال' حالانکہ درمیان اور آخر والے مضاف اپنے سے پہلے اسم کا مضاف الیہ بھی ہیں۔ انہیں مضاف الیہ مضاف کہتے ہیں۔

قاعدہ:

مضاف الیہ مضاف پر بھی نہ اَلْ آتا ہے اور نہ تنوین آسکتی ہے۔

مثالیں:

(ا)	(ب)
بِنْتُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ (نیک آدمی کی بیٹی)	بِنْتُ الرَّجُلِ الصَّالِحَةُ (آدمی کی نیک بیٹی)
وَلَدُ الْاِمْرَأَةِ الصَّالِحَةِ (نیک عورت کا لڑکا)	وَلَدُ الْاِمْرَأَةِ الصَّالِحُ (عورت کا نیک لڑکا)
اَزْهَارُ الْحَدِيْقَةِ الْجَمِيْلَةِ (خوبصورت باغ کے پھول)	اَزْهَارُ الْحَدِيْقَةِ الْجَمِيْلَةُ (باغ کے خوبصورت پھول)

اوپر سیٹ (ا) کی مثالوں میں صفت مضاف الیہ کی بیان ہوئی ہے اور وہ اپنے موصوف کے مطابق مجرور ہے۔ سیٹ (ب) کی مثالوں میں صفت مضاف کی بیان ہوئی ہے اور اپنے موصوف کے مطابق مرفوع ہے نیز مضاف بھی چونکہ اسمِ معرفہ کی اقسام میں سے ہے اس لیے اس کی صفت بھی معرفہ (اَلْ کے ساتھ)

آئی ہے۔ لیکن مضاف کی صفت اپنے موصوف (مضاف) کے ساتھ نہیں واقع ہوئی بلکہ مضاف الیہ کے بعد آئی ہے کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کوئی چیز واقع نہیں ہو سکتی۔

صفت چونکہ ہر لحاظ سے (یعنی تذکیر و تانیث، تعریف و تنکیر، عدد اور اعراب میں) اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے اس لیے صفت پر ان پہلوؤں سے غور کرنے پر پتا چل جاتا ہے کہ یہ مضاف کی صفت ہے یا مضافِ الیہ کی۔

قواعد:

مضاف کی صفت مضافِ الیہ کے بعد آتی ہے۔

مثالیں:

(ا)	(ب)
يَاعَبْدَاللهِ ! (اے عبداللہ !)	جَاءَحَارِسُ الْبَيْتِ (گھر کا چوکیدار آیا)
يَاابْنَ عَمِّيْ ! (اے میرے چچا کے بیٹے !)	رَأَيْتُ حَارِسَ الْبَيْتِ (میں نے گھر کے چوکیدار کو دیکھا)
يَاحَارِسَ الْبَيْتِ ! (اے گھر کے چوکیدار !)	ذَهَبْتُ إِلٰى حَارِسِ الْبَيْتِ (میں گھر کے چوکیدار کے پاس گیا)

سیٹ (ا) کی تینوں مثالوں میں مضاف سے پہلے حرفِ ندا 'یا' آیا ہے اور مضاف منصوب ہے۔ سیٹ (ب) کی پہلی مثال میں مضاف جَاءَ کا فاعل ہے

اس لیے مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے۔ دوسری مثال میں مضاف فعل رَأَيْتُ کا مفعول ہے اس لیے منصوب ہے کیونکہ مفعول ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ تیسری مثال میں چونکہ مضاف حروفِ جرّ إلیٰ کے بعد آیا ہے اس لیے مجرور ہے۔

قاعدہ:

مضاف ویسے تو مرفوع ہوتا ہے لیکن جملے میں اس سے پہلے آنے والے عامل کی وجہ سے اس کا اعراب بدل جاتا ہے، پس اگر مضاف منادیٰ ہو گا (یعنی اس سے پہلے حرفِ ندا آ جائے) تو وہ منصوب ہو گا۔ اسی طرح کسی اور عامل کے آنے سے بھی اس کا اعراب بدل جائے گا۔

مثالیں:

اَلْحَافِظَا الدُّرُوْسِ (سبقوں کے دو یاد کرنے والے)

اَلصَّادِقُوا الْقَوْلِ (بات کے سچے)

اَلْمُنْجِزُ الْوَعْدِ (وعدے کا پورا کرنے والا)

اَلْمُحِبُّ فِعْلِ الْخَیْرِ (نیکی کے کام کا چاہنے والا)

ان چاروں مثالوں میں مضاف وصف (یعنی اسم ذات نہیں ہے۔ تمام اسمائے مُشْتَقَّہ، یعنی اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ اسم وصف ہیں) ہے اور مضاف الیہ اسم معرفہ ہے۔ پہلی تین مثالوں میں تو مضاف الیہ مُعرف باللّام ہے اور

چوتھی مثال میں مضاف الیہ مضاف ہے، لہٰذا اسم معرفہ ہے۔ پہلی مثال میں مضاف تثنیہ اور دوسری میں جمع مذکر سالم ہے۔

ایک اور بات قابلِ غور ہے۔ ان چار مثالوں سے پہلے مرکب اضافی کی جتنی بھی مثالیں بیان کی گئی ہیں ان سب میں مضافِ الیہ کوئی محسوس وجود ہے اور اس کے ساتھ مضاف کی (جو خود بھی کوئی محسوس وجود ہے یا اسم ذات ہے) معنوی یا حقیقی نسبتِ تقییدی قائم کی گئی ہے۔ لیکن مذکورہ چار مثالوں میں مضاف وصف ہے، تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہے اور مضافِ الیہ کوئی محسوس وجود نہیں۔ ان میں مضاف کو مضاف الیہ سے صرف لفظی اضافت دی گئی ہے، یعنی مضاف ہونے کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا اور تنوین نہ آسکی۔ اس کی اضافت کو لفظی اضافت کہتے ہیں۔

قواعد:

اگر اضافت لفظی ہو (یعنی مضاف وصف ہو) اور مضافِ الیہ معرف باللّام ہو یا معرف باللَّام کا مضاف الیہ مضاف ہو تو مضاف پر 'اَلْ' آسکتا ہے۔

مرکب اضافی کے قواعد ایک نظر میں

1. مضاف پر کبھی تنوین نہیں آسکتی۔
2. مضاف پر 'ال' نہیں آتا۔ البتہ اگر اضافت لفظی ہو (مضاف وصف ہو) اور اس کا مضاف الیہ معرف بالام ہو یا معرف باللّام کا مضاف ہو

تو مضاف پر 'اَل' آسکتا ہے۔

3. مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔

4. مضاف اگر تثنیہ یا جمع مذکر سالم کے صیغے میں ہو تو اس کا نون اعرابی گر جاتا ہے۔

5. مضاف بالعموم اسم نکرہ ہوتا ہے اور اسم ظاہر ہوتا ہے۔

6. مضاف الیہ اسم نکرہ، اسم معرفہ، اسم ظاہر، اسم ضمیر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

7. اگر مضاف سے پہلے کوئی عامل نہ ہو تو یہ مرفوع ہوتا ہے اور اگر کوئی عامل آجائے تو عامل کے عمل کے مطابق منصوب اور مجرور ہوتا ہے۔

8. مضاف اگر کسی اور مضاف کا مضافِ الیہ بھی ہو تو مضافِ الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہو گا۔

9. مضاف اور مضاف الیہ یکجا آتے ہیں۔ کوئی چیز ان دونوں کے درمیان واقع نہیں ہو سکتی۔ اگر مضاف کی کوئی صفت بیان کی جائے تو وہ مضاف الیہ کے بعد آئے گی۔

اسمِ مَوصُول

اسم موصول دو قسم کے ہیں، مخصوص اور مشترک۔ مخصوص اَسمائے موصول جو عاقل و غیر عاقل سب کے لیے استعمال ہوتے ہیں یہ ہیں۔

جنس	مفرد	تثنیہ	جمع
مذکر	اَلَّذِیْ (جو۔ جس۔ جسے)	اَللَّذَانِ/اَللَّذَیْنِ (جو۔ جن دو)	اَلَّذِیْنَ (جو۔ جنھوں۔ جنھیں)
مونث	اَلَّتِیْ (جو۔ جس۔ جسے)	اَللَّتَانِ/اَللَّتَیْنِ (جو۔ جن دو)	اَللَّاتِیْ (جو۔ جنھوں۔ جنھیں)

تثنیہ کے صیغے حالتِ رفع میں الف نون کے ساتھ اور نصب و جرّ کی حالتوں میں یاء نون کے ساتھ آتے ہیں۔ جمع مؤنث کے صیغے کے لیے اَللَّاتی کے علاوہ اَللَّاتِ، اَللَّاءِ اور اَللَّائی کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

مشترک اسمائے موصول، یعنی وہ اسماء جو مذکر، مونث اور واحد، تثنیہ، جمع سب کے لیے یکساں طور پر استعمال ہیں یہ ہیں۔

مَنْ: یہ اکثر و بیشتر عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مَا: یہ اکثر و بیشتر غیر عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اَیّ: یہ عاقل و غیر عاقل سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اسم موصول اسم مبہم ہوتا ہے، اس سے واضح نہیں ہوتا کہ کون مراد ہے۔ اس لیے اس کے ابہام کو دور کرنے کے لیے اس کے بعد جملہ (یا مرکب) لایا جاتا ہے۔ بعد میں جو جملہ وغیرہ آتا ہے اسے صِلہ کہتے ہیں۔ صِلہ میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے۔ یہ ضمیر، جسے عائد (لوٹنے والا) کہتے ہیں۔ اپنے اسم موصول کی مطابقت میں مذکر، مونث اور واحد، تثنیہ یا جمع کے صیغے میں ہوتی ہے۔

کیفیتِ استعمال:

اسمائے موصولہ مبتدا، فاعل اور مفعول تینوں طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ تاہم مخصوص اسمائے موصولہ (الّذی وغیرہ) زیادہ تر صفت کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسمائے موصولہ چونکہ معرفہ ہیں لہٰذا ان کا موصوف بھی لازماً اسم معرفہ ہو گا کیونکہ اسم معرفہ کی صفت اسم معرفہ ہی ہو سکتی ہے۔ پس یہ کہنا غلط ہے کہ نَجَحَ تِلْمِیْذٌ الَّذِیْ اجْتَھَدَ۔ تِلْمِیْذٌ کے بجائے التِّلْمِیْذُ ہونا چاہیے۔

مثالیں:

(ا)	(ب)
اُحِبُّ الَّذِیْ یَجْتَھِدُ (میں اسے پسند کرتا ہوں جو محنت کرتا ہے)	جَاءَ الَّذِیْ فَازَ فِی الْاِمتحَانِ (وہ شخص آیا جو امتحان میں کامیاب ہوا۔

أُحِبُّ اللَّذَيْنِ يَجْتَهِدَانِ	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ۔
أُحِبُّ الَّذِیْنَ یَجْتَهِدُوْنَ	(اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا)
أُحِبُّ الَّتِیْ تَجْتَهِدُ	اِنَّ الَّذِیْنَ سَافَرُوا هُمْ اَقَارِبِیْ
أُحِبُّ الَّتَیْنِ تَجْتَهِدَانِ	بے شک جن لوگوں نے سفر کیا وہ میرے رشتے دار ہیں۔
أُحِبُّ اللَّاتِیْ یَجْتَهِدْنَ	اَلَّتِیْ تَضْرِبُ الْوَلَدَ هِیَ اُمُّه‘۔

اوپر سیٹ (الف) کی مثالوں سے ظاہر ہے کہ اسم موصول کے بعد جو صلہ ہے اس میں ضمیر (عائد) اپنے اسم موصول کے مطابق آئی ہے۔ مثلاً پہلی مال میں اسم موصول (الّذی) واحد مذکر کے صیغے میں ہے تو اس کے لیے عائد (یَجْتَھِدُ میں ھُوَ کی ضمیر مستتر) بھی واحد مذکر کی ضمیر ہے۔ نیز ان تمام مثالوں میں اسم موصول مفعول کے طور پر آیا ہے۔

سیٹ (ب) کی پہلی مثال میں اسم موصول فاعل ہے۔ دوسری مثال میں منصوب موصوف کی صفت ہے، تیسری میں اِنّ کا اسم ہے، چوتھی میں مبتدا ہے۔

(ج) وَمِنْهُمْ مَنْ یُّؤْمِنُ بِه وَمِنْهُمْ مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِه۔

(اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں

سے بعض ایسے ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے)۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ

(اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کی بات دھیان سے سنتے ہیں)

پہلی مثال میں مَنْ کے صلہ میں ضمیر عائد (یُؤْمِنُ میں ھُوَ کی ضمیر مستتر) واحد کے صیغے میں ہے حالانکہ مَنْ جمع مذکر کے لیے استعمال ہوا ہے۔ تو یہ واحد کی ضمیر مَنْ کی لفظی رعایت کی وجہ سے ہے، کیونکہ لفظاً یہ واحد ہے۔ دوسری مثال میں ضمیر عائد جمع کے صیغے میں ہے (یَسْتَمِعُوْنَ میں واوالجماعۃ ضمیر عائد ہے)۔ تو یہ مَنْ کی معنوی رعایت کے سبب سے ہے کیونکہ مَنْ جمع کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (یہ دونوں مثالیں قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ ہیں)۔

دَفَعْتُ ثَمَنَ مَا اشْتَرَيْتُهٗ (میں نے جو خریدا تھا اس کی قیمت ادا کر دی ہے)

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (اور اللہ کے لیے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے)

(ہ) **يُعْجِبُنِيْ اَيٌّ اَدّٰى وَاجِبَهٗ** (جو بھی اپنا فریضہ ادا کرتا ہے مجھے اچھا لگتا ہے)۔

تَصَدَّقْ عَلَى الْبَائِسِيْنَ وَابْدَأْ بِاَيِّ هُوَ اَقْرَبُ اِلَيْكَ (مفلوک الحال لوگوں پر صدقہ کر اور اس سے شروع کر جو تیرا سب سے قریبی رشتہ دار ہے)۔

اِقْرَأْ اَيًّا هُوَ نَافِعٌ (جو بھی مفید ہے اسے پڑھ)

عَاشِرْ مِنَ النَّاسِ اَيُّهُمْ اَفْضَلُ (لوگوں میں سے جو بھی بہتر ہو اس کے ساتھ میل جول رکھ)

نوٹ: اسمائے موصولہ میں سے صرف تثنیہ کے صیغے (اللّذان۔ اللّتَانِ)مُعْرَب ہیں (کہ یہ نصب اور جر کی حالت میں اَللَّذَیْنِ اور اَللَّتَیْنِ ہو جاتے ہیں۔ اَیٌ بھی مُعْرَب ہے، جیسا کہ اوپر پہلی تین مثالوں سے ظاہر ہے البتہ یہ اس صورت میں مُعْرَب نہیں رہتا (بلکہ مبنی ہو تا ہے) جب یہ مضاف ہو کر آئے اور اس کے صلہ کے شروع میں ضمیر محذوف ہو، جیسا کہ چوتھی مثال میں ہے۔ اس میں اَیّ حالانکہ عَاشِرْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے پھر بھی اَیُّ آیا ہے (اَیَّ نہیں آیا) کیونکہ یہ ضمیر هُمْ کا مضاف ہے اور اَیُّهُمْ کے بعد ضمیر هُوَ محذوف ہے۔

اسم عدد

مثالیں:

(ایک سے دس تک کے اعداد)

(ب)	(الف)
كُرَّاسَةٌ وَاحِدَةٌ (ایک کاپی) كُرَّاسَتَانِ اثْنَتَانِ (دو کاپیاں)	قَلَمٌ وَاحِدٌ[1] (ایک قلم) قَلَمَانِ اثْنَانِ (دو قلم)
(د)	(ج)
ثَلَاثُ كُرَّاسَاتٍ (تین کاپیاں) اَرْبَعُ كُرَّاسَاتٍ (چار کاپیاں) خَمْسُ كُرَّاسَاتٍ (پانچ کاپیاں)	ثَلَاثَةُ اَقْلَامٍ (تین قلم) اَرْبَعَةُ اَقْلَامٍ (چار قلم) خَمْسَةُ اَقْلَامٍ (پانچ قلم)

---

[1] وَاحِدٌ کا عدد مذکر کے لیے ایک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یا پھر بیس تا نوّے کی دہائیوں کے ساتھ معطوف علیہ ہو کر، اس کے سوا کسی اور ہندسے کے ساتھ نہیں آتا، یہی حال وَاحِدَةٌ کا ہے کہ وہ مونث کے لیے ایک کے معنی میں آتا ہے یا معطوف علیہ ہو کر۔ اَحَدٌ کا عدد صرف عَشَرَ کے ساتھ آتا ہے۔ اس کا معنی بھی ایک ہے۔ یہ دوسری دہائیوں کے ساتھ معطوف علیہ ہو کر نہیں آتا اور نہ تنہا آتا ہے۔ پس یہ نہیں کہتے: جَاءَ اَحَدٌ یا جَاءَ اَحَدٌ وَ عِشْرُوْنَ۔ اِحدٰی مونث کے لیے عشرۃ کے ساتھ یا دوسری دہائیوں کے ساتھ معطوف علیہ ہو کر آتا ہے۔

سِتَّۃُ اَقْلَامٍ (چھ قلم)	سِتُّ کُرّاسَاتٍ (چھ کاپیاں)
سَبْعَۃُ اَقْلَامٍ (سات قلم)	سَبْعُ کُرّاسَاتٍ (سات کاپیاں)
ثَمَانِیَۃُ اَقْلَامٍ (آٹھ قلم)	ثَمَانِیْ کُرّاسَاتٍ (آٹھ کاپیاں)
تِسْعَۃُ اَقْلَامٍ (نو قلم)	تِسْعُ کُرّاسَاتٍ (نو کاپیاں)
عَشْرَۃُ[1] اَقْلَامٍ (سات قلم)	عَشْرُ کُرّاسَاتٍ (دس کاپیاں)

وضاحت:

سیٹ (الف) اور سیٹ (ب) کی مثالوں پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ:

1. مذکر معدود کے لیے ایک اور دو کے عدد کے لیے وَاحِدٌ اور اِثْنَان کے الفاظ ہیں جبکہ مونث معدود کے لیے وَاحِدَۃٌ اور اِثْنَتَانِ (نیز ثِنْتَانِ) کے اعداد ہیں۔ ایک اور دو کے اعداد کا معدود عدد سے پہلے آتا ہے۔

سیٹ (ج) اور (د) کی مثالوں پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ:

2. تین سے دس تک کے اعداد مذکر معدود کے لیے تاء کے ساتھ اور مونث معدود کے لیے بغیر تاء کے آتے ہیں۔ یعنی تین سے دس تک

---

[1] اس کے کئی تلفظ ہیں (شین کی حرکت کے اعتبار سے) لیکن زیادہ مشہور تلفظ یہ ہے کہ اگر بغیر تاء کے ہو تو شین پر زبر (عَشَرَ) اور اگر تاء کے ساتھ ہو تو شین ساکن (عَشْرَۃ)

کے اعداد کا معدود جو عدد کے بعد آتا ہے جمع کے صیغے میں اور مجرور ہوتا ہے۔(مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے)

نوٹ: معدود جو بعد میں آتا ہے اسے تمیز (یعنی شناخت، پہچان) بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ عدد کے ابہام کو دُور کرتا ہے اور واضح اور معین کرتا ہے کہ اس عدد سے مراد اس تعداد کی کون سی چیز ہے۔

مثالیں:

(۱۱تا۱۹کے اعداد)

(الف)	(ب)
اَحَدَعَشَرَرَجُلاً(۱۱مرد)	اِحْدٰی عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۱عورتیں)
اِثْنَاعَشَرَرَجُلاً (۱۲مرد)	اِثْنَتَاعَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۲عورتیں)
ثَلٰثَۃَعَشَرَرَجُلاً (۱۳مرد)	ثَلٰثَ عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۳عورتیں)
اَرْبَعَۃَعَشَرَرَجُلاً (۱۴مرد)	اَرْبَعَ عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۴عورتیں)
خَمْسَۃَعَشَرَرَجُلاً (۱۵مرد)	خَمْسَ عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۵عورتیں)
سِتَّۃَعَشَرَرَجُلاً (۱۶مرد)	سِتَّ عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۶عورتیں)
سَبْعَۃَعَشَرَرَجُلاً (۱۷مرد)	سَبْعَ عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۷عورتیں)
ثَمَانِیَۃَعَشَرَرَجُلاً (۱۸مرد)	ثَمَانِیَ عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۸عورتیں)
تِسْعَۃَعَشَرَرَجُلاً (۱۹مرد)	تِسْعَ عَشْرَۃَ امْرَأَۃً(۱۹عورتیں)

وضاحت:

اوپر سیٹ (الف) اور سیٹ (ب) کی مثالوں سے ظاہر ہے کہ:

1. گیارہ اور بارہ کے اعداد میں اکائی اور دہائی دونوں مذکر کے لیے مذکر (یعنی بغیر تاء کے) اور مؤنث کے لیے مونث (یعنی تاء کے ساتھ) آتی ہیں۔
2. تیرہ سے لے کر انیس تک اکائی مذکر کے لیے تاء کے ساتھ (جیسے تین سے نو میں ہے) اور مونث کے لیے بغیر تاء کے (جیسے تین سے نو میں ہے) آتی ہے، جبکہ دہائی مذکر اور مونث کے موافق آتی ہے، یعنی مذکر کے لیے بغیر تاء کے اور مونث کے لیے تاء کے ساتھ یعنی عشر/ عشرۃ اکیلا آئے تو تذکر و تانیث میں معدود کے بر عکس آتا ہے اور اگر اکائی کے ساتھ مل کر آئے تو معدود کے موافق آتا ہے۔
3. گیارہ سے لے کر انیس تک کے اعداد کا معدود واحد کے صیغے میں آتا ہے اور منصوب ہوتا ہے۔

نوٹ: ایک تا دس کے اعداد کو مفرد اعداد اور گیارہ سے انیس کے اعداد کو مرکب اعداد کہتے ہیں۔

مثالیں:

(۲۰ تا ۹۰ کی دہائیں)

عِشْرُوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۲۰ مرد / عورتیں)
ثَلٰثُوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۳۰ مرد / عورتیں)

اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۴۰مرد/ عورتیں)
خَمْسُوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۵۰مرد/ عورتیں)
سِتُّوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۶۰مرد/ عورتیں)
سَبْعُوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۷۰مرد/ عورتیں)
ثَمَانُوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۸۰مرد/ عورتیں)
تِسْعُوْنَ رَجُلاً/امْرَأَةً	(۹۰مرد/ عورتیں)

وضاحت:

۱۔ بیس سے لے کر نوّے تک کی دہائیاں (عُقُود) مذکر اور مونث معدود کے لیے یکساں ہیں۔

۲۔ ۲۰ تا ۹۰ کی دہائیوں کی معدود واحد کے صیغے میں اور منصوب آتا ہے۔

مثالیں:

(۲۱تا۹۹ دہائیوں کے درمیان کے اعداد)

(الف)	(ب)
وَاحِدٌ [1] وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً (۲۱مرد)	اِحْدٰی [1] وَعِشْرُوْنَ امْرَأَةً (۲۱عورتیں)

[1] جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے ۲۰ تا ۹۰ کی دہائیوں کے ساتھ مذکر کے لیے صرف وَاحِدٌ ہی معطوف علیہ بنتا ہے۔ اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ کہنا غلط ہے۔ اَحَدَ صرف عشر کے ساتھ آتا ہے۔

اِثْنَانِ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۲ مرد)	اِثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۲ عورتیں)
ثَلَاثَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۳ مرد)	ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۳ عورتیں)
اَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۴ مرد)	اَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۴ عورتیں)
خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۵ مرد)	خَمْسٌ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۵ عورتیں)
سِتَّةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۶ مرد)	سِتٌّ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۶ عورتیں)
سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۷ مرد)	سَبْعٌ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۷ عورتیں)
ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۸ مرد)	ثَمَانٍ[2] وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۸ عورتیں)
تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۹ مرد)	تِسْعٌ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۹ عورتیں)

اسی طرح دوسری دہائیوں (۳۰ تا ۹۰) کے ساتھ اکائیاں آئیں گی،

مثلاً:

اَرْبَعَةٌ وَثَلٰثُوْنَ رَجُلاً (۳۴ مرد)، اَرْبَعٌ وَثَلٰثُوْنَ امْرَأَةً (۳۴ عورتیں)

سَبْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ رَجُلاً (۹۷ مرد)، سَبْعٌ وَتِسْعُوْنَ امْرَأَةً (۹۷ عورتیں)

وضاحت:

ا۔ ۲۱ سے لے کر ۹۹ تک دہائیاں تو مذکر اور مونث کے لیے یکساں ہیں اور

---

1 مونث کے لیے ۲۰ تا ۹۰ کی دہائیوں کے ساتھ اِحْدٰی کے علاوہ وَاحِدَةٌ کو بھی معطوف علیہ بنانا درست ہے۔ پس وَاحِدَةٌ و عشرون کہنا صحیح ہے لیکن عشرة کے ساتھ صرف اِحدٰی آسکتا ہے۔

2 اصل میں ثمانی تھا، تنوین کی وجہ سے آخر سے یاء گر گئی۔

اکائیاں حسبِ سابق مذکر کے لیے تاء کے ساتھ اور مونث کے لیے بغیر تاء کے آتی ہیں۔

۲۔ ۲۱ سے لے کر ۹۹ تک کے اعداد کا معدود واحد کے صیغے میں اور منصوب ہوتا ہے۔

نوٹ: ۲۱ تا ۹۹، دہائیوں کے درمیان کے اعداد معطوف کہلاتے ہیں کیونکہ یہ معطوف اور معطوف علیہ سے مل کر بنتے ہیں اور ان کے درمیان حرفِ عطف واؤ ہے۔

سَو اور اُوپر کے اعداد:

مِئَةٌ[1] (۱۰۰)	مِئَةُ رَجُلٍ/امْرَأَة	(ایک سو مرد / عورتیں)
مِئَتَانِ(۲۰۰)	مِئَتا رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(دو سو مرد / عورتیں)
ثَلَاثُ مِئَةٍ(۳۰۰)	ثَلَاثُ مِئَةِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(تین سو مرد / عورتیں)
أَرْبَعُ مِئَةٍ(۴۰۰)	أَرْبَعُ مِئَةِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(چار سو مرد / عورتیں)
خَمْسُ مِئَةٍ (۵۰۰)	خَمْسُ مِئَةِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(پانچ سو مرد / عورتیں)
سِتُّ مِئَةٍ (۶۰۰)	سَبْعُ مِئَةِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(چھ سو مرد / عورتیں)
سَبْعُ مِئَةٍ (۷۰۰)	ثَمَانِيَ مِئَةِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(سات سو مرد / عورتیں)
ثَمَانِيَ مِئَةٍ(۸۰۰)	تِسْعُ مِئَةِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(آٹھ سو مرد / عورتیں)

1 متقدمین میم کے بعد الف زائدہ کے ساتھ مِائَةٌ لکھتے تھے لیکن عہدِ حاضر کے علماء نے سہولت کے لیے اسے مِئَةٌ کی شکل میں لکھنا بھی درست قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا یہاں اس صورت کو اختیار کیا گیا ہے۔

تِسْعُ مِئَةٍ (۹۰۰)	اَلْفُ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(نوسو مرد / عورتیں)
اَلْفٌ (۱۰۰۰)	اَلْفَا رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(ایک ہزار مرد / عورتیں)
اَلْفَانِ (۲۰۰۰)	ثَلَاثَةُ آلَافِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(دو ہزار مرد / عورتیں)
ثَلَاثَةٌ آلَافٍ (۳۰۰۰)	تِسْعَةُ آلَافِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(تین ہزار مرد / عورتیں)
تِسْعَةٌ آلَافٍ (۹۰۰۰)	مِئَتَا رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(نو ہزار مرد / عورتیں)
عَشْرَةُ آلَافٍ (۱۰۰۰۰)	عَشْرَةُ آلَافِ رَجُلً/امْرَأَةٍ	(دس ہزار مرد / عورتیں)
اَحَدَ عَشَرَ اَلْفاً (۱۱۰۰۰)	اَحَدَ عَشَرَ اَلْفَ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(گیارہ ہزار مرد / عورتیں)
اِثْنَا عَشَرَ اَلْفاً (۱۲۰۰۰)	اِثْنَا عَشَرَ اَلْفَ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(بارہ ہزار مرد / عورتیں)
ثَلَاثَةُ عَشَرَ اَلْفاً (۱۳۰۰۰)	ثَلَاثَةُ عَشَرَ اَلْفَ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(۱۳ ہزار مرد / عورتیں)
تِسْعَةُ عَشَرَ اَلْفاً (۱۹۰۰۰)	تِسْعَةُ عَشَرَ اَلْفَ رَجُلٍ/ امْرَأَةٍ	(۱۹ ہزار مرد / عورتیں)
وَاحِدٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفاً (۲۱۰۰۰)	وَاحِدٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ/ امْرَأَةٍ	(۲۱ ہزار مرد / عورتیں)
اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ اَلْفاً (۲۲۰۰۰)	اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ/ امْرَأَةٍ	(۲۲ ہزار مرد / عورتیں)
ثَلٰثَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفاً (۲۳۰۰۰)	ثَلَاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ/ امْرَأَةٍ	(۲۳ ہزار مرد / عورتیں)
ثَلٰثُوْنَ اَلْفاً (۳۰۰۰۰)	ثَلٰثُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(۳۰ ہزار مرد / عورتیں)
تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ اَلْفاً (۹۹۰۰۰)	تِسعَةٌ وَتِسْعُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ/ امْرَأَةٍ	(۹۹ ہزار مرد / عورتیں)
مِائَةُ اَلْفٍ (ایک لاکھ)	مِائَةُ اَلْفِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(ایک لاکھ مرد / عورتیں)
مِئَتَا اَلْفٍ (دو لاکھ)	مِئَتَا اَلْفِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(دو لاکھ مرد / عورتیں)
ثَلَاثُمِائَةِ اَلْفٍ (تین لاکھ)	ثَلٰثُمِائَةِ اَلْفِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(تین لاکھ مرد / عورتیں)

تِسْعُمِائَةِ اَلْفٍ (۹لاکھ)	تِسْعُمِائَةِ اَلْفِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(۹لاکھ مرد / عورتیں)
اَلْفُ اَلْفٍ (دس لاکھ)	اَلْفُ اَلْفِ رَجُلٍ/امْرَأَةٍ	(دس لاکھ مرد / عورتیں)

دس لاکھ کے لیے مِلْيُوْنٌ (انگریزی لفظ (مِلّین کا معرب) بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر یہ کہنا ہو، مثلاً کہ سینکڑوں مَرد تو کہیں گے: مِئَاتٌ مِنَ الرِّجَالِ (یا مئَاتُ رَجُلً)۔ مِئَةٌ کی جمع مِئُوْنَ بھی آتی ہے۔ ہزاروں مرد کے لیے کہیں گے: آلَافٌ مِنَ الرِّجَالِ یا (آلَافُ رَجُلً) اَلْفٌ کی جمع اُلُوْفٌ بھی آتی ہے۔ لاکھوں کے لیے ملیون کی جمع مَلَايِين استعمال کریں گے۔

اَعداد کا اعراب:

گیارہ اور تیرہ تا۱۹ کے لیے عربی کے کل آٹھ اعداد کو چھوڑ کر باقی سب اعداد مُعرب ہیں جبکہ مذکورہ آٹھ اعداد مَبنی ہیں (یعنی اعراب کو قبول نہیں کرتے اور رفع، نصب، جرّ تینوں حالتوں میں یکساں رہتے ہیں) مثلا: ذَهَبَ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (گیارہ مرد گئے)، رَأَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (میں نے گیارہ مرد دیکھے)، ذَهَبْتُ اِلىٰ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (میں گیارہ مردوں کی طرف گیا)۔ پہلے جملے میں اَحَدَ عَشَرَ فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ دوسرے میں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور تیسرے میں حرف جرّ اِلىٰ کی وجہ سے مجرور ہے۔ مگر تینوں حالتوں میں اَحَدَ عَشَرَ ہی آیا ہے۔ یہی حال اِحْدٰی عَشْرَةَ اور ۱۳ تا ۱۹ کے لیے مذکر و مؤنث کے باقی اعداد کا ہے۔ رہا بارہ کا عدد (اِثْنَا عَشَرَ اور اِثْنَتَا عَشْرَةَ) تو اس کا وہی حکم ہے جو تثنیہ کا ہوتا ہے، یعنی رفع کی حالت میں الف کے ساتھ اور نصب

وجرّ کی حالت میں یاء کے ساتھ (اِثْنَیْ اور اِثْنَتَیْ)۔

مذکورہ آٹھ اعداد کو چھوڑ کر باقی سب اعداد معرب ہیں۔ عِشْرُونَ تا تِسْعُوْنَ دہائیوں کا معاملہ جمع مذکر سالم والا ہے، یعنی رفع کی حالت میں ون رَجُلاً (بیس آدمی آئے)۔ رَأَیْتُ عِشْرِیْنَ رَجُلاً (میں نے بیس آدمی دیکھے) ذَھَبْتُ اِلیٰ عِشْرِیْنَ رَجُلاً (میں بیس آدمیوں کی طرف گیا)۔

نوٹ: جیسا کہ اوپر مثالوں سے ظاہر ہے اعرابی حالت کے بدلنے کا اثر صرف عدد پر پڑتا ہے، معدود کے اعراب پر نہیں۔ معدود کا اعراب اس کے عدد کی وجہ سے جو بھی ہوتا ہے ہر حالت میں وہی رہتا ہے۔

عدد و معدود کے احکام ایک نظر میں

معدود کے احکام:

1. تین سے دس تک کا معدود جمع اور مجرور ہوتا ہے۔
2. گیارہ سے ننانوے تک کا معدود مفرد اور منصوب ہوتا ہے۔
3. سو (مائۃ) اور ہزار (الف) کا معدود مفرد اور مجرور ہوتا ہے۔

عدد کے احکام:

1. تین سے نو تک کے اعداد تذکیر و تانیث میں معدود کے برعکس آتے ہیں، خواہ عدد مفرد ہو، مرکب ہو (یعنی عَشَرَ/ عَشْرَۃ کے ساتھ) یا معطوف ہو (یعنی بیس سے نوے تک کی دہائیوں کے ساتھ)۔

2. عشرة اگر اکیلا آئے تو تذکیر و تانیث میں معدود کے برعکس ہوتا ہے (۳ تا ۹ کے اعداد کی طرح) اور اگر مرکب عدد میں آئے (یعنی اکائی کے ساتھ) تو معدود کے موافق ہوتا ہے۔

3. بیس سے ۹۰ تک کی دہائیاں، خواہ اکیلی آئیں یا معطوف ہو کر آئیں مذکر و مونث دونوں قسم کے معدود کے لیے یکساں ہیں۔ یہی صورت مئة اور الف کی ہے۔

4. ایک اور دو کے عدد، خواہ مفرد طور پر آئیں یا مرکب عدد میں یا معطوف میں ہر صورت میں تذکیر و تانیث میں اپنے معدود کے موافق آتے ہیں۔

5. گیارہ اور تیرہ تا ۱۹ کے اعداد مبنی ہیں (یعنی اعرابی حالت کے بدلنے سے ان کا اعراب نہیں بدلتا)۔ ان آٹھ اعداد کو چھوڑ کر باقی سب اعداد معرب ہیں۔ اثنان اور اِثْنَتانِ تثنیہ کے صیغے کے مانند ہیں اور عشرون تا تسعون دہائیوں کے اعراب کی صورت وہی ہے جو جمع مذکر سالم کی ہے۔

اگر دو معدود ہوں:

اگر مفرد عدد کے معدود (یا تمیز) دو ہوں اور ان کے درمیان واوِ عطف ہو، ان میں سے ایک مذکر اور دوسرا مونث ہو تو عدد پہلے معدود کے لحاظ سے آئے گا، مثلاً: جَاءَ سَبْعَةُ رِجَالٍ وَ نِسَاءٍ (سات مرد اور عورتیں آئیں)۔

جَاءَ سَبْعُ نِسَاءٍ وَرِجَالٍ (سات عورتیں اور مرد آئے)۔ اگر عدد مرکب ہو اور ایک معدود مذکر عاقل ہو تو مذکر کا ہی اعتبار ہو گا خواہ وہ پہلے آئے یا بعد میں اور اگر مذکر غیر ذوی العقول میں سے ہو تو پھر دونوں میں سے جو پہلے آئے اس کا لحاظ ہو گا۔

بِضْعٌ اور نَيِّفٌ:

۱۔ بِضْعٌ کا لفظ تین سے لے کر نو تک کے کسی عدد کے لیے استعمال ہوتا ہے، پس یہ ایک مبہم عدد ہے۔ بِضْعٌ سے سننے والے کا ذہن تین سے نو تک کے (سات اعداد) میں سے کسی طرف جا سکتا ہے۔

۲۔ اس کا استعمال مفرد اعداد کی طرح ہوتا ہے اور عشرۃ کے ساتھ مرکب عدد میں اور بیس سے نوے کی دہائیوں کے ساتھ معطوف علیہ ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ تین سے نو تک کے اعداد کی طرح بضع بھی مذکر معدود کے لیے تاء کے ساتھ (یعنی بِضْعَةٌ) آتا ہے اور مؤنث معدود کے لیے بغیر تاء کے یعنی بِضْعٌ)۔

۴۔ مفرد عدد کے طور پر آئے یا معطوف علیہ ہو کر آئے تو ۳ تا ۹ کے مفرد اعداد کی طرح معرب ہے اور اگر عشرہ کے ساتھ مرکب عدد میں ہو تو مبنی بر فتحہ (یعنی رفع، نصب اور جرّ تینوں حالتوں میں بِضْعَ اور بِضْعَةَ)۔ اس کے استعمال کی مثالیں ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

ذَهَبَتْ بِضْعُ بَنَاتٍ (چند [یعنی تین سے لے کر نو کے درمیان کی کسی تعداد میں] لڑکیاں گئیں)

ذَهَبَ بِضْعَةُ اَوْلَادٍ (چند لڑکے گئے)

جَاءَ بِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً (دس سے کچھ اوپر مرد آئے)

جَاءَتْ بِضْعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً (دس سے کچھ اوپر عورتیں آئیں)

حَضَرَ بِضْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ تِلْمِيْذاً (بیس سے کچھ اوپر طلبہ حاضر ہوئے)

حَضَرَتْ بِضْعٌ وَ عِشْرُوْنَ تِلْمِيْذَةً (بیس سے کچھ اوپر طالبات حاضر ہوئیں)

(معرب ہونے کی صورت میں: حالتِ رفع میں بِضْعٌ/ بِضْعُ اور بِضْعَةٌ/ بِضْعَةُ۔ حالتِ نصب میں بِضْعاً/ بِضْعَ اور بِضْعَةً/ بِضْعَةَ۔ حالتِ جرّ میں بِضْعٍ/بِضْعِ اور بِضْعَةٍ/بِضْعَةِ آئے گا۔

نَيِّفٌ کا لفظ بھی مبہم عدد کے لیے جو ۱ تا ۹ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے اور اس کے آخر میں تائے تانیث (ۃ) نہیں آتی۔ یہ دہائی (دس تا نوے) کے بعد معطوف ہو کر ہی آتا ہے اور اکیلا نہیں آتا۔ جیسے: عَشْرَةٌ وَ نَيِّفٌ۔ عِشْرُوْنَ وَ نَيِّفٌ، ثَلٰثُوْنَ وَ نَيِّفٌ........ تِسْعُوْنَ وَ نَيِّفٌ (کچھ اوپر نوے)

عدد وصفی:

عدد وصفی ترتیب کو ظاہر کرتا ہے اور صفت کے طور پر استعمال ہوتا

ہے۔ وصفی اعداد اس طرح سے ہیں۔

مذکر کے لیے		مؤنث کے لیے	
عدد وصفی	معنی	عدد وصفی	معنی
اَلْاَوَّلُ	پہلا	اَلْاُوْلٰی	پہلی
اَلثَّانِیْ	دوسرا	اَلثَّانِیَۃُ	دوسری
اَلثَّالِثُ	تیسرا	اَلثَّالِثَۃُ	تیسری
اَلرَّابِعُ	چوتھا	اَلرَّابِعَۃُ	چوتھی
اَلْخَامِسُ	پانچواں	اَلْخَامِسَۃُ	پانچویں
اَلسَّادِسُ	چھٹا	اَلسَّادِسَۃُ	چھٹی
اَلسَّابِعُ	ساتواں	اَلسَّابِعَۃُ	ساتویں
اَلثَّامِنُ	آٹھواں	اَلثَّامِنَۃُ	آٹھویں
اَلتَّاسِعُ	نواں	اَلتَّاسِعَۃُ	نویں
اَلْعَاشِرُ	دسواں	اَلْعَاشِرَۃُ	دسویں
اَلْحَادِیَ عَشَرَ	گیارہواں	اَلْحَادِیَۃَ عَشْرَۃَ	گیارہویں
اَلثَّانِیَ عَشَرَ تا اَلتَّاسِعَ عَشَرَ	بارہواں تا انیسواں	اَلثَّانِیَۃَ عَشْرَۃَ تا اَلتَّاسِعَۃَ عَشْرَۃَ	بارہویں تا انیسویں
اَلْعِشْرُوْنَ	بیسواں	اَلْعِشْرُوْنَ	بیسویں

اَلْحَادِیْ وَالْعِشْرُوْنَ تا اَلتَّاسِعُ وَالْعِشْرُوْنَ	اکیسواں تا انیتسواں	اَلْحَادِیَۃُ وَالْعِشْرُوْنَ تا اَلتَّاسِعَۃُ وَالْعِشْرُوْنَ	اکیسویں تا انتیسویں
اَلثَّلَاثُوْنَ تا اَلتَّاسِعُ وَالتِّسْعُوْنَ	تیسواں تا ننانواں	اَلثَّلَاثُوْنَ تا اَلتَّاسِعَۃُ وَالتِّسْعُوْنَ	تیسویں تا ننانویں

سوواں / سوویں کے لیے اَلْمائۃ اور ہزارواں / ہزارویں کے لیے اَلْاَلْفُ کا عدد آتا ہے۔ ۱ تا ۱۰ کے لیے عدد وصفی معرب ہیں، ۱۱ تا ۱۹ کے لیے عدد وصفی فتحہ پر مبنی ہیں۔ اس کے بعد کے تمام اعداد وصفیہ معرب ہیں۔

عدد کسری:

عربی میں کسری اعداد اس طرح آتے ہیں:

۱/۲ کے لیے نِصْفٌ۔ ۱/۳ کے لیے ثُلُثٌ / ثلْثٌ۔ ۱/۴ کے لیے رُبُعٌ / رُبْعٌ۔ ۱/۵ کے لیے خُمُسٌ / خُمْسٌ۔ ۱/۶ کے لیے سُدُسٌ / سُدْسٌ۔ ۱/۷ کے لیے سُبُعٌ۔ ۱/۸ کے لیے ثُمُنٌ / ثُمْنٌ۔ ۱/۹ کے لیے تُسْعٌ۔ ۱/۱۰ کے لیے عُشْرٌ۔

۲/۳ کے لیے ثُلُثَانِ۔ ۳/۴ کے لیے ثَلَاثَۃُ اَرْبَاعٍ۔ ۲/۵ کے لیے خُمُسَانِ۔ ۳/۵ کے لیے ثَلٰثَۃ اَخْمَاسٍ۔ ۴/۵ کے لیے اَرْبَعَۃُ اَخْمَاسٍ۔ اسی طرح

بناتے جایئے۔ مثلاً ۵/۶ کے لیے خَمْسَةُ اَسْدَاسٍ۔ ۶/۷ کے لیے سِتَّةُ اَسْبَاعٍ۔ ۷/۸ کے لیے سَبْعَةُ اَثْمَانٍ۔ ۸/۹ کے لیے ثَمَانِيَةُ اَتْسَاعٍ۔ ۹/۱۰ کے لیے تِسْعَةُ اَعْشَارٍ وغیرہ۔ اس کے بعد جزء کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ۱/۱۱: جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ اَحَدَ عَشَرَ جزءً۔ جزاءَانِ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ جَزءٍ۔

اجزائی عدد:

ثُنَائِيٌّ (دوا جزاء والا)۔ ثُلَاثِيٌ (تین اجزا والا)۔ رُبَاعِيٌ (چار اجزاء والا)۔ خُمَاسِيٌّ (پانچ اجزاء والا)۔ سُدَاسِيٌّ (چھے اجزا والا)۔ سُبَاعِيٌّ (سات اجزاءوالا) وغیرہ۔

اس کے بعد عدد سے پہلے ذو اور اس کے بعد جزء کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً: ذُوْ اَحَدَ عَشَرَ جُزْءٍ (گیارہ اجزاءوالا)۔ذُواثْنَیْ عَشَرَ جُزْءً (بارہ اجزاوالا) ذُوْثَلٰثَةَ عَشَرَ جُزْءً (تیرہ اجزاوالا) وغیرہ۔

دوہرے عدد:

مَثْنٰی (دو دو)۔ ثُلٰثَ /مَثْلَثُ (تین تین)۔ رُبَاعُ/ مَرْبَعُ (چار چار)۔ خُمَاسُ / مَخْمَسُ (پانچ پانچ)۔

نوٹ: اگر تینوں، چاروں، پانچویں وغیرہ کا مفہوم ادا کرنا ہو تو معدود کے بعد 'اَلْ' کے ساتھ عدد لے آتے ہیں، جیسے: حَضَرَ التَّلَامِيْذُ الثَّلَاثَةُ (تینوں طالب علم آ گئے)۔ذَهَبَتِ البَنَاتُ الثَّلَاثُ (تینوں لڑکیاں چلی گئیں) وغیرہ۔

بڑی رقمیں اور سنہ:

بڑی رقموں اور سنہ کو پڑھنے اور لفظوں میں لکھنے کے دو طریقے ہیں:
ایک یہ کہ دائیں سے بائیں کی طرف جائیں یعنی پہلے اکائی، دہائی پھر سینکڑہ اور ہزار۔ دوسرا طریقہ اس کے برعکس ہے، یعنی پہلے ہزار پھر سینکڑہ، دہائی اور اکائی۔ لیکن زیادہ فصیح دائیں سے بائیں پڑھنا یا لکھنا ہے۔ عربی میں سنة(سنہ) چونکہ مؤنث ہے اس لیے عدد اس کی مناسبت سے آئے گا۔ بڑی رقم کے بعد اگر معدود ہو تو اس کا اعراب اور واحد یا جمع کا صیغہ آخری عدد کے لحاظ سے آئے گا، اگر آخر میں سینکڑہ یا ہزار (مئة یا الف) ہے تو اس کے مطابق اور اگر اکائی کا ہندسہ ہے تو اس کے مطابق۔ مثلاً:

الف:

۱۔ ۵۴۷: سَبْعَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ وَخَمْسُمِائَةٍ۔

۲۔ ۱۰۳۶: سِتَّةٌ وَثَلٰثُوْنَ وَاَلْفٌ۔

۳۔ ۹۴۸۳: ثَلٰثَةٌ ثَمَانُوْنَ وَاَرْبَعُمِائَةٍ وَتِسْعَةُ آلَافٍ۔

ب:

۱۔ ۷۲۸۳ کتابیں: (دائیں سے بائیں) ثَلٰثَةٌ وَ ثَمَانُوْنَ وَ مِئَتَانِ وَ سَبْعَةُ آلَافِ كِتَابٍ۔ (بائیں سے دائیں) سَبْعَةُ آلَافٍ وَمِئَتَانِ وَثَمَانُوْنَ وَثَلٰثَةُ كُتُبٍ۔

۲۔ ۱۵۹۷۴ کاپیاں: (دائیں سے بائیں) اَرْبَعٌ وَ سَبْعُوْنَ وَ تِسْعُمِائَةٍ وَ خَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفَ كُرَّاسَةٍ۔ (بائیں سے دائیں) خَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفاً وَتِسْعُمِائَةٍ وَسَبْعُوْنَ وَ

اَرْبَعُ كُرَّاسَاتٍ۔

ج:

۱۔ ۱۹۹۰ء: سَنَةَ تِسْعِيْنَ وَتِسْعُمِاءَةٍ وَ اَلْفٍ مِنَ الْمِيْلَادِ۔ یا۔ سَنَةُ اَلْفٍ وَتِسْعمائةٍ وَتِسْعِيْنَ مِنَ الْمِيْلاد۔

۲۔ ۱۹۹۱ء: اِحْدی وَتِسْعِيْنَ وَتِسْعُمِائَةٍ وَاَلْفٍ سَنَةٍ مِنَ الْمِيْلَادِ۔

۳۔ ۱۲۷۸ھ: سَنَةَ ثَمَانٍ وَسَبْعِيْنَ وَمِئَتَيْنِ وَاَلْفٍ مِنَ الْهِجْرَةِ۔

۴۔ بروز پیر، ۱۵ مئی ۱۹۹۲ء: يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ اَلْخَامِسَ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ مَا يُوْ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَتِسْعِيْنَ وَاَلْفٍ مِنَ الْمِيْلَادِ۔

تاریخ۔ عمر بتانے کا طریقہ

(الف) اَلْيَوْمُ تَاسِعَ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ (آج رمضان کی ۱۹ تاریخ ہے)

اَلْيَوْمُ سَادِسَ عَشَرَ مِنْ فَبْرَاير (آج فروری کی ۱۶ تاریخ ہے)

اَلْيَوْمُ ثَلٰثُوْنَ مِنْ اَغُسْطُسْ (آج اگست کی ۳۰ تاریخ ہے)

نوٹ: مِنْ کے بعد اور مہینے کے نام سے پہلے شهر (مہینہ) کا اضافہ بھی کرسکتے ہیں: مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

(ب) عُمْرُكَ كَمْ سَنَةً؟ اِبْنُ كَمْ سَنَةً اَنْتَ؟	آپ کی عمر کیا ہے؟
عُمْرِیْ سَبْعَ عَشَرَ سَنَةً اَنَا ابْنُ سَبْعَ عَشَرَ سَنَةً	میری عمر سترہ سال ہے
سِنُّهٗ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً	اس کی عمر تیس سال ہے

هُوَ فِيْ السَّادِسَةِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ عُمُرِهٖ (وہ اپنی عمر کے چھبیسویں برس میں ہے)۔

وقت بتانے کا طریقہ:

كَمِ السَّاعَةُ الْآنَ؟	(اب کیا وقت ہے؟)
اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ صَبَاحاً/مَسَاءً	(صبح / شام کے پانچ بجے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ لَيْلاً	(رات کے گیارہ بجے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الثَّامِنَةُ تَمَاماً	(پورے آٹھ بجے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الْوَاحِدَةُ وَالرُّبْعُ	(سوا ایک بجے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الثَانِيَةُ وَالنِّصفُ	(ڈیڑھ بجے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الثَّالِثَةُ اِلّا الرُّبْعُ	(پونے تین بجے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الرَّابِعَةُ وَخَمْسُ دَقَائِقَ	(چار بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں)
اَلسَّاعَةُ السَّادِسَةُ اِلَّا عَشَرُ دَقَائِقَ	(چھے بجنے میں دس منٹ ہیں)
اَلسَّاعَةُ السَّابِعَةُ اِلَّا سِتُّ دَقَائِقَ	(سات بجنے میں چھے منٹ رہتے ہیں)
اَلسَّاعَةُ التَّاسِعَةُ وَاثنَتَا عَشْرَةَ دَقِيْقَةً	(نو بج کر بارہ منٹ ہوئے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الْعَاشِرَةُ وَالرُّبْعُ	(سوا دس بجے ہیں)
اَلسَّاعَةُ الثَامِنَةَ عَشْرَةَ	(بارہ بجے ہیں)

كَمْ۔ كَاَيِّنْ۔ كَذَا

ان تین اسماء سے بھی عدد کا کنایہ کرتے ہیں، اس لیے انہیں کنایات العدد کہتے ہیں ان کے استعمال کے احکام درج ذیل ہیں:

كَمْ:

كَمْ خبر اور استفہام دونوں معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ كَمْ استفہامیہ کے بعد جو اسم آتا ہے، جسے اس کی تمیز کہتے ہیں، مفرد اور منصوب ہوتا ہے۔ جیسے: كَمْ كِتَاباً فِي الْحَقِيْبَةِ؟ (بستے میں کتنی کتابیں ہیں؟) كَمْ كُلِّيَّةً فِيْ الْمَدِيْنَةِ؟ (شہر میں کتنے کالج ہیں؟) كَمْ غُرْفَةً فِيْ الْبَيْتِ؟ (گھر میں کتنے کمرے ہیں؟) اگر كَمْ سے پہلے کوئی حرف جر آ جائے تو اس کی تمیز مجرور ہو جاتی ہے: جیسے: بِكَمْ رُوْبِيَةٍ اشْتَرَيْتَ الْقَلَمَ؟ (تُونے قلم کتنے روپوں میں خریدا؟) مُنْذُكَمْ سَاعَةٍ تَنْتَظِرُ؟ تو کتنے گھنٹوں سے انتظار کر رہا ہے؟)

كَمْ خبریہ کی تمیز بھی مجرور ہوتی ہے، البتہ وہ مفرد اور جمع دونوں صیغوں میں آ سکتی ہے۔ جیسے: كَمْ كِتَابٍ/ كُتُبٍ قَرَأْتُ (میں نے کتنی ہی کتابیں پڑھی ہیں) كَمْ خبریہ کی تمیز سے پہلے حرفِ جرّ مِنْ بھی لے آتے ہیں، جیسے: كَمْ مِنْ مَدِيْنَةٍ زُرْتُ (میں نے کتنے ہی شہر دیکھے ہیں)

نوٹ: كَمْ خبریہ سے کثیر اشیاء کی طرف کنایہ کیا جاتا ہے۔

كَاَيِّنْ:

اس اسم کی تمیز مفرد آتی ہے، ہمیشہ حرفِ جرّ مِنْ کے ساتھ اور مجرور آتی ہے، جیسے: كَاَيِّنْ مِنْ رَجُلٍ يَكْذِبُ (کتنے ہی آدمی جھوٹ بولتے ہیں) كَاَيِّنْ مِنْ تِلْمِيْذٍ رَسَبَ فِيْ الْاِمْتِحَانِ (امتحان میں کتنے ہی طلبہ فیل ہوگئے)۔ كَاَيِّنْ مِنْ حَبِيْبٍ فَارَقَنِيْ (کتنے ہی عزیز مجھ سے جدا ہوگئے)

نوٹ: كَاَيِّنْ سے بھی کثیر اشیاء کی طرف کنایہ کیا جاتا ہے۔

كَذَا:

یہ اسم کثیر اور قلیل دونوں کی طرف کنایہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اس کی تمیز ہمیشہ منصوب ہوتی ہے۔ البتہ مفرد اور جمع دونوں صیغوں میں آسکتی ہے جیسے: اَنْفَقْتُ كَذَادَا نَانِيْرَ فِيْ رِحَلَاتِيْ (میں نے اپنے سفروں پر اتنے دینار خرچ کیے)۔ اکثر حرف عطف واؤ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، جیسے: عِنْدِيْ كَذَاوَكَذَادِرْهَماً (میرے پاس اتنے درہم ہیں)

نوٹ: یہ تینوں اسماء مبنی ہیں (یعنی معرب نہیں ہیں)

مُرکّبِ جاری

بعض حروف ایسے ہیں جو اپنے بعد والے اسم کو جرّ دیتے ہیں، اس لیے ان حروف کو حروفِ جَارّہ (واحد: حرفِ جَارّ) یا حروفِ جرّ کہتے ہیں۔ حروف جرّ اور اس کا مابعد اسم جو مجرور ہوتا ہے دونوں مِل کے مرکب جاری بنتے ہیں۔ مرکب جاری جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں میں آسکتا ہے۔ عام طور پر مرکب جاری کسی سے متعلق ہوتا ہے، یعنی فاعل، مفعول یا فعل سے متعلق یا مبتدا، خبر میں سے کسی سے متعلق۔ لیکن کبھی یہ جملہ اسمیہ میں خبر بھی بنتا ہے۔

حروفِ جرّ:

حروفِ جرّ کل سترہ ہیں، جنہیں یاد کرنے کی سہولت کے لیے یوں ترتیب دے دیا گیا ہے۔

بَاؤتاؤکافُ لامُ واؤمُنْذُ مُذْ خَلاَ رُبَّ حَاشَا مِنْ عَدَا فِیْ عَنْ اِلیٰ حَتّٰی عَلیٰ

ان کے معانی اور استعمال کی صورتیں درج ذیل ہیں:

ا۔ب:

(ساتھ۔ سے)۔ جیسے: کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (میں نے قلم کے ساتھ لکھا)۔

سَافَرْتُ بِالْقِطَارِ (میں نے ریل گاڑی سے سفر کیا)۔ کبھی 'میں' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے: بِالْمَدِیْنَةِ (شہر میں)۔ بِالْمَسْجِدِ (مسجد میں)۔ ویسے 'میں' کے لیے اصل حرف تو فِی ہے۔ قسم کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے: بِاللّٰهِ (اللہ کی قسم)۔

۲۔تَ:

یہ قسم کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے: تَاللّٰهِ (اللہ کی قسم)

۳۔كَ:

(کی طرح۔ کے مانند)۔ یہ حرفِ تشبیہ ہے۔ جیسے: زَیْدٌ كَالْاَسَدِ (زید شیر کی مانند ہے)

۴۔لِ:

(لیے۔ برائے)۔ جیسے: هٰذَا الْكِتَابُ لِزَیْدٍ (یہ کتاب زید کے لیے یا زید کی ملکیت ہے)۔ لَنَا بَیْتٌ جَمِیْلٌ (ہمارا ایک خوبصورت گھر ہے) ضَرَبْتُهٗ لِلتَّأْدِیْبِ (میں نے اسے ادب سکھانے کے لیے مارا) قسم کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

۵۔وَ:

یہ حرف جرّ قسم کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے: وَاللّٰهِ (اللہ کی قسم) (وَ، حرفِ عطف بھی ہے، بمعنی اور۔ لیکن یہاں ہم اس 'وَ' کی بات کر رہے ہیں جو حرفِ جرّ ہے)۔

٦۔ مُنْذُ:

(سے)۔ یہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کی مدت کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، یعنی وہ کام کب سے ہو رہا ہے یا کتنے عرصے سے نہیں ہو رہا۔ جیسے: مَارَأَیْتُہٗ مُنْذُ یَوْمَیْنِ (میں نے اسے دو روز سے نہیں دیکھا)

٧۔ مُذْ:

(سے) یہ بھی مُنْذُ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے: مَارَأَیْتُہٗ مُذْ یَوْمَیْنِ (میں نے اسے دو روز سے نہیں دیکھا)

٨ تا ١٠۔ حَاشَا۔ خَلاَ۔ عَدَا:

(سوائے۔ ماسوا)۔ یہ تینوں حروف جرِّ استثناء کے لیے آتے ہیں، جیسے: جَاءَ الْقَوْمُ حَاشَا زَیْدٍ/خَلاَ زَیْدٍ/عَدَا زَیْدٍ (قوم آئی سوائے زید کے)

١١۔ رُبَّ:

(بَسا۔ بہت سے۔ کم ہی)۔ یہ حرف جرّ کبھی کثرت ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے اور کبھی قلت کے لیے۔ سُننے والا اپنے تجربات و معلومات کی روشنی میں سمجھ لیتا ہے کہ یہ کثرت کے لیے استعمال ہوا ہے یا قلت کے لیے۔ جیسے: رُبَّ أَمَلٍ قَدْ خَابَ (بہت سی آرزوئیں ہیں جو پوری نہ ہوئیں)۔ رُبَّ صَدِیْنٍ وَفِیٍّ رَأَیْتُہٗ (میں نے وفادار دوست کم ہی دیکھے ہیں)

واؤ، فاء اور بَلْ کے بعد رُبَّ کو حذف بھی کر دیتے ہیں لیکن محذوف رُبَّ

کی وجہ سے مابعد اسم مجرور ہوتا ہے جیسے وَصَدِيْقٍ وَ فِيٍّ رَأَيْتُهٗ (اور وفادار دوست میں نے کم ہی دیکھے ہیں)۔

۱۲۔مِنْ:

(سے۔ میں سے)۔ یہ حروفِ جر فاصلے یا مدت کی ابتداء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے: سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ (میں بصرہ سے کوفہ تک گیا)۔خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ وَذَهَبَ اِلَى الْكُلِيَّةِ (وہ گھر سے نکلا اور کالج گیا)۔

بعض کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے: اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ (میں نے دراہم میں سے کچھ لیے)۔

۱۳۔فِيْ:

(میں)۔ یہ ظرفیت (مکانی اور زمانی) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے: اَلْقَلَمُ فِيْ الْحَقِيْبَةِ (قلم بستے میں ہے)۔قَرَأْتُ الْكِتَابَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ (میں نے کتاب تین دن میں پڑھی)۔

۱۴۔عَنْ:

(سے)۔ یہ اس معنی میں آتا ہے کہ اس کا ماقبل اس کے مابعد سے دُور ہو گیا ہے، ہٹ گیا ہے۔ جیسے: اَطْعَمْتُهٗ عَنِ الْجُوْعِ (میں نے کھانا کھلا کر اس کی بھوک دور کر دی)۔رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ (میں نے کمان سے تیر چلا دیا، یعنی تیر کو چلا کر کمان سے دور کر دیا)۔

۱۵۔ اِلٰی:

(کی طرف۔ کو۔ تک)۔ جیسے: سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ (میں بصرہ سے کوفہ تک چلا)۔ ذَهَبَ اِلَی السُّوْقِ (وہ بازار کو گیا)۔

۱۶۔ حتّٰی:

(تک)۔ یہ حرف انتہائے غایت کے معنی میں آتا ہے جیسے: نِمْتُ اللَّیْلَةَ حَتَّی الصَّبَاحِ (میں رات کو سویا صبح تک)۔ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (یہ صبح کے طلوع ہونے تک ہوتی ہے)۔ اسے حَتّٰی غائیۃ کہتے ہیں۔

۱۷۔ عَلٰی:

(پر۔ اوپر)۔ جیسے: اَلْکِتَابُ عَلَی الْمَکْتَبِ (کتاب میز پر ہے) جَلَسْتُ عَلَی الْکُرْسِیِّ (میں کرسی پر بیٹھا)

نوٹ: عربی میں حروفِ جرّ کی ویسی ہی حیثیت و اہمیت ہے جیسی انگریزی میں preposition کی ہے انہیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے اور جملوں میں ان کے استعمال پر غور کرنا چاہیے۔ یہ بات بھی ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہیے ایک زبان کی preposition کا دوسری زبان کی preposition سے ترجمہ نہیں کرتے بلکہ جملے کا ترجمہ کرتے ہیں۔ مثلاً: عربی میں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہتے ہیں اور اردو میں اس کا ترجمہ میں اللہ پر ایمان لایا کرتے ہیں، اللہ سے یا اللہ کے ساتھ ایمان لایا نہیں کہتے، حالانکہ 'بِ' کا معنی ہے سے، ساتھ۔

جُملہ اسمیہ

مرکب تام۔جملہ:

ایک سے زیادہ الفاظ کے مجموعے کو مرکب کہتے ہیں۔ مرکب کی دو قسمیں ہیں: مرکب ناقص اور مرکب تام۔ مرکب ناقص سے مراد ایسا مرکب ہے کہ جس سے بات مکمل نہ ہو اور مفہوم تشنہ رہے۔ مرکب توصیفی، مرکب اضافی، مرکب اشاری (اسم اشارہ اور مشارٌ الیہ)، مرکب جاری (حرف جرّ اور اس کا مجرور) مرکب عددی یہ سب مرکب ناقص ہیں۔ اگر بات مکمل ہو جائے تو ایسے مرکب کو مرکب تام یا جملہ یا مرکب مفید یا کلام کہتے ہیں۔

جملہ اسمیہ:

جو جملہ اِسم سے شروع ہو اسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔ اس کے دو جزء ہوتے ہیں۔ پہلے جزء کو مبتدا اور دوسرے کو خبر کہتے ہیں۔ مبتدا وہ ہے کہ جس کے بارے میں کچھ بتایا جائے اور جو کچھ بتایا جائے وہ خبر ہے۔ جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ (زید عالم ہے) اس میں زَیْدٌ مبتدا اور عَالِمٌ خبر ہے۔ جملہ اسمیہ سے متعلق مندرجہ ذیل قواعد اہم ہیں:

ا۔ مبتدا عموماً اسم معرفہ (یعنی اسم علم، اسم ضمیر، اسم اشارہ، اسم معرفہ

کا مضاف یا معرف باللام اسم) ہوتا ہے اور خبر اسم نکرہ ہوتی ہے۔

۲۔ خبر تذکیر و تانیث اور واحد، تثنیہ، جمع ہونے میں مبتدا کے مطابق ہوتی ہے۔ البتہ اگر مبتدا غیر عاقل کی جمع ہو خواہ وہ غیر عاقل مذکر ہو یا مونث تو اس کی خبر واحد مونث یا جمع مونث دونوں صیغوں میں آسکتی ہے۔

۳۔ مبتدا اور خبر دونوں مرفوع ہوتے ہیں۔

مثالیں:

الف (مبتدا اسم علم)	ب (مبتدا اسم ضمیر)
خَالِدٌ شُجَاعٌ (خالد بہادر ہے)	أَنْتَ رَحِيْمٌ (تو مہربان ہے)
مَحْمُوْدٌ جَبَانٌ (محمود بزدل ہے)	أَنْتِ رَحِيْمَةٌ (تو عورت مہربان ہے)
عَاتِكَةُ صَابِرَةٌ (عاتکہ صبر کرنے والی ہے)	هُوَ مُتْعَبٌ (وہ تھکا ہوا ہے)
خَدِيجَةٌ طَاهِرَةٌ (خدیجہ طاہرہ ہے)	هِيَ مُتْعَبَةٌ (وہ تھکی ہوئی ہے)
(ج) مبتدا اسم اشارہ	(د) مبتدا اسم معرفہ کا مضاف
هٰذَا فَرِحٌ (یہ خوش ہے)	وَلَدُ زَيْدٍ ذَكِيٌّ (زید کا لڑکا ذہین ہے)
هٰذِهٖ فَرِحَةٌ (یہ (مؤنث) خوش ہے)	بِنْتُ الرَّجُلِ ذَكِيَّةٌ (آدمی کی بیٹی ذہین ہے)
ذٰلِكَ كِتَابٌ (وہ کتاب ہے)	تَلَامِيْذُ الكُلِّيَّةِ مُجْتَهِدُوْنَ (کالج کے طلبہ محنتی ہیں)

أُولٰئِكَ صَادِقُونَ (وہ سچے ہیں)	تِلْمِيْذَاتُ الكلّيّةِ مُجْتَهِدَاتٌ (کالج کی طالبات محنتی ہیں)
(ہ) تذکیر و تانیث اور عدد میں مطابقت	(و) مبتدا غیر عاقل جمع کی خبر
اَلرَّجُلُ صَالِحٌ (آدمی نیک ہے)	اَلْجِبَالُ شَامِخَةٌ/ شَامِخَاتٌ (پہاڑ اونچے ہیں)
اَلرَّجُلَانِ صَالِحُوْنَ (دو آدمی نیک ہیں)	اَلْقُصُوْرُ عَالِيَةٌ/ عَالِيَاتٌ (محلات اونچے ہیں)
اَلْاِمْرَأَتَانِ صَالِحَتَانِ (دو عورتیں نیک ہیں)	اَلنُّجُوْمُ لَامِعَةٌ/ لَامِعَاتٌ (ستارے چمکدار ہیں)

۴۔ مبتدا مرکب توصیفی، مرکب اضافی اور مرکب اشاری بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی مرکب توصیفی اور مرکب اضافی آسکتی ہے۔

مثالیں:

(الف) (مبتدا مرکب توصیفی)	(ب) (مبتدا مرکب اضافی)
اَلْأُسْتَاذُ العَطُوْفُ مَحْبُوْبٌ (شفیق استاد محبوب ہے)	اَرْضُ بَاكِسْتَانَ خَصِبَةٌ (پاکستان کی زمین سرسبز ہے)
اَلتِّلْمِيْذَةُ الْمُجْتَهِدَةُ نَاجِحَةٌ (محنتی طالبہ کامیاب ہے)	طُرُقُ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَحِمَةٌ (شہر کی سڑکیں بھیڑ والی ہیں)
اَلْفَلَّاحُ النَّشِيْطُ سَعِيْدٌ (مستعد کسان	شَوَارِعُ الْقَرْيَةِ ضَيِّقَةٌ (گاؤں کی گلیاں

خوش حال ہے)	تنگ ہیں)
اَلْمَاءُ الْبَارِدُ طَیِّبٌ (ٹھنڈا پانی اچھا ہے)	عَیْنَا الْقِطَّةِ لَا مِعَتَانِ (بلی کی آنکھیں چمک دار ہیں)
(ج) (خبر مرکب توصیفی)	(د) (خبر مرکب اضافی)
عَائِشَةُ بِنْتٌ مُھَذَّبَةٌ (عائشہ مہذب لڑکی ہے)	مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ (محمدؐ اللہ کے رسول ہیں)
اَلتُّفَّاحُ فَاکِھَةٌ لَذِیْذَةٌ (سیب مزے دار پھل ہے)	اَلْقُرْآنُ کِتَابُ اللهِ (قرآن اللہ کی کتاب ہے)
ھٰذِہٖ رِوَایَةٌ مُمْتِعَةٌ (یہ پُر لطف ناول ہے)	اِسْلَام آبَادُ عَاصِمَةُ بَاکِسْتَانِ (اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہے)
اَلْحَیَاةُ نِعْمَةٌ عَظِیْمَةٌ (زندگی ایک عظیم نعمت ہے)	اَلْجَمَلُ سَفِیْنَةُ الصَّحْرَاءِ (اونٹ ریگستان کا جہاز ہے)
(ہ) (مبتدا مرکب اشاری)	(و) (مبتدا اور خبر دونوں مرکب)
ھٰذِہِ السَّاعَةُ ثَمِیْنَةٌ (یہ گھڑی قیمتی ہے)	خَدِیجَةُ الطَّاھِرَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (خدیجہ طاہرہؓ ام المومنین ہیں)
ذٰلِكَ الْمَنْظَرُ جَمِیْلٌ (وہ منظر خوبصورت	اَلْقَائِدُ الْاَعْظَمُ مُؤَسِّسُ بَاکِسْتَانَ (قائدِ

ہے)	اعظمؒ بانی پاکستان ہیں)
هٰؤُلَاءِ الرِّجَالُ صَادِقُوْنَ (یہ مرد سچے ہیں)	دَوْلَةُ بَاكِسْتَانَ دَوْلَةٌ عَظِيْمَةٌ (پاکستان کی ریاست ایک عظیم ریاست ہے)
هٰؤُلَاءِ الْأُمَمُ مُتَخَلِّفَةٌ (یہ قومیں پسماندہ ہیں)	هٰذِهِ الشَّجْرَةُ شَجْرَةٌ مُثْمِرَةٌ (یہ درخت ایک پھل دار درخت ہے)

۵۔ اسمِ نکرہ کب مبتدا ہو سکتا ہے:

بعض صورتوں میں اسم نکرہ بھی مبتدا بن سکتا ہے۔ وہ صورتیں یہ ہیں:

(ا) اگر اسم نکرہ سے پہلے حرف نفی یا کلمہ استفہام آجائے۔ جیسے: مَا مُجْتَهِدٌ رَاسِبٌ (کوئی محنتی فیل نہیں ہے) هَلْ كَرِيْمٌ يُغِيْثُ الْمَلْهُوْفَ؟ (کیا کوئی شریف آدمی ہے جو مصیبت زدہ کی مدد کرے؟) اس میں خبر جملہ فعلیہ ہے۔

(ب) اگر اسم نکرہ دوسرے اسم نکرہ کی طرف مضاف ہو (جس سے وہ اسم معرفہ تو نہیں بنتا لیکن اسے ایک تخصیص حاصل ہو جاتی ہے) جیسے: طَالِبُ اِحْسَانٍ وَاقِفٌ (احسان کا طلب گار کھڑا ہے)۔

(ج) اگر اسم نکرہ موصوف ہو، جسے: رَجُلٌ مَرِيْضٌ مَاتَ (بیمار آدمی مر گیا) اس میں خبر (مَاتَ) جملہ فعلیہ ہے۔

(د) اگر خبر جار مجرور یا ظرف ہو اور وہ اپنے مبتدا سے پہلے آجائے، جیسے: فِيْهَا اَنْهَارٌ (اس میں دریا ہیں)۔ اس میں اسم نکرہ اَنْهَارٌ مبتدا ہے اور اس

کی خبر فِيْهَا جو جار مجرور ہے مبتدا سے پہلے آ گئی ہے۔ عِنْدِیْ كِتَابٌ (میرے پاس ایک کتاب ہے) اس میں اسم نکرہ كِتَابٌ مبتدا ہے جس کی خبر عِنْدِی جو کہ ظرف ہے مبتدا سے پہلے آگئی ہے۔

٦۔ خبر جملہ فعلیہ یا اسمیہ:

خبر جملہ فعلیہ یا اسمیہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو خبر کو مبتدا کے ساتھ جوڑ دے۔

(الف) (خبر جملہ اسمیہ)

اَلْعِلْمُ فَائِدَتُهٗ عَظِيْمَةٌ (علم کا بڑا فائدہ ہے)

اَلْمِصْبَاحُ ضَوْئُهٗ شَدِيْدٌ (چراغ کی روشنی تیز ہے)

اَلصَّبْرُ ثَمْرَتُهٗ حُلْوَةٌ (صبر کا پھل میٹھا ہے)

اَلْخِيَانَةُ عَاقِبَتُهَا هَلَاكٌ (خیانت کا انجام ہلاکت ہے)

پہلی مثال میں اَلْعِلْمُ مبتدا ہے اور فَائِدَتُهٗ عَظِيْمَةٌ جملہ اسمیہ ہو کر اس کی خبر ہے۔ فَائِدَتُهٗ اس جملہ اسمیہ کا مبتدا ہے اور اس میں ہٗ کی ضمیر العلم کی طرف لوٹتی ہے۔ اس ضمیر نے جملہ اسمیہ پر مشتمل خبر کو مبتدا العلم سے جوڑ دیا ہے۔ یہی صورت باقی مثالوں کی ہے۔

(ب) (خبر جملہ فعلیہ)

زَيْدٌ ذَهَبَ: (زید گیا)۔ اس میں زَيْدٌ مبتدا ہے۔ ذَهَبَ فعل با فاعل ہو کر جملہ فعلیہ بن کے خبر بنا زَيْدٌ کی۔ ذَهَبَ میں فاعل هُوَ کی مستتر ضمیر ہے جو زیدٌ کی

طرف لوٹتی ہے۔

خَالِدٌ فَتَحَ الْبَابَ (خالد نے دروازہ کھولا)۔ اس میں خَالِدٌ مبتدا ہے۔ فَتَحَ فعل بافاعل (فاعل اس میں ھُوَ کی ضمیر مستتر ہے جو خَالِدٌ کی طرف لوٹتی ہے)، اَلْبَابَ مفعول۔ فعل بافاعل اور مفعول مل کے جملہ فعلیہ ہوئے۔ یہ جملہ فعلیہ خبر بنا مبتدا خَالِدٌ کی مبتدا اور خبر مل کے جملہ اسمیہ بنے۔

۷۔ مبتدا کی خبر پر تقدیم:

چار صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں مبتدا کو خبر سے پہلے لانا واجب ہے:

(۱) جب مبتدا ان الفاظ میں سے ہو جو ہمیشہ جملے کے شروع میں آتے ہیں اور وہ ہیں: مَنْ۔ مَا وغیرہ کے کلماتِ استفہام۔ مَا تعجبیہ۔ کم خبریہ، ضمیر شأن۔ اسم موصول الّذی جس کی خبر پر فاء جزائیہ آئے۔

مثالیں:

مَنْ زَعِيْمُ الْمُسْلِمِيْنَ؟ (مسلمانوں کا لیڈر کون ہے؟)

مَا عَاصِمَةُ بَاكستانَ؟ (پاکستان کا دارالحکومت کون سا ہے؟)

مَا اَجْمَلَ الْمَنْظَرَ! (منظر کتنا خوبصورت ہے!)

كَمْ تِلْمِيْذٍ رَسَبَ فِيْ الْاِمْتِحَانِ (امتحان میں کتنے ہی طلبہ فیل ہو گئے)

هُوَ مَحْمُوْدٌ تَقَدَّمَ فِي السِّبَاقِ (وہ محمود ہے جو دوڑ میں آگے رہا)

لَدُ هَوَاءُ نِعْمَةٌ عَظِيْمَةٌ (ہوا ایک عظیم نعمت ہے)

اَلَّذِيْ يَجْتَهِدُ فَلَهُ النَّجَاحُ (جو محنت کرتا ہے کامیابی اس کے لیے ہے)

(۲) جب مبتدا خبر پر منحصر ہو یعنی مبتدا سے پہلے اِنَّمَا یا مَا آئے، جیسے: اِنَّمَا الْحَدِیْدُ صُلْبٌ (لوہا تو سخت ہے)۔ مَا اَنْتَ اِلَّا شَاعِرٌ (تو تو شاعر ہی ہے)۔

(۳) جب خبر جملہ فعلیہ ہو اور فاعل ایک ضمیر مستتر ہو جو مبتدا کی طرف لوٹتی ہو، جیسے: زَیْدٌ ذَهَبَ۔ مَحْمُوْدٌ فَتَحَ الْبَابَ۔

(۴) جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں یا برابر کے اسم خاص ہوں، جیسے: عَلِیٌّ صَدِیْقِیْ (علی میرا دوست ہے)۔ اس میں علی اسم علم ہونے کی وجہ سے اسمِ معرفہ ہے اور صَدیقی میں صَدیق اس لیے اسم معرفہ ہے کہ یہ اسم ضمیر (یائے متکلم) کی طرف مضاف ہے۔

۸۔ خبر کی مبتدا پر تقدیم:

چار صورتوں میں خبر کو مبتدا سے پہلے لانا ضروری ہے۔

ا۔ جب خبر ان الفاظ میں سے ہو جو ہمیشہ جملے کے شروع میں آتے ہیں، جیسے:

اَیْنَ کِتَابُكَ؟ (تیری کتاب کہاں ہے؟) اس میں اَیْنَ خبر اور کتابُك مبتدا ہے۔ مَتَی الْاِمْتِحَانُ؟ (امتحان کب ہے؟)۔ مَتَی خبر ہے اور الامتحان مبتدا ہے۔ کَیْفَ الْجَوُّ؟ (موسم کیسا ہے؟)۔ کیف خبر اور الجوّ مبتدا ہے۔

نوٹ: ان جملوں کے اردو ترجمے میں مبتدا ہی پہلے آیا ہے لیکن عربی میں یہ کلماتِ استفہام چونکہ ہمیشہ جملے کے شروع میں ہی آتے ہیں اس لیے یہاں بھی شروع میں ہی آئے اور مبتدا کو ان کی خاطر مؤخر کر دیا گیا۔

۲۔ جب خبر مبتدا پر منحصر ہو۔ جیسے: اِنَّمَا الشَّاعِرُ الْبُحْتَرِیُّ (شاعر تو بحتری ہی ہے۔ یعنی شاعر ہونا تو بحتری پر منحصر ہے)۔ اس میں الشاعر خبر ہے۔ مَا الْخَطِیْبُ اِلَّا عَلِیٌّ خطیب تو حضرت علیؓ ہی ہیں)

۳۔ جب خبر ظرف یا جار مجرور ہو اور مبتدا اسم نکرہ ہو، جیسے:

عِنْدِیْ کِتَابٌ (میرے پاس ایک کتاب ہے)۔

لَدَیَّ خَبَرٌ (میرے پاس ایک خبر ہے)

فِیْ الْبَیْتِ رَجُلٌ (گھر میں ایک آدمی ہے)۔

۴۔ جب مبتدا میں کوئی ضمیر ہو خبر کے کسی حصے کی طرف لوٹتی ہو، جیسے: لِلْعَامِلِ جَزَاءُ عَمَلِہٖ (کام کرنے والے کے لیے اس کے کام کا بدلہ ہے)۔ عَلَی الْحِصَانِ سَرْجُہٗ (گھوڑے پر اس کی زین ہے)۔

جُملہ اسمیہ پر داخل ہونے والے عوامل

جملہ اسمیہ کے شروع میں بعض عوامل آ جاتے ہیں جو اس کے ارکان (مبتدا خبر) کے اعراب پر اثر انداز ہوتے ہیں، انہیں نَواسِخ جملہ کہتے ہیں۔ ان کے داخل ہونے کے بعد بھی جملہ اسمیہ ہی رہتا ہے۔ بس مبتدا کو داخل ہونے والے عامل کا اسم اور خبر کو اس عامل کی خبر کہہ دیتے ہیں اور یہ عامل اپنے اسم اور اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ بناتا ہے۔ یہ عوامل حسبِ ذیل ہیں:

ا۔ حروف مشبّہہ بالفعل

یہ حروف چونکہ فعل سے لفظی و معنوی مشابہت رکھتے ہیں اس لیے انہیں مشبّہہ بالفعل کہتے ہیں۔ یہ اپنے اسم کو نصب اور اپنی خبر کو رفع دیتے ہیں۔ یہ حروف کل چھے ہیں۔

(۱) اِنَّ:

یہ تحقیق کا معنی دیتا ہے، یعنی بتاتا ہے کہ خبر تحقیق شدہ بات ہے۔ جیسے:

اِنَّ التِّلْمِيْذَ مُجْتَهِدٌ۔ (بے شک طالب علم محنتی ہے)

اِنَّ الْعِلْمَ نَافِعٌ۔ (بے شک علم نفع بخش ہے)۔

اِنَّ الصِّدْقَ مُنْجٍ۔ (بے شک سچ نجات دینے والا ہے)

(۲) اَنَّ:

یہ بھی تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ یہ جملے کے درمیان میں آتا ہے۔ جیسے:

عَرَفْتُ اَنَّ الرِّیَاءَ بَلَاءٌ۔ (میں جانتا ہوں کہ دکھاوا مصیبت ہے)۔

عَلِمْتُ اَنَّ الْمُدُنَ مُزْدَحِمَةٌ۔ (مجھے معلوم ہے کہ شہر بھیڑ والے ہیں)۔

حَسِبْتُ اَنَّ الرَّجُلَ صَادِقًا۔ (میں نے آدمی کو سچا گمان کیا)۔

(۳) کَاَنَّ:

یہ حروف تشبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے:

کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ۔ (گویا زید شیر ہے)۔

کَاَنَّ خَالِدًا قَمَرٌ۔ (گویا خالد چاند ہے)۔

حرفِ جرّ کاف (كَ) بھی تشبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر کَأَنَّ کی تشبیہ اس سے قوی تر ہوتی ہے۔

(۴) لکِنَّ:

یہ لیکن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (یعنی استدراک کے لیے)، جیسے:

اَلرَّجُلُ غَنِیٌّ لٰکِنَّهٗ بَخِیْلٌ۔ (آدمی امیر ہے لیکن کنجوس ہے)

اَلتِّلْمِیْذُ ذَکِیٌّ لٰکِنَّهٗ غَیْرُ مُجْتَهِدٍ (طالب علم ذہین ہے لیکن محنتی نہیں)

اَلرِّیَاضَةُ مُفِیْدَةٌ لٰکِنَّ الْاِسْرَافَ فِیْهَا ضَارٌّ۔ (ورزش مفید ہے لیکن اس میں زیادتی نقصان دہ ہے)۔

(۵) لَیْتَ:

یہ تمنا کے معنی میں آتا ہے، خواہ کسی ایسی چیز کے لیے (تمنا) ہو جسے

حاصل کرنا ممکن ہے یا ایسی چیز کے لیے جسے حاصل کرنا ممکن نہ ہو، جیسے:

لَيْتَ الْجَوَّ مُعْتَدِلٌ۔ (کاش موسم معتدل ہوتا)۔

لَيْتَ الشَّبَابَ عَائِدٌ۔ (کاش جوانی لوٹ آتی)۔

(٦) لَعَلَّ:

یہ امید اور توقع کے معنی میں آتا ہے، جیسے:

لَعَلَّ الصَّدِيْقَ وَفِيٌّ۔ (شاید [یا توقع ہے کہ] دوست وفادار ہو)۔

لَعَلَّ الْغَائِبَ قَادِمٌ۔ (شاید غیر حاضر شخص آجائے)۔

لَعَلَّ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ آئے تو تحقیق اور یقین کے معنی میں آتا ہے۔

۲۔ افعالِ ناقصہ

افعال ناقصہ سے مراد وہ افعال ہیں جو کام کا (یعنی مصدری) معنی نہیں دیتے بلکہ صرف زمانے کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو فعل مصدری معنی اور زمانہ دونوں معنی دے اسے فعل تام کہتے ہیں۔ افعالِ ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر پہلے جزو (یعنی مبتدا جواب اس فعل ناقص کا اسم کہلائے گا) کو رفع اور دوسرے جزو (یعنی خبر) کو نصب دیتے ہیں۔ افعالِ ناقصہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ بناتے ہیں۔ یہ کل تیرہ ہیں:

كَانَ۔ صَارَ۔ اَصْبَحَ۔ اَمْسیٰ۔ اَضْحٰی۔ ظَلَّ۔ بَاتَ۔ مَادَامَ۔ مَازَالَ۔ مَابَرِحَ۔ مَاانْفَكَّ۔ مَافَتِئَ۔ لَيْسَ۔

ان تیرہ افعال میں سے صرف لَيْسَ جامد (غیر متصرف ہے) یعنی صرف ماضی میں استعمال ہوتا ہے، اس سے مضارع اور امر و نہی نہیں آتے۔ باقی افعال سے مضارع اور امر وغیرہ بھی آتے ہیں اس لیے وہ افعال متصرف ہیں۔ مثلاً ان سے مضارع اس طرح آتا ہے۔ يَكُوْنُ۔ يَصِيْرُ۔ يُصْبِحُ۔ يُمْسِيْ۔ يُضْحِيْ۔ يَظَلُّ۔ يَبِيْتُ۔ لَايَدُوْمُ۔ لَايَزَالُ۔ لَايَبْرَحُ۔ لَايَنْفَكُّ۔ لَايَفْتَأُ۔

لَيْسَ سے فعل ماضی کی گردان اس طرح ہو گی۔ لَيْسَ۔ لَيْسَا۔ لَيْسُوْا۔ لَيْسَتْ۔ لَيْسَتَا۔ لَسْنَ۔ لَسْتَ۔ لَسْتُمَا۔ لَسْتُمْ۔ لَسْتِ۔ لَسْتُمَا۔ لَسْتُنَّ۔ لَسْتُ۔ لَسْنَا۔

ان افعال ناقصہ کا معنی اور استعمال حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ كَانَ:

(تھا۔ ہوا۔ تھا اور ہے)۔ جیسے:

كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا۔ (زید کھڑا تھا)

كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (اللہ علیم و حکیم تھا اور ہے)

۲۔ صَارَ:

(ہو گیا، یعنی ایک حالت سے دوسری حالت میں۔ ہوا۔ تھا)۔ جیسے:

صَارَ الْفَقِيْرُ غَنِيًّا۔ (غریب امیر ہو گیا)۔

صَارَ الْمَاءُ بُخَارًا۔ (پانی بخارات بن گیا)۔

۳۔ اَصْبَحَ:

(صبح کو ہوا۔ ہو گیا)۔ جیسے:

اَصْبَحَ السَّاهِرُ مُتْعَبًا۔ (شب بیدار صبح کے وقت تھکا ماندہ ہو گیا)

اَصْبَحَ الْغُلَامُ عَاقِلاً۔ (لڑکا عاقل ہو گیا)

۴۔ اَضْحٰى:

(چاشت کے وقت ہوا۔ ہو گیا)۔ جیسے:

اَضْحَى الطَّرِيْقُ مُزْدَحِمًا۔ (چاشت کے وقت سڑک بھیڑ والی ہو گئی)

اَضْحَى الْوَلَدُ كَاتِبًا۔ (لڑکا لکھاری ہو گیا)۔

۵۔ اَمْسٰى:

(شام کے وقت ہو گیا۔ ہو گیا)۔ جیسے:

اَمۡسَی الزَّھۡرُ ذَابِلاً (شام کو پھول مرجھا گیا)۔

اَمۡسَی الۡوَلَدُ قَارِئًا (لڑکا پڑھنے والا ہو گیا)۔

۶۔ظَلَّ:

(دن بھر رہا۔ رہا)۔ جیسے:

ظَلَّ الۡجَوُّ مُعۡتَدِلًا۔ (دن بھر موسم معتدل رہا)۔

۷۔بَاتَ:

(رات بھر رہا)۔ جیسے:

بَاتَ الۡمَرِیۡضُ سَاھِرًا (بیمار رات بھر جاگتا رہا)۔

۸۔مَادَامَ:

(جب تک)۔ جیسے:

التَّلَامِیۡذُ قَائِمُوۡنَ مَادَامَ الۡاُسۡتَاذُ قَائِمًا۔ (جب تک استاد کھڑا ہے طلبہ کھڑے ہیں)

۹تا۱۲۔مَازَالَ مَابَرِحَ۔ مَا انۡفَكَّ۔ مَافَتِئَ:

(برابر رہا۔ غیر منقطع رہا۔) جیسے:

مَازَالَ زَیۡدٌ غَنِیًّا۔ (زید ابھی تک امیر ہے)

مَابَرِحَ خَالِدٌ صَائِمًا۔ (خالد ابھی تک روزے سے ہے)۔

مَا انۡفَكَّ بَكۡرٌ مُجۡتَھِدًا۔ (بکر ابھی تک محنتی ہے)۔

مَافَتِئَ الۡعَامِلُ فَقِیۡرًا (مزدور ابھی تک غریب ہے)۔

۱۳۔ لَیْسَ:

(نہیں ہے)۔ جیسے:

لَیْسَ الْفَلَّاحُ سَعِیْدًا۔ (کسان خوشحال نہیں ہے)۔

لَیْسَ الْجَانِیُ نَادِمًا۔ (مجرم پشیمان نہیں ہے)۔

لَسْتَ صَادِقًا۔ (تُو سچا نہیں ہے)۔ لَسْتَ میں 'تَ' کی ضمیر متصل اس کا اسم ہے۔

لَیْسَ کی خبر سے پہلے بَاء (ب) بھی آجاتی ہے، جو معنی کے لحاظ سے زائد ہوتی ہے لیکن جرّ دینے کا عمل کرتی ہے۔ جار مجرور مل کر لیس کی خبر بنتے ہیں۔ جیسے

لَیْسَ التِّلْمِیْذُ بِمُجْتَهِدٍ۔ (طالب علم محنتی نہیں ہے)۔

۳۔ مَا۔ لَا (مُشَبَّه به لَیْسَ)

مَا اور لا معنی اور عمل میں لَیْسَ کے مشابہ ہیں۔ یہ دونوں لَیْسَ کی طرح نفی (نہیں ہے) کا معنی دیتے ہیں اور جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ مَا اور لا اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ بناتے ہیں۔

مَا اور لَا کے استعمال میں صرف اتنا فرق ہے کہ مَا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ بھی آسکتے ہیں اور معرفہ بھی جب کہ لَا کا اسم اور خبر دونوں لازماً نکرہ ہوتے ہیں۔

مثالیں:

مَازَيْدٌ قَايِمًا (زید کھڑا نہیں ہے)۔ اسم اور خبر دونوں نکرہ۔

مَاهٰذَا بَشَرًا (یہ بشر نہیں ہے) اسم معرفہ، خبر نکرہ۔

مَاهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ (وہ تمہاری مائیں نہیں ہیں)۔ اسم اور خبر دونوں معرفہ

لَاثَمْرَةٌ نَاضِجَةً (کوئی پھل پکا ہوا نہیں ہے)۔ اسم اور خبر دونوں نکرہ

لَاصَدَاقَةٌ دَايِمَةً (کوئی دوستی دائمی نہیں ہوتی)۔ اسم اور خبر دونوں نکرہ

لَاشَيْءٌ بَاقِيًا (کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں)۔ اسم اور خبر دونوں نکرہ

مَا کی خبر سے پہلے باء زائدہ آسکتی ہے، جیسے:

مَا الْفَقْرُ بِعَيْبٍ (غربت عیب نہیں ہے)۔

مَا التَّنَافُسُ بِمَذْمُومٍ (مقابلہ برا نہیں ہوتا)۔

مَا أَصدِقَاؤُكَ بِمُخْلِصِيْنَ (تیرے دوست مخلص نہیں ہیں۔

إِنْ:

حرف إِنْ بھی مَا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور وہی عمل کرتا ہے جو مَا کرتا ہے۔ البتہ اس کی خبر سے پہلے باء زائدہ نہیں آتی۔ جیسے:

إِنِ التِّلْمِيذُ مُجْتَهِدًا۔ (طالب علم محنتی نہیں ہے)۔

إِنِ الرَّجُلُ اَمِيْنًا۔ (آدمی امین نہیں ہے)۔

لَاتَ:

یہ حرف بھی مَا اور لَا کی طرح نفی کا معنی دیتا ہے اور ویسا ہی عمل کرتا ہے۔ اس کا اسم اور خبر دونوں اسم زمان ہوتے ہیں مگر اسم محذوف ہوتا ہے۔ جیسے:

لَاتَ وَقْتَ نَدَامَةٍ (پشیمانی کا وقت نہیں ہے)۔

لَاتَ سَاعَةَ تَوبَةٍ (توبہ کی گھڑی نہیں ہے)۔

اصل میں یہ یوں تھے: لَاتَ الوَقْتُ وَقْتَ نَدَامَةٍ۔ لَاتَ السَّاعَةُ سَاعَةَ تَوْبَةٍ۔ ان میں سے الوقتُ اور الساعةُ محذوف ہو گئے ہیں۔

۴۔ لَائے نَفِیِ جنس

یہ لَا پوری جنس کی نفی کے لیے آتا ہے۔ اس کا عمل یہ ہے کہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ اس کے داخل ہونے کے بعد مبتدا کو لائے نفی جنس کا اسم اور خبر کو لائے جنس کی خبر کہتے ہیں۔ لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ بناتا ہے۔

لائے نفی جنس کا اسم اگر مفرد ہو (یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو) تو فتحہ (زبر) پر مبنی ہوتا ہے، جیسے:

لَاتِلْمِیْذَ فِی الصَّفِّ۔ (کلاس میں کوئی بھی طالب علم نہیں ہے)

لَاسُرُوْرَ دَائِمٌ۔ (کوئی خوشی دائمی نہیں ہے)۔

اگر اس کا اسم مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے: جیسے:

لَاقَوْلَ زُوْرٍ نَافِعٌ (جھوٹ کی کوئی بات نفع بخش نہیں ہے)

لائے نفی جنس کے عمل کے لیے ضروری ہے کہ:

(اَ) اس پر حروف جر د داخل نہ ہو۔ پس حَضَرْتُ بِلَا تَاخِیْرٍ (میں تاخیر کے بغیر آگیا) میں لَا، لائے نفی جنس نہیں کیونکہ اس سے پہلے حرف جرّ 'بِ'

آگیا ہے۔

(ب) اس کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں۔

(ج) لَا اور اس کے اسم کے درمیان اور کوئی کلمہ نہ ہو، ورنہ اس کا عمل باطل ہو جائے گا۔ اور اسے دوبارہ لانا (تکرار) لازم ہو جائے گا۔ جیسے:

لَافِيْ الْبَيْتِ رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ (گھر میں نہ کوئی مرد ہے اور نہ عورت)

مُعرَب اور مَبنی

مُعرَب:

عوامل کے بدلنے سے جس کلمہ کی (اعراب[1]) کی علامات بدلتی رہیں اسے مُعرب کہتے ہیں۔ مثلاً اگر وہ اسم ہے حالتِ رفع میں ہے تو اس کے آخری حرف پر پیش آجائے، نصب کی حالت میں ہو تو زبر آجائے۔ جرّ کی حالت میں ہو تو زیر آجائے، یا رفع، نصب، جرّ کی (سابقہ سبق میں مذکورہ) دوسری علامات میں سے کوئی علامت آجائے۔ فعل مضارع اگر حالتِ رفع میں ہو تو اس پر رفع کی علامات ہوں، حالتِ نصب میں نصب کی علامات ہوں اور جزم کی حالت میں مختلف علامت ہو۔

مَبنی:

جو کلمہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر قائم رہے اور عوامل کے بدلنے سے اس کی حالت پر کچھ اثر نہ پڑے اسے مبنی کہتے ہیں۔ مثلاً: ذَهَبَ هٰذَا، رَأَيْتُ هٰذَا، ذَهَبْتُ اِلىٰ هٰذَا۔ ان تین مثالوں میں هٰذَا ایک ہی حالت پر قائم رہا ہے، حالانکہ پہلی مثال میں وہ فاعل ہے، دوسری مثال میں مفعول ہے اور تیسری مثال میں

1 اعراب اور اس کی علامات کا تفصیل سے ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

حرف جرّ کے بعد واقع ہوا ہے پس ھٰذَا مبنی ہے۔

اعراب تقدیری و محلیّ:

بعض کلمات ایسے ہیں جو ہیں تو معرب لیکن ان کے اعراب کو رفع، نصب، جرّ کی علامات کے ذریعے ظاہر نہیں کرتے، جیسے: ذَهَبَ الْقَاضِيْ، رَأَيْتُ الْقَاضِيْ۔ ذَهَبْتُ اِلَى الْقَاضِيْ، يَاذَهَبَ مُوسىٰ۔ رَأَيْتُ مُوْسىٰ۔ ذَهَبْتُ اِلىٰ مُوْسىٰ۔ ان میں القاضی اور مُوْسىٰ معرب کلمات ہیں مگر اعراب کی مختلف حالتوں کو اعراب کی علامات کے ذریعے ظاہر نہیں کیا گیا۔ ایسے کلمات (یعنی جن اسماء کے آخر میں یاء یا الف مقصورہ ہو) کے اعراب کو اعراب تقدیری یا تقدیراً کہتے ہیں۔ اور مبنی کلمہ اگر فاعل ہو (یا مبتدا وغیرہ) تو ہم کہتے ہیں کہ وہ محلاً مرفوع ہے، یعنی اس کا موقع و محل رفع کا ہے اگرچہ وہ مبنی ہے۔ پس ھٰذَا کی مذکورہ بالا مثالوں میں ھٰذَا پہلی مثال میں محلّاً مرفوع ہے، دوسری مثال میں محلّاً منصوب اور تیسری میں محلّاً مجرور ہے۔ اسے اعراب محلی کہتے ہیں اور آسان لفظوں میں یوں کہیے کہ اگر اس مبنی کلمہ کی جگہ کوئی معرب کلمہ ہوتا تو اس کا اس موقع یا پوزیشن میں جو اعراب ہوتا (رفع، نصب، یا جرّ کا) اس مبنی کلمہ کا وہی محلی اعراب ہے۔

مَبنی کی علامات:

سابق میں اعراب کی علامات بیان کی جا چکی ہیں۔ یہاں علامات بناء کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ ضَمَّہ (پیش) فتحہ (زبر)، کسرہ (زیر) اورسُکون یہ چار علاماتِ بناء ہیں۔ ضمّہ، فتحہ اور سکون کی علامات تو اسم، فعل، حرف تینوں قسم کے

مبنی کلمات پر آتی ہیں جبکہ کسرہ صرف مبنی اسم اور حرف پر آتا ہے فعل پر نہیں آتا۔ ان کے علاوہ حروف علّت: الف، واؤ، یاء کا حذف اور فعل میں نونِ اعرابی کا حذف بھی مبنی کی علامات ہیں۔

مثالیں:

(الف) اسم

اَلَّذِیْ: اس میں بناء کی علامت سکون ہے۔ (پس اَلّذِیْ مبنی عَلَی السُکُون ہے)

اَلَّذِیْنَ: اس میں بناء کی علامت فتحہ ہے۔ (مَبنی علی الفتحہ)

ھٰذَا/ذَا: اس میں بناء کی علامت سکون ہے۔ (مَبنی عَلَی السُّکون)

ھٰؤُلَاءِ: اس میں بنا کی علامت کسرہ ہے۔ (مَبنی عَلَی الکسرہ)

ھٰذِہٖ: اس میں بناء کی علامت کسرہ ہے۔ (مبنی عَلَی الکسرہ)

(ب) فعل

نَزَلَ: اس میں بناء کی علامت فتحہ ہے۔ (مَبنی عَلَی الفتحہ)

نَزَلْتُمَا: اس میں بناء کی علامت سکون ہے۔ (مَبنی عَلَی السُّکون)

اُکْتُبْ: اس میں بناء کی علامت سکون ہے۔ (مَبنی عَلَی السُّکون)

(ج) حرف

ھَلْ: اس میں بناء کی علامت سکون ہے۔ (مَبنی عَلَی السُّکون)

مِنْ: اس میں بناء کی علامت سکون ہے۔ (مَبنی عَلَی السُّکون)

فَ: (حرفِ عطف) اس میں بناء کی علامت فتحہ ہے۔ (مَبنی عَلَی الفتحہ)

اِنَّ: اس میں بناء کی علامت فتحہ ہے۔ (مَبنی عَلَی الفتحہ)

لِ: اس میں بناء کی علامت کسرہ ہے۔ (مَبنی عَلَی کسرہ)

معرب کلمات:

(الف) اسم: تمام اسماء معرب ہیں سوائے ان کے جن کا ذکر ذیل میں مبنی اسماء کے ضمن میں کیا جارہا ہے۔

(ب) فعل: افعال میں سے صرف فعل مضارع (بغیر نونِ تاکید کے) کے بارہ صیغے معرب ہیں اور جمع مؤنث (غائب و حاضر) کے دو صیغے معرب نہیں ہیں۔

(ج) حرف: حروف میں سے کوئی حرف بھی معرب نہیں ہے۔

مبنی کلمات:

الف اسم: اسماء میں سے مندرجہ ذیل مبنی ہیں:

۱۔ اسم ضمیر: تمام ضمیریں مبنی ہیں۔

۲۔ اسم اشارہ: تثنیہ کے صیغوں کو چھوڑ کر باقی تمام اسمائے اشارہ مبنی ہیں۔

۳۔ اسم موصول: تمام اسمائے موصولہ مبنی ہیں سوائے تثنیہ کے صیغوں کے بعض صورتوں میں اَیّ بھی مبنی نہیں۔

۴۔ اسمائے استفہام: اَیّ کے سوا تمام اسمائے استفہام (مَنْ۔ مَا۔ مَتَی۔ اَیَّانَ۔ اَیْنَ۔ اَنّٰی۔ کیفَ۔ کَمْ) مبنی ہیں۔

۵۔ اَسمائے شرط: تمام اسمائے شرط (اِذَا۔ لَمَّا۔ کُلَّمَا۔ مَنْ۔ مَا۔ مَهْمَا۔ مَتَی۔ اَیَّانَ۔ اَیْنَ، اَنّی۔ حَیْثُمَا۔ کَیْفَمَا۔ اَیّ) مبنی ہیں سوائے اَیّ کے۔

٦۔ اسمائے ظرف: مندرجہ ذیل اسمائے ظرف بھی مبنی ہیں:

اَلاٰنَ (اب۔ مبنی علی الفتحہ)۔ اَمسِ (کل گذشتہ۔ مبنی علی الکسرہ) حَیْثُ (جہاں۔ مبنی علی الضمہ) ۔ لَدُنْ (پاس مبنی علی السکون)۔ اِذَا (جب۔ مبنی علی السّکون)۔ قَبْلُ (پہلے۔ مبنی علی الضمہ) بَعْدُ (بعد۔ مبنی علی الضمہ۔ صَبَاحَ مَسَاءَ (صبح و شام۔ (مبنی علی فتح الجزأین)۔

۷۔ مرکب اعداد: ۱۱ تا ۱۹ کے تمام مرکب اعداد، سوائے ۱۲ کے عدد کے، مبنی ہیں اور ان کے دونوں جزء فتحہ پر مبنی ہیں۔ یہ مرکب اعداد اَحَدَ عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ تا تِسْعَةَ عَشَرَ ہیں۔

۸۔ بعض وصفی اعداد: ۱۱ تا ۱۹ کے وصفی اعداد، سوائے ۱۲ کے وصفی عدد کے، مبنی ہیں اور ان کے دونوں جزء فتحہ پر مبنی ہیں۔ وہ اعداد ہیں: اَلْحَادِیَ عَشَرَ (مذکر کے لیے)، اَلْحَادِیَةَ عَشْرَةَ (مؤنث کے لیے)، اَلثَّالِثَ عَشَرَ (مذکر کے لیے) اَلثَّالِثَةَ عَشْرَةَ (مؤنث کے لیے) ——— تا ——— التَّاسِعَ عَشَرَ (مذکر کے لیے)، اَلتَّاسِعَةَ عَشْرَةَ (مؤنث کے لیے)۔

۹۔ لائے نفی جنس کا اسم: جب وہ مفرد ہو (یعنی مضاف یاشِبہِ مضاف نہ ہو) یہ حالتِ نصب میں ہوتا ہے۔

۱۰۔ مُنادیٰ: حرف ندا یا وغیرہ کے بعد آنے والا اسم (منادیٰ) ضمّہ پر مبنی ہوتا ہے۔

۱۱۔ اسمائے افعال: تمام اسمائے افعال مبنی ہیں، مثلاً **هَيْهَاتَ**، **شَتَّانَ**، **هَلُمَّ**، **حَيَّ**، **اَمَامَكَ**، **مَكَانَكَ**، **دُوْنَكَ** فتحہ پر مبنی ہیں۔ فعل امر والے اسمائے افعال جو **فَعَالِ** کے وزن پر آتے ہیں (مثلاً حَذَارِ، نَزَالِ وغیرہ) کسرہ پر مبنی ہیں۔

(ب) فعل: فعل ماضی اور فعل امر مکمل طور پر (یعنی سب صیغے) مبنی ہیں۔ وہ فعل مضارع مبنی ہے جس کے ساتھ نون، تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) یا نونِ نِسوۃ متصل ہو (ملا ہوا ہو) ان افعال کی علاماتِ بناء حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ فعل ماضی کے ساتھ جب رفع کی متحرک ضمیر متصل ہو تو سکون پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً: **كَتَبْنَ، كَتَبْتَ، كَتَبْتُمَا، كَتَبْتُمْ، كَتَبْتِ، كَتَبْتُمَا، كَتَبْتُنَّ، كَتَبْتُ، كَتَبْنَا** کے نو صیغوں میں **كَتَبْ** کے ساتھ رفع کی متحرک ضمیریں آئی ہیں، پس ان تمام صیغوں میں فعل ماضی **كَتَبْ مَبْنِى على السُّكون** ہے۔ **كَتَبَ، كَتَبَا، كَتَبَتْ** اور **كَتَبَتَا** ان چار صیغوں میں مبنی علی الفتحہ ہے۔ (یعنی ہر صیغے میں **كَتَبَ** ہے اس کے ساتھ پہلے صیغے میں **هُوَ** اور تیسرے میں هی کی ضمیر مستتر ہے اور باقی دو صیغوں میں غیر متحرک ضمیر (الف الاثنین) ہے۔ واوالج،اعۃ (جمع مذکر غائب) کے ساتھ یہ مبنی عَلَی الضمہ ہوتا ہے۔ (**كَتَبُوْا: كَتَبُ+وا**)

۲۔ فعل امر کا اگر آخری حرف صحیح ہو (یعنی حرفِ علت نہ ہو) اور اس کے ساتھ نونِ نسوہ کے سوا اور کوئی چیز متصل نہ ہو تو مبنی علی السکون ہوتا ہے، مثلا: اُكْتُبْ اور اُكْتُبْنَ میں۔ اگر اس کے ساتھ نونِ تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) آئے تو فتحہ پر مبنی ہوتا ہے، مثلاً اُكْتُبَنَّ، اُكْتُبَنْ (= اُكْتُبَ + نَّ/نْ) میں۔ اس کے ساتھ الف الاثنین، وَاوِ الجماعۃ یا یائے مخاطبۃ (یعنی تثنیہ مذکر و مؤنث کا الف، جمع مذکر کی واؤ اور واحد مؤنث حاضر کی یاء) آئے تو ح۔ذِف نون پر مبنی ہوتا ہے، مثلاً: اُكْتُبَا، اُكْتُبُوْا، اُكْتُبِيْ (اصل میں یوں تھے: اُكْتُبَانِ، اُكْتُبُوْنَ، اُكْتُبِيْنَ۔ فعل امر بناتے وقت آخر سے اس نون اعرابی کو حذف کر دیا جاتا ہے)۔ اور اگر آخری حرف، حرفِ علّت (ا۔ و۔ ی) ہو تو اس کے حذف پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: اُدْعُ (اصل میں اُدْعُوْ تھا واوٗ کو حذف کر دیا گیا)۔

۳۔ فعل مضارع کے ساتھ نونِ تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) آجائے تو یہ فتحہ پر مبنی ہوتا ہے (یعنی پھر اس پر حروف ناصبۂ مضارع اور جازمۂ مضارع اثر انداز نہیں ہوتے) جیسے: لَيَكْتُبَنَّ، لَيَكْتُبَنْ۔ اگر اس کے ساتھ نونِ نِسوہ (جمع مؤنث غائب و حاضر کا نون آ جائے تو یہ سکون پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: يَكْتُبْنَ (=يَكْتُبْ+نَ) اور تَكْتُبْنَ (تَكْتُبْ+نَ)۔

اسم مُنْصَرِف اور غیر مُنْصَرِف

مُنْصَرِف:

مُنْصَرِف اسماء کی دو قسمیں ہیں: منصرف اور غیر منصرف (یا ممنوع الصرف[1]) مُنْصَرِف سے مراد وہ اسماء ہیں جن پر تنوین آ سکتی ہو جو اسمیت کے قوی ترین ہونے کی دلیل ہے (کیونکہ کلمہ کی تین اقسام، اسم، فعل، حرف میں سے تنوین صرف اسم پر آتی ہے)، کیونکہ خالص اسم پر ہمیشہ تنوین رہتی ہے، جب تک کہ کوئی ایسا عارضی عامل نہ داخل ہو جس کی وجہ سے تنوین دور کرنی پڑے (مثلاً وہ مضاف ہو جائے، یا اس پر 'اَلْ' داخل ہو جائے، یا وہ مناوی ہو جائے، یا لائے نفی جنس کا اسم ہو جائے)۔

غیر مُنْصَرِف:

جو اسماء حرف کے مشابہ ہیں وہ مبنی ہیں (ان کا ذکر گزر چکا ہے) اور جو

---

1 صَرف کا لغوی معنی ہے: آواز دینا (تصویت)، خالص دودھ، ایک چیز سے دوسری کی طرف پھرنا۔ انہی معانی سے اسم منصرف کی نحوی اصطلاح ماخوذ ہے۔ یعنی ایسا اسم جس کا آخری حرف تنوین کی آواز دے، جو خالص اسم ہو یعنی فعل اور حرف کی مشابہت سے پاک ہو یا جو فعل اور حرف کے راستے سے دوسرے راستے یعنی اسمِ محض کے راستے کی طرف پھرتا ہو۔

فعل سے مشابہت رکھتے ہیں وہ غیر منصرف ہیں۔

غیر مُنْصَرِفْ سے وہ اسماء مراد ہیں جن پر تنوین نہیں آ سکتی، یعنی یہ خالص یا قوی ترین اسم نہیں ہیں بلکہ اسم ہونے میں قدرے کمزور ہیں اور غیر اسم (فعل) سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان پر بعض صورتوں میں (یعنی اگر وہ مضاف نہ ہوں یا ان پر 'اَلْ' نہ ہو) کسرہ بھی نہیں آ سکتی اور ان کی حالتِ جرّ کو زبر سے ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔

پس غیر مُنْصَرِفْ اس اسم کو کہتے ہیں جس پر تنوین نہ آ سکے اور بعض صورتوں میں کسرہ بھی نہ آ سکے۔

اسباب منع صرف:

علمائے نحو نے وہ اسباب معلوم کر کے یکجا کر لیے جن کی بناء پر کوئی اسم غیر منصرف (یا المنوع مِنَ الصَّرْف) ہوتا ہے۔ ان اسباب (یا عِلَل) کو اسباب منع صرف کہتے ہیں۔ ہمیں غیر منصرف اسماء کی فہرست یاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ہمیں اسباب منع صرف معلوم ہوں اور ہم کسی اسم میں ان اسباب میں سے کوئی سبب پائیں تو ہم بڑے اطمینان اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسم غیر منصرف ہے اور پھر ہم اس کے ساتھ غیر منصرف اسماء والا برتاؤ کر لیں گے۔ منع صرف کے اسباب درج ذیل ہیں:

ا۔ کوئی بھی اسم، خواہ وہ مفرد ہو یا جمع، وصف ہو اسم علم، مذکر ہو یا مؤنث اگر اس کے آخر میں تانیث کی علامت الف مقصورہ یا الف محدودہ پائی

جائے یا وہ صیغۂ منتہی الجموع کے وزن (مَفَاعِلُ، مَفَاعِیْل۔ یعنی وہ جمع مکسر جس کے الفِ تکسیر کے بعد دو حرف ہوں، یا تین حروف ہوں تو ان تینوں میں سے درمیان والا حرف ساکن ہو) پر ہو، خواہ وہ منتہی الجموع ہو یا اسم علم ہو، تو وہ غیر منصرف ہوتا ہے۔ نہ اس پر تنوین آ سکتی ہے اور نہ ہی کسرہ، جب تک کہ وہ مضاف نہ ہو یا اس پر اَلْ نہ آئے۔

مثالیں:

(1) الف مقصورہ والے اسماء: ذِکْرٰی (اسم نکرہ۔ ذَکَرَ کا مصدر)۔ رَضْوَی (اسم علم۔ حجاز میں ایک پہاڑ کا نام) جَرْحیٰ (جَرِیْحٌ کی جمع۔ زخمی)۔ صُغْریٰ (وصف۔ اَصغر کا مؤنث)۔

(2) الف ممدودہ والے اسماء: صَحْرَاءُ (اسم نکرہ)۔ زَکَرِیَّاءُ (اسم علم)۔ اَصْدِقَاءُ (صدیق کی جمع)۔ خَضْرَاءُ (وصف۔ اَخْضر کا مؤنث)۔

(3) صیغۂ منتہی الجموع کے وزن پر: مَسَاجِدُ۔ اَقَارِبُ۔ طَبَائِعُ۔ فَضَائِلُ۔ مَکَاتِیْبُ۔ مَنَادِیْلُ۔ عَصَافِیْرُ۔ اَحَادِیْثُ (یہ سب منتہی الجموع کے صیغے ہیں)۔

اگر منتهی الجموع 'اَلْ' اور اضافت سے خالی ہو اور وہ اسم منقوص[1] ہو، جیسے دَوَاعٍ (دَاعِیَةٌ کی جمع۔ محرّک) اور ثَوَانٍ (ثَانِیَةٌ کی جمع۔ لمحہ) ہیں (جو اصل

---

[1] جس کے آخر میں غیر مشدد یاء ہو اور اس سے پہلے والا حرف مکسور ہو، جیسے: قَاضِیْ، ھَادِیْ وغیرہ۔

میں دَوَاعِيٌ اور ثَوَانِيٌ تھے) تو ان کے آخر سے یاء کو حذف کر کے اس کے بدلے میں تنوین لگا دیتے ہیں (یعنی یاء کے ماقبل حرف کی کسرہ کو تنوین میں بدل دیتے ہیں)۔ رفع اور جرّ کی حالتوں میں یہ تنوین باقی رہتی ہے اور حالتِ نصب میں یاء باقی رہتی ہے اور اس پر زبر آ جاتی ہے (تنوین نہیں آتی) جیسے: رفعی اور جرّی حالت میں دَوَاعٍ اور نصب کی حالت میں دَوَاعِيَ آئے گا۔ اور اگر اس پر 'اَلْ' آ جائے یا وہ مضاف ہو تو یاء باقی رہے گی اور رفع اور جرّ کی حالت میں ساکن ہو گی (اَلدَّوَاعِيْ) اور اس کا اعراب تقدیری ہو گا، نصب کی حالت میں اس پر فتحہ آئے گی (اَلدَّوَاعِيَ)۔

منتہی الجموع کے وزن پر اسم علم کی مثال هَوَازِنُ (عرب کے ایک قبیلے کا نام)، كَشَاجِمُ (آدمی کا نام)، صَنَافِيْرُ (مصر میں ایک گاؤں کا نام) ہے۔

۲۔ اسم اگر اسم علم ہو اور اس میں مندرجہ ذیل اسباب میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے تو وہ غیر منصرف ہو گا:

(۱) اس کے آخر میں تائے تانیث (ة) ہو، یعنی مؤنث لفظی ہو، خواہ مذکر کا علم ہو، جیسے: حَمْزَةُ، طَلْحَةُ، مُعَاوِيَةُ، عَنْتَرَةُ ہیں یا مؤنث کا علم، جیسے: فَاطِمَةُ، بُثَيْنَةُ، مَيَّةُ، عَائِشَةُ ہیں۔ اگر وہ لفظی طور پر مؤنث نہ ہو، یعنی اس کے آخر میں تائے تانیث تو نہ ہو لیکن وہ مؤنث کا نام ہو تو بھی غیر منصرف ہو گا، جیسے: زَيْنَبُ، سُعَادُ ہے۔ اگر مؤنث کا علم ہو، تین حرفی ہو لیکن درمیان والا حرف متحرک ہو تو بھی غیر منصرف ہو گا، جیسے: أَمَلُ، تُحَفُ (عورتوں کے نام) ہیں۔

(۲) اگر اسم علم مرکب امتزاجی (یا مزجی[1]) ہو، جیسے: بُرْسَعِیْدُ (پورٹ سعید)، نُیُوْ یُرْكُ (نیو یارک)، حَضْرَ مَوْتُ (یمن میں ایک شہر کا نام)، بَعْلَبَكُّ (لبنان میں ایک شہر کا نام)، طَبَرَسْتَانُ (ایران کے ایک شہر کا نام) خَالَوَیْهُ اور سِیْبَوَیْهُ (دو مشہور علمائے لغت و نحو کے نام)۔

(۳) اگر اسم علم کے آخر میں الف و نون زائد ہوں، جیسے: شَعْبَانُ، رَمَضَانُ (دو عربی مہینوں کے نام) قَحْطَانُ، مَرْوَانُ، حَیَّانُ، غَطْفَانُ، عُثْمَانُ (آدمیوں کے نام)، عَمَّانُ (شہر کا نام)۔

(۴) وہ اصل میں عجمی (غیر عربی) اسم علم ہو پھر عربی زبان میں بھی اس علم کے طور پر استعمال ہوتا ہو، یا پھر اس میں یہ شرط پائی جائے کہ وہ اصلاً عجمی اسم علم ہو اور تین سے زیادہ حروف پر مشتمل ہو، جیسے: یُوْسُفُ، إِبْرَاهِیْمُ، إِسْمَاعِیْلُ ہیں۔ یہ آدمیوں کے نام ہیں، اپنی اصل زبان میں بھی اور عربی زبان میں بھی۔ پھر ان کے تو حروف بھی تین سے زیادہ ہیں۔ فرشتوں کے نام جِبْرِیْلُ، اِسْرَافِیلُ، مِیْکَائِیْلُ اور شیان کا نام اِبْلِیْسُ بھی غیر منصرف ہیں کہ یہ اسم علم ہیں اور اصلاً عجمی ہیں۔

(۵) اسم علم فعل (ماضی، مضارع، اَمر) کے وزن پر ہو، جیسے:

---

[1] مرکب مزجی سے مراد یہ ہے کہ دو کلمات ایک دوسرے سے مل کر ایک کلمہ بن جائیں۔ ان میں سے پہلے کلمہ کا آخری حرف ساکن ہوگا یا اس پر زبر ہوگی اور اعراب یا بنا دوسرے کلمہ پر ہوگی۔

اَحۡمَدُ (اَفۡعَلُ کے وزن پر)، یَشۡکُرُ (ایک قبیلے کا نام۔ فعل مضارع کے وزن یَفۡعُلُ پر)۔ یَزِیۡدُ۔

(۲) اسم علم فُعَلُ کے وزن پر ہو[1] جیسے: عُمَرُ، مُضَرُ، زُفَرُ، هُذَلُ، جُمَعُ ہیں (کہ یہ بالترتیب عَامِرٌ، مَاضِرٌ، زَافِرٌ، هَاذِلٌ، جَامِعٌ سے معدول ہیں)۔

نوٹ: فُعَلُ کے وزن پر جمع یا مصدر ہو تو وہ غیر منصرف نہیں ہوتا، بلکہ منصرف ہوتا ہے، جیسے غُرۡفَةٌ کی جمع غُرَفٌ ہے، یا جیسے هُدًى اور تُقًى مصدر ہیں۔

۳۔ اسم صفت[2] ان صورتوں میں غیر منصرف ہوتا ہے۔

(۱) فَعۡلَانُ کے وزن پر ہو، بشرطیکہ اس کی مؤنث تائے تانیث (ة) کے ساتھ نہ آئے، نیز یہ کہ وہ اصلاً وصف ہو۔ جیسے: لَحۡيَانُ (لمبی ڈاڑھی والا آدمی۔ اس کی مؤنث نہیں آتی کیونکہ یہ وصف مردوں کے ساتھ مختص ہے)۔ عَطۡشَانُ (پیاسا)، غَضۡبَانُ (غصیلا)، سَکۡرَانُ (نشے میں دھت۔ مدہوش)۔ ان کی مؤنث بالترتیب عَطۡشَى، غَضۡبَى اور سَکۡرَى آتی ہے، پس یہ تینوں غیر منصرف ہیں۔ صَفۡوَانٌ اگرچہ پتھر دل کے معنی میں بطور وصف استعمال ہوتا ہے لیکن یہ

---

1 اس سبب کو اصطلاح میں عَدۡل کہتے ہیں۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ ایک اسم کو اس کی ایک لفظی حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کر دیا جائے اور اس کے اصلی معنی کو برقرار رکھا جائے، بشرطیکہ یہ تبدیلی قلب (الٹنے)، تخفیف، الحاق (کسی حرف کو لاحق کرنا) یا معنی میں اضافہ کرنے کے لیے نہ ہو۔

2 اسم صفت سے مراد مرکب توصیفی کا اسم صفت نہیں بلکہ وہ اسمائے مشتقہ مراد ہیں جو اسمائے علم یا اسمائے ذات نہیں بلکہ وصف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

اصلاً وصف نہیں، بلکہ اسم ذات (پتھر۔ چٹان) ہے لہٰذا یہ غیر منصرف نہیں بلکہ منصرف ہے۔ نَدْمَانٌ (شرمندہ) بھی منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث تائے تانیث کے ساتھ (نَدْمَانَۃٌ) آتی۔

(۲) اَفْعَلُ کے وزن پر ہو، جس کی مؤنث فَعْلَاءُیافُعْلیٰ آتی ہے، جیسے: اَحْمَرُ، حَمْرَاءُ (مؤنث) اَخْضَرُ، خَضْرَاءُ۔ اَبْیَضُ، بَیْضَاءُ۔ اَجْمَلُ جَمْلَاءُ۔ اَفْضَلُ، فُضْلیٰ(مؤنث)۔اَصْغَرُ،صُغْریٰ۔ اَحْسَنُ،حُسْنیٰ،اَدْنیٰ(دُنْیَا)۔

اگر اس کی مؤنث تائے تانیث کے ساتھ آئے پھر وہ غیر منصرف نہ ہو گا، جیسے اَرْمَلٌ (غریب آدمی، رنڈوا) ہے جس کی مؤنث اَرْمَلَۃٌ ہے۔ اگر وہ اصلاً وصف ہو لیکن وصف کے طور پر بھی استعمال کر لیا جاتا ہو وہ بھی غیر منصرف نہ ہو گا، جیسے اَرْنَبٌ ہے کہ یہ اصلاً تو خرگوش کے معنی میں ہے، لیکن بزدل (جَبَانٌ) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، تو یہ غیر منصرف نہیں ہے۔ اسی طرح اَرْبَعٌ بھی غیر منصرف نہیں کیونکہ اس کی مؤنث تائے تانیث کے ساتھ (اَرْبَعَۃٌ آتی ہے)۔

(۳) وہ اسم صفت معدول ہو، اور فُعَالُ یامَفْعَلُ کے وزن پر ہو۔ جیسے: اُحَادُو مَوْحَدُ (ایک ایک)۔ ثُنَاءُ و مَثْنَی (دو دو)۔ ثُلَاثُ وَ مَثْلَثُ (تین تین)۔ رُبَاعُ وَ مَرْبَعُ (چار چار)۔ خُمَاسُ وَ مَخْمَسُ (پانچ پانچ) سُدَاسُ وَ مَسْدَسُ (چھے چھے)۔ سُبَاعُ وَ مَسْبَعُ (سات سات)۔ ثُمَانُ وَ مَثْمَنُ (آٹھ آٹھ)۔تُسَاعُ وَ مَتْسَعُ (نو نو) عُشَارُوَ مَعْشَرُ (دس دس)۔

یا جیسے اُخَرُ ہے، جو اُخریٰ (آخَرُ کی مؤنث۔ دیگر) کی جمع ہے۔ یہ فُعَلُ کے وزن پر آخَرَ سے اسم معدول ہے لہٰذا غیر منصرف ہے۔

غیر مُنْصَرِفُ کا اعراب:

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے غیر منصرف پر تنوین ہر گز نہیں آ سکتی اور کسرہ بھی نہیں آ سکتی سوائے اس کے کہ اس پر 'اَلْ' لگ جائے یا وہ مضاف ہو جائے۔ مثلاً: جَاءَ اَحْمَدُ۔ رَأَیْتُ اَحْمَدَ۔ ذَهَبْتُ اِلیٰ اَحْمَدَ۔ آخری مثال میں احمد مجرور ہے لیکن دال کے نیچے زیر (یا دو زبریں) آنے کے بجائے زبر آئی ہے۔ پس غیر منصرف جب 'اَلْ' اور اضافت سے خالی ہو تو مجرور ہونے کی صورت میں اس پر زبر ہی آتی ہے۔

البتہ اگر اس پر 'اَلْ' (لام تعریف) داخل ہو جائے یا وہ مضاف ہو جائے تو حالتِ جرّ میں اس کے آخری حرف کے نیچے زیر آ سکتی ہے، جیسے: اِلَی الْمَدَارِسِ۔ فِیْ مَدَارِسِکُمْ۔ مَدَارِسُ منتھی الجموع ہونے کے سبب غیر منصرف ہے، پہلی مثال میں اس پر 'اَلْ' داخل ہو گیا ہے اور دوسری مثال میں وہ مضاف ہے اس لیے اس کی حالتِ جرّ کو کسرہ سے ظاہر کر دیا گیا ہے۔

اسم غیر مُنْصَرِفُ کی اقسام ایک نظر میں

نمبر شمار	اسم منصرف کی قسم	وضاحت	مثالیں
1.	آخر میں الف مقصورہ ہو	خواہ مذکر ہو یا مؤنث، مفرد ہو یا جمع، وصف	نَجْوٰی، رُجْعَی، قَتْلَی، رَضْوَی

		ہو یا اسم علم	
2.	آخر میں الف ممدودہ ہو	ایضاً	عُلَمَاءُ۔ اَنْبِیَاءُ۔ صَحْرَاءُ۔
3.	مَفَاعِلُ یا مَفَاعِیْلُ کے وزن پر	ایضاً	مَسَاجِدُ۔ مَسَاکِیْنُ۔ هَوَازِنُ۔
4.	اسم علم ہو اور	مذکر کا اسم علم ہو یا مؤنث کا	حَمْزَةُ۔ طَلْحَةُ۔ فَاطِمَةُ
(۱)	اس کے آخر میں تائے تانیث ہو		
(۲)	مؤنث کے لیے خاص ہو	خواہ مؤنث کی کوئی علامت نہ ہو	زَیْنَبُ، سُعَادُ۔ اَمَلُ۔
(۳)	مرکب امتزاجی ہو		حَضْرَ مَوْتُ، بَعْلَبَكُّ۔ سِیْبَوَیْهِ
(۴)	آخر میں الف و نون زائد ہوں	یعنی اصلی نہ ہوں	رَمَضَانُ۔ عُثْمَانُ۔ مَرْوَانُ
(۵)	عجمی ہو		یُوْسُفُ۔ اِبْرَاهِیْمُ۔ جِبْرِیْلُ
(۶)	فعل کے وزن پر ہو	ماضی، مضارع، امر کسی کے یعنی	اَحْمَدُ۔ تَغْلِبُ۔ یَشْكُرُ، یَزِیْدُ
(۷)	فُعَلُ کے وزن پر ہو	یعنی معدول ہو	عُمَرُ۔ زُفَرُ۔ مُضَرُ
5.	اسمِ صفت ہو اور		

(ا)	**فَعْلَانُ** کے وزن پر ہو	بشرطیکہ اس کی مؤنث **فَعْلَانَۃٌ** کے وزن پر نہ ہو	**عَطْشَانُ، غَضْبَانُ، سَکْرَانُ جَوْعَانُ**
(ب)	**اَفْعَلُ** کے وزن پر ہو	جس کی مؤنث **فَعْلَاءُ** یا **فُعْلیٰ** آتی ہو	**اَکْبَرُ۔ اَصْغَرُ۔ اَحْسَنُ**
(ج)	**فُعَالُ** یا **مَفْعَلُ** کے وزن پر ہو۔	یعنی معدول ہو	**اُحَادُ۔ خُمَاسُ۔ مَثْنٰی۔ مَسْبَعُ**

فعِل

جو کلمہ کسی زمانے میں کسی کام کے کرنے یا ہونے کو ظاہر کرے اسے فعل کہتے ہیں۔ زمانے تین ہیں: ماضی۔ حال۔ مستقبل۔ عربی زبان میں زمانہ ماضی کے لیے الگ صیغہ ہے لیکن حال اور مستقبل دونوں کے لیے ایک صیغہ ٔفعل ہے جسے مضارع کہتے ہیں۔ پس عربی میں فعل کی دو بڑی اقسام ہوئیں: فعل ماضی اور فعل مضارع۔

فعل ماضی اور اس کی اقسام

اگر کسی کام کا گزرے ہوئے زمانے میں کرنا یا ہونا پایا جائے تو اسے فعل ماضی کہے ہیں۔ فعل ماضی کی اقسام درج ذیل ہیں:

ماضی مطلق

اگر کسی قسم کا گذرے ہوئے زمانے میں کرنا یا ہونا پایا جائے، لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ وہ فعل ماضی قریب میں واقع ہوا یا ماضی بعید میں تو اسے ماضی مطلق کہتے ہیں یعنی قریب اور بعید کی شرط سے آزاد، صرف ماضی۔ اور اگر اس کا فاعل معلوم ہو تو اسے ماضی مطلق معروف کہیں گے اور اگر فاعل معلوم نہ ہو تو ماضی مطلق مجہول کہیں گے۔

عربی زبان میں تین حرفوں والے افعال کی ماضی مطلق معروف فَعَلَ۔

فَعِلَ۔ فَعُلَ کے وزن پر آتی ہے یعنی پہلے اور تیسرے حرف پر لازماً زبر آتی ہے البتہ دوسرے یعنی درمیان والے حف پر کسی فعل میں زبر کسی میں زیر اور کسی میں پیش آتی ہے۔ یہ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس کے بعد اس صیغے میں ایک یا ایک سے زیادہ حروف کا اضافہ کر کے دوسرے صیغے بنا لیے جاتے ہیں۔ یہ زائد حروف فاعل کے عدد (واحد، تثنیہ، جمع)، فاعل کی جنس (مذکر، مؤنث اور اس کے غائب، حاضر اور متکلم ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔ کسی فعل کے ان تمام کے صیغوں کے مجموعے کو گردان کہتے ہیں۔

فعل ماضی مطلق معروف کی گردان

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	**فَعَلَ** اس ایک مذکر نے کیا	**فَعَلَا** ان دو مذکر نے کیا	**فَعَلُوْا** ان سب مذکر نے کیا
	مؤنث	**فَعَلَتْ** اس ایک مؤنث نے کیا	**فَعَلَتَا** ان دو مؤنث نے کیا	**فَعَلْنَ** ان سب مؤنث نے کیا
حاضر	مذکر	**فَعَلْتَ** تو ایک مذکر نے کیا	**فَعَلْتُمَا** تم دو مذکر نے کیا	**فَعَلْتُمْ** تم سب مذکر نے کیا

	مؤنث	فَعَلْتِ تو ایک مؤنث نے کیا	فَعَلْتُمَا تم دو مؤنث نے کیا	فَعَلْتُنَّ تم سب مؤنث نے کیا
متکلم		فَعَلْتُ میں نے کیا	فَعَلْنَا ہم نے کیا	

نوٹ: جیسا کہ مندرجہ بالا گردان سے ظاہر ہے متکلم میں مذکر اور مؤنث کے لیے مشترکہ صیغے ہیں، نیز اس میں تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔ اس طرح کل چودہ صیغے بن گئے۔ چھ غائب کے، چھ حاضر کے اور دو متکلم کے۔

اس وزن پر ہم کسی بھی دیے گئے فعل سے فعل ماضی کی پوری گردان یعنی تمام صیغے بنا سکتے ہیں، مثلاً:

ذَهَبَ کا معنی ہے: وہ ایک مذکر گیا۔ اس سے گردان یوں بنے گی:

فعل	حرف کا اضافہ	صیغہ	معنی
ذَهَبَ	———	واحد مذکر غائب	وہ ایک مذکر گیا
ذَهَبَا	ذَهَبَ+ا	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو مذکر گئے
ذَهَبُوْا	ذَهَبَ+وْا (نیز تیسرے حرف پر پیش ڈالی)	جمع مذکر غائب	وہ سب مذکر گئے

ذَهَبَتْ	ذَهَبَ+تْ	واحد مؤنث غائب	وہ ایک مؤنث گئی
ذَهَبَتَا	ذَهَبَ+تَا	تثنیہ مؤنث غائب	وہ دو مؤنث گئیں
ذَهَبْنَ	ذَهَبْ+نَ (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	جمع مؤنث غائب	وہ سب مؤنث گئیں
ذَهَبْتَ	ذَهَبْ+تَ (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	واحد مذکر حاضر	تُو ایک مذکر گیا
ذَهَبْتُمَا	ذَهَبْ+تُمَا (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مذکر گئے
ذَهَبْتُمْ	ذَهَبْ+تُمْ (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	جمع مذکر حاضر	تم سب مذکر گئے
ذَهَبْتِ	ذَهَبْ+تِ (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	واحد مؤنث حاضر	تُو ایک مؤنث گئی
ذَهَبْتُمَا	ذَهَبْ+تُمَا (آخری حرف کو	تثنیہ مؤنث	تم دو مؤنث گئیں

	ساکن کر دیا)	حاضر	
ذَهَبْتُنَّ	ذَهَبْ+تُنَّ (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	جمع مؤنث حاضر	تم سب مؤنث گئیں
ذَهَبْتُ	ذَهَبْ+تُ (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	واحد متکلم	میں گیا/ گئی
ذَهَبْنَا	ذَهَبْ+نَا (آخری حرف کو ساکن کر دیا)	جمع متکلم	ہم (دو یا دو سے زیادہ) گئے/ گئیں

نوٹ:

۱۔ آخری نو صیغوں میں آخری یعنی تیسرے حرف کو ساکن کر دیتے ہیں۔

۲۔ تیسرے یعنی جمع مذکر غائب کے صیغے میں آخری یعنی تیسرے حرف پر زَبَر کے بجائے پیش ڈال دیتے ہیں۔

۳۔ تثنیہ کے لیے الف اور جمع مذکر غائب کے لیے واؤ اور جمع مؤنث کے لیے نون کا اضافہ کرتے ہیں۔

۴۔ واحد مؤنث غائب کے لیے تْ، تثنیہ مؤنث غائب کے لیے تَ اور واحد مؤنث حاضر کے لیے تِ کا اضافہ کرتے ہیں۔

۵۔ واحد مؤنث حاضر کے لیے تِ واحد مذکر حاضر کے لیے تَ کا اضافہ کرتے ہیں۔

۶۔ واحد متکلم کے لیے تُ اور جمع متکلم کے لیے نَا کا اضافہ کرتے ہیں۔

۷۔ تثنیہ مذکر حاضر اور تثنیہ مؤنث حاضر کے صیغے یکساں ہوتے ہیں۔

۸۔ جمع مذکر حاضر کے لیے آخر میں تُمْ اور جمع مؤنث حاضر کے لیے تُنَّ کا اضافہ کرتے ہیں۔

۹۔ **بارِزو مُستَتَر ضَمَاۤئِر:** اضافہ شد حروف یعنی: واحد متکلم، واحد مذکر و مؤنث حاضر کے لیے تاء، جمع متکلم کے لیے نَا، تثنیہ کے لیے الف اور جمع مذکر غائب کے لیے واؤ، جمع مؤنث کے لیے نون یہ سب مرفوع ضمائر متصلہ ہیں جو بارہ صیغوں میں آتی ہیں۔ یہ ضمیریں بارِز (ظاہر) ہیں، البتہ واحد مذکر غائب ہیں هُوَ اور واحد مؤنث غائب میں هِیَ کی پوشیدہ (مُسْتَتَر) ہے۔

۱۰۔ ان بارز اور پوشیدہ ضمیروں کی وجہ سے ہی ہم ذَهَبَ کا ترجمہ: وہ ایک مذکر گیا، ذَهَبَا کا ترجمہ: وہ دو مذکر گئے کرتے ہیں، یعنی خالی گیا، نہیں کرتے۔ اس طرح صرف ذَهَبَ بھی ایک مکمل جملہ فعلیہ ہے کہ اس میں فعل اور فاعل دونوں موجود ہیں۔

جملہ فعلیہ

جو جملہ فعل سے شروع ہوتا ہے اسے جملہ فعلیہ کہتے ہیں۔ اس کے قواعد درج ذیل ہیں:

۱۔ جملہ فعلیہ کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے فعل آتا ہے، پھر فاعل، پھر مفعول اور پھر فعل، فاعل یا مفعول سے متعلّق چیزیں۔ بسا اوقات مفعول کو فاعل سے پہلے بھی لے آتے ہیں۔ فاعل ہمیشہ مرفوع اور مفعول ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔

۲۔ فعل ہمیشہ واحد کے صیغے میں آتا ہے، مذکر کے لیے مذکر کا صیغہ اور مونث کے لیے مونث کا صیغہ، خواہ فاعل واحد ہو، تثنیہ ہو یا جمع ہو۔

۳۔ غیر ذوی العقول مذکر کی جمع مکسّر کے لیے واحد مونث کا صیغہ آتا ہے۔

۴۔ اگر فاعل اسمِ ظاہر نہ ہو بلکہ اسمِ ضمیر ہو تو پھر فعل فاعل کی مطابقت میں واحد، تثنیہ اور جمع کے صیغے میں آتا ہے، لیکن مذکر کی جمع مکسّر کے لیے جو غیر ذوی العقول کے لیے ہو اس کا فعل ہر حالت میں واحد مونث کے صیغے میں آئے گا۔

مثالیں:

ا۔ذَهَبَ رَجُلٌ	فاعل اسم ظاہر	ب۔ذَهَبَتْ اِمْرَأَةٌ	فاعل اسم ظاہر

ذَهَبَ رَجُلَانِ ذَهَبَ رِجَالٌ	اور مذکر ہے۔ اس کے واحد تثنیہ اور جمع تینوں صیغوں کے لیے فعل واحد مذکر کے صیغے میں آیا ہے۔	ذَهَبَتْ اِمْرَأَتَانِ ذَهَبَتْ نِسَاءٌ	اور مونث ہے۔ اس کے واحد تثنیہ اور جمع تینوں صیغوں کے لیے فعل واحد مونث کے صیغے میں آیا ہے۔
ج۔ اَكَلَتْ ذِئَابٌ (بھیڑیوں نے کھایا) خَرَجَتْ اُسُدٌ (شیر نکلے) نَبَحَتْ كِلَابٌ (کتے بھونکے)	فاعل اسم ظاہر مذکر ہے مگر جمع مکسّر ہے۔ اس لیے واحد مونث کے صیغے میں آیا ہے	د۔ ذَهَبُوْا (وہ سب مرد گئے) ذَهَبَا (وہ سب مرد گئے)	فاعل اسم ضمیر ہے اس لیے فعل اپنے فاعل کی مطابقت میں جمع مذکر، جمع مونث اور تثنیہ مذکر کے صیغے میں آیا ہے

۵۔ اَلرِّجَالُ ذَهَبُوْا اَلرِّجُلَانِ ذَهَبَا اَلنِّسَاءُ ذَهَبْنَ	یہ تینوں اسمیہ جملے ہیں کیونکہ اسم سے شروع ہوتے ہیں۔ پہلا حصّہ جو کہ اسم ہے مبتدا ہے۔ دوسرا حصّہ جو کہ جملہ فعلیہ ہے اس مبتدا کی خبر ہے۔ جملہ فعلیہ

	(ذَهَبُوْا۔ ذَهَبَا۔ ذَهَبْنَ) میں فعل کا فاعل اسمِ ظاہر نہیں بلکہ اسم ضمیر ہے جو مبتدا ی طرف لوٹ رہی ہے۔ چونکہ فاعل اسمِ ضمیر ہے اس لیے فعل فاعل کی مطابقت میں جمع اور تثنیہ کے صیغے میں آیا ہے۔ الرِّجال، الرَّجلان اورالنِّاء مبتدا ہیں، فاعل ہر گز ہر گز نہیں۔ فاعل کبھی فعل سے پہلے نہیں آتا
و۔ اَلذِّئَابُ اَكَلَتْ اَلْاُسُدُ خَرَجَتْ اَلْكِلَابُ نَبَحَتْ	یہ تینوں بھی اسمیہ جملے ہیں کیونکہ اسم سے شروع ہوتے ہیں۔ اِلذِّئَابُ۔ اَلْاُسُدُ۔ اَلْكِلَاب مبتدا ہیں۔ اَكَلَتْ۔ خَرَجَتْ۔ نَبَحَتْ جملہ فعلیہ بن کر اپنے مبتدا کی خبر ہیں۔ ان تینوں فعلیہ جملوں میں فاعل اسم ضمیر ہے جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ضمیر کا مرجع چونکہ مذکر کی جمع مکسّر ہے جو غیر ذوی العقول میں سے ہے اس لیے فعل واحد مونث کے صیغے میں آیا ہے۔
ز۔ قَرَأَ زَيْدٌ كِتَابًا كَتَبَ مَحْمُوْدٌ رِسَالَةً	(زید نے ایک کتاب پڑھی) اِلٰى صَدِيْقِهٖ (محمود نے اپنے دوست کو ایک خط لکھا)
طَبَخَتْ اُمِّيَ طَعَامًا لَذِيْذًا	(میری ماں نے مزیدار کھانا پکایا)

ان تینوں مثالوں پر غور کیجیے۔ پہلی مثال میں سب سے پہلے فعل (قَرَأَ)

آیاہے، پھر فَاعل (زَیْدٌ) اور پھر مفعول (كِتَابًا) آیا ہے۔

دوسری مثال میں سب سے پہلے فعل (كَتَبَ)، پھر فَاعِل (مُحْمُوْدٌ)، اس کے بعد مفعول (رِ سَالَةً) اور سب سے آخر میں مفعول (طَعَامًا لَذِيْذًا) جو مرکب توصیفی ہے)

ماضی مطلق مجہول:

فعل ماضی مطلق میں اگر فاعل معلوم نہ ہو تو اسے ماضی مطلق مجہول کہتے ہیں۔ ماضی مطلق مجہول میں جو مفعول ہوتا ہے اسے اَلمفعول مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ (ایسا مفعول جس کا فاعل مذکور نہیں) کہتے ہیں اور سہولت کے لیے اسے نائب فاعل بھی کہہ دیتے ہی۔ یہ فاعل ہرگز نہیں بلکہ مفعول ہوتا ہے لیکن چونکہ فعل کے فوراً بعد آتا ہے جو کہ فاعل کے آنے کی جگہ ہے اور فاعل کی طرح یہ بھی مرفوع ہوتا ہے اس لیے اسے نائب فاعل کہہ دیتے ہیں۔

اَفعال دو طرح کے ہوتے ہیں: لازم اور متعدّی، فعل لازم وہ فعل ہوتا ہے جو مفعول کو نہیں چاہتا، بلکہ صرف فاعل کے ساتھ ہی اس کا مفہوم مکمل ہو جاتا ہے، جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ (زید گیا) اس میں ذَهَبَ فعل لازم ہے جس کا مفہوم اس کے فاعل زَيْدٌ کے آنے سے مکمل ہو گیا۔ فعل متعدّی اس فعل کو کہتے ہیں جو مفعول کو بھی چاہتا ہے، یعنی جب تک فاعل کے علاوہ مفعول بھی مذکور نہ ہو جائے اس کا مفہوم مکمل نہیں ۔ مثلاً: اَكَلَ زَيْدٌ (زید نے کھایا) اس میں اَكَلَ فعل متعدّی ہے اور زَيْدٌ اس کا فاعل۔ صرف فاعل کا ذکر کر دینے سے مفہوم مکمل

نہیں ہوا، بلکہ بات ادھوری رہ گئی۔ سننے والے کو یہ جاننے کی طلب رہی کہ زید نے کیا کھایا۔ اگر یہ کہہ دیں کہ: اَکَلَ زَیْدٌ تُفَّاحًا (زید نے سیب کھایا) تو مفہوم مکمل ہو جائے گا۔

فعل مجہول صرف فعل متعدّی سے بنتا ہے۔ اس کا بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ماضی مطلق معروف کے پہلے حرف پر زَبَر ہٹا کر پیش لگا دیں اور دوسرے یعنی درمیان والے حرف کے نیچے زیر لگا دیں (اگر پہلے سے اس پر زیر نہ ہو) جیسے: کَتَبَ سے کُتِبَ۔ عَلِمَ سے عُلِمَ۔ سَمِعَ سے سُمِعَ۔ فَتَحَ سے فُتِحَ۔ باقی صیغے حسبِ سابق بنیں گے۔

ماضی مطلق مجہول کی گردان:

مثال کے طور پر نَصَرَ سے ماضی مطلق مجہول کی گردان اس طرح بنے گی: نُصَرَ (اس ایک مذکر کی مدد کی گئی) نُصِرَا۔ نُصِرُوا۔ نُصِرَتْ۔ نُصِرَتَا۔ نُصِرْنَ۔ نُصِرْتَ۔ نُصِرْتُمَا۔ نُصِرْتُمْ، نُصِرْتِ، نُصِرْتُمَا۔ نُصِرْتُنَّ۔ نُصِرْتُ۔ نُصِرْنَا۔

ماضی قریب:

ماضی مطلق سے پہلے قَدْ لگا دیں تو ماضی قریب بن جاتی ہے۔ صیغوں کے بدلنے سے قَدْ نَصَرَا (ان دو مردوں نے مدد کی ہے)۔ قَدْ نَصَرْتُنَّ (تم سب عورتوں نے مدد کی ہے) وغیرہ۔ ماضی مطلق مجہول سے پہلے قَدْ لگا دیں تو ماضی قریب مجہول بن جائے گی، جیسے: قَدْ نُصِرَ (اس ایک مرد کی مدد کی گئی ہے)۔

ماضی بعید:

ماضی مطلق سے پہلے کَانَ لگا دیں تو ماضی بعید بن جاتی ہے، لیکن صیغے بدلنے سے کَانَ کا صیغہ بھی بدلے گا۔ ماضی بعید کی گردان درجِ ذیل ہے:

کَانَ ذَهَبَ (وہ گیا تھا) کَانَا ذَهَبَا۔ کَانُوْا ذَهَبُوْا۔ كَانَتْ ذَهَبَتْ۔ كَانَتَا ذَهَبَتَا۔ كُنَّ ذَهَبْنَ، كُنْتَ ذَهَبْتَ، كُنْتُمَا ذَهَبْتُمَا، كُنْتُمْ ذَهَبْتُمْ۔ كُنْتِ ذَهَبْتِ۔ كُنْتُمَا ذَهَبْتُمَا۔ كُنْتُنَّ ذَهَبْتُنَّ۔ كُنْتُ ذَهَبْتُ۔ كُنَّا ذَهَبْنَا۔

ماضی بعید مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ماضی مطلق مجہول سے پہلے کَانَ لگا دیجیے، جیسے: کَانَ نُصِرَ (اس کی مدد کی گئی تھی) کَانَا نُصِرَ (ان دو مردوں کی مدد کی گئی تھی)۔

ماضی منفی:

فعل ماضی سے پہلے مَا لگا دینے سے ماضی منفی بن جاتی ہے، جیسے: مَاذَهَبَ (وہ نہیں گیا)۔ مَاذَهَبَا (وہ دو مرد نہیں گئے)۔ مَاذَهَبُوْا (وہ سب مرد نہیں گئے)۔ ہر صیغے کے ساتھ مَا لگتا ہے اور صیغے کے بدلنے سے مَا میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اگر ماضی کے دو فعلوں کی نفی کرنی ہو (دونوں کے درمیان میں حرف عطف لا کر) تو اس صورت میں مَا کے بجائے لَا لگاتے ہیں، جیسے: لَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی (نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی) دوسرے لفظوں میں مَا صرف ایک بار آتا ہے اور لَا مکرّر (دوبار) آتا ہے۔

فعل لازم سے ماضی مجہول:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے **فعل مجہول** صرف **فعل** متعدّی سے بنتا ہے **فعل** لازم سے نہیں آتا۔ اگر **فعل** لازم سے مجہول کا معنی حاصل کرنا مطلوب ہو تو حسبِ قاعدہ **فعل** کا مجہول صیغہ بنا کر اس کے بعد بہٖ کا اضافہ کر دیں گے۔ یہ ضمیر نائب فائل کے مطابق بدلتی رہے گی۔ اس کی گردان اس طرح ہو گی:

ذُهِبَ بِهٖ (اس ایک مرد کو لے جایا گیا)۔ **ذُهِبَ بِهِمَا** (ان دو مَردوں کو لے جایا گیا)

ذَهِبَ بِهِمْ، ذُهِبَ بِهَا، ذُهِبَ، بِهِمَا، ذُهِبَ بِهِنَّ، ذُهِبَ بِكَ، ذهِبَ، بِكُمَا، ذُهِبَ بِكُنَّ۔ ذُهِبَ بِیْ ذُهِبَ بِنَا۔

فعل مُضارِع

عربی زبان میں حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے لیے ایک مشترکہ فعل ہے، یعنی مضارع، معرب اور مبنی والے سبق میں یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ افعال میں سے صرف فعل مضارع کے بارہ صیغے (جمع مؤنث غائب و حاضر کے دو صیغے چھوڑ کر جو کہ مبنی ہیں) معرب ہیں۔ یہ بارہ صیغے مرفوع ہیں۔ واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم۔ ان پانچ صیغوں میں حالتِ رفع کو آخری حرف پر ایک پیش ڈال کر ظاہر کیا جاتا ہے۔ تثنیہ مذکر غائب، تثنیہ مذکر حاضر اور تثنیہ مؤنث غائب و حاضر ان چار صیغوں میں حالتِ رفع کو تثنیہ کے الف کے بعد نون مکسورہ (نِ) کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ جمع مذکر غائب، جمع مذکر اور حاضر اور واحد مؤنث حاضر کے صیغوں میں حالتِ رفع کو نون مفتوحہ (نَ) کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان سات صیغوں کے نون کو نون اعرابی کہتے ہیں۔

فعل مضارع بنانے کا طریقہ:

فعل مضارع ماضی سے بنتا ہے۔ اس کا طریقہ درج ذیل ہے:

ماضی کے صیغے سے پہلے مضارع کی چار علامتوں (ا۔ت۔ی۔ن) میں سے مناسب علامت لگائیے۔ الف صرف واحد متکلم اور نون صرف جمع متکلم کے

صیغے سے پہلے لگتا ہے۔ 'ی' چار صیغوں سے پہلے آتی ہے: مذکر غائب کے تین صیغے اور جمع مؤنث غائب۔ باقی آٹھ صیغوں، یعنی واحد و تثنیہ مؤنث غائب اور مذکر و مؤنث حاضر کے چھ صیغو میں 'ت' لگتی ہے۔

علامت مضارع لگانے کے بعد پہلے حرف کو ساکن کر دیں۔ الف تثنیہ کے بعد نون مکسورہ، واوِ جمع کے بعد نون مفتوحہ اور واحد مؤنث حاضر کے صیغے میں آخری حرف کے بعد 'یْنَ' کا اضافہ کر دیں۔

فعل مضارع کی گردان

گردان	صیغہ	معنی
يَفْعَلُ	واحد مذکر غائب	وہ ایک مرد کرتا ہے یا کرے گا
يَفْعَلَانِ	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو مرد کرتے ہیں یا کریں گے
يَفْعَلُوْنَ	جمع مذکر غائب	وہ سب مرد کرتے ہیں یا کریں گے
تَفْعَلُ	واحد مؤنث غائب	وہ ایک عورت کرتی ہے یا کرے گی
تَفْعَلَانِ	تثنیہ مؤنث غائب	وہ دو عورتیں کرتی ہیں یا کریں گی
يَفْعَلْنَ	جمع مؤنث غائب	وہ سب عورتیں کرتی ہیں یا کریں گی
تَفْعَلُ	واحد مذکر حاضر	تُو ایک مرد کرتا ہے یا کرے گا
تَفْعَلَانِ	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مرد کرتے ہو یا کرو گے
تَفْعَلُوْنَ	جمع مذکر حاضر	تم سب مرد کرتے ہو یا کرو گے
تَفْعَلِيْنَ	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت کرتی ہے یا کرے گی

تَفْعَلَانِ	تثنیہ مؤنث حاضر	تم دو عورتیں کرتی ہو یا کرو گی
تَفْعَلْنَ	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتیں کرتی ہو یا کرو گی
اَفْعَلُ	واحد متکلم	میں کرتا / کرتی ہوں یا کروں گا / گی
نَفْعَلُ	جمع متکلم	ہم کرتے / کرتی ہیں یا کریں گے / گی

نوٹ: فعل ماضی کی طرح مضارع میں بھی درمیان والے حرف پر بعض اَفعال میں زَبَر، بعض میں پیش اور بعض میں زیر آتی ہے۔ جیسے: كَتَبَ سے يَكْتُبُ۔ جَلَسَ سے يَجْلِسُ اور فَتَحَ سے يَفْتَحُ میں ہے۔ اس کی وضاحت ابوابِ ثُلاثِی مُجرَّد کے سبق میں آئے گی، تاہم اس سے گردان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

فعل مضارع کے ساتھ نونِ تاکید:

فعل مضارع کے آخر میں نون ثقیلہ (شد والا= نّ) یا نون خفیفہ (بغیر شد کے =نْ) لگا دیں تو ایک تو مضارع زمانۂ مستقبل کے لیے خاص ہو جاتا ہے اور دوسرے اس میں تاکید کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے نونِ تاکید کہتے ہیں۔

جب مضارع کے صیغے کے آخر میں نونِ تاکید کا اضافہ کرتے ہیں تو اس کے شروع میں لامِ مفتوح (زبر والا لام) بھی لازماً لگاتے ہیں (لام کے بجائے کبھی اِمَّا بھی لگا دیتے ہیں)، یہ بھی نون کی طرح تاکید کا معنی دیتا ہے، اس لیے اسے لامِ تاکید کہتے ہیں۔ نون ثقیلہ مضارع کے تمام صیغوں کے آخر میں لگایا جا سکتا ہے لیکن نون خفیفہ صرف آٹھ صیغوں کے ساتھ آ سکتا ہے اور چھے صیغوں (تثنیہ کے چار اور جمع مؤنث غائب و حاضر کے دو صیغوں) کے ساتھ نہیں آتا۔ يَذْهَبُ

کا معنی ہے: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔ لَیَذْھَبَنَّ اور لَیَذْھَبَنْ کا معنی ہے: وہ ضرور جائے گا۔ یَذْھَبُ کے ساتھ نون ثقیلہ و خفیفہ لگانے سے گردان اس طرح بنے گی:

گردان بہ نون ثقیلہ	گردان بہ نون خفیفہ	صیغے میں لفظی تغیرات	صیغہ	معنی
لَیَذْھَبَنَّ	لَیَذْھَبَنْ	تیسرے حرف (باء) پر زبر	واحد مذکر غائب	وہ ضرور جائے گا
لَیَذْھَبَانِّ	X	نون اعرابی گر گیا	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو ضرور جائیں گے
لَیَذْھَبُنَّ	لَیَذْھَبُنْ	نون اعرابی اور واؤ گر گئی	جمع مذکر غائب	وہ سب ضرور جائیں گے
لَتَذْھَبَنَّ	لَتَذْھَبَنْ	تیسرے حرف پر زبر	واحد مؤنث غائب	وہ ضرور جائے گی
لَتَذْھَبَانِّ	X	نون اعرابی گر گیا	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو ضرور جائیں گی
لَیَذْھَبْنَانِّ	X	جمع مؤنث کے نون کے بعد الف کا اضافہ	جمع مؤنث غائب	وہ سب ضرور جائیں گی
لَتَذْھَبَنَّ	لَتَذْھَبَنْ	تیسرے حرف پر زبر	واحد مذکر حاضر	تو ضرور جائے گا

لَتَذهَبَانِّ	X	نون اعرابی گر گیا	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو ضرور جاؤ گے
لَتَذْهَبْنَانِّ	X	جمع مؤنث کے نون کے بعد الف کا اضافہ	جمع مؤنث حاضر	تم سب ضرور جاؤ گی
لَاَذْهَبَنَّ	لَاَذْهَبَنْ	تیسرے حرف پر زبر	واحد متکلم	میں ضرور جاؤں گا / گی
لَنَذْهَبَنَّ	لَنَذْهَبَنْ	تیسرے حرف پر زبر	جمع متکلم	ہم ضرور جائیں گے / گی

مضارع مجہول

مضارع مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل متعدی کے مضارع معروف کے صیغے کو لے لیجیے، علامت مضارع (ی، ت، ا، یان) پر پیش لگا دیجیے اور درمیان والے حرف (عین کلمہ) پر زبر ڈال دی،، جیسے: یَنْصُرُ سے یُنْصَرُ، یَقْتُلُ سے یُقْتَلُ۔ باقی گردان اسی طرح رہے گی۔ مثلاًیَنْصُرُ سے مضارع مجہول کی گردان اس طرح ہو گی:

یُنْصَرُ (اس ایک مرد کی مدد کی جاتی ہے یا کی جائے گی) یُنْصَرَان۔ یُنْصَرُوْنَ، تُنْصَرُ۔ تُنْصَرَانِ۔ یُنْصَرْنَ۔ تُنْصَرْنَ۔ تُنْصَرُ۔ تُنْصَرُ۔ تُنْصَرَانِ۔ تُنْصَرُوْنَ۔ تُنْصَرِیلنَ تُنْصَرَانِ۔ تُنْصَرْنَ۔ اُنْصَرُ۔ نُنْصَرُ۔

مضارع منفی:

فعل مضارع سے پہلے لَا (یا مَا) لگا دینے سے مضارع منفی بن جاتا ہے، جیسے: لَا يَنْصُرَ (وہ مدد نہیں کرتا / کرے گا) لَایُنْصَرُ (اس ایک مرد کی مدد نہیں کی جاتی / جائے گی)۔

مضارع مختص بہ حال:

اگر فعل مضارع سے پہلے لامِ مفتوح (لَ) لگا دیں تو پھر مضارع صرف حال سے خاص ہو جاتا ہے اور مستقبل کے معنی نہیں دیتا، جیسے: لَيَنْصُرُ (وہ مدد کرتا ہے) لَيَكْتُبُ (وہ لکھتا ہے)۔

مضارع مختص بہ مستقبل:

اگر فعل مضارع سے پہلے سین مفتوحہ (سَ) یا سَوْفَ لگا دیں تو وہ مستقبل کے لیے خاص ہو جات ہے اور پھر حال کے معنی نہیں دیتا، 'سَ' لگانے سے مستقبل قریب کا معنی حاصل ہوتا ہے اور سَوْفَ لگانے سے مستقبل بعید کا معنی حاصل ہوتا ہے۔ جیسے: سَيَنْصُرُ (وہ ابھی یا عنقریب مدد کرے گا) سَوْفَ يَنْصُرُ (وہ کچھ دیر میں مدد کرے گا) سَيَذْهَبَانِ (وہ دو مرد ابھی جائیں گے) سَوْفَ يَذْهَبَانِ (وہ دو مرد کچھ دیر بعد جائیں گے)۔

مضارع سے ماضی اِستمراری:

اگر فعل مضارع سے پہلے کَانَ لگا دیں تو ماضی استمراری کا معنی حاصل

ہو جائے گا جیسے: کَانَ یَذْھَبُ (وہ جات تھا یا جایا کرتا تھا) پوری گردان اس طرح ہو گی:

کَانَ یَذْھَبُ۔ کَانَ یَذْھَبَانِ۔ کَانُوْا یَذْھَبُوْنَ۔ کَانَتْ تَذْھَبُ۔ کَانَتَا تَذْھَبَانَ۔ کُنَّ یَذْھَبْنَ۔ کُنْتَ تَذْھَبُ، کُنْتُمَا تَذْھَبَانِ۔ کُنْتُمْ، تَذْھَبُوْنَ، کُنْتِ تَذْھَبِیْنَ، کُنْتُمَا تَذْھَبَانِ۔ کُنْتُنَّ تَذْھَبْنَ، کُنْتُ اَذْھَبُ، کُنَّا نَذْھَبُ۔

مضارع سے پہلے قَدْ:

اگر فعل مضارع سے پہلے حرف قَدْ لگا دیا جائے تو اس سے معنی میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے: (۱) شک یا احتمال کا معنی پیدا ہو جات ہے۔ مثلاً: قَدْ یَحْضُرَ صَدِیْقِی ہو سکتا ہے کہ میرا دوست آ جائے)۔(۲) تقلیل کا معنی پیدا ہو جاتا ہے، جیسے: قَدْ یَجُوْدُ الْبَخِیْلُ (کبھی کبھار کنجوس آدمی بھی سخاوت کر لیٹ ہے) قَدْ یَنْزِلُ الْمَطَرُ فِی الصَّحْرَاءِ (بسا اوقات کبھی کبھار صحرا میں بارش ہو جاتی ہے)۔ (۳) تکثیر کے معنی دیتا ہے، جیسے: قَدْ یَجُوْدُ اَکْرِیْمُ (کریم آدمی سخاوت کرتا ہے)۔

مضارع سے ماضی منفی بذریعہ لَمْ۔لَمَّا

اگر فعل مضارع سے پہلے لَمْ یا لَمَّا لگا دیں تو فعل مضارع لفظاً تو مضارع ہی رہتا ہے لیکن معنی ماضی منفی کا دیتا ہے۔ دوسری تبدیلی یہ واقع ہوتی ہے کہ مضارع پر جزم آ جاتی ہے اور اس جزم کا اظہار اس طرح ہوتا ہے:

الف۔ جن پانچوں صیغوں (واحد مذکر غائب۔ واحد مونث غاوب۔

واحد مذکر حاضر۔ واحد متکلّم۔ جمع متکلّم) کے آخری حرف پر پیش آتی ہے وہ سکون میں بدل جاتی ہے۔

ب۔ جن سات صیغوں کے آخر میں نون اعرابی (رفع کے اظہار کے لیے آتا ہے وہ گر جاتا ہے۔

ج۔ جمع مؤنث غائب و حاضر کا نون چونکہ اعرابی نہیں بلکہ ضمیر کا نون ہے اس لیے وہ نہیں گرتا، یعنی یہ دونوں صیغے اپنے حال پر قائم رہتے ہیں، ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

د۔ اگر تیسرا یعنی آخری حروفِ عِلّت (الف واؤ۔ یاء) میں سے ہو وہ گر جاتا ہے۔

چنانچہ یَذْهَبُ کا معنی ہے: وہ ایک مرد جاتا ہے یا جائے گا۔لَمْ یَذَهَبْ کا معنی ہے: وہ ایک مرد نہیں گیا۔ لَمَّا یَذْهَبْ کا معنی ہے: وہ ایک مرد ابھی تک نہیں گیا۔یَذْهَبُ سے پہلے لَمْ لگائیں تو گردان اس طرح ہو گی:

لَمْ یَذْهَبْ۔ لَمْ یَذْهَبَا۔ لَمْ یَذْهَبُوْا، لَمْ تَذْهَبْ لَمْ تَذْهَبَا، لَمْ یَذْهَبْنَ، لَمْ تَذْهَبْ، لَمْ تَذْهَبْنَا، لَمْ تَذْهَبُوْا۔ لَمْ تَذْهَبِیْ، لَمْ تَذْهَبَا، لَمْ تَذْهَبُوْا، لَمْ تَذْهَبِیْ، لَمْ تَذْهَبَا، لَمْ تَذْهَبْنَ، لَمْ اَذْهَبْ، لَمْ نَذْهَبْ۔

مَا۔لَمْ۔لَمَّا میں فرق:

فعل ماضی کے صیغے سے پہلے مَا لگا دیں تو ماضی منفی بن جاتی ہے، جیسے: مَاذَهَبَ (وہ نہیں گیا) اور فعل مضارع سے پہلے لَمْ یا لَمَّا لگا دیں تو بھی ماضی منفی

کا معنی حاصل ہوتا ہے۔ ان تینوں حروف سے بننے والی ماضی منفی قدرے مختلف معنی رکھتی ہے۔ مَا ذَهَبَ کا معنی ہے: وہ ماضی قریب میں نہیں گیا۔ لَمْ یَذْهَبْ کا معنی ہے: وہ پورے زمانۂ ماضی میں نہیں گیا۔ لَمَّا یَذْهَبْ کا معنی ہے: وہ پورے زمانۂ ماضی میں بات کرنے والے کے بات کرنے تک نہیں گیا۔ لَمَّا سے جو ماضی منفی بنتی ہے اس میں یہ توقع بھی مفہوم ہوتی ہے کہ جو فعل ابھی تک نہیں ہوا شاید آئندہ ہو جائے جبکہ لَمْ یا مَا سے بننے والی ماضی منفی میں یہ توقع مفہوم نہیں ہوتی۔ مثلاً:

مَا اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ: آسمان نے بارش (ماضی قریب میں) نہیں برسائی۔

لَمْ تُمْطِرِ السَّمَاءُ: آسمان نے (پورے زمانہ ماضی میں) بارش نہیں برسائی۔

لَمَّا تُمْطِرِ السَّمَاءُ: آسمان نے ابھی تک بارش نہیں برسائی (البتہ توقع ہے کہ آئندہ بارش برسائے)

اسی طرح مثلاً، سورہ الحجرات میں آیا ہے:

وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ، یعنی: اور ابھی تک ایمان تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا (البتہ توقع ہے کہ مستقبل میں داخل ہو جائے)۔

مضارع سے پہلے أَنْ۔ لَنْ۔ کَیْ۔ اِذَنْ:

یہ چاروں حرف فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں۔ یعنی جب یہ فعل مضارع سے پہلے آتے ہیں تو مضارع کے جن پانچ صیغوں میں آخری حرف پر پیش ہوتی ہے وہ زبر میں بدل جاتی ہے اور سات صیغوں سے نون اعرابی گر جاتا

ہے۔ بس جمع مؤنث غائب وہ حاضر کے دو صیغوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، ان کا نون بر قرار رہتا ہے۔ ان حروف کے استعمال کی صورت درج ذیل ہے:

ا۔ أَنْ۔ اسے أَنْ مصدر کہتے ہیں۔ وہی معنی دیتا ہے جو انگریزی کا لفظ that (کہ) دیتا ہے۔ مضارع کے زمانے کو مستقبل کے لیے خاص کر دیتا ہے۔ جیسے: عَلَيْكَ أَنْ تَنْصُرَ أَخَاكَ (تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنے بھائی کی مدد کرے)۔ اگر اَنْ کے بعد لَا آئے تو ان دونوں کو ملا کر یُوں لکھتے ہیں: أَلَّاَ۔

لام (لِ)، حتّٰی اور فأ سَبَبِيّہ (یعنی جو سبب بیان کرنے کے لیے آئے) کے بعد أَنْ کو نہ بولا جاتا ہے اور نہ لکھا جاتا ہے، بلکہ پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔(یعنی understoodہوتا ہے)۔ جیسے:

ضَرَبَ عَدُوَّهٗ لِيَقْتُلَهٗ[1] اس نے اپنے دشمن پر وار کیا تاکہ اسے قتل کر دے)۔ اَنْتَظِرُ لَكَ حَتّٰى تَعُوْدَ (میں تیرا انتظار کروں گا یہاں تک کہ واپس آ جائے)۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)۔ ان مثالوں میں بالترتیب يَقْتُلَ، تَعُوْدَ، تَفْشَلُوْا اور تَذْهَبَ منصوب ہوئے ہیں کیونکہ ان سے پہلے أَنْ مضمر (پوشیدہ) ہے۔

۲۔ لَنْ۔ یہ حرف مضارع کو مستقبل کے لیے خاص کر دیتا ہے (یعنی پھر

---

1 لامِ جرّ کے بعد اَنْ کو ظاہر کرنا بھی جائز ہے، یعنی لِأَنْ يَقْتُلَه بھی درست ہے۔

مضارع زمانۂ حال کا معنی نہیں دیتا) اور مستقبل کی نفی کا معنی دیتا ہے۔ جیسے: لَنْ أَشْرَبَ الشَّایَ (میں چائے نہیں پیوں گا) لَنْ یَذْهَبَ (وہ نہیں جائے گا)۔ اس کے ساتھ 'یَذهب کی گردان یُوں ہو گی:

لَنْ یَّذْهَبَ، لَنْ یَّذْهَبَا، لَنْ یَّذْهَبُوْا، لَنْ تَذْهَبَ، لَنْ تَذْهَبَا، لَنْ یَّذْهَبْنَ، لَنْ تَذْهَبَ، لَنْ تَذْهَبَا، لَنْ تَذْهَبُوْا، لَنْ تَذْهَبِیْ، لَنْ تَذْهَبَا، لَنْ تَذْهَبْنَ، لَنْ اَذْهَبَ، لَنْ نَذْهَبَ۔

۳۔ کَیْ۔ اس سے پہلے لامِ جرّ آتا ہے اور تا کہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

یہ جواب کا معنی دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی کہے: مَاذا تَفْعَلُ لَوْ رَأَیْتَ بَائِسًا؟ (اگر تو کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو کیا کرے گا؟) تو وہ جواب میں کہے: اِذَنْ أَبْذُلَ طَاقَتِیْ فِیْ تَخْفِیْفِ بُؤْسِهٖ (تب میں اس کی خستہ حالی کو کم کرنے کے لیے طاقت صرف کر دوں گا)۔

فعل اَمُر

تعریف:

اگر زمانۂ مستقبل میں کسی کام کے کرنے کا حکم، طلب یا التماس پائی جائے تو اسے فعل امر کہتے ہیں۔ حکم وغیرہ مخاطب (حاضر) کو دیا جائے تو اسے اَمر حاضر کہتے ہیں اور غائب و متکلم کو حکم دیا جائے تو اسے امر غائب کہتے ہیں۔ عربی زبان میں امر حاضر اور امر غائب دونوں فعل مضارع سے بنتے ہیں، لیکن دونوں کے بنانے کا طریقہ جدا جدا ہے۔

امر حاضر بنانے کا طریقہ

امر حاضر معروف فعل مضارع معروف سے بنتا ہے۔ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:

۱۔ واحد مذکر حاضر کا صیغہ لے کر علامتِ مضارع (یاء۔ تاء۔ الف۔ نون) کو دور کر دیں۔

۲۔ علامتِ مضارع ہٹانے کے بعد دیکھیں کہ پہلا حرف متحرک ہے یا ساکن۔ اگر متحرک ہو تو اس کے آخری حرف کو ساکن کر دیں۔ اور اگر آخر میں حرفِ علّت (الف۔ واؤ۔ یاء) ہو تو اسے گرا دیں۔ مثلاً:

وَعَدَ (اس نے وعدہ کیا) سے فعل مضارع کا واحد مذکر حاضر کا صیغہ بنتا

ہے: تَعِدُ۔ علامتِ مضارع (تاء) کو ہٹایا تو رہ گیا: عِدُ۔ یعنی پہلا حرف (عین) متحرک ہے لہٰذا آخری حرف یعنی دال کو ساکن کر دیں گے تو عِدْ بن جائے گا جس کا معنی ہے: تو ایک مرد وعدہ کر۔ اسی طرح تَصِلُ سے صِلْ (تو ملا۔ جوڑ)۔ تَدَعُ سے دَعْ (تو چھوڑ)۔ تَقِیْ (تو بچتا ہے) سے قِ۔

۳۔ اگر علامتِ مضارع کو ہٹانے کے بعد پہلا حرف ساکن ہو تو اس کے شروع میں ہمزہ لگائیں گے۔ اگر دوسرے یعنی درمیان والے حرف (عین کلمہ) پر پیش ہو تو ہمزہ پر بھی پیش ڈال دیں گے اور اگر اس پر زبر یا زیر ہو تو دونوں صورتوں میں ہمزہ کے نیچے زیر ڈال دیں گے، جیسے:

تَکْتُبُ سے اُکْتُبْ (تو ایک مرد لکھ)۔ تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ (تو ایک مرد مدد کر) تَسْمَعُ سے اِسْمَعْ (تو ایک مرد سُن)۔ تَفْتَحُ سے اِفْتَحْ (تو ایک مرد کھول) تَجْلِسُ سے اِجْلِسْ (تو ایک مرد بیٹھ)۔ تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ (تو ایک مرد مار) تَدْعُوْ سے اُدْعُ (آخر سے حرف علت واؤ گرا دی۔ تو ایک مرد بُلا)۔ تَخْشِیْ سے اِخْشِ (تو ایک مرد ڈر)۔

۴۔ تثنیہ مذکر حاضر و مؤنث حاضر اور جمع مذکر حاضر کے صیغوں میں آخر سے نونِ اعرابی گرا دیں گے، جیسے:

تَنْصُرَانِ سے اُنْصُرَا۔ تَضْرِبُوْنَ سے اِضْرِبُوْا۔

البتہ جمع مؤنث حاضر کا نون برقرار رہے گا کیونکہ وہ اعرابی نہیں بلکہ ضمیر کا نون ہے۔ پس تَنْصُرْنَ سے اُنْصُرْنَ بنے گا۔

امر حاضر معروف کی گردان

تَنْصُرُ سے			
	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	أُنْصُرْ (تو مدد کر)	أُنْصُرَا (تم دو مرد مدد کرو)	أُنْصُرُوْا (تم سب مرد مدد کرو)
مؤنث	أُنْصُرِيْ (تُو عورت مدد کر)	أُنْصُرَا (تم دو عورتیں مدد کرو)	أُنْصُرْنَ (تم سب عورتیں مدد کرو)
تَضْرِبُ سے			
	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	إِضْرِبْ (تو مار)	إِضْرِبَا (تم دو مرد مارو)	إِضْرِبُوا (تم سب مرد مارو)
مؤنث	إِضْرِبِيْ (تُو عورت مار)	إِضْرِبَا (تم دو عورتیں مارو)	إِضْرِبْنَ (تم سب عورتیں مارو)

امر غائب بنانے کا طریقہ:

امر غائب (جس میں متکلم کے دو صیغے بھی شامل ہیں) بنانے کا طریقہ

یہ ہے کہ فعل مضارع معروف کے صیغوں کے شروع میں 'لِ' (اسے لامِ امر کہتے ہیں) لگا دیتے ہیں اور آخری حرف کو ساکن کر دیتے ہیں۔ نون اعرابی کو بھی گرا دیتے ہیں۔ (جمع مؤنث غائب کا نون برقرار رہے گا کیونکہ یہ اعرابی نہیں بلکہ ضمیر کا نون ہے)، جیسے:

یَنْصُرُ سے لِیَنْصُرْ (وہ ایک مرد مدد کرے)

اَمر غائب معروف کی گردان

گردان	صیغہ	معنی
لِیَنْصُرْ	واحد مذکر غائب	وہ ایک مرد مدد کرے
لِیَنْصُرَا	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو مرد مدد کریں
لِیَنْصُرُوْا	جمع مذکر غائب	وہ سب مرد مدد کریں
لِتَنْصُرْ	واحد مؤنث غائب	وہ ایک عورت مدد کرے
لِتَنْصُرَا	تثنیہ مؤنث غائب	وہ سب عورتیں مدد کریں
لِأَنْصُرْ	واحد متکلم	مجھے مدد کرنی چاہیے / میں مدد کروں
لِنَنْصُرْ	جمع متکلم	ہمیں مدد کرنی چاہیے / ہم مدد کریں

امر مجہول بنانے کا طریقہ

غائب و حاضر و متکلم تمام صیغوں کے اَمر مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مضارع مجہول سے پہلے لامِ امر (لِ) لگا دیجیے، آخری حرف کو ساکن کر دیجیے اور آخر سے نونِ اعرابی کو گرا دیتے ہیں۔

گردان اَمر مجہول

گردان	صیغہ	معنی
لِيُنْصَرْ	واحد مذکر غائب	اس ایک مرد کی مدد کی جانی چاہیے / کی جائے
لِيُنْصَرَا	تثنیہ مذکر غائب	ان دو مردوں کی //////////
لِيُنْصَرُوْا	جمع مذکر غائب	ان سب مردوں کی //////////
لِتُنْصَرْ	واحد مؤنث غائب	اس عورت کی مدد کی جانی چاہیے
لِتُنْصَرَا	تثنیہ مؤنث غائب	ان دو عورتوں کی مدد کی جانی چاہیے
لِيُنْصَرْنَ	جمع ////	ان سب //////////////
لِتُنْصَرْ	واحد مذکر حاضر	تجھ ایک مرد کی //////
لِتُنْصَرَا	تثنیہ ////	تم دو مردوں کی //////
لِتُنْصَرُوْا	جمع ////	تم سب //////////////
لِتُنْصَرِيْ	واحد مؤنث //	تجھ ایک عورت کی //////
لِتُنْصَرَا	تثنیہ ////	تم دو عورتوں کی //////
لِتُنْصَرْنَ	جمع ////	تم سب //////////////
لِأُنْصَرْ	واحد متکلم	میری مدد //////////
لِنُنْصَرْ	جمع متکلم	ہماری //////////

امر بانونِ ثقیلہ وخفیفہ:

جس طرح فعل مضارع پر نون ثقیلہ وخفیفہ داخل ہو کر تاکید کا معنی پیدا کرتے ہیں ویسے ہی فعل امر حاضر وغائب پر بھی داخل ہو کر تاکید کا معنی دیتے ہیں۔ أُنْصُرْ کا معنی ہے: تو ایک مرد مدد کر۔ أُنْصُرَنَّ اور أُنْصُرَنْ کا معنی ہے: تو ایک مرد ضرور مدد کر۔ لِيَنْصُرْ کا معنی ہے: وہ ایک مرد مدد کرے اور لِيَنْصُرَنَّ اور لِيَنْصُرَنْ کا معنی ہے: وہ ایک مرد ضرور مدد کرے۔

گردان امر حاضر بانون ثقیلہ

أُنْصُرَنَّ۔ أُنْصُرَانِّ۔ أُنْصُرُنَّ۔ أُنْصُرِنَّ۔ أُنْصُرَانِّ۔ أُنْصُرْنَانِّ

گردان امر حاضر بانون خفیفہ

أُنْصُرَنْ (تو ایک مرد ضرور مدد کر)	أُنْصُرُنْ (تم سب مرد ضرور مدد کرو)	أُنْصُرِنْ (تو ایک عورت ضرور مدد کر)

گردان امر غائب بانون ثقیلہ

لِيَنْصُرَنَّ۔ لِيَنْصُرَانِّ۔ لِيَنْصُرُنَّ۔ لِتَنْصُرَنَّ۔ لِيَنْصُرَانِّ۔ لِيَنْصُرْنَانِّ۔ لأَنْصُرَنَّ۔ لِنَنْصُرَنَّ۔

گردان امر غائب بانون خفیفہ

لِيَنْصُرَنْ (وہ ایک مرد ضرور مدد کرے)	لِيَنْصُرُنْ (وہ سب مرد ضرور مدد کریں)	لِتَنْصُرَنْ (وہ ایک عورت ضرور مدد کرے)
لِأَنْصُرَنْ (مجھے ضرور مدد کرنی چاہیے)	لِنَنْصُرَنْ (ہمیں ضرور مدد کرنی چاہیے)	

فعل نہی معروف کی گردان

گردان	صیغہ	معنی
لَایَذْہَبْ	واحد مذکر غائب	وہ ایک مرنہ جائے
لَایَذْہَبَا	تثنیہ ////	وہ دو مرد نہ جائیں
لَایَذْہَبُوْا	جمع ////	وہ سب ////
لَاتَذْہَبْ	واحد مؤنث غائب	وہ ایک عورت نہ جائے
لَاتَذْہَبَا	تثنیہ ////	وہ دو عورتیں نہ جائیں
لَایَذْہَبْنَ	جمع ////	وہ سب ////
لَاتَذْہَبْ	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد نہ جا
لَاتَذْہَبَا	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مرد نہ جاؤ
لَاتَذْہَبُوْا	جمع ////	تم سب ////
لَاتَذْہَبُوْا	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت نہ جا
لَاتَذْہَبِیْ	تثنیہ ////	تم دو عورتیں نہ جاؤ
لَاتَذْہَبْنَ	جمع ////	تم سب ////
لَااَذْہَبْ	واحد متکلم	میں نہ جاؤں
لَانَذْہَبْ	جمع //	ہم نہ جائیں

گردان فعل نہی مجہول

لَا يُظْلَمْ (اس ایک مرد پر ظلم نہ کیا جائے)۔لَا يُظْلَمَا۔ لَا يُظْلَمُوْا، لَا تُظْلَمْ، لَا تُظْلَمَا، لَا يُظْلَمَا، لَا يُظْلَمْنَ، لَا تُظْلَمْ، لَا تُظْلَمَا، لَا تُظْلَمُوْا، لَا تُظْلَمِيْ، لَاتُظْلَمَا، لَاتُظْلَمْنَ، لَااُظْلَمْ، لَانُظْلَمْ۔

فعل نہی بانون ثقیلہ وخفیفہ:

جس طرح فعل مضارع کے ساتھ نون ثقیلہ اور نون خفیفہ لگ کے تاکید کا معنی دیتے ہیں بالکل اسی طرح فعل نہی کے ساتھ بھی لگنے کے بعد تاکید کا معنی دیتے ہیں، جیسے: لَا يَذْهَبَنَّ اورلَا يَذْهَبَنْ (وہ ایک مرد ہرگز نہ جائے)۔لَا تَذْهَبِنَّ اور لَاتَذْهَبِنْ (تو ایک عورت ہرگز نہ جا)۔

(نوٹ): فعل امر اور فعل نہی کو اگر معرّف باللام اسم وغیرہ کے ساتھ ملایا جائے تو آخری حرف کی جزم کو زیر سے بدل دیتے ہیں جیسے: اِفْتَحِ الْبَابَ، لَا تَعْبُدِ الْاَصْنَامَ (تو بتوں کی پوجا نہ کر) اسی طرح لامِ امر سے پہلے اگر واوٗ یا فاء آجائے تو لام کو ساکن کر دیتے ہیں، جیسے: وَلْيَنْصُرْ، فَلْيَكْتُبْ۔

جملہ شرطیہ

جملہ شرطیہ دو جملوں سے مل کر بنتا ہے اور اس کے شروع میں حرُوف یا اسمائے شرط میں سے کوئی ایک آتا ہے۔ پہلے جملے کو شرط یا جملۂ شرط اور دوسرے جملے کو جزا یا جواب جملہ جزا/ جواب کہتے ہیں۔ پہلا جملہ یعنی شرط لازماً فعلیہ جملہ ہوتی ہے۔ دوسرا جملہ یعنی جزا فعلیہ جملہ ہو سکتی ہے اور اسمیہ جملہ بھی۔ شرط کا فعل ماضی بھی ہو سکتا ہے اور مضارع بھی۔ جزا اگر فعلیہ جملہ ہو تو اس کا فعل ماضی، مضارع، امر، نہی یا دُعا پر مشتمل ہو سکتا ہے، اور جزا اِسمیہ جملہ بھی ہو سکتی ہے۔

اگر شرط اور جزا دونوں کا فعل مضارع ہو تو حرفِ شرط إِنْ (اور بعض دوسرے کلماتِ شرط) فعل مضارع کو لازماً جزم دیتے ہیں، جیسے: إِنْ تَنْصُرْنِيْ أَنْصُرْكَ (اگر تو میری مدد کرے گا تو میں تیری مدد کروں گا) اس میں تَنْصُرْنِيْ شرط اور أَنْصُرْكَ جزا ہے، دونوں کا فعل مضارع ہے اور مجزوم ہے۔ اگر صرف جزا میں فعل مضارع ہو (یعنی شرط میں فعل مضارع نہ ہو) تو اس صورت میں فعل مضارع کا مجزوم اور مرفوع ہونا دونوں درست ہیں، جیسے: اِنْ نَصَرْتَنِيْ أَنْصُرْكَ (یا أَنْصُرُكَ)، اگر تو میری مدد کرے گا تو میں تیری مدد کروں گا۔

نوٹ: جملہ شرطیہ میں فعل ماضی کا ترجمہ بھی فعل مستقبل میں ہی کرتے ہیں،

کیونکہ یہ یہاں مستقبل کا معنی دیتا ہے۔

کلماتِ شرط:

(ا) حروفِ شرط: إِنْ۔ إِذْمَا۔ لَوْ۔ لَوْلَا۔ أَمَّا۔

(ب) اسمائے شرط: مَنْ۔ مَا۔ مَهْمَا۔ مَتَى۔ أَيَّانَ۔ اَيْنَ۔ أَنَّى۔ حَيْثُمَا۔ كَيْفَمَا۔ أَيٌّ۔ إِذَا۔ لَمَّا[1]۔ كُلَّمَا۔

ان میں سے آخر الذکر تین اسمائے شرط (إذا۔ لَمَّا۔ كُلَّمَا) مضارع کو جزم نہیں دیتے۔

کلماتِ شرط کے استعمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔إِنْ: جیسے: إِنْ تُكْرِمْنِيْ أُكْرِمْكَ (اگر تو میری عزت کرے گا تو میں تیری عزت کروں گا)۔إِنْ ضَرَبْتَنِيْ أَضْرِبْكَ (یاأَضْرِبُكَ)،(اگر تو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا)۔إِنْ سَافَرْتَ ازْ دَادَتْ تَجَارِبُكَ (اگر تو سفر کرے گا تو تیرے تجربات زیادہ ہوں گے)۔

۲۔ إِذمَا۔ یہ حرف بھی إِنْ کی طرح شرط کا معنی دیتا ہے، جیسے: إِذْمَايَأْتِ الرَّبِيْعُ يَصْفُ الْجَوُّ (جب بھی بہار آتی ہے موسم خوشگوار ہو جاتا ہے)۔

۳۔مَنْ۔ یہ اسم شرط ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے اور شرط کا معنی دیتاہے، جیسے: مَنْ يَّسْتَمِعْ إِلَى النَّمِيْمَةِ يَفْقِدْ أَصْدِقَاءَهٗ (جو چغلی پر کان دھرتا

---

[1] لَمَّا حِيْنِية کو بعض نحوی حروفِ شرط میں اور بعض اسمائے شرط میں شامل کرتے ہیں۔

ہے اپنے دوست کھو بیٹھتا ہے)۔

۴۔مَا۔ یہ اسمِ شرط غیر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے اور شرط کا معنی دیتا ہے، جیسے: مَاتَدَّخِرْهُ يَنْفَعْكَ (تو جو بھی ذخیرہ گے تجھے فائدہ دے گا)

۵۔مَهْمَا۔ یہ بھی مَا کی طرح غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے، جیسے: مَهْمَاتُكْرِمِ اللَّئِيْمَ يَتَمَرَّدْ (تو کمینے کی جتنی بھی عزت کرے گا وہ سرکش ہی ہو گا)۔

۶۔مَتَى۔ وقت کے لیے آتا ہے (ظرف زمان ہے) جیسے مَتَى يَكْثُرْ كُلَامُكَ يَكْثُرْ خَطَؤُكَ (جب تیری گفتگو زیادہ ہو گی تو تیری غلطی زیادہ ہو گی)۔

۷۔أَيَّانَ۔ یہ بھی وقت کے لیے آتا ہے، جیسے: أَيَّانَ تَدْخُلِ الْمَكْتَبَةَ تَجِدْ طُلَّاباً (تو جب بھی لائبریری میں داخل ہو گا طلبہ کو پائے گا)۔

۸۔أَيْنَ۔ یہ جگہ (ظرف مکان) کے لیے آتا ہے، جیسے: أَيْنَ تَسْكُنْ تَجِدْ أَصْدِقَاءَ (تو جہاں سکونت کرے گا دوست پالے گا)۔

۹۔أَنّٰى۔ یہ بھی جگہ کے لیے آتا ہے، جیسے: أَنّٰى تَكْثُرِالْمَصَانِعُ تَزْدَحِمُ الْمَسَاكِنُ (جہاں فیکٹریاں زیادہ ہوں گی وہاں گنجان آبادی ہو گی)۔

۱۰۔حَيْثُمَا۔ یہ بھی جگہ کے لیے آتا ہے، جیسے: حَيْثُمَا يَنْزِلْ مَطَرٌ يَنْبُتْ زَرْعٌ (جہاں کہیں بارش ہو گی کھیتی اُگے گی)۔

۱۱۔كَيْفَمَا۔ یہ حال یہ حالت کے لیے آتا ہے، جیسے: كَيْفَمَا يَكُنِ الْأَبُ يَكُنِ الْاِبْنُ (جیسا باپ ہو گا ویسا بیٹا ہو گا)۔

۱۲۔اَيٌّ۔ وقت، جگہ، حالت سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس

میں ذوی العقول اور غیر ذوالعقول کی بھی کوئی تفریق نہیں، جیسے: **اَیَّ لَعِبٍ تَلْعَبْ یَلْعَبْ اَخُوْكَ** (جو کھیل تو کھیلے گا تیرا بھائی بھی کھیلے گا)۔

لَوْ۔ لَوْ لَا۔ لَوْمَا۔ اِذَا۔ اَمَّا۔ لَمَّا۔ کُلَّمَا یہ مضارع کو جزم نہیں دیتے۔ آخر الذکر دو کلمات (**لَمَّا** اور **کُلَّمَا**) کے بعد صرف فعل ماضی آتا ہے (مضارع نہیں آتا)۔ ان کے استعمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۳۔ **لَوْ**۔ یہ حرف کسی چیز (یعنی شرط) کے نہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسری چیز (یعنی جزا) کے ہونے کا معنی دیتا ہے، جیسے: (ارشاد ربانی) **وَلَوْشَاءَ رَبُّكَ مَافَعَلُوْهُ** (اور اگر تیرا رب چاہتا ہے تو وہ ایسا نہ کرتے)۔ چونکہ رب تعالیٰ نے نہیں چاہا اس لیے انہوں نے ایسا کیا۔ نیز ارشاد ربانی ہے: **وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ** (اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق پھیلا دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے)۔ چونکہ رزق نہیں پھیلایا لہٰذا سرکشی نہ ہوئی۔

۱۴۔ **لَوْلَا**۔ یہ حرف یہ معنی دیتا ہے کہ چونکہ شرط موجود ہے اس لیے جزا موجود نہیں ہے، جیسے: **لَوْلَا النِّیْلُ لَکَانَتْ مِصْرُ صَحْرَاءَ** (اگر نیل نہ ہوتا تو ضرور مصر صحرا ہوتا)۔ چونکہ نیل موجود ہے (جس کا نہ ہونا شرط تھا) اس لیے مصر صحراء نہیں ہے (یعنی جزا موجود نہیں)۔

۱۵۔ **لَوْمَا**۔ یہ بھی بالکل وہی معنی دیتا ہے جو **لَوْلَا** دیتا ہے، جیسے: **لَوْمَا التَّعَبُ مَاکَانَتِ الرَّاحَةُ** (اگر تھکن نہ ہوتی تو آرام نہ ہوتا)۔

۱۶۔ **لَمَّا**۔ یہ ظرف زمان کا معنی دیتا ہے اور اس کے بعد صرف فعل

ماضی آتا ہے۔ جیسے: لَمَّانَزَلَ الْمَطَرُ رَبَا الزَّرْعُ (جب بارش ہوئی کھیتی پھلی پھولی)۔

۱۷۔ کُلَّمَا۔ یہ بھی لَمَّا کی طرح ظرف زمان ہے اور اس کے بعد بھی صرف فعل ماضی آتا ہے، جیسے: کُلَّمَا رَأَیْتُ فَقِیْراً عَطَفْتُ عَلَیْہِ (میں نے جب بھی کوئی غریب دیکھا میں نے اس پر شفقت کی)۔

۱۸۔ إِذَا۔ یہ زمانہ مستقبل کا ظرف ہے، اس کے بعد فعل کا آنا لازم ہے (خواہ فعل ظاہر ہو یا مقدر)، جیسے: اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں، بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔

۱۹۔ اَمَّا۔ اسے حرفِ شرط و تفصیل کہتے ہیں، کیونکہ یہ شرط کا مفہوم دینے کے ساتھ ساتھ تفصیل (فرق کرنا، جدا کرنا) کا معنی بھی دیتا ہے۔ اس کی شرط ک فعل جملے سے ہی سمجھ آتا ہے، گویا اَمَّا نہ صرف حرفِ شرط بلکہ فعل شرط کا بھی قائم مقام ہوتا ہے۔ اَمَّا کے جواب پر فاء کا آنا لازم ہے، جیسے لَيْسَ الْمَالُ كَالْعِلْمِ فَأَمَّا الْمَالَ فَيَنْقُصُ بِالْاِنْفَاقِ، وَأَمَّا الْعِلْمَ فَيَزِيْدُ بِهٖ (مال علم کی مانند نہیں، مال تو خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور رہا علم تو وہ اس سے بڑھتا ہے)۔

جزا سے پہلے فاء:

مندرجہ ذیل صورتوں میں جزا (جوابِ شرط) پر فاء کا داخل کرنا لازم ہے:

۱۔ اگر جزا جملہ اسمیہ ہو، جیسے: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَا لْمُهْتَدِیْ (جسے اللہ

ہدایت دے تو وہ ہے ہدایت پانے والا)۔

۲۔ جب جزا ایسا جملہ فعلیہ ہو جو فعل امر یا فعل نہی دعا پر مشتمل ہو، جیسے: أَيَّانَ تَكُنْ مُتْعَبًا فَاسْتَرِحْ (توجب بھی تھکا ہوا ہو آرام کر)۔ اس میں جزا میں فعل امر ہے۔ مَا يَكُنْ مُسْتَحِيلاً فَلَا تُحَاوِلْهُ (جو ناممکن ہو اس کی کوشش نہ کر) اس میں جزا فعل نہی ہے۔

۳۔ اس میں فعل جامد (لَيْسَ) ہو، جیسے: مَنْ اَفْشَى سِرَّ صَدِيْقِهٖ فَلَيْسَ بِأَمِيْنٍ (جو اپنے دوست کا راز فاش کر دے وہ امانت دار نہیں)۔

۴۔ جب جملہ جزا قَدْ، لَنْ، سین یا سَوْفَ سے شروع ہو، جیسے (ارشاد ربانی ہے): فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ (سو اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپؐ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے)۔ مَاتَفْعَلْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يَّضِيْعَ جَزَاؤُهٗ (تو نیکی کا جو کام بھی کرے گا اس کا بدلہ ضائع نہ ہو گا)۔ إِنْ تَأَخَّرْتَ فَسَيَفُوْتُكَ الْقِطَارُ (اگر تم نے تاخیر کی تو تمہاری گاڑی نکل جائے گی)۔ إِنْ ظَلَمْتَ فَسَوْفَ تُحَاسَبُ (اگر تو ظلم کرے گا تو تمہارا محاسبہ ہو گا)۔

۵۔ اگر جزا مانافیہ سے شروع ہو، جیسے: إِنْ تَجْتَهِدْ فَمَا أُقَصِّرُ فِيْ مُكَافَأَتِكُ (اگر تم محنت کرو گے تو میں تمہارے بدلے / ریوارڈ میں کمی نہیں کروں گا)۔

اِلاّ کی شرط کا حذف:

إن کے ساتھ اگر لَا آجائے تو ان دونوں کو ملا کر إلَّا کر دیتے ہیں جس کا معنی ہے ورنہ۔ إلَّا کے بعد شرط کو حف کرنا جائز ہے، جیسے: قُلْ خَيْراً وَ إِلَّا فَاصْمُتْ

(بھلی بات کہہ ورنہ خاموش رہ)۔ اصل میں یوں تھا: قُلْ خَيْراً وَ اِلَّا تَقُلْ فَاصْمُتْ۔ تو، إِلَّا کے بعد شرط تَقُلْ کو حذف کر دیا گیا۔

فعلِ طلب کے بعد مضارع کا جزم:

اگر فعل مضارع فعلِ طلب یعنی امر، نہی، دعا وغیرہ کے جواب میں آئے اور اس فعلِ طلب سے پہلے اگر إِنْ حرف شرط لگا دیں تو جملے کے مفہوم میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو تو ایسے فعل طلب کے جواب میں آنے والا مضارع مجزوم[1] ہوتا ہے، جیسے: لَاتَعْجَلْ فِيْ أُمُوْرِكَ تَسْلَمْ (تو اپنے معاملات میں جلد بازی نہ کر تُو سلامت رہے گا)۔ اگر شروع میں إِنْ لگا دیں، یعنی إِنْ لَاتَعْجَلْ........ کہیں تو معنی ہو گا: اگر تو اپنے معاملات میں جلد بازی نہیں کرے گا تو سلامت رہے گا۔ گویا شروع میں ان لگانے سے کچھ فرق نہیں پڑا۔ اسی طرح عَامِلِ النَّاسَ بِالْمَعْرُوْفِ يُعَامِلُوْكَ بِالْمَعْرُوْفِ (تو لوگوں سے اچھا برتاؤ کر وہ تجھ سے اچھا برتاؤ کریں گے)۔ اگر إِنْ تُعَامِلِ النَّاسَ کہیں تو مفہوم وہی رہتا ہے۔

---

1 ایک محذوف شرط کی وجہ سے مجزوم ہوتا ہے۔

اسمِ مُشْتَق

ماخذ یا اصل کے لحاظ سے اسم کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مَصْدَر: وہ اسم جو خود کسی دوسرے اسم سے نہ نکلا ہو لیکن اس سے کئی اسم اور فعل نکلیں اسے مصدر کہتے ہیں۔ مصدر کا لغوی معنی ہی نکلنے کی جگہ ہے۔ اردو میں اس کی نشانی یہ ہے کہ لفظ کے آخر میں 'نا' آتا ہے، جیسے کھانا، پینا وغیرہ۔ عربی میں اس کی مثالیں ضَرْبٌ (مارنا)، اَکْلٌ (کھانا)، ذَھَابٌ (جانا) وغیرہ ہیں۔

۲۔ جامد: جو اسم نہ تو خود کسی دوسرے لفظ سے نکلا ہو اور نہ اس سے کوئی دوسرا لفظ نکلے اسے اسمِ جامد کہتے ہیں، جیسے: کُرْسِیٌّ، رَجُلٌ، فَرَسٌ وغیرہ ہیں۔

۳۔ مشتق وہ اسم ہے جو مصدر سے نکلا ہو اور اس میں مصدر کا بنیادی معنی موجود ہو اور اس بنیادی معنی کے ساتھ ساتھ کچھ نیا معنی بھی پیدا ہو جائے، جیسے: ضَرَبَ (مارنا) سے ضَارِبٌ (مارنے والا)، مَضْرُوْبٌ (مارا ہوا)، مِضْرَابٌ (مارنے کا آلہ) وغیرہ ہیں۔

اسم مشتق کی سات قسمیں ہیں: ۱۔ اسم فاعل۔ ۲۔ اسم مفعول۔ ۳۔

صفت مشبہ۔ ۴۔ اسم آلہ۔ ۵۔ اسم ظرف۔ ٦۔ اسم تفضیل۔ ۷۔ اسم مبالغہ۔

ا۔ اسمِ فاعل:

اسمِ فاعل وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات کو ظاہر کرے جس سے فعل سرزد ہوا یا جس کے ساتھ فعل قائم ہو، جیسے: ضَارِبٌ (مارنے والا) قَاتِلٌ (قتل کرنے والا)

تین حرفوں والے (یعنی ثُلاثِی مُجرّد) اَفعال سے اسم فاعل، فَاعِلٌ کے وزن پر بنتا ہے۔ فَعَلَ سے فَاعِلٌ اسم فاعل بنا۔ یعنی پہلے حرف فاء کے بعد الف کا اضافہ کیا، درمیان والے حرف عین کے نیچے زیر ڈال دی اور آخری حرف لام پر دو پیش ڈال دیں۔

نوٹ: فَعَلَ کو بنیاد یا مصدر بنا کر ہم سہولت کے لیے ہر تین حرفی فعل کے پہلے حرف کا فاء کلمہ، دوسرے حرف کا عین کلمہ اور تیسرے حرف کا لام کلمہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں، مثلاً ضَرَبَ میں ہم 'ض' کو فاء کلمہ، 'ر' کو عین کلمہ اور 'ب' کو لام کلمہ کہیں گے۔

اسم فاعل کے چھ صیغے آتے ہیں، یعنی مذکر اور مؤنث ہر دو کے لیے واحد، تثنیہ اور جمع کے تین تین صیغے۔

اسم فاعل کی گردان

جنس	مفرد	تثنیہ	جمع
مذکر	فَاعِلٌ	فَاعِلَانِ	فَاعِلُوْنَ

	(ایک کرنے والا)	(دو کرنے والے)	(سب کرنے والے)
مؤنث	فَاعِلَةٌ (ایک کرنے والی)	فَاعِلَتَانِ (دو کرنے والیاں)	فَاعِلَاتٌ (سب کرنے والیاں)

اسمِ فاعل اور فاعل میں فرق:

فاعل اس ذات کو کہتے ہیں جس سے فعل سرزد ہو اور اسم فاعل اسے کہتے ہیں جو اس ذات کو ظاہر کرے جس سے فعل سرزد ہو۔ نیز فاعل سے فعل واقع ہوتا ہے جبکہ اسمِ فاعل کے ساتھ فعل قائم ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہم کہیں کہ صَدَقَ زَیْدٌ (زید نے سچ بولا) تو اس میں فاعل زَیْدٌ ہے کہ اس سے سچ بولنے کا فعل واقع ہوا۔ لیکن یہ فعل ایک بار، ایک موقع پر سرزد ہوا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زید ہر بار یا ہر موقع پر سچ بولتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ زَیْدٌ صَادِقٌ (زید سچ بولنے والا ہے) تو اس کا مطلب ہے کو سچ بولنے کا فعل زَید کے ساتھ قائم ہے، وہ ہر موقع پر سچ ہی بولتا ہے۔

تین سے زیادہ حروف والے افعال سے اسمِ فاعل:

تین سے زیادہ حروف والے افعال سے اسم فاعل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع معروف کے واحد مذکر غائب کے صیغے کو لے لیجیے۔ علامتِ مضارع ہٹا کر اس کی جگہ میم پیش والی لگا دیجیے، عین کلمہ کے نیچے زیر دال دیجیے اور آخری حرف پر دو پیش لگا دیجیے، جیسے: یُسْلِمُ سے مُسْلِمٌ۔ یُدَرِّسُ سے مُدَرِّسٌ یَسْتَقْبِلُ سے مُسْتَقْبِلٌ۔ آخر میں گول تاء لگانے سے مؤنث کا صیغہ بن

جائے گا، الف اور نون لگانے سے تثنیہ کے صیغے بن جائیں گے، 'ون' لگانے سے جمع مذکر اور گول تاء ہٹا کر 'اتٌ' لگانے سے جمع مؤنث کا صیغہ بن جائے گا۔ مثلاً:

مُسْلِمٌ۔ مُسْلِمَانِ۔ مُسْلِمُوْن۔ مُسْلِمَةٌ۔ مُسْلِمَتَانِ۔ مُسْلِمَاتٌ۔

۲۔ اسم مفعول

اسم مفعول وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات کو ظاہر کرے جس پر فعل واقع ہو، جیسے: مَضْرُوْبٌ (مارا ہوا)، مَكْتُوْبٌ (لکھا ہوا)، مَسْرُوْقٌ (چوری کیا ہوا)۔

تین حرفی افعال سے اسم مفعول، مَفْعُوْلٌ کے وزن پر بنتا ہے، یعنی فاء کلمہ سے پہلے زبر کے ساتھ میم (مَ) لگا دیں، فاء کلمہ کو ساکن کر دیں، عین کلمہ پر پیش ڈال دیں۔ عین کلمہ کے بعد واؤ ساکن کا اضافہ کر دیں اور لام کلمہ پر دو پیش ڈال دیں۔

تین سے زیادہ حرفوں والے افعال سے اسم مفعول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع کے واحد مذکر غائب کے صیغے کو لے کر علامت مضارع کی جگہ پیش کے ساتھ میم (مُ) لگا دیجیے، عین کلمہ پر زبر ڈال دیجیے اور آخری حرف پر دو پیش ڈال دیجیے۔ یعنی بالکل وہی طریقہ ہے جو اسم فاعل بنانے کا تھا، بس اتنا فرق ہے کہ اسم فاعل میں عین کلمہ کے نیچے زیر ڈالتے ہیں اور اسم مفعول میں عین کلمہ پر زبر ڈالتے ہیں، جیسے: يُسْلِمُ سے مُسْلَمٌ۔ يُدَرِّسُ سے مُدَرَّسٌ اور يَسْتَقْبِلُ سے مُسْتَقْبَلٌ اسم مفعول بنے گا۔

اسم مفعول کی گردان

جنس	مفرد	تثنیہ	جمع
مذکر	مَفْعُوْلٌ (ایک کیاہوا)	مَفْعُوْلَانِ (دوکیے ہوئے)	مَفْعُوْلُوْنَ (سب کیے ہوئے)
مؤنث	مَفْعُوْلَةٌ (ایک کی ہوئی)	مَفْعُوْلَتَانِ (دوکی ہوئیں)	مَفْعُوْلَاتٌ (سب کی ہوئیں)

تین سے زیادہ حرفوں والے افعال سے اسم مفعول کی گردان مثال کے طور پر یوں ہو گی:

مُدَرَّسٌ۔ مُدَرَّسَانِ۔ مُدَرَّسُوْنَ۔ مُدَرَّسَةٌ۔ مُدَرَّسَتَانِ۔ مُدَرَّسَاتٌ۔

(نوٹ) بعض صیغے ایسے ہیں جو ثُلاثِی مُجرّد سے ہی بنے ہیں اور اسم مفعول کا معنی دیتے ہیں مگر وہ مَفْعُوْلٌ کے وزن پر نہیں۔ یہ کسی قاعدے طریقے سے نہیں بنائے گئے بس عرب انہیں استعمال کرتے ہیں اور ان سے سنا گیا ہے اس لیے انہیں سماعی اوزان کہتے ہیں۔ ان کا علم صرف کتابوں کے مطالعے سے ہو سکتا ہے۔ چند زیادہ مشہور سماعی اوزان یہ ہیں:

فَعِيْلٌ۔ جیسے: قتیل بمعنی مَقْتُوْلٌ۔ جَرِيْحٌ بمعنی مَجْرُوْحٌ (زخمی)

فَعْلٌ۔ جیسے: ذِبْحٌ بمعنی مَذْبُوْحٌ (ذبح کیا ہوا)

فِعْلَةٌ۔ جیسے: أُكْلَةٌ بمعنی مَأْكُوْلَةٌ (کھائی ہوئی)

ہم مَفْعُوْلٌ کے وزن پر تو کسی بھی فعل متعدّی سے اسم مفعول بنا سکتے ہیں، لیکن سِماعی اوزان پر نہیں بنا سکتے۔ سماعی اوزان پر صرف وہی اسمائے مفعول

درست ہیں جنہیں اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں۔

اسمِ مفعول اور مفعول میں فرق:

مفعول اسے کہتے ہیں جس پر فعل واقع ہوتا ہے اور اسم مفعول وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات کو ظاہر کرے کہ جس پر فعل واقع ہوا۔ مثلاً: **سَمِعْتُ الْحَدِيْثَ** (میں نے بات سُنی)، اس میں **اَلْحدیث** مفعول ہے کہ اس پر سننے کا فعل واقع ہوا۔ **اَلْحَدِيْثُ مَسْمُوْعٌ** (بات سنی ہوئی ہے) اس میں **مَسْمُوْعٌ** اسم مفعول ہے۔ **فَتَحْتُ البَابَ** (میں نے دروازہ کھولا)، میں الباب مفعول ہے۔ **اَلْبَابُ مَفْتُوْحٌ** (دروازہ کھلا ہے) میں **مَفْتُوْحٌ** اسم مفعول ہے۔

۳۔ صفت مشبّہہ:

یہ اسم چونکہ صفت ہے اور معنی میں اسم فاعل سے مشابہت رکھتا ہے اس لیے اسے **الصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ بِاِسْمِ الْفَاعِلِ** (= صفت جسے اسمِ فاعل سے تشبیہ دی گئی) یا مختصر طور پر صفت مشبّہہ کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات کو ظاہر جس میں اس مصدر کا معنی ہمیشگی اور پائداری کے ساتھ پایا جائے جس سے وہ مشتق (یعنی نکلا) ہے۔ اسم فاعل اور صفت مشبّہہ میں بس یہی فرق ہے کہ اسم فاعل میں فعل کے عارضی طور پر قائم ہونے کا معنی پایا جاتا ہے جبکہ صفت مشبّہہ میں وہ معنی ہمیشگی اور پائداری کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

مذکر و مؤنث اور واحد، تثنیہ اور جمع کے تمام صیغے صفت مشبّہہ سے بھی ویسے ہی بنتے ہیں جیسے اسم فاعل سے بنتے ہیں۔

بنانے کا طریقہ: صفت مشبّہہ کے اوزان سماعی ہیں یعنی کوئی ایسا مقرر وزن نہیں جس کے مطابق ہم ہر مصدر سے صفت مشبّہہ بنا سکیں، جس طرح اسم فاعل اور اسم مفعول کے مقرر وزن ہیں۔ اس کا صیغہ زیادہ تر اس طرح بنتا ہے:

۱۔ جس فعل کی ماضی فَعِلَ کے وزن پر ہو اس سے سفت مشبّہہ کا صیغہ ان تین اوزان پر آتا ہے:

(الف) اگر وہ فعل خوشی یا رنج کا معنی دے تو اس سے صفت مشبّہہ فَعِلٌ (مؤنث فَعِلَۃ) کے وزن پر آئے گی۔ جیسے: فَرِحَ (وہ خوش ہوا) سے فَرِحٌ (خوش)۔حَزِنَ (وہ غمگین ہوا) سے حَزِنٌ (غمگین)

(ب) اگر وہ فعل عیب، رنگ، حلیہ وغیرہ کا معنی دے تو اس سے صفت مشبہ کا صیغہ اَفْعَلُ (مؤنث: فَعْلَاءُ) کے وزن پر آئے گا، جیسے: عَوِرَ (وہ کانا ہوا) سے عَوِرٌ (کانا۔ یک چشم۔ مؤنث: عوراءُ)۔ عَمِیَ (وہ نابینا ہوا) سے اَعْمٰی (نابینا۔ مؤنث: عَمْیَاءُ) خَضِرَ (سبز ہوا) سے اَخْضَرُ (مؤنث: خضراءُ)۔ اَحْوَلُ (بھینگا۔ مؤنث: حَوْلَاءُ)۔

(ج) جو فعل بھوک، پیاس، سیری وغیرہ کا معنی دے اس سے صفت مشبّہہ کا صیغہ فَعْلَانُ (مؤنث فَعْلیٰ) کے وزن پر آتا ہے، جیسے: جَوْعَانُ (بھوکا۔ مؤنث: جَوْعیٰ)، عَطْشَانُ (پیاسا۔ مؤنث: عَطْشیٰ)۔

۲۔ جس فعل کی ماضی فَعُلَ کے وزن پر ہو اس سے صفت مشبّہہ کا صیغہ ان اوزان پر آتا ہے:

(الف) **فَعِیْلٌ**: جیسے: **کَرُمَ** (فیاض ہوا) سے **کَرِیْمٌ** (فیاض)۔ **شَرُفَ** (معزز ہوا) سے **شَرِیْفٌ** (معزز)۔ مؤنث کا صیغہ **فَعِیْلَةٌ** کے وزن پر آئے گا۔

(ب) **فُعَالٌ**: جیسے: **شَجُعَ** (بہادر ہوا) سے **شُجَاعٌ** (بہادر)۔

(ج) **فَعَالٌ**: جیسے: **جَبُنَ** (بزدل ہوا) سے **جَبَانٌ** (بزدل)

(د) **فَعَلٌ**: جیسے: **بَطُلَ** (بہادر ہوا) سے **بَطَلٌ** (بہادر۔ ہیرو)

(ھ) **فُعْلٌ**: جیسے: **صَلُبَ** (سخت ہوا) سے **صُلْبٌ** (سخت)۔

(و) **فَعْلٌ**: جیسے: **شَهُمَ** (دلیر ہوا) سے **شَهْمٌ** (دلیر)۔

ان تمام صیغوں کے آخر میں تاء (ة) لگا دیں تو مؤنث کا صیغہ بن جائے گا۔

۳۔ ثُلاثِی مُجرّد سے بننے والا ہر وہ صیغہ جو اسم فاعل کے معنی میں ہو لیکن **فَاعِلٌ** کے وزن پر نہ ہو صفت مشبّہہ ہوتا ہے، جیسے **طَیِّبٌ** (پاکیزہ)، **شَیْخٌ** (بزرگ۔ بزرگی والا) وغیرہ۔

(نوٹ) صفت مشبّہہ کے جو صیغے **اَفْعَلُ** اور **فَعْلَانُ** کے وزن پر آتے ہیں ان پر نہ تنوین آتی ہے اور نہ زیر (اس کی تفصیل منصرف اور غیر منصرف کے سبق میں دیکھیے) **فَعْلَاءُ** کے وزن پر صفت مشبّہہ سے تثنہ کا صیغہ بناتے وقت ہمزہ کو واؤ سے بدل دیتے ہیں، جیسے: **خَضْرَاءُ** سے **خَضْرَوَانِ**۔ **حَمْرَاءُ** سے **حَمْرَوَانِ**۔

۴۔ اسم مبالغہ:

اسم مبالغہ اس اسم کو کہتے ہیں جس میں اس مصدر کا معنی زیادتی یا شدت

کے ساتھ پایا جائے جس سے یہ مشتق ہوا ہے۔ جیسے: حَمَّادٌ (بہت تعریف کرنے والا)۔ اسم مبالغہ مندرجہ ذیل اوزان میں سے کسی وزن پر آتا ہے:

فَعَّالٌ۔ جیسے: غَفَّارٌ (بہت بخشنے والا)۔ سَتَّارٌ (بہت پردہ پوشی کرنے والا)۔ عَلَّامٌ (بہت جاننے والا)

مِفْعَالٌ۔ جیسے: مِقْوَالٌ (بہت باتیں کرنے والا)۔ مِطْعَانٌ (بہت نیزہ بازی کرنے والا)۔

فَعُوْلٌ۔ جیسے: غَفُوْرٌ (بہت بخشنے والا)۔ صَبُوْرٌ (بہت صبر کرنے والا)

فَعِيْلٌ۔ جیسے: عَلِيْمٌ (بہت علم رکھنے والا)۔ سَمِيْعٌ (بہت سننے والا)۔

فَعِلٌ۔ جیسے: حَذِرٌ (بہت احتیاط کرنے والا)

فُعَّالٌ۔ جیسے: كُبَّارٌ (بہت ہی بڑا)

فِعِّيْلٌ۔ جیسے: صِدِّيْقٌ (بہت ہی سچا)

مِفْعَلٌ۔ جیسے: مِجْزَمٌ (بہت ہی کاٹنے والا)

مِفْعِيْلٌ۔ جیسے: مِنْطِيْقٌ (بہت بولنے والا)

فُعَالٌ۔ جیسے: عُجَابٌ (بہت عجیب)

فَاعُوْلٌ۔ جیسے: فَارُوْقٌ (بہت امتیاز کرنے والا)

فُعْلَةٌ۔ جیسے: ضُحْكَةٌ (بہت ہنسنے والا)

فَعُّوْلٌ۔ جیسے: قَيُّوْمٌ (بہت قائم کرنے والا)

فُعُّوْلٌ۔ جیسے: قُدُّوْسٌ (بہت ہی پاک)

فُعَّلٌ۔ جیسے: قُلَّبٌ (بہت پھرتیلا۔ بہت ہوشیار)

کبھی مزید مبالغے کے لیے اسمِ مبالغہ کے آخر میں تاء (ۃ) بڑھا دیتے ہیں، جیسے: عَلَّامٌ سے عَلَّامَۃٌ۔

اسم مبالغہ کے آخر میں تاء (ۃ) کا اضافہ کر دینے سے مؤنث کا صیغہ بن جاتا ہے اور اگر کلام میں کوئی قرینہ موجود ہو جس سے پتہ چل جائے کہ یہ مؤنث کے لیے استعمال ہوا ہے تو اسم مبالغہ کا مذکر والا صیغہ ہی مؤنث کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اسم مبالغہ کی گردان (یعنی مذکر و مؤنث کے واحد، تثنیہ اور جمع کے صیغے) بھی اسم فاعل کی طرح ہوتی ہے۔

(نوٹ) اسم فاعل، اسمِ مفعول، صفت مشبّہہ اور اسم مبالغہ کے ساتھ غائب، حاضر یا متکلم کی کوئی ضمیر لگا دی جائے تو وہ اس کے لیے خاص ہو جاتا ہے، جیسے: اَنْتَ عالِمٌ (تو علم رکھنے والا ہے)۔ اَنَا مَظْلُوْمٌ (میں مظلوم ہوں) هُوَ جَمِیْلٌ (وہ خوبصورت ہے) اَنْتَ مِقْوَالٌ (تو بہت باتیں کرنے والا ہے)۔

۵۔ اسم آلہ:

اسم آلہ اس اسمِ مشتق کو کہتے ہیں جس سے یہ پتا چلے کہ فعل کس ذریعے سے واقع ہوا ہے۔ اسم آلہ فعل متعدّی سے بنتا ہے۔ اس میں مذکر و مؤنث کی کوئی تمیز نہیں۔ اگر اس میں مؤنث کی علامت (تاء) ہو تو مؤنث برقرار پائے گا ورنہ مذکر۔ اس کے تین اوزان ہیں:

۱۔مِفْعَلٌ۔ جیسے: مِعْوَلٌ (پھاوڑا)۔ مِبْرَدٌ (ریتی)۔ مِلْقَطٌ (چمٹا)۔

۲۔مِفْعَالٌ۔ جیسے: مِفتاحٌ (چابی)۔ مِقْرَاضٌ (قینچی)۔ مِحْرَاثٌ (ہل)۔

۳۔مِفْعَلَةٌ۔ جیسے: مِطْرَقَةٌ (ہتھوڑا)۔ مِلْعَقَةٌ (چمچا)۔ مِكْنَسَةٌ (جھاڑو)

اسم آلہ کی گردان

مِفْعَلٌ	مِفْعَلَانِ	مَفَاعِلُ
مِفْعَالٌ	مِفْعَالَان	مَفَاعِيلُ
مِفْعَلَةٌ	مِفْعَلَتَانِ	مَفَاعِلُ

۶۔اسم ظرف:

اسم ظرف اس اسم مشتق کو کہتے ہیں جو فعل کے واقع ہونے کے زمانے یا جگہ کو ظاہر کرے۔ اگر زمانے کو ظاہر کرے تو ظرف زمان اور جگہ کو ظاہر کرے تو ظرفِ مکان۔ عربی زبان میں اسم ظرف زمان و مکان کا صیغہ ایک ہی ہوتا ہے صرف قرائن سے پتا چلتا ہے کہ ظرفِ زمان کے طور پر استعمال ہوا ہے یا ظرفِ مکان کے طور پر۔

بنانے کا طریقہ: ثُلاثِی مزید فیہ سے تو اسم ظرف کا وہی صیغہ ہے جو اسمِ مفعول کا ہے، قرائن سے پتا چلتا ہے کہ یہ جملے میں بطور اسم ظرف استعمال ہوا ہے یا بطور اسم مفعول۔ مثلاً مُصْطَادٌ (اِصطَادَ يَصْطَادُ: شکار کرنا، سے) اسم مفعول (شکار کیا ہوا) بھی ہے اور اسم ظرف (شکار کرنے کی جگہ بھی)۔

ثُلاثِی مُجَرَّد سے اس کے صیغے دو وزنوں پر آتے ہیں:

۱۔ مَفْعَلٌ۔ اگر فعل مضارع کے عین کلمہ (تین اصلی حروف میں سے دوسرے یعنی درمیان والے حرف) پر زبر ہو یا پیش ہو تو اس سے اسم ظرف مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے۔

مثالیں:

مَطْلَعٌ	(طَلَعَ يَطْلَعُ: طلوع ہونا سے)	مَطْبَخٌ	(طَبَخَ يَطْبَخُ: پکانا سے)
مَلْعَبٌ	(لَعِبَ يَلْعَبُ: کھیلنا سے)	مَصْنَعٌ	(صَنَعَ يَصْنَعُ: بنانا سے)
مَعْمَلٌ	(عَمِلَ يَعْمَلُ: کام کرنا سے)	مَظْهَرٌ	(ظَهَرَ يَظْهَرُ: ظاہر ہونا سے)
مَطْعَمٌ	(طَعَمَ يَطْعَمُ: کھانا سے)	مَذْهَبٌ	(ذَهَبَ يَذْهَبُ: ظاہر ہونا سے)
مَكْتَبٌ	(كَتَبَ يَكْتُبُ: لکھنا سے)	مَخْرَجٌ	(خَرَجَ يَخْرُجُ: باہر نکلنا سے)
مَدْخَلٌ	(دَخَلَ يَدْخُلُ: داخل ہونا سے)	مَقْتَلٌ	(قَتَلَ يَقْتُلُ: قتل کرنا سے)
مَنْظَرٌ	(نَظَرَ يَنْظُرُ: دیکھنا سے)	مَهْجَرٌ	(هَجَرَ يَهْجُرُ: چھوڑنا، ہجرت کرنا سے)

اگر فعل کا آخری حرف حروفِ علت (ا۔ و۔ ی) میں سے ہو تو بھی اسم ظرف مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: جَرَى يَجْرِيْ (چلنا۔ بہنا) سے مَجْرًى (اصل میں مَجْرَيٌ تھا، جسے مَجْرًى بنالیا گیا)۔

۲۔ مَفْعِلٌ۔ اگر فعل مضارع کے عین کلمہ کے نیچے زیر ہو تو اس سے اسم

ظرف مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے:

مَجْلِسٌ (جَلَسَ یَجْلِسُ: بیٹھنا سے) مَهْبِطٌ (حَبَطَ یَهْبِطُ: اُترنا سے)

مَقْصِدٌ (قَصَدَ یَقْصِدُ: قصد کرنا سے) مَوْثِقٌ (وَثَقَ یَثِقُ: اعتماد کرنا سے)

مَنْزِلٌ (نَزَلَ یَنْزِلُ: اترنا سے) مَرْجِعٌ (رَجَعَ یَرْجِعُ: لوٹنا سے)

اگر فاء کلمہ حرفِ علت ہو اور لام کلمہ صحیح حرف ہو تو بھی اسم مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: وَقَفَ یَقِفُ (ٹھہرنا۔ رُکنا) سے مَوْقِفٌ (رکنے کی جگہ)۔ وَعَدَ یَعِدُ (وعدہ کرنا) سے مَوْعِدٌ (وعدہ کا زمانہ)۔ وَصَلَ یَصِلُ (ملنا، پہنچنا) سے مَوْصِلٌ (ملنے کی جگہ)۔

۳۔ مَفْعَلَةٌ: جیسے: مَدْرَسَةٌ۔ مَزْرَعَةٌ۔ مَقْبَرَةٌ۔ مَکْتَبَةٌ۔

بعض اسم ظرف خلاف قیاس مَفْعَلٌ کے بجائے مِفْعِلٌ کے وزن پر آتے ہیں جیسے: یَسْجُدُ سے مَسْجِدٌ، یغْرُبُ سے مَغْرِبٌ، یَشْرُقُ سے مَشْرِقٌ، یَسْقُطُ سے مَسْقِطٌ (مَسْقَطٌ بھی آتا ہے)۔

(نوٹ) اسم ظرف سے جمع کا صیغہ مَفَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے، جیسے مَدَارِسٌ، مَسَاجِدُ، مَشَارِقُ وغیرہ۔

۷۔ اسم تفضیل[1]

اسم تفضیل اس اسم مشتق کو کہتے ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں کسی ذات یا چیز میں مصدری معنی کی زیادتی کو ظاہر کرے۔ اسم تفضیل کا مذکر کا صیغہ اَفْعَلُ اور مؤنث کا صیغہ فُعْلیٰ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: اَحْسَنُ اور حُسْنیٰ۔ اَکْبَرُ اور کُبْریٰ۔ اَصْغَرُ اور صُغْریٰ۔ اسم تفضیل صرف اس فعل سے آسکتا ہے جس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں۔

۱۔ ثُلاثِی مُجرّد (یعنی خالصۃً تین حرفی فعل ہو اور اس میں کسی حرف کا اضافہ نہ کیا گیا ہو) چنانچہ ثُلاثِی مزید فیہ اور رُباعی (چار حرفی) افعال سے اسم تفضیل نہیں بنتا۔

۲۔ تامّ ہو (یعنی زمانے اور مصدری معنی دونوں کو ظاہر کرے۔ جو اَفْعَال صرف زمانے پر دلالت کریں اور مصدری معنی کو ظاہر نہ کریں انہیں افعالِ ناقصہ کہتے ہیں)۔ پس افعال ناقصہ (کَانَ، صَارَ، اَصْبَحَ، اَمْسیٰ وغیرہ) سے اسم تفضیل نہیں آتا۔

۳۔ مثبت ہو (پس منفی فعل سے اسم تفضیل نہیں آتا)۔

۴۔ فعل معروف کے لیے بنا ہو۔ پس جو افعال مجہول کے لیے بنائے گئے ہوں ان سے اسم تفضیل نہیں آتا، جیسے: عُرِفَ، عُلِمَ وغیرہ۔(جب یہ افعال

---

[1] اَفْعَلُ التَّفْضِیْل کہتے ہیں تا کہ اَفْعَلُ کے وزن پر آنے والے صیغہ صفت مشبہ سے امتیاز ہو سکے۔

معروف کے لیے ہوں گے تو اسم تفضیل بنے گا۔ پس عَرَفَ سے اَعْرَفُ اور عَلِمَ سے اَعْلَمُ اسم تفضیل بنے گا)۔

۵۔ مُتَصَرِّف ہو (یعنی اس سے ماضی، مضارع اور امر کے صیغے آتے ہیں)۔ پس فعلِ جامد (یا غیر متصرف) سے اسم تفضیل نہیں آئے گا، جیسے لَیْسَ، عَسیٰ، نِعْمَ، بِئْسَ وغیرہ ہیں۔

٦۔ اس سے صفت مشبہ کا صیغہ اَفْعَلُ (مؤنث: فَعْلَاء) کے وزن پر نہ آتا ہو۔ یہ وہ افعال ہیں جو رنگ، عیب، حلیہ وغیرہ کو ظاہر کرتے ہیں، جیسے خَضِرَ سے صفت مشبہ اَخْضَرُ (سبز)، عَوِرَ سے اَعْوَرُ (کانا) آتی ہے۔

۷۔ وہ فعل تفضیل کے قابل ہو، یعنی کسی میں اس کا مصدری معنی کم اور کسی میں زیادہ پایا جائے۔ پس فَنِیَ (فنا ہوا)، مَاتَ (مر گیا)، غَرِقَ (ڈوب گیا) جیسے افعال سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا کیونکہ فنا ہونے، مرنے اور ڈوبنے کا معنی کم وبیش نہیں ہوتا۔

جو فعل مذکورہ بالا شرائط کو پورا نہ کرے اس سے اسم تفضیل کا مفہوم اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ اس کے مصدر سے پہلے اَشَدُّ، اَکْثَرُ وغیرہ میں سے کوئی مناسب اسم تفضیل لگا دیتے ہیں، جیسے: اَشَدُّ حُمْرَةً (زیادہ سرخ)۔ اَکْثَرُ تَصَنُّعاً (زیادہ بناوٹ کرنے والا)۔

اسم تفضیل کا استعمال:

اسم تفضیل کے استعمال کی تین صورتیں ہیں:

ا۔ 'اَلْ' اور اضافت کے بغیر: اسم تفضیل جب 'اَلْ' اور اضافت کے بغیر استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ لازماً واحد مذکر کے صیغے میں آتا ہے اور اس کے بعد حرف جرّ مِنْ آتا ہے۔ جیسے:

اَلْجَمَلُ اَصْبَرُ مِنْ غَيْرِهٖ عَلَى الْعَطَشِ۔

(اونٹ دوسروں سے زیادہ پیاس کو برداشت کرنے والا ہے)۔

اَلْجَمَلَانِ اَصْبَرُ مِنْ غَيْرِهِمَا عَلَى الْعَطَشِ۔

اَلْجِمَالُ اَصْبَرُ مِنْ غَيْرِهَا عَلَى الْعَطَشِ۔

اَلنَّاقَةُ اَصْبَرُ مِنْ غِيرِهَا عَلَى الْعَطَشِ۔

(اونٹنی دوسروں سے زیادہ پیاس برداشت کرنے والی ہے)

اَلنَّاقَتَانِ اَصْبَرُ مِنْ غَيْرِهِمَا عَلَى الْعَطَشِ۔

اَلنُّوقُ اَصْبَرُ مِنْ غَيْرِهِنَّ عَلَى الْعَطَشِ۔

ان مثالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم مُفَضَّلُ (جسے فضیلت دی گئی) خواہ مذکر ہے یا مؤنث، مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع ہر صورت میں اسم تفضیل مذکر کے مفرد کے صیغے میں ہی آیا ہے۔ چند مزید مثالیں ملاحظہ کیجیے:

اَلشَّمْسُ اَكْبَرُ مِنَ الْاَرْضِ (سورج زمین سے بڑا ہے)

اَلْمُنَافِقُوْنَ اَخْطَرُ مِنَ الْاَعْدَاءِ الظَّاهِرِيْنَ

(منافق ظاہرہ دشمنوں سے زیادہ خطرناک ہیں)

اَلْعِلْمُ اَنْفَعُ مِنَ الْمَالِ (علم مال سے زیادہ نفع بخش ہے)

(نوٹ) اگر قرینہ موجود ہو تو حرف جرّ مِنْ اور اس کے بعد والے اسم

(یعنی مُفَضَّل عَلیہ= جس پر فضیلت دی گئی) کو حذف کیا جا سکتا ہے، جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَ اَبْقٰى (اور آخرت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے)۔ یہ اصل میں یوں تھا: وَ الْآخِرَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَبْقٰى مِنْهَا (اور آخرت دنیا سے بہتر اور اس سے زیادہ باقی رہنے والی ہے)۔ تو آخر سے مِنَ الدُّنْيَا اور مِنْهَا کو حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح اللهُ اَكْبَرُ ہے یہ اصل میں یوں تھا: اللهُ اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (اللہ ہر چیز سے بڑا ہے) تو آخر سے مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کو حذف کر دیا گیا۔

۲۔ 'اَلْ' کے ساتھ: 'اَلْ' کے ساتھ اسم تفضیل آئے تو وہ صفت کے طور پر ہوتا ہے، لہٰذا تذکیر و تانیث اور مفرد، تثنیہ، جمع میں اپنے موصوف کے مطابق آئے گا، جیسے:

اَلْوَلَدُ الْاَكْبَرُ مُجْتَهِدٌ (بڑا لڑکا محنتی ہے)۔

اَلْوَلَدَانِ الْاَكْبَرَانِ مُجْتَهِدَانِ (بڑے دو لڑکے محنتی ہیں)۔

اَلْاَوْلَادُ الْاَكْبَرُ مُجْتَهِدُوْنَ (بڑے لڑکے محنتی ہیں)۔

اَلْبِنْتُ الْكُبْرٰى مُجْتَهِدَةٌ (بڑی لڑکی محنتی ہے)۔

اَلْبِنْتَانِ الْكُبْرَيَانِ مُجْتَهِدَتَانِ (بڑی دو لڑکیاں محنتی ہیں)۔

اَلْبَنَاتُ الْكُبْرَيَاتُ مُجْتَهِدَاتٌ (بڑی لڑکیاں محنتی ہیں)۔

۳۔ اضافت کے ساتھ: اگر اسم تفضیل مضاف ہو کر آئے تو اس صورت میں اس کے بعد مِنْ نہیں آتا۔ اس کی اضافت کے لیے ضروری ہے کہ

مضاف، مضاف الیہ میں سے ہو (یعنی اس کا جزو ہو)۔

اضافت اگر اسم نکرہ کی طرف ہو تو لازم ہے کہ اسم تفضیل مفرد مذکر کے صیغے میں آئے اور مضاف الیہ تذکیر و تانیث اور مفرد، تثنیہ و جمع میں اس ذات یا چیز کے مطابق ہو جس کے لیے اسم تفضیل آیا ہے، جیسے:

هٰذَا الْوَجْهُ اَحْسَنُ وَجْهٍ (یہ چہرہ سب سے خوبصورت ہے)۔

هٰذَانِ الْوَجْهَانِ اَحْسَنُ وَجْهَيْنِ (یہ دو چہرے سب سے خوبصورت ہیں)

وُجُوْهُ الشُّرَفَاءِ اَحْسَنُ وُجُوْهٍ (شرفاء کے چہرے سب سے خوبصورت ہیں)۔

هٰذِهِ الصُّوْرَةُ اَحْسَنُ صُوْرَةٍ (یہ صورت سب سے اچھی ہے)

هٰذِهِ الصُّوْرَتَانِ اَحْسَنُ صُوْرَتَيْنِ (یہ دو صورتیں سب سے اچھی ہیں)

هَاتَانِ الصُّوْرَتَانِ اَحْسَنُ صُوْرَتَيْنِ (یہ دو صورتیں سب سے اچھی ہیں)

هٰذِهِ الصُّوَرُ اَحْسَنُ صُوَرٍ (یہ صورتیں سب سے اچھی ہیں)

اور اگر اسم تفضیل اسم معرفہ کی طرف مضاف ہو تو تذکیرہ و تانیث میں اس کا مفضل کے مطابق ہونا اور مطابق نہ ہونا (یعنی مفرد مذکر کے صیغے میں ہی آنا) دونوں درست ہیں لیکن زیادہ فصیح یہ ہے کہ یہ ان امور میں مفضل کے مطابق نہ ہو بلکہ ہر صورت میں مفرد مذکر کے صیغے میں ہی آئے۔

عدم مطابقت کی مثالیں:

عُمَرُ اَعْدَلُ الْاُمَرَاءِ (عمرؓ تمام حکمرانوں سے زیادہ عادل ہیں)

اَلْعُمَرَانِ اَعْدَلُ الْاُمَرَاءِ (دو عمرؓ تمام حکمرانوں سے زیادہ عادل ہیں)

لَلْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ اَعْدَلُ الْاُمَرَاءِ (خلفائے راشدین تمام حکمرانوں سے زیادہ عادل ہیں)۔

هٰذِهٖ اَفْضَلُ الْمُعَلِّمَاتِ (یہ تمام استانیوں سے افضل ہیں)

هَاتَانِ اَفْضَلُ الْمُعَلِّمَاتِ (یہ دو تمام استانیوں سے افضل ہیں)

هٰؤُلَاءِ اَفْضَلُ الْمُعَلِّمَاتِ (یہ تمام استانیوں سے افضل ہیں)

مطابقت کی مثالیں:

هٰذِهٖ كُبْرَى التِّلْمِيْذَاتِ (یہ تمام طالبات سے بڑی ہے)

هَاتَانِ كُبْرَيَا التِّلْمِيْذَاتِ (یہ دو تمام طالبات سے بڑی ہیں)

هٰؤُلَاءِ كُبْرَيَاتُ التِّلْمِيْذَاتِ (یہ تمام طالبات سے بڑی ہیں)

مفاعیلِ خمسہ

مفعول کی پانچ اقسام ہیں جنہیں مفاعیل خمسہ کہتے ہیں۔ یہ پانچ اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ مفعول بہ

۲۔ مفعول مُطلَق

۳۔ مفعول لہ

۴۔ مفعول فیہ (یا ظرف)

۵۔ مفول مَعَہٗ

ان مفاعیل خمسہ کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ مفعول بہ

مفعول بہ اس چیز یا ذات کو کہتے ہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ ذیل میں اس کی مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

كَتَبَ زَيْدٌ رِسَالَةً (زید نے ایک خط لکھا)

اَكَلَ الْوَلَدُ التُّفَاحَ (لڑکے نے سیب کھایا)

ضَرَبَ الْأُسْتَاذُ التِّلْمِیْذَ (اُستاد نے شاگرد کو مارا)

ان مثالوں میں رِسَالَۃً، التُّفَاحَ اور اَلتِّلْمِیْذَ مفعول بہ ہیں۔

ایک سے زیادہ مفعول بہ:

بعض اوقات ایک ہی جملے میں ایک سے زیادہ مفعول بہ بھی آ جاتے ہیں، یعنی دو یا تین تک آ جاتے ہیں (تین سے زیادہ نہیں آتے)۔ مثلاً:

۱۔ اَعْطَیْتُ الْفَقِیْرَ دِرْھَمًا (میں نے غریب کو ایک درہم دیا)

۲۔ ظَنَنْتُ الرَّجُلَ غَنِیًّا (میں نے آدمی کو مالدار خیال کیا)

۳۔ اَعْلَمَنِیْ الْعَقْلُ الْاِعْتِدَالَ وَاقِیًا مِنْ الْبَلَاءِ (مجھے عقل نے بتایا کہ اعتدال مصیبت سے بچانے والا ہے)۔

۴۔ حَسِبْتُ الصَّبَرَ اَنْفَعَ فِی الشَّدَائِدِ (میں نے مصائب میں صبر کو بہت مفید خیال کیا)۔

اگر دو مفعول بہ ہوں اور ان کی اصل یہ ہو کہ ان میں سے ایک مبتدا اور دوسرا خبر ہو تو جن مواقع پر مبتدا کو پہلے لانا واجب ہوتا ہے۔ ان میں مبتدا کی اصل والے مفعول بہ کو پہلے لائیں، جیسے اوپر مثال (۲) اور (۴) کی اصل (اَلرَّجُلُ غَنِیٌّ۔ الصَّبْرُ اَنْفَعُ) مبتدا اور خبر کی ہے۔ لہٰذا الرجُلَ اور اَلصَّبْرُ کو پہلے لانا ضروری ہے اور دوسرا مفعول بہ جس کی اصل خبر کی ہے (غَنِیًّا اور اَنْفَعَ) اسے بعد میں لائیں گے اور جن مواقع پر خبر کو پہلے لانا واجب ہوتا ہے ان مواقع میں خبر کی اصل والے مفعول بہ کو پہلے لائیں گے اور مبتدا کی اصل والے مفعول بہ کو بعد

میں لائیں گے۔ (جملہ اسمیہ کے ضمن میں مبتدا اور خبر کی تقدیم و تاخیر کی بحث کو دیکھ لیجیے)۔ مثلاً مفعول اول میں ضمیر ہو جو مفعول ثانی کی طرف لوٹتی ہو جیسے ظَنَنْتُ فِیْ الْبَیْتِ صَاحِبَہٗ۔ اس میں صَاحِبَ مفعول بہ ہے۔

اور اگر ان کی اصل مبتدا اور خبر والی نہ ہو تو جو مفعول بہ معنی میں فاعل ہے اسے پہلے لائیں گے، جیسے مثال (۱) میں ہے۔ اس میں الفقیر لینے والا ہے اور درہم لی جانے والی چیز ہے (جو الفقیر نے لی)۔ اس لیے الفقیر یہاں معنی کے اعتبار سے فاعل ہے لہٰذا وہ درہم سے پہلے آئے گا۔ یا اگر مفعول اول ضمیر متصل اور مفعول ثانی اسمِ ظاہر ہو جیسے: اَعْطَیْتُہُ الْکِتَابَ (میں نے اسے کتاب دی)۔

مفعول بہ کے عامل کا حذف:

اگر قرینے سے فعل معلوم ہو جائے تو اسے حذف کرنا جائز ہے۔ مثلاً کوئی شخص پوچھے: مَاذَا حَصَدْتَّ؟ (تو نے کیا کاٹا/ کون سی فصل کاٹی؟) تو وہ جواب میں کہے: قَمْحًا (گندم)، یعنی حَصَدْتُّ قَمْحًا (میں نے گندم کاٹی) تو جواب میں حَصَدْتُّ (فعل بافاعل) کو حذف کیا جا سکتا ہے۔

بعض صورتوں میں مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔ وہ صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) نِدَا سے پہلے اُنَادِی یا اَدْعُوْ کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور حرفِ نِدا اس فعل کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً: یَا حَسْرَۃً عَلَی العِبَادِ ۔ اس میں یا قائم مقام ہے اَدْعُوْ (فعل بافاعل کا)۔ حَسْرَۃً اس محذوف فعل کا مفعول بہ ہے۔

عَلَى العِبَادِ جار مجرور ہو کر فعل سے متعلق بنے۔ پس فعل محذوف (اَدْعُوْ) جس کا قائم مقام حروفِ نِدا 'یا' ہے، اپنے مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ بنا۔ مُناڈی (جسے ندا دی گئی) مفعول بہ ہوتا ہے، اور اس کا اعراب نصب ہے۔ کبھی یہ لفظاً منصوب ہوتا ہے اور کبھی محلّاً۔ اگر منادی مضاف ہو یا مضاف کے مشابہ (شبیہ مضاف [1]) یا اسم نکرہ غیر معینہ ہو تو لفظاً منصوب ہوتا ہے، جیسے:

یَاعَبْدَاللہِ سَاعِدْنِیْ (اے اللہ کے بندے میری مدد کر)

یَااٰکِلاً مَالَ غَیْرِہٖ (اے دوسرے کا مال کھانے والے)

یَارُجلاً، خُذْبِیَدِیْ (اے شخص میرا ہاتھ پکڑ)

پہلی مثال میں منادی عبد مضاف ہے، دوسری مثال میں اٰکِلاً شَبِیْہِ مضاف ہے، تیسری مثال میں رَجُلاً اسم نکرہ غیر معینہ ہے، یعنی کوئی بھی آدمی جو آس پاس موجود ہو مثلاً کوئی نابینا شخص پکارے۔

منادٰی سے پہلے لامِ جرّ آ جائے تو وہ لفظاً تو مجرور ہو گا مگر محلًا منصوب، جیسے: یَا لَلْکِرَامِ لِلْفُقَرَاءِ (اے سخی لوگو، غریبوں کی مدد کرو)۔ اس میں نِدا استغاثہ (مدد چاہنے) کے لیے ہے۔ الکرامِ حرف جر لام کی وجہ سے لفظاً مجرور ہے مگر مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اس کا موقع و محل نصب کا ہے۔

---

[1] اس سے مراد وہ اسم غیر مضاف ہے جس کے بعد کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کے معنی مکمل ہوتے ہوں، جیسے: یَاطَالِعًا جَبَلًا (اے پہاڑ پر چڑھنے والے) میں طَالِعًا شبہ مضاف ہے جس کے معنی کی تکمیل جَبَلًا سے ہوئی۔

یَاللبَرْدِ القَارِسِ (ہائے ری ٹھٹھرا دینے والی سردی)۔ یہاں ندا اظہار تعجب کے لیے ہے۔

(۲) کسی کام سے تنبیہ کرنے (تحذیر) کے لیے فعل حذف کر دیا جاتا ہے، بشرطیکہ یہ تنبیہ (تحذیر) اِیَّاكَ (اس کے کسی صیغہ، مثلاً اِیَّاکُمَا، اِیَّاکُم) کے ساتھ ہو یا پھر جس چیز سے متنبہ کرنا مقصود ہو اس کا تکرار کیا جائے یا عطف کے ساتھ ہو مثلاً:

اِیَّاكَ وَالْكَذِبَ (جھوٹ سے بچ)

اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِي الطُّرُقَاتِ (تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو)

اَلْكَسَلَ الْكَسَلَ (کاہلی سے بچ)

اَلنَّارَ النَّارَ (آگ سے بچ)

اَلْكَذِبَ وَالنِّفَاقَ (جھوٹ اور منافقت سے بچ)

دوسری مثال میں اِحْذَرُوْا اور باقی چار مثالوں میں اِحْذَرْ (تو بچ) کا فعل محذوف ہے۔

(۳) کسی اچھے کام پر ابھارنے یا آمادہ کرنے (اِغْرَاء) کے لیے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ فعل اس طرح کا ہوتا ہے: اِلْزَمْ (وابستہ رہ)۔ خُذْ (پکڑ لے) اِخْتَرْ (چُن لے۔ اختیار کر)۔ اس کے حذف کے لیے شرط یہ ہے کہ جس چیز پر آمادہ کرنا مقصود ہے اس کا تکرار کیا جائے، مثلاً:

اَلْحَیَاءَ اَلْحَیَاءَ (حیاء اختیار کر) اس میں اِخْتَرْ محذوف ہے۔

اَلصِّدْقَ وَالْاَمَانَةَ (صدق و امانت کو لازم رکھ)۔ اس میں اِلْزَمْ محذوف ہے۔

اَلْعَزمَ وَالتَّوَکُّلَ (عزم و توکل اختیار کر)۔ اِخْتَرْ (یا اِلْزَمْ) محذوف ہے۔

اَلْعَمَلَ اَلْعَمَلَ (کام کو لازم رکھ) اِلْزَمْ محذوف ہے۔

(۴) جب ضمیر کے بعد ایک اسم ظاہر لایا جائے، جو معرف باللّام (اَلْ والا معرفہ) یا مضاف ہو اور وہ اس ضمیر کے معنی کو مخصوص کر دے تو مخصوص کرنے کے لیے جو فعل ہے (نَخُصُّ وغیرہ = ہم خصوصیت دیتے ہیں) وہ حذف کر دیا جاتا ہے اور اس محذوف فعل کی وجہ سے وہ اسم ظاہر یا مضاف مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔ مثلاً: نَحْنُ۔ الباکِسْتَانِیِّیْنَ۔ اَنْصَارُ الْحَقِّ (ہم۔ پاکستانی۔ حق کے مددگار ہیں) اَنْتُمْ۔ الاَرْبَعَةَ الْاَئِمَّةَ۔ نُجُوْمُ الْهِدَایَةِ (تم۔ چاروں امام۔ ہدایت کے ستارے ہو)

نَحْنُ۔ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ۔ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ۔

ہم۔ انبیاء کی جماعتیں۔ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے)

پہلی اور دوسری مثال میں نَحْنُ کی ضمیر استعمال ہوئی۔ نَحْنُ (ہم) سے مراد تمام انسان یا تمام مسلمان، یا تمام ایشیائی باشندے بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک فعل محذوف (نَخُصُّ) نے اپنے مفعول بہ الباکستانِیِّیْن کے ساتھ نَحْنُ کو اسم مختص الباکستانِیِّین کے ساتھ واضح کر دیا کہ ہم سے مراد صرف پاکستانی ہیں۔

دوسری مثال میں اَنْتُمْ کے بعد نَخُصُّوْنَ کا فعل محذوف ہے۔ تیسری مثال میں نَحْنُ کے بعد نَخُصُّ محذوف ہے۔

أَنَّ کا اسم و خبر بطور مفعول بہ:

حرف مشبّہ بالفعل أَنَّ اگر فعل کے بعد اس طرح آئے کہ وہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مصدر کا معنیٰ دے تو اسے مصدر مُؤَوَّل (تاویل کے ساتھ مصدر) کہتے ہیں۔ مصدر مؤول بھی مفعول بہ بنتا ہے، مثلاً:

اَعْرِفُ اَنَّ اللُّغَةَ الْعَرَبِيَّةَ سَهْلَةٌ (مجھے معلوم ہے کہ عربی زبان آسان ہے)

اَعْلَمُ اَنَّ زَيْدًا نَاجِحٌ (میں جانتا ہوں کہ زید کامیاب ہے)

پہلی مثال میں سُهُوْلَةُ اللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ (عربی زبان کا آسان ہونا) مصدر مؤول ہے جو ہمیں اَنَّ اور اس کے اسم و خبر سے حاصل ہوا۔ دوسری مثال میں نَجَاحُ زَيْدٍ مصدر موؤل ہے جو اَنَّ اور اس کے اسم و خبر سے حاصل ہوا۔

۲۔ مفعول مُطلق:

فعل کی صرف تاکید کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی نوع (قسم) یا تعداد بتانے کے لیے ایک اسم منصوب استعمال ہوتا ہے، جو اس فعل کا مصدر یا اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اس اسم منصوب کو مفعول مطلق کہتے ہیں۔ مصدر کے قائم مقام سے مراد یہ ہے کہ وہ اس فعل کے مصدر کا ہم معنیٰ، یا اس کی صفت، یا اس کی نوع یا تعداد بتانے والا ہو، یا اس فعل کا آلہ ہو یا کُلٌّ اور بَعْضُ کا لفظ ہو جو اس

مصدر کی طرف مضاف ہو۔

مثالیں: (الف)

۱۔ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسىٰ تَكْلِيْماً (اللہ نے موسیٰؑ سے خوب باتیں کیں)

۲۔ لَعِبَ الْوَلَدُ لَعِبًا (لڑکا خوب کھیلا)

۳۔ تَرَنَّمَ الْمُغَنِّيْ تَرَنُّمَ الْبُلْبُلِ (گویے نے بلبل کی طرف خوب گایا)

۴۔ رَسَمَ الرَّسَّامُ رَسْمًا بَدِيْعًا (مصور نے انوکھی تصویر خوب بنائی)

۵۔ قَرَأْتُ الرِّسَالَةَ قِرَاءَةً وَاحِدَةً (میں نے خط ایک دفعہ پڑھا)

۶۔ تَدُوْرُ الْاَرْضُ دَوْرَةً فِي الْيَوْمِ (زمین دن میں ایک چکر لگاتی ہے)

مندرجہ بالا مثالوں میں سے پہلی دو مثالوں میں مفعول مطلق صرف تاکید کے لیے آیا ہے، تیسری اور چوتھی مثال میں تاکید کے ساتھ نوع بھی ظاہر کرتا ہے اور آخری دو مثالوں میں فعل کی تعداد بتانے کے لیے آیا ہے۔

(ب)

۱۔ تَوَضَّأَ الْمُصَلِّيْ وُضُوْءًا (نمازی نے اچھی طرح وضو کیا)

۲۔ اِغْتَسَلَ الْعَامِلُ غَسْلاً (مزدور خوب نہایا)

۳۔ اَحْتَرِمُ عَهْدِيْ حُرْمَةً (میں اپنے عہد کا خوب پاس کرتا ہوں)

۴۔ اَقَرَّ بِذَنْبِهٖ اعْتِرَافًا (اس نے اپنے گناہ کا خوب اقرار کیا)

۵۔ قُمْتُ وُقُوْفًا سَرِيْعًا لِلْاُسْتَاذِ (میں استاد کے لیے جلدی سے اٹھا)

۶۔ سَارَ الْقِطَارُ سَرِيْعًا (گاڑی تیز رفتاری سی چلی)

۷۔ رَجَعَ الْعَدُوُّ الْقَهْقَرٰی (دشمن پیچھے لوٹ گیا)

۸۔ نَامَ الْاٰمِنُ مَلْءَ جُفُوْنِهٖ (مامون شخص آنکھیں بھر کے سویا)

۹۔ تَکَلَّمْتَ اَحْسَنَ التَّکَلُّمِ (تُو نے خوب گفتگو کی)

۱۰۔ ضَرَبَ الْفَارِسُ الْحِصَانَ سَوْطاً (گھڑ سوار نے گھوڑے کو چابک مارا)۔

مندرجہ بالا مثالوں میں مفعول مطلق فعل کا مصدر نہیں ہے، بلکہ اس کا ہم معنی مصدر ہے، یا مترادف ہے یا اس کی صفت وغیرہ ہے یا کسی محذوف مصدر کی صفت ہے۔

۳۔ مفعول لہ:

اسے مفعول لِاَجْلِهٖ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسا اسم منصوب ہوتا ہے جو فعل کا سبب بیان کرتا ہے۔

مثالیں:

ضَرَبْتُ التِّلْمِيْذَ تَادِيْبًا (میں نے شاگرد کو ادب سکھانے کے لیے مارا)

نُصَافِحُ الضَّيْفَ تَكْرِيْمًا (ہم تکریم کے لیے مہمان سے مصافحہ کرتے ہیں)

اُعْبُدُوا اللهَ شُكْرًا (شکر کے لیے اللہ کی عبادت کرو)

ان مثالوں میں تادیبًا، تکریمًا، شُکْرًا مفعول لہ ہیں۔

۴۔ مفعول فیہ:

اسے ظرف بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ منصوب اسم ہے جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ یا وقت کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر جگہ کو ظاہر کرے تو ظرف مکان اور وقت بتائے تو ظرف زمان۔

مثالیں:

(الف) ظرف مکان:

مَشَيْتُ وَرَاءَهٗ (میں اس کے پیچھے چلا)

اَلطَّيَّارَةُ مُرْتَفِعَةٌ فَوْقَ السَّحَابِ (ہوائی جہاز بادل کے اوپر اونچا ہے)

وَقَفَ الْفَتَى اَمَامَ الْمِرْآةِ (جوان آئینے کے سامنے کھڑا ہوا)

نوٹ: خَلْفَ، وَرَاءَ، اَمَامَ، فَوْقَ، تَحْتَ، عِنْدَ، شمال، يَمِيْنَ وغیرہ اسماء ظرف مکان کے طور پر آتے ہیں۔

(ب) ظرف زمان:

ذَهَبَ الضَّيْفُ صَبَاحًا (مہمان صبح کو چلا گیا)

اَقَمْتُ بِمُلْتَانَ اَرْبَعَ سَنَوَاتٍ (میں نے ملتان میں چار سال قیام کیا)

سَأُسَافِرُ يَوْمَ الْاَحَدِ (میں اتوار کے روز سفر کروں گا)

ان مثالوں میں صَبَاحًا، اَرْبَعَ سَنَوَاتٍ اور يَوْمَ الْاَحَدِ مفعول فیہ / ظرف زمان ہیں۔

نوٹ: سن، عام، شهر، اُسبوع، يوم، ليل، ليْلة، نهار، صَبَاح، ظُهْر، عَصْر،

عِشَاء، مَسَاء، سَاعَة، اَمْسِ، غَدًا، بُكْرَۃً، اَصیلًا وغیرہ اسماء ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

۵۔ مفعول مَعَہٗ

مفعول معہ اس اسم منصوب کو کہتے ہیں جو مَعَ (ساتھ) کا معنی دینے والی واو کے بعد آتا ہے۔ اسے واوِ معیت یا واوِ مصاحبت کہتے ہیں۔ واوِ معیت اور اس کے مابعد اسم کے درمیان، جسے مفعول معہ کہتے ہیں، کوئی اور کلمہ نہیں آتا۔

واوِ معیت اپنے ماقبل اسم اور مابعد اسم کی فعل میں نہ صرف مشارکت کا مفہوم دیتی ہے بلکہ ان دونوں اسموں کے ایک ساتھ فعل میں شریک ہونے کا معنی بھی دیتی ہے۔ مثلاً جَاءَ زَیْدٌ وَ بَکْرٌ کا معنی ہے زید اور بکر آئے۔ اس جملے میں واوِ عطف استعمال ہوئی ہے۔ اس سے یہ پتا نہیں چلتا کہ زید اور بکر دونوں کے آنے کا وقت کیا ہے۔ اکٹھے آئے یا آگے پیچھے آئے۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ: جَاءَ زَیْدٌ وَبَکْرًا تو اس کا معنی ہے: زید بکر سمیت آیا۔ یعنی زید اور بکر اکٹھے آئے۔

مثالیں:

اَکَلَ الْوَالِدُ وَالْاَبْنَاءَ (والد نے بیٹوں کے ساتھ کھایا)

مَشَی الرَّجُلُ وَالْحَدِیْقَۃَ (آدمی باغ کے ساتھ ساتھ چلا)

جَاءَ الضَّیْفُ وَالْبَرْکَۃَ (مہمان برکت کے ساتھ آیا)

جَاءَ الْعِیْدُ وَالْفَرْحَۃَ (عید خوشی سمیت آئی)

ابواب

عربی زبان میں حروف کی تعداد کے لحاظ سے افعال کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ثُلاثِی مُجرَّد: یعنی اسے افعال جو خالصۃً تین حروف والے ہیں۔ثُلاثِی کا عنی تین والا، مراد ہے تین حروف والا فعل۔ مُجرَّد کا معنی ہے خالص، مراد ہے حرف یا حروف کے اضافے سے پاک۔

۲۔ثُلاثِی مزید فیہ: مزید فیہ کا معنی ہے کہ وہ جس میں زیادتی (اضافہ) کیا گیا ہو۔ثُلاثِی مزید فیہ سے مراد وہ افعال ہیں کہ جو بنیادی طور پر (اصلاً) تو تین حرفی (ثُلاثِی) ہیں لیکن ان میں ایک دو یا تین حروف کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۳۔ رُباعی مُجرَّد: رُباعی کا معنی ہے چار والا۔ یہاں مراد ہے چار حروف والا۔رباعی مُجرَّد سے مراد وہ افعال ہیں جو خالصۃً چار حرفی ہیں۔

۴۔ رباعی مزید فیہ: رباعی مزید فیہ وہ افعال ہیں جو اصلاً تو چار حرفی ہیں مگر ان میں ایک یا ایک سے زیادہ حروف کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

(نوٹ) اضافہ سے مراد ہے فعل ماضی کے واحد مذکر غائب کے صیغے میں۔ فعل ماضی اور مضارع کی گردانوں میں مختلف صیغوں میں جو اضافہ کیا جاتا ہے تثنیہ کے الف، جمع مذکر کے واؤ، جمع مؤنث کے نون، نون اعرابی یا مضارع کے صیغوں میں علامت مضارع کا یہ اضافہ یہاں مراد نہیں ہے۔

ابواب ثُلاثِی مُجرَّد

مثالیں: (ہر مثال میں پہلے ماضی اور پھر مضارع کا واحد مذکر غائب کا صیغہ دیا جائے گا)۔

۱۔ دَخَلَ یَدْخُلُ ۲۔ جَلَسَ یَجْلِسُ

۳۔ سَمِعَ یَسْمَعُ ۴۔ ذَهَبَ یَذْهَبُ

۵۔ حَسُنَ یَحْسُنُ ۶۔ حَسِبَ یَحْسِبُ

تین حرفی افعال کی ان مثالوں پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ:

ا۔ ماضی اور مضارع میں دوسرے یعنی درمیان والے حرف (یعنی عین کلمہ) کی حرکت مختلف افعال میں مختلف ہے جب کہ باقی حروف کی حرکات ایک جیسی ہیں۔

ب۔ ماضی میں درمیان والے حرف (عین کلمے) پر اگر زبر ہو تو مضارع میں زبر، زیر اور پیش تینوں حرکات ملتی ہیں۔

ج۔ ماضی میں درمیان والے حرف کے نیچے زیر ہو تو اس کے مضارع میں درمیان والے حرف (عین کلمے) پر زبر اور زیر دو حرکات آئی ہیں۔

د۔ ماضی میں درمیان والے حرف پر پیش ہے تو اس کے مضارع میں درمیان والے حرف پر بھی پیش ہی آئی ہے۔

علمائے لغت نے ثُلاثِی مُجرَّد کے تمام افعال پر غور کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ ماضی اور مضارع میں درمیان والے حرف (یعنی عین کلمے) کی حرکت کے لحاظ

سے تمام افعال چھ اقسام کے تحت آتے ہیں۔ انہوں نے ان اقسام کا نام ابواب رکھ دیا اور ہر قسم سے ایک ایک فعل لے کر اس سے اس باب کو موسوم کر دیا۔ یہ چھ ابواب درج ذیل ہیں:

۱۔ نَصَرَ یَنْصُرُ ۲۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ

۳۔ سَمِعَ یَسْمَعُ ۴۔ فَتَحَ یَفْتَحُ

۵۔ کَرُمَ یَکْرُمُ ۶۔ حَسِبَ یَحْسِبُ

اگر یہ پوچھا جائے کہ دَخَلَ یَدْخُلُ کس باب سے ہے تو جواب ہو گا باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے۔ جَلَسَ یَجْلِسُ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے۔ شَرِبَ یَشْرَبُ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے۔ ذَهَبَ یَذْهَبُ باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے۔ حَسُنَ یَحْسُنُ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے۔ ڈکشنریوں وغیرہ میں اختصار کی خاطر باب کا حوالہ دیتے وقت صرف اس کا پہلا حرف لکھ دیا جاتا ہے، یعنی باب نَصَرَ یَنْصُرُ کے لیے 'ن'۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ کے لیے 'ض'۔ سَمِعَ یَسْمَعُ کے لیے 'س' فَتَحَ یَفْتَحُ کے لیے 'ف'۔ کَرُمَ یَکْرُمُ کے لیے 'ك' اور حَسِبَ یَحْسِبُ کے لیے 'ح'۔

ابواب کی مذکورہ بالا ترتیب ان کے کثرت استعمال کے اعتبار سے ہے یعنی سب سے زیادہ افعال باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے آتے ہیں، پھر ضَرَبَ یَضْرِبُ سے۔ پہلے تین ابواب زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔

ابواب ثُلاثِی مُجَرَّد کی مثالیں:

(مثالوں میں ماضی اور مضارع کا واحد مذکر غائب کا صیغہ لکھ کر قوسین

کے اندر اس کا مصدری معنی دیا جائے گا)۔

۱۔باب نَصَرَ یَنْصُرُ: (عین کلمہ پر ماضی میں زبر، مضارع میں پیش)

دَخَلَ یَدْخُلُ (داخل ہونا)	نَظَرَ یَنْظُرُ (دیکھنا)
خَرَجَ یَخْرُجُ (باہر نکلنا)	نَقَرَ یَنْقُرُ (کھودنا۔ کھجلانا)
قَتَلَ یَقْتُلُ (قتل کرنا)	نَشَرَ یَنْشُرُ (شائع کرنا۔ آری سے چیرنا)
کَتَبَ یَکْتُبُ (لکھنا)	اَمَرَ یَاْمُرُ (حکم دینا)
مَکَرَ یَمْکُرُ (مکر کرنا)	رَفَضَ یَرْفُضُ (چھوڑنا)
حَدَثَ یَحْدُثُ (واقع ہونا)	تَرَكَ یَتْرُكُ (ترک کرنا)
طَلَبَ یَطْلُبُ (طلب کرنا)	نَفَذَ یَنْفُذُ (گزرنا۔ نفوذ کرنا)
حَضَرَ یَحْضُرُ (آنا)	نَقَلَ یَنْقُلُ (منتقل کرنا)
نَثَرَ یَنْثُرُ (بکھیرنا)	اَکَلَ یَاْکُلُ (کھانا)
نَضَرَ یَنضُرُ (تروتازہ ہونا)	فَسَدَ یَفْسُدُ (خراب ہونا)
ھَرَبَ یَھْرُبُ (بھاگنا)	خَطَبَ یَخْطُبُ (تقریر کرنا۔ خطبہ دینا)
غَرَبَ یَغْرُبُ (غروب ہونا)	طَلَعَ یَطْلُعُ (طلوع ہونا)
شَرَقَ یَشْرُقُ (طلوع ہونا۔ چمکنا)	سَقَطَ یَسْقُطُ (گرنا)
سَجَدَ یَسْجُدُ (سجدہ کرنا)	فَرَغَ یَفْرُغُ (خالی ہونا)
حَصَلَ یَحْصُلُ (باقی رہ جانا۔ حاصل کرنا)	بَلَغَ یَبْلُغُ (پہنچنا)

۲۔باب ضَرَبَ یَضْرِبُ: (عین کلمہ پر ماضی میں زبر، مضارع میں زیر)

جَلَسَ یَجْلِسُ (بیٹھنا)

نَظَمَ یَنْظِمُ (پرونا)

نَسَجَ یَنْسِجُ (بُننا)

کَذَبَ یَکْذِبُ (جھوٹ بولنا)

غَسَلَ یَغْسِلُ (دھونا)

غَلَبَ یَغْلِبُ (غالب ہونا)

یَصْبِرُ (صبر کرنا۔ ڈٹ جانا)

غَفَرَ یَغْفِرُ (ڈھانپنا۔ بخشنا)

نَزَلَ یَنْزِلُ (اترنا۔ فروکش ہونا)

فَقَدَ یَفْقِدُ (کھو دینا)

کَسَرَ یَکْسِرُ (توڑ دینا)

کَنَزَ یَکْنِزُ (دولت جمع کرنا۔ خزانہ بنانا)

کَسَبَ یَکْسِبُ (کمانا)

ظَلَمَ یَظْلِمُ (ظلم کرنا)

فَصَلَ یَفْصِلُ (جدا کرنا/ الگ کرنا)

عَرَضَ یَعْرِضُ (پیش آنا۔ ظاہر ہونا۔ پیش کرنا)

عَرَفَ یَعْرِفُ (حواس کے ذریعے معلوم کرنا۔ جاننا)

حَجَزَ یَحْجِزُ (ریز رو یا خاص کرنا۔ جدا کرنا۔ رکاوٹ ڈالنا)

حَرَمَ یَحْرِمُ (محروم کرنا۔ کوئی چیز نہ دینا)

حَمَلَ یَحْمِلُ (بوجھ اٹھانا)

سَفَرَ یَسْفِرُ (پردہ ہٹانا۔ منکشف کرنا)

کَظَمَ یَکْظِمُ (غصہ پی جانا)

کَشَفَ یَکْشِفُ (پردہ ہٹانا)

قَسَمَ یَقْسِمُ (تقسیم کرنا)

حَلَفَ یَحْلِفُ (قسم کھانا)

حَلَقَ یَحْلِقُ (بال مونڈنا)

قَصَدَ يَقْصِدُ (قصد کرنا)	حَرَصَ يَحْرِصُ (لالچ کرنا۔ شدید رغبت ہونا)
حَفَلَ يَحْفِلُ (اکٹھے ہونا۔ بھرنا)	غَرَسَ يَغْرِسُ (پودا لگانا)

۳۔ باب <u>سَمِعَ يَسْمَعُ</u>: (عین کلمہ کے نیچے ماضی میں زیر اور مضارع میں اس پر زبر)

شَرِبَ يَشْرَبُ (پینا)	حَفِظَ يَحْفَظُ (محفوظ کرنا۔ زبانی یاد کرنا)
حَمِدَ يَحْمَدُ (تعریف کرنا)	فَهِمَ يَفْهَمُ (سمجھنا)
لَبِسَ يَلْبَسُ (پہننا)	فَرِقَ يَفْرَقُ (بہت خوفزدہ ہونا)
قَدِمَ يَقْدَمُ (آنا۔ قدم بڑھانا)	ظَفِرَ يَظْفَرُ (غالب آنا۔ کسی پر قابو پانا)
فَشِلَ يَفْشَلُ (دست پڑ جانا۔ بزدل ہونا۔ ناکام ہونا)	خَرِبَ يَخْرَبُ (ویران ہونا)
نَفِدَ يَنْفَدُ (خرچ ہو کر ختم ہو جانا)	رَبِحَ يَرْبَحُ (تجارت وغیرہ میں نفع ہونا)
عَلِمَ يَعْلَمُ (جاننا)	رَكِبَ يَرْكَبُ (سوار ہونا)
سَلِمَ يَسْلَمُ (سلامت رہنا۔ محفوظ ہونا)	لَعِبَ يَلْعَبُ (کھیلنا)
قَنِطَ يَقْنَطُ (مایوس ہونا)	تَعِبَ يَتْعَبُ (تھکنا)
نَدِمَ يَنْدَمُ (پشیمان ہونا)	خَسِرَ يَخْسَرُ (گھاٹا ہونا)
خَجِلَ يَخْجَلُ (شرمندہ ہونا)	فَرِحَ يَفْرَحُ (خوش ہونا)
أَسِفَ يَأْسَفُ (افسوس کرنا)	غَضِبَ يَغْضَبُ (غصے ہونا)

أَذِنَ يَأْذَنُ (اجازت دینا۔ حکم دینا)	خَضِرَ يَخْضَرُ (سبز ہونا)
غَرِقَ يَغْرَقُ (ڈوبنا)	حَمِرَ يَحْمَرُ (سرخ ہونا)
حَزِنَ يَحْزَنُ (غمگین ہونا)	عَوِرَ يَعْوَرُ (کانا ہونا)
عَطِشَ يَعْطَشُ (پیاسا ہونا)	حَوِلَ يَحْوَلُ (بھینگا ہونا)
نَضِجَ يَنْضَجُ (پھل وغیرہ کا پکنا)	رَحِمَ يَرْحَمُ (رحم کرنا)
مَرِضَ يَمْرَضُ (بیمار ہونا)	شَبِعَ يَشْبَعُ (سیر ہونا)

۴۔ باب فَتَحَ يَفْتَحُ: (عین کلمہ پر ماضی اور مضارع دونوں میں زَبر)

ذَهَبَ يَذْهَبُ (جانا)	دَفَعَ يَدْفَعُ (دھکیلنا۔ دور کرنا)
مَدَحَ يَمْدَحُ (تعریف کرنا)	رَفَعَ يَرْفَعُ (بلند کرنا)
نَجَحَ يَنْجَحُ (کامیاب ہونا)	لَمَعَ يَلْمَعُ (چمکنا)
طَبَخَ يَطْبَخُ (پکانا)	فَزَعَ يَفْزَعُ (ڈرنا)
ذَبَحَ يَذْبَحُ (ذبح کرنا)	نَبَحَ يَنْبَحُ (بھونکنا)
مَنَعَ يَمْنَعُ (دینے سے انکار کرنا)	مَهَدَ يَمْهَدُ (بچھانا)
شَرَحَ يَشْرَحُ (تشریح کرنا۔ کھولنا)	فَسَحَ يَفْسَحُ (جگہ میں کشادگی پیدا کرنا)
جَمَعَ يَجْمَعُ (اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا)	مَسَخَ يَمْسَخُ (زائل کرنا۔ منسوخ کرنا۔ نقل کرنا)
سَبَحَ يَسْبَحُ (تیرنا)	سَأَلَ يَسْأَلُ (پوچھنا۔ سوال کرنا)
فَخَرَ يَفْخَرُ (فخر کرنا)	مَلَأَ يَمْلَأُ (بھر دینا)

سَخَرَیَسْخَرُ (مذاق کرنا)	زَأَرَیَزْأَرُ (شیر کا دھاڑنا)
ذَخَرَیَذْخَرُ (ذخیرہ کرنا)	قَرَأَیَقْرَأُ (پڑھنا)
جَرَحَ یَجْرَحُ (زخم لگانا)	نَشَأَیَنْشَأُ (پروان چڑھنا)
قَطَعَ یَقْطَعُ (کاٹنا)	مَھَرَیَمْھَرُ (ماہر ہونا)
زَرَعَ یَزْرَعُ (اُگانا)	بَحَثَ یَبْحَثُ (تلاش کرنا)
بَعَثَ یَبْعَثُ (بھیجنا۔جی اٹھانا)	طَرَحَ یَطْرَح (پھینکنا۔ایک طرف ڈال دینا)

۵۔باب کَرُمَ یَکْرُمُ: (عین کلمہ پر ماضی اور مضارع دونوں میں پیش)

عَظُمَ یَعْظُمُ (عظیم ہونا)	سَمُنَ یَسْمُنُ (فربہ، موٹا ہونا)
حَسُنَ یَحْسُنُ (اچھا ہونا۔خوبصورت ہونا)	ذَبُلَ یَذْبُلُ (مرجھا جانا)
جَمُلَ یَجْمُلُ (خوبصورت ہونا)	صَعُبَ یَصْعُبُ (مشکل ہونا)
صَغُرَیَصْغُرُ (چھوٹا ہونا)	سَھُلَ یَسْھُلُ (آسان ہونا)
کَبُرَیَکْبُرُ (بڑا ہونا)	بَعُدَ یَبْعُدُ (دور ہونا)
شَرُفَ یَشْرُفُ (معزز ہونا)	قَرُبَ یَقْرُبُ (قریب ہونا)
ضَعُفَ یَضْعُفُ (کمزور ہونا)	جَبُنَ یَجْبُنُ (بزدل ہونا)
مَلُحَ یَمْلُحُ (کھارا ہونا/ نمکین ہونا)	کَثُرَیَکْثُرُ (زیادہ/ کثیر ہونا)
لَطُفَ یَلْطُفُ (لطیف ہونا)	ضَخُمَ یَضْخُمُ (ضخیم ہونا)

كَثُفَ يَكْثُفُ (کثیف ہونا)	قَبُحَ يَقْبُحُ (بھدّا/ بد صورت ہونا)
صَلُبَ يَصْلُبُ (سخت ہونا)	غَلُظَ يَغْلُظُ (کھردرا/ درشت ہونا)
نَعُمَ يَنْعُمُ (نرم ونازک ہونا)	بَخُلَ يَبْخُلُ (بخیل/ کنجوس ہونا)
بَلُغَ يَبْلُغُ (بلیغ ہونا)	بَلُدَ يَبْلُدُ (کند ذہن ہونا)
فَصُحَ يَفْصُحُ (فصیح ہونا)	حَلُمَ يَحْلُمُ (حلیم/ بردبار ہونا)

۶۔باب حَسِبَ يَحْسِبُ: (عین کلمہ کے نیچے ماضی اور مضارع دونوں میں زبر)

اس باب سے بہت ہی کم افعال آتے ہیں۔چند مثالیں درج ذیل ہیں:

وَرِمَ يَرِمُ (سوجنا)	وَلِيَ يَلِيْ (فائز ہونا/ والی/ حکمران ہونا)
وَرِثَ يَرِثُ (وارث ہونا)	يَبِسَ يَيْبِسُ (خشک ہونا)
يَئِسَ يَيْئِسُ (ناامید ہونا)	

(نوٹ) يَبِسَ اور يَئِسَ باب سَمِعَ يَسْمَعُ سے بھی آتے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا۔پہلے تین ابواب میں عین کلمہ کی حرکت ماضی اور مضارع میں مختلف ہوتی ہے جبکہ آخری تین ابواب میں عین کلمہ کی حرکت ماضی اور مضارع دونوں میں ایک جیسی ہے۔

ابواب ثُلاثِی مُجَرَّد ایک نظر میں

نمبر شمار	باب کا نام	ماضی میں عین کلمہ کی حرکت	مضارع میں عین کلمہ کی حرکت	مثال
1.	نَصَرَ یَنْصُرُ	زبر(ــَ)	پیش(ــُ)	خَرَجَ یَخْرُجُ
2.	ضَرَبَ یَضْرِبُ	زبر(ــَ)	زیر(ــِ)	جَلَسَ یَجْلِسُ
3.	سَمِعَ یَسْمَعُ	زیر(ــِ)	زبر(ــَ)	شَرِبَ یَشْرَبُ
4.	فَتَحَ یَفْتَحُ کَرُمَ یَکْرُمُ حَسِبَ یَحْسِبُ	زبر(ــَ) پیش(ــُ) زیر(ــِ)	زبر(ــَ) پیش(ــُ) زیر(ــِ)	ذَهَبَ یَذْهَبُ حَسُنَ یَحْسُنُ وَرِمَ یَرِمُ

ابواب کی پہچان کے اصول

اگر کسی فعل کی ماضی اور مضارع دونوں معلوم ہوں تو پھر تو آسانی کے ساتھ بتایا جا سکتا ہے کہ یہ فعل ثُلاثِی مُجَرَّد کے چھ ابواب میں سے کس باب سے ہے لیکن اگر ماضی اور مضارع دونوں میں سے صرف ایک معلوم ہو تو پھر باب بتانا ذرا مشکل کام ہے۔ ان کی پہچان کثرتِ مطالعہ اور مشق سے ہی آتی ہے۔ علمائے لغت نے چند اصول بنائے ہیں جو ان ابواب کی پہچان میں کافی مدد دیتے ہیں۔ یہ اصول درج ذیل ہیں:

۱۔ ماضی میں عین کلمہ کے نیچے زیر صرف دو ابواب میں آتی ہے: باب سَمِعَ یَسْمَعُ اور باب حَسِبَ یَحْسِبُ۔ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ باب حَسِبَ یَحْسِبُ سے بہت ہی کم افعال آتے ہیں۔ اوپر دی گئی پانچ مثالیں آپ یاد رکھیں۔ ان کے سوا اگر کسی فعل کے ماضی کے عین کلمہ کے نیچے زیر ہو تو وہ اغلباً باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہو گا۔

۲۔ مضارع میں عین کلمہ پر پیش صرف دو ابواب میں آتی ہے، باب نَصَرَ یَنْصُرُ اور باب کَرُمَ یَکْرُمُ میں۔ اگر فعل کسی دائمی حالت یا صفت (خوبصورتی، بدصورتی، کوئی خوبی، عیب وغیرہ) کا معنی دیتا ہے تو باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے ہے ورنہ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے۔

۳۔ مضارع میں زیر حرف دو ابواب یعنی باب ضَرَبَ یَضْرِبُ اور حَسِبَ یَحْسِبُ میں آتی ہے۔ اگر مضارع کا صیغہ دیا ہوا ہو اور عین کلمے کے نیچے زیر ہو اور وہ باب حَسِبَ یَحْسِبُ کی گنتی کی چند مثالوں میں سے نہیں تو وہ اغلباً باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے ہو گا۔

۴۔ اگر ماضی کا صیغہ دیا ہو اور اس کے عین کلمہ پر پیش ہو تو وہ لازماً باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے ہو گا کیونکہ ماضی میں عین کلمہ پر پیش صرف باب کَرُمَ یَکْرُمُ میں آتی ہے۔

۵۔ فعل ماضی میں اگر عین کلمہ پر زبر ہو اور اس کا عین کلمہ یا لام کلمہ (یعنی دوسرا اور آخری یا تیسرا حرف) حرف یاء ہو تو وہ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے

ہو گا۔

مثالیں:

الف۔ (لام کلمہ یاء اور عین کلمہ پر زبر)

قَضَی یَقْضِیْ (فیصلہ کرنا۔ انجام دینا)	رَمَی یَرْمِیْ (تیر وغیرہ پھینکنا)
شَفَی یَشْفِیْ (شفا دینا)	هَدَی یَهْدِیْ (راہنمائی کرنا)
مَشَی یَمْشِیْ (پیدل چلنا)	حَمَی یَحْمِیْ (حفاظت کرنا)
جَرَی یَجْرِیْ (چلنا دوڑنا)	مَضَی یَمْضِیْ (گزرنا)
کَفَی یَکْفِیْ (کافی ہونا۔ کفایت کرنا)	غَلَی یَغْلِیْ (جوش مارنا)

ب۔ (عین کلمہ پر زبر اور عین کلمہ یاء)

سَارَ یَسِیْرُ (چلنا)	صَاحَ یَصِیْحُ (چیخنا)
سَالَ یَسِیْلُ (بہنا)	مَالَ یَمِیْلُ (مائل ہونا۔ جھکنا)
بَاعَ یَبِیْعُ (بیچنا)	ضَاعَ یَضِیْعُ (ضائع ہونا)
غَابَ یَغِیْبُ (غائب ہونا)	ضَاقَ یَضِیْقُ (تنگ ہونا)

(نوٹ) سیٹ (الف) کی مثالوں میں ماضی مضارع اصل میں یوں تھے:

قَضَیَ یَقْضِیُ، شَفَیَ یَشْفِیُ وغیرہ۔ تبدیلی کے بعد قَضَی یَقْضِیْ اور مَضَی یَمْضِیْ ہوگئے اور سیٹ (ب) کی مثالوں میں اصل میں اس طرح تھے: سَیَرَ یَسْیِرُ، سَیَلَ یَسْیِلُ، تبدیلی کے بعد سَارَ یَسِیْرُ اور سَالَ یَسِیْلُ ہو گئے۔

۶۔ فعل ماضی میں اگر عین کلمہ پر زبر ہو اور اس کا عین کلمہ یا لام کلمہ واؤ

ہو تو وہ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے ہو گا۔

مثالیں:

الف۔(عین کلمہ واؤ اور اس پر زبر)

فازَیَفُوْزُ(کامیاب ہونا)	صَامَ یَصُوْمُ(روزہ رکھنا)
فات یَفُوْت (چلے جانا۔ ہاتھ سے نکل جانا)	مَات یَمُوْتُ(مرنا)
دَارَیَدُوْرُ(چکر کاٹنا۔ گھومنا)	سَادَیَسُوْدُ(سردار ہونا)
جَاعَ یَجُوْعُ(بھوکا ہونا)	دَامَ یَدُوْمُ(دائم ہونا)

ب۔(لام کلمہ واؤ اور عین کلمہ پر زبر)

دَعَا یَدْعُوْ(بلانا۔ پکارنا)	عَفَا یَعفُوْ(معاف کرنا)
صَفَا یَصْفُوْ(صاف ہونا)	غَزَا یَغْزُوْ(حملہ کرنا۔ چڑھائی کرنا)
عَلَا یَعْلُوْ(بلند ہونا)	دَنَا یَدْنُوْ(قریب ہونا)
غَلَا یَغْلُوْ(گراں قیمت ہونا)	نَجَا یَنْجُوْ(نجات پانا)

(نوٹ) سیٹ (الف کی مثالوں میں ماضی، مضارع اصل میں اس طرح تھے: فَوَزَ یَفْوُزُ، صَوَمَ یَصْوُمُ۔ سیٹ (ب) میں اصل میں یوں تھے: دَعَوَیَدْ عُوُ، عَفَوَیَعْفُوُ وغیرہ۔

۷۔ اگر فعل ماضی میں عین کلمہ شدّ والا ہو تو متعدّی ہونے کی صورت میں اکثر و بیشتر باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے اور لازم ہونے کی صورت میں غالباً باب ضَرَبَ

یَضْرِبُ سے ہو گا۔

مثالیں:

الف۔(عین کلمہ مشدّد، فعل متعدّی۔ لہٰذا باب نَصَرَ یَنْصُرُ)

سَرَّ یَسُرُّ (خوش کرنا)	جَرّ یَجُرُّ (گھسیٹنا)
مَدَّ یَمُدُّ (کھینچنا۔ پھیلانا)	رَدَّ یَرُدُّ (لوٹانا)
مَنَّ یَمُنُّ (احسان کرنا)	ضَرَّ یَضُرُّ (ضرر پہنچانا)
شَقَّ یَشُقُّ (پھاڑنا)	دَلَّ یَدُلُّ (راہنمائی کرنا۔ دلالت کرنا)
سَبَّ یَسُبُّ (گالی دینا)	سَدَّ یَسُدُّ (بند کرنا۔ رکاوٹ کرنا)
غَرَّ یَغُرُّ (دھوکا دینا)	ذَمَّ یَذُمُّ (مذمت کرنا)
صَدَّ یَصُدُّ (روکنا۔ ہٹانا)	صَبَّ یَصُبُّ (انڈیلنا)
حَلَّ یَحُلُّ (کھولنا)	ضَمَّ یَضُمُّ (شامل کرنا)
دَقَّ یَدُقُّ (کھٹکھٹانا۔ پینا)	حَثَّ یَحُثُّ (اکسانا)

ب۔(عین کلمہ مشدّد، فعل لازم۔ لہٰذا باب ضَرَبَ یَضْرِبُ)

ضَلَّ یَضِلُّ (گمراہ ہونا)	فَرَّ یَفِرُّ (بھاگنا۔ فرار ہونا)
قَلَّ یَقِلُّ (قلیل ہونا)	ذَلَّ یَذِلُّ (ذلیل ہونا)
جَلَّ یَجِلُّ (جلیل ہونا)	رَقَّ یَرِقُّ (نرم۔ رقیق ہونا)
صَحَّ یَصِحُّ (صحیح ہونا)	جَفَّ یَجِفُّ (خشک ہونا)

(نوٹ) سیٹ (الف) کی مثالوں میں ماضی، مضارع اصل میں یوں

تھے: مَدَدَ یَمْدُدُ۔ رَدَدَ یَرْدُدُ۔ سیٹ (ب) کی مثالوں میں یہ اصل میں یوں تھے: ضَلَلَ یَضْلِلُ، فَرَرَ یَفْرِرُ۔

۸۔ فعل ماضی میں اگر درمیان والے حرف پر زبر ہو اور اس کا پہلا حرف واؤ ہو تو وہ غالباً باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے ہو گا۔

مثالیں:

وَعَدَ یَعِدُ (وعدہ کرنا)	وَصَلَ یَصِلُ (پہنچنا۔ ملنا)
وَجَدَ یَجِدُ (پانا)	وَلَدَ یَلِدُ (جنم دینا)
وَقَفَ یَقِفُ (کھڑا ہونا)	وَجَبَ یَجِبُ (واجب ہونا)
وَصَفَ یَصِفُ (وصف کرنا)	وَزَنَ یَزِنُ (تولنا)
وَرَدَ یَرِدُ (وارد ہونا)	وَفَدَ یَفِدُ (وفد آنا)
وَزَرَ یَزِرُ (بوجھ اٹھانا)	وَثَبَ یَثِبُ (جست لگانا)

(نوٹ) اصل میں یہ ماضی، مضارع اس طرح تھے: وَعَدَ یَوْعِدُ، وَصَلَ یَوْصِلُ (ضَرَبَ یَضْرِبُ کے وزن پر)

۹۔ باب فَتَحَ یَفْتَحُ کے ہر فعل کا درمیان والا یا آخری حرف (یعنی عین کلمہ یا لام کلمہ) دونوں میں سے کوئی ایک حرف اغلباً حروف حلقیہ (یعنی ہمزہ۔ حاء۔ خاء۔ عین۔ غین۔ ھاء) میں سے ہو گا۔ لہٰذا جس فعل کا عین کلمہ یا لام حرفِ حلقی نہ ہو وہ اغلباً باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے نہیں ہو گا۔ (دیکھیے باب فَتَحَ یَفْتَحُ کی مثالیں)

۱۰۔ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے آنے والے افعال عارضی حالت یا صفت کو

ظاہر کرتے ہیں جبکہ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے آنے والے افعال مستقل یا دائمی حالت یا صفت کو ظاہر کرتے ہیں۔ پس اگر فعل کوئی ایسی حالت یا صفت بیان کرے جو کچھ وقت کے بعد دور ہو جانے والی ہو تو وہ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہو گا اور اگر وہ کسی ایسی حالت یا صفت کو بیان کرے جو مستقل یا دائمی ہو تو وہ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے ہو گا۔ مثلاً فَرِحَ یَفْرَحُ (خوش ہونا) غَضِبَ یَغْضَبُ (غصے ہونا) عارضی حالت میں، جبکہ جَمُلَ یَجْمُلُ (صاحبِ جمال ہونا) حَسُنَ یَحْسُنُ (حسین ہونا) پیدائشی یعنی دائمی اوصاف ہیں۔

باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے آنے والے تمام افعال لازم ہوتے ہیں۔

ثُلاثِی مُجرَّد کے مصدر کے اوزان

مصدر اس اسم کو کہتے ہیں جو خود کسی کلمہ سے نہیں نکلتا لیکن اس سے بہت سے کلمات (اَفعال اور اَسماء) نکلتے ہیں۔ مصدر میں کام تو پایا جاتا ہے لیکن زمانہ نہیں پایا جاتا۔

ثُلاثِی مُجرَّد کے اوزان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کے مصدر معلوم کرنے کے بارے میں چند اصول درج ذیل ہیں:

١۔ اگر فعل متعدّی ہو لیکن کسی حرفت یا پیشے کا معنی نہ دیتا ہو تو اس کو مصدر فَعْلًا کے وزن پر ہو گا، جیسے:

أَخَذَ یَأْخُذُ أَخْذًا۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا۔ فَهِمَ یَفْهَمُ فَهْمًا قَتَلَ یَقْتُلُ قَتْلًا۔

٢۔ اگر فعل باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہو، لازم ہو، لیکن رنگ جسمانی عمل، کوشش یا کسی مستقل معنی کو بیان نہ کرے تو اس کا مصدر فَعَلًا کے وزن پر آئے گا، جیسے:

فَرِحَ فَرَحاً۔ تَعِبَ تَعَبًا۔ غَضِبَ غَضَبًا۔ حَزِنَ حَزَنًا۔

٣۔ اور اگر فعل باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہو، لازم ہو اور رنگ کا معنی دے تو اس کا مصدر اکثر فُعْلَةٌ کے وزن پر آئے گا، جیسے: خَضِرَ خُضْرَةً۔ حَمِرَ حُمْرَةً۔

٤۔ اور اگر وہ جسمانی کوشش اور عمل کا معنی دے تو فُعُوْلًا کے وزن پر

آئے گا، جیسے:

قَدِمَ قُدُوْمًا۔ صَعِدَ صُعُوْدًا۔

۵۔ اگر فعل ثُلاثِی کی ماضی فَعَلَ کے وزن پر ہو (یعنی عین کلمہ پر زبر ہو) فعل لازم ہو، اس میں کوئی حرفِ علّت نہ ہو (یعنی تینوں حروف صحیح ہوں)، انکار اور رُکنے، اضطراب، پریشانی، حرکت، مرض، آواز یا حرِفت کا معنی نہ دے تو اس کا مصدر فُعُوْلًا کے وزن پر آئے گا، جیسے:

نَزَلَ نُزُوْلًا۔ سَجَدَ سُجُوْدًا۔ قَعَدَ قُعُوْدًا۔ رَکَعَ رُکُوْعًا

۶۔ اگر اس میں عین کلمہ حرفِ عِلّت ہو تو اس کا مصدر بالعموم فَعْلًا کے وزن پر ہو گا سَارَا سَیْرًا، فَازَ فَوْزًا، سَالَ سَیْلًا، مَالَ مَیْلًا، نَامَ نَوْمًا، صَامَ صَومًا یا فِعَالًا کے وزن پر ہو گا، جیسے: قَامَ قِیَامًا۔ صَامَ صِیَامًا۔ غَابَا غِیَابًا۔

۷۔ اگر وہ انکار یا رکنے پر دلالت کرے تو مصدر فِعَالًا کے وزن پر ہو گا، جیسے: أَبَی إِبَاءً (انکار کرنا)۔

۸۔ اگر وہ اضطراب، حرکت یا پریشانی پر دلالت کرے تو مصدر فَعَلَانًا کے وزن پر ہو گا، جیسے: خَفَقَ خَفَقَانًا (دھڑکنا) عَلَی غَلَیَانًا (جوش مارنا)

۹۔ اگر وہ مرض پر دلالت کرے تو اس کا وزن فُعَالاً کے وزن پر ہو گا، جیسے:

سَعَلَ سُعَالاً (کھانسنا) زَکَمَ زُکَامًا (زکام ہونا) صَدَعَ صُدَعًا (سر درد ہونا)

۱۰۔ اگر وہ کسی قسم کی آواز کا معنی دے تو اس کا مصدر فَعِیْلًا اور فُعَالاً

کے وزن پر آتا ہے، جیسے: شَهَقَ شَهِيْقًا (شدید آواز) زَأَرَ زَئِيْرًا (شیر کا دھاڑنا)۔

۱۱۔ اگر وہ حرفت یا پیشے پر دلالت کرے تو مصدر بالعموم فِعَالَةً کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: خَاطَ خِيَاطَةً (کپڑے کی سلائی۔ درزی کا پیشہ) تَجَرَ تِجَارَةً تجارت کرنا) صَاغَ صِيَاغَةً (سونے چاندی سے چیزیں بنانا)۔

۱۲۔ باب كَرُمَ يَكْرُمُ سے آنے والے تمام افعال لازم ہیں۔ ان کے مصادر کے اوزان فَعَالَةً یا فُعُوْلَةً کے وزن پر آتے ہیں، جیسے:

الف۔ شَجُعَ شَجَاعَةً۔ فَصُحَ فَصَاحَةً۔ ظَرُفَ ظَرَافَةً۔ خَطُبَ خَطَابَةً ضَخُمَ ضَخَامَةً۔ بَلُغَ بَلَاغَةً۔ قَبُحَ قَبَاحَةً، بَلُدَ ابَلَادَةً۔

ب۔ صَعُبَ صُعُوْبَةً۔ سَهُلَ سُهُوْلَةً۔ عَذُبَا عُذُبَ عُذُوْبَةً۔ بَطُلَ بُطُوْلَةً۔ بَرُدَ بُرُوْدَةً۔

۱۳۔ وحدت بتانے کے لیے فَعْلَةٌ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: جَلْسَةً۔ (ایک دفعہ بیٹھنا)۔ قَعْدَةً (ایک دفعہ بیٹھنا)۔ رَكْعَةً (ایک دفعہ رکوع کرنا)۔

۱۴۔ قسم بتانے کے لیے فِعْلَةٌ کے وزن پر، آتا ہے، جیسے: جِلْسَةً۔ قِعْدَةً (خاص قسم کا بیٹھنا) وَثْبَةً (خاص طرح سے جست لگانا) مثلاً کہیں: جَلَسَ التِّلْمِيْذُ جِلْسَةَ الْأُسْتَاذِ (طالب علم استاد کے بیٹھنے کی طرح بیٹھا)۔

مصدر میمی:

یہ اصل مصدر بنایا جاتا ہے۔ اس کے شروع میں میم آتی ہے اس لیے

اسے مصدر میمی کہتے ہیں۔ یہ معنی اور تاکید میں اصل مصدر سے قوی تر ہوتا ہے۔ اصل مصدر سے تو تثنیہ اور جمع کا صیغہ لانا جائز نہیں۔ یہ **مَفْعَلًا** اور **مَفْعِلًا** کے وزن پر آتا ہے، جیسے: **مَقْدَمًا** (آنا) **مَلْعَبًا** (کھیلنا)۔ **مَسْقَطًا** (گرنا) **مَوْصِلًا** (پہنچنا)۔ **مرجِعًا** (لوٹنا) **مَوْعِدًا** (وعدہ کرنا)۔

ابواب ثُلاثِی مُجرّد کی خصوصیات

ابواب ثُلاثِی مُجرّد کی بیشتر خصوصیات ان ابواب کے اصولوں کے ضمن میں بیان کی جاچکی ہیں۔ یہاں ان ابواب کی تمام اہم خصوصیات یکجا طور پر الگ سے بیان کی جاتی ہیں:

لفظی خصوصیات:

۱۔ اگر ماضی میں عین کلمہ پر زبر ہو اور عین کلمہ یا لام کلمہ یاء ہو تو وہ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آتا ہے، جیسے: سَارَ یَسِیْرُ۔ قَضَی یَقْضِیْ وغیرہ۔

۲۔ اگر ماضی میں عین کلمہ پر زبر ہو اور اس کا عین کلمہ یا لام کلمہ واؤ ہو تو وہ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے ہو گا، جیسے: فَازَ یَفُوْزُ۔ دَعَا یَدْعُوْ وغیرہ۔

۳۔ اگر عین کلمہ شدّ والا ہو اور فعل متعدّی ہو تو اکثر و بیشتر باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے آئے گا، جیسے مَدَّ یَمُدُّ وغیرہ۔

۴۔ اگر عین کلمہ شد والا ہو اور فعل لازم ہو تو اکثر و بیشتر باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آئے گا، جیسے: ضَلَّ یَضِلُّ وغیرہ۔

۵۔ اگر ماضی میں عین کلمہ پر زبر ہو اور اس کا فاء کلمہ واؤ ہو تو وہ اکثر و بیشتر باب ضَرَبَ یَضْرِبُ0 سے آتا ہے، جیسے وَعَدَ یَعِدُ وغیرہ۔

۶۔ باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے زیادہ تر وہ افعال آتے ہیں جن کا عین یا لام کلمہ

حرفِ حلقی ہو، جیسے: ذَھَبَ یَذْھَبُ۔ قَطَعَ یَقْطَعُ وغیرہ۔

۷۔ باب حَسِبَ یَحْسِبُ (گمان کرنا) اور نَعِمَ یَنْعِمُ (شاداب ہونا)۔ گنتی کے چند افعال ایسے ہیں جن کا فاء کلمہ واؤ یا یا ہے، جیسے: وَرِمَ یَرِمُ، وَرِثَ یَرِثُ، یَبِسَ یَیْبِسُ، یَئِسَ یَیْئِسُ۔

نوٹ: ان لفظی خصوصیات کی مثالیں ابواب کی پہچان کے اصول کے تحت بیان کی جاچکی ہیں۔

معنوی خصوصیات:

۱۔ باب نَصَرَ یَنْصُرُ اور ضَرَبَ یَضْرِبُ دونوں غلبہ ظاہر کرنے کے لیے آتے ہیں، جیسے: قَاتَلَنِیْ فَقَتَلْتُہ (اس نے مجھ سے قتال کیا تو میں نے اسے قتل کر دیا، یعنی قتال میں اس پر میں غالب آ گیا۔) یَبَایِعُنِیْ فَأَبِیْعُہُ(وہ مجھ سے خرید و فروخت کرتا ہے تو اس پر غالب آجاتا ہوں)۔

۲۔ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے آنے والے افعال اکثر لازم ہوتے ہیں اور عارضی اوصاف یا حالتوں، مثلاً رنج، خوشی، غصہ، بیماری، رنگ، عیب، یا جسمانی حُلیہ بیان کرتے ہیں، جیسے: فَرِح یَفْرَحُ (خوش ہونا)، حِزِن یَحْزَنُ (غمگین ہونا) وغیرہ۔

۳۔ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے آنے والے تمام افعال لازم ہیں اور دائمی اور پیدائشی اوصاف کو ظاہر کرتے ہیں، جیسے: حَسُنَ یَحْسُنُ (حسین ہونا) وغیرہ۔

ابواب ثُلاثِی مزیدفیہ

ثُلاثِی مُجرّد کے افعال میں ایک دو یا تین حرفوں کا اضافہ کرنے سے جو نئے افعال بنتے ہیں انہیں ثُلاثِی مزید فیہ (تین حرفی جس میں زیادتی کی گئی) کے افعال کہتے ہیں ان کی گروہ بندی کو ابواب ثُلاثِی مزید فیہ کہتے ہیں ان کے نام ان کے مصدر پر رکھے گئے ہیں۔ ثُلاثِی مُجرّد والے تین حروف کو اصلی حروف یامادہ کہتے ہیں اور اضافہ شدہ حروف کو زائد حروف کہتے ہیں ثُلاثِی مزید فیہ کے کل بارہ ابواب ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

	باب کانام	بنانے کا طریقہ	اضافہ
ا۔	باب اِفْعَال	اس کی ماضی اَفْعَلَ ہے یعنی ثُلاثِی مُجرّد کی ماضی فَعَلَ / فَعِلَ/فَعُلَ کے پہلے حرف (فاء کلمہ) سے پہلے ہمزہ مفتوحہ (اَ) کا اضافہ کرکے، فاء کلمہ کو ساکن کر دینے اور عین کلمہ پر زبر ڈالنے (اگر پہلے سے نہ ہو) سے بنتا ہے۔ اس طریقے سے ہم ثُلاثِی مُجرّد کے دوسرے اَفعال کو باب اِفعال سے لا سکتے ہیں، جیسے خَرَجَ سے أَخْرَجَ (فاء کلمہ 'خ' کو ساکن کیا۔ عین کلمہ 'ر'	ایک حرف کا اضافہ

		پر پہلے سے زبر موجود تھی۔ فَہِمَ سے أَفْہَمَ۔ کَرُمَ سے أَکْرَمَ	
۲	باب تَفْعِیْل	اس کی ماضی فَعَّلَ ہے یعنی یہ باب ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی (فَعِلَ) ہے یعنی یہ باب ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی (فَعِلَ) کے عین کلمہ کو مشدّد (شد والا مضَعْف) کرنے اور عین کلمہ پر زبر ڈالنے (اگر پہلے سے موجود نہ ہو) بنتا ہے، جیسے: دَرَسَ سے دَرَّسَ، عَلِمَ سے عَلَّمَ ، کَرُمَ سے کَرَّمَ۔	ایک حرف کا اضافہ
	باب مُفَاعَلَہ	اس کی ماضی فَاعَلَ ہے۔ یعنی ثُلاثِی مُجَرَّد (فَعَلَ) کے فاء کلمہ کے بعد الف بڑھانے اور عین کلمہ پر زبر ڈالنے (اگر پہلے سے موجود نہ ہو) سے بنتا ہے، جیسے: قَتَلَ سے قَاتَلَ (قَ+ا+ تَلَ)، فَہِمَ سے فَاہَمَ۔ ضَرَبَ سے ضَارَبَ	ایک حرف کا اضافہ
۴	باب اِنْفِعَال	اس کی ماضی اِنْفَعَلَ ہے۔ یعنی ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی (فَعَلَ) کے کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ (اِ) اور نون ساکن (نْ) کا اضافہ کرنے سے بنتا	دو حرفوں کا اضافہ

		ہے۔ جیسے: اِنْکَسَرَ (اِنْ+ کَسَرَ) قَلَبَ سے اِنْقَلَبَ۔ حَصَرَ سے۔ اِنْحَصَرَ۔	
۵	باب اِفْتِعَالٌ	اس کی ماضی اِفْتَعَلَ ہے، یعنی ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی (فَعِلَ) کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ (اِ) اور فاء کلمہ کے بعد تاء مفتوحہ (تَ) کا اضافہ کرنے اور فاء کلمہ کو ساکن کرنے سے بنتا ہے۔ پس رَفَعَ سے اِرْتَفَعَ (اِ+ رْ+تَ+فَعَ) نَشَرَ سے اِنْتَشَرَ۔ قَرُبَ سے اِقْتَرَبَ بنے گا۔ عین کلمہ پر زبر ڈال دیتے ہیں۔	دو حرفوں کا اضافہ
٦	باب اِفْعِلَالٌ	اس کی ماضی اِفْعَلَّ ہے، یعنی ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی (فَعَلَ) کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ (اِ) بڑھانے، فاء کلمہ کو ساکن کرنے، عین کلمہ پر زبر ڈالنے (اگر پہلے سے موجود نہ ہو) اور لام کلمہ کو مشدّد (شد والا۔ مضعّف) کرنے سے بنتا ہے۔ پس خَضِرَ سے اِخْضَرَّ (اِ+خْ+ضَ+رَّ)، حَمِرَ سے اِحْمَرَّ، حَوِلَ سے اِحْوَلَّ بنے گا۔	دو حرفوں کا اضافہ
۷	باب تفَاعُلٌ	اس کی ماضی تَفَاعَلَ ہے۔ یعنی ثُلاثِی مُجَرَّد کی	دو

		ماضی (فَعَلَ) کے فاء کلمہ سے پہلے تاء مفتوحہ (تَ) اور فاء کلمہ کے بعد الف بڑھانے اور عین کلمہ پر زبر ڈالنے (اگر پہلے سے موجود نہ ہو) سے بنتا ہے، چنانچہ نَظَرَ سے تَنَاظَرَ (تَ+نَ+ا+ظَرَ)، رَحِمَ سے تراَحَمَ اور قَرُبَ سے تَقَارَبَ بنے گا۔	حرفوں کا اضافہ
۸	باب تَفَعُّلُ	اس کی ماضی تَفَعَّلَ ہے۔ یعنی ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی (فَعَلَ کے فاء کلمہ سے پہلے تاء مفتوحہ (تَ) بڑھانے اور عین کلمہ کو مشدّد (مُضَاعَف) کرنے اور عین کلمہ پر زبر ڈالنے (اگر پہلے سے موجود نہ ہو) سے بنتا ہے۔ پس نَزَلَ سے تَنزَّلَ (تَ+نزَّ+لَ)، عَلِمَ سے تَعَلَّمَ، قَرُبَ سے تَقَرَّبَ بنے گا۔	دو حرفوں کا اضافہ
۹	باب اِسْتِفْعَالُ	اس کی ماضی اِسْتَفْعَلَ ہے۔ یعنی ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی (فَعَلَ) کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ، سِیْن ساکن اور تا مفتوحہ (اِسْتَ) بڑھانے، فاء کلمہ کو ساکن کرے اور عین کلمہ پر زبر ڈالنے (اگر پہلے سے موجود نہ ہو) سے	تین حرفوں کا اضافہ

		بنتا ہے پس خَرَجَ سے اِسْتخرَجَ (اِسْتَ + خْرَجَ) بنے گا اور عَمِلَ سے اِسْتَعْمَلَ، حَسُنَ سے اِسْتَحْسَنَ۔	
۱۰	باب اِفْعِیْعَالْ	اس کی ماضی اِفْعَوْعَلَ ہے۔یعنی ثُلاثِی مُجرَّد کی ماضی (فَعَلِ) کے کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ (اِ) بڑھادینے، عین کلمہ کو دوہرا (مضاعف) کرنے اور دونوں کے درمیان واوَ ساکن کا اضافہ کرنے، فاء کلمہ کو ساکن کرنے اور عین کلمہ (دونوں) پر زبر ڈالنے سے بنتا ہے۔ پس خَشُنَ سے اِخْشَوْشَنَ (اِ+خْ+شَ+وَ+ شَ+ نَ) بنے گا اور مَلُحَ سے اِمْلَوْلَحَ خَلِقَ سے اِخلَوْ لَقَ۔	تین حرفوں کا اضافہ
۱۱	باب اِفْعِوَّال	اس کی ماضی اِفْعَوَّلَ ہے، یعنی ثُلاثِی مُجرَّد کی ماضی (فَعِلَ) کے فا کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ (اِ) اور عین کلمہ کے بعد واوَ مشدّدہ (وّ) بڑھانے، فاء کلمہ کو ساکن کرنے اور عین کلمہ پرزبر ڈالنے سے بنتا ہے۔ پس خَرِط سے اِخْرَوَّط (اِ+ خْ + رَ+ وَّ+ طَ) بنے گا۔اسی	تین حرفوں کا اضارہ

		طرح اِجْلَوَّاذَ ہے۔	
۱۲	باب اِفْعِيْلَال	اس باب کی ماضی اِفْعَالَّ ہے، یعنی مُجَرَّد کی ماضی (فَعِلَ) کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ (اِ) اور عین کلمہ کے بعد الف بڑھانے، لام کلمہ کو مشدّد (مضاعف) دوہرا کرنے اور فاء کلمہ کو ساکن اور عین کلمہ پر زبر ڈالنے سے بنتا ہے۔ پس حَمِرَ سے اِحْمَارَّ (اِ+ حْ+مَ+ ا+ رَّ)، دَهِمَ سے اِدْهَامَّ بنے گا۔	تین حرفوں کا اضافہ

ابوابِ ثُلاثی مزید فیہ کی صرفِ صغیر

صرف صغیر میں بالترتیب ماضی معروف، مضارع معروف، مصدر، اسم فاعل، ماضی مجہول، مضارع مجہول، اسم مفعول، امر حاضر، فعل نہی (حاضر) کا واحد مذکر کا صیغہ دیا جائے گا۔ ہر ایک کی گردان کے باقی تمام صیغے آپ متعلقہ گردانوں کے مطابق بنا سکتے ہیں۔ مثلاً باب اِفعال سے واحد مذکر غائب کا ماضی کا صیغہ أَكْرَمَ ہے تو اس سے باقی صیغے یُوں بنیں گے:

أَكْرَمَا۔ أَكْرَمُوْا أَكْرَمَتْ، أَكْرَمَتَا۔ أَكْرَمْنَ۔ أَكْرَمْنَ۔ أَكْرَمْتَ۔ أَكْرَمْتُمَا۔۔۔۔۔أَكْرَمْنَا۔ یہی حال باقی گردانوں کا ہے۔

باب	ماضی	مضارع	مصدر	اسم فاعل
اِفْعَالٌ	أَفْعَلَ	يُفْعِلُ	اِفْعَالًا	مُفْعِلٌ
تَفْعِيْلٌ	فَعَّلَ	يُفَعِّلُ	تَفْعِيلًا	مُفَعِّلٌ
مُفَاعَلَه	فَاعَلَ	يُفَاعِلُ	مُفَاعَلَةً	مُفَاعِلٌ
اِنْفِعَالٌ	إِنْفَعَلَ	يَنْفَعِلُ	إِنْفِعَالًا	مُنْفَعِلٌ
إِفْتِعَالٌ	إِفْتَعَلَ	يَفْتَعِلُ	إِفْتِعَالًا	مُفْتَعِلٌ
إِفْعِلَالٌ	إِفْعَلَّ	يَفْعَلُّ	إِفْعِلَالًا	مُفْعَلٌّ
تَفَاعُلٌ	تَفَاعَلَ	يَتَفَاعَلُ	تَفَاعُلًا	مُتَفَاعِلٌ
اِسْتِفْعَالٌ	إِسْتَفْعَلَ	يَسْتَفْعِلُ	إِسْتِفْعَالًا	مُسْتَفْعِلٌ
اِفْعِيعَالٌ	إِفْعَوْعَلَ	يَفْعَوْعِلُ	إِفْعِيعَالًا	مُفْعَوْعِلٌ

اِفْعَوَّالُ	إِفْعَوَّلَ	يَفْعَوِّلُ	إِفْعِوَّالًا	مُفْعَوِّلٌ
اِفْعِيْلَالُ	إِفْعَالَّ	يَفْعَالُّ	إِفْعِيْلَالًا	مُفْعَالٌّ

ماضی مجہول	مضارع مجہول	اسم مفعول	فعل امر	فعل نہی
أُفْعِلَ	يُفْعَلُ	مُفْعَلٌ	أَفْعِلْ	لَاتُفْعِلْ
فُعِّلَ	يُفَعَّلُ	مُفَعَّلٌ	فَعِّلْ	لَاتُفَعِّلْ
فُوْعِلَ	يُفَاعَلُ	مُفَاعَلٌ	فَاعِلْ	لَاتُفَاعِلْ
X	X	X	إِنْفَعِلْ	لَاتَنْفَعِلْ
أُفْتُعِلَ	يُفْتَعَلُ	مُفْتَعَلٌ	إِفْتَعِلْ	لَاتَفْتَعِلْ
X	X	X	إِفْعَلَّ	لَاتَفْعَلَّ
تُفُوْعِلَ	يُتَفَاعَلُ	مُتَفَاعَلٌ	تَفَاعَلْ	لَاتَتَفَعَّلْ
أُسْتُفْعِلَ	يُسْتَفْعَلُ	مُسْتَفْعَلٌ	إِسْتَفْعِلْ	لَاتَسْتَفْعِلْ
X	X	X	إِفْعَوْعِلْ	لَاتَفْعَوْعِلْ
X	X	X	إِفْعَوِّلْ	لَاتَفْعَوِّلْ
X	X	X	إِفْعَالَّ	لَاتَفْعَالَّ

نوٹ: ا۔ پانچ ابواب: اِنْفِعَالٌ۔ اِفْعِلَالٌ۔ اِفْعِيْلَالٌ۔ اِفْعِيْعَالٌ۔ اِفْعِوَّالٌ اور اِفْعِيْلَالٌ لازم ہیں اس لیے ان سے نہ تو فعل مجہول آتا ہے اور نہ ہی اسم مفعول۔

۲۔ باب اِفعلال سے فعل امر اِفْعَلِلْ اور فعل نہی لَاتَفْعَلِلْ بھی آتا ہے۔ باب تفاعل سے فعل نہی لَا تَتَفَاعَلْ اور باب تفعّل سے لَا تَتَفَعَّلْ بنتا ہے مگر ایک ہی کو حذف کر دینا بھی درست ہے۔ باب اِفعیلال سے فعل امر اِفْعَالِّ اور اِفْعَالِ اور

فعل نہی لَاتَفْعَالِّ اور لَاتَفْعَالِلْ بھی آتے ہیں۔

۳۔ پہلے نو باب (بلکہ باب اِفْعِلَال کو بھی چھوڑ کر آٹھ ابواب) زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔ باقی ابواب س بہت کم افعال آتے ہیں۔

وضاحت

مضارع کی حرکات:

۱۔ صرف پہلے تین ابواب: افعال۔ تفعیل۔ مفاعله کی علامتِ مضارع پر پیش آتی ہے (یُفْعِلُ۔ یُفَعِّلُ۔ یُفَاعِلُ) باقی نو ابواب کی علامت مضارع پر زبر آتی ہے (جیسے: یَنْفَعِلُ۔ یَفْتَعِلُ۔ یَسْتَفْعِلُ وغیرہ)

۲۔ صرف دو ابواب: تَفَعُّلْ اور تَفَاعُلْ کے مضارع میں عین کلمہ پر زبر آتی ہے۔ (یَتَفَعَّلُ۔ یَتَفَاعَلُ) باقی سب ابواب کے عین کلمہ کے نیچے زیر آتی ہے (جیسے یُفْعِلُ۔ یُفَعِّلُ۔ یُفَاعِلُ۔ یَنْفَعِلُ۔ یَسْتَفْعِلُ وغیرہ)

۳۔ باب تَفَعُّلْ اور تَفَاعُلْ کے مضارع میں جب دو تا جمع ہو جائیں تو ایک تا حذف کر دینا جائز ہے۔ جیسے واحد مونث غائب اور واحد مذکر حاضر کے صیغے میں تَتَفَعَّلُ/ تَفَعَّلُ، تَتَفَاعَلُ/تَفَاعَلُ ہیں اور جیسے جمع مذکر حاضر کے صیغے تَتَفَعَّلُوْنَ/تَفَعَّلُوْنَ، تَتَفَاعَلُوْنَ/تَفَاعَلُوْنَ ہیں۔

۴۔ ثُلاثی مزید فیہ کے تمام ابواب کے مضارع مجہول میں علامتِ مضارع پر پیش آتی ہے اور عین کلمہ پر زبر، جیسے: یُفْعِلُ، یُفَعِّلُ، یُفَاعِلُ، یَفْتَعِلُ،

يَسْتَفعِلُ (مضارع معروف) سے يُفْعَلُ، يُفَعَّلُ، يُفَاعَلُ، يُفْتَعَلُ، يُسْتَفْعَلُ (مضارع مجہول)۔ ثُلاثِی مزید فیہ کے تمام ابواب سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:

ماضی مجہول بنانے کا طریقہ:

ا۔ عین کلمہ (آخری سے پہلا حرف) کے نیچے زیر لگا دیں۔

۲۔ عین کلمہ سے پہلے جتنے متحرک حروف ہوں ان پر پیش ڈال دیں۔

جیسے اَفْعَلَ سے اُفْعِلَ، تَفَعَّلَ سے تُفُعِّلَ، اِفْتَعَلَ سے اُفْتُعِلَ، اِسْتَفْعَلَ سے اُسْتُفْعِلَ۔ باب مُفاعَلہ اور باب تفاعُلُ سے ماضی مجہول بناتے وقت الف زائد ہو اؤ میں بدل جاتا ہے، جیسے: فَاعَلَ سے فُوْعِلَ، تَفَاعَلَ سے تَفُوْعِلَ۔

ہمزہ وصلی و قطعی:

ثُلاثِی مزید فیل کے آٹھ ابواب کے شروع میں ہمزہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے صرف باب اِفعال کا ہمزہ قطعی ہے (یعنی دو لفظوں کو ملا کر پڑھتے وقت بھی بر قرار رہتا ہے) جبکہ باقی سات ابواب کا ہمزہ وصلی ہے (یعنی جب اسے کسی اور لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو گر جاتا ہے) جیسے: وَأَقْبَلَ اور وَاسْتَقْبَلَ (أَقْبَلَ باب افعال سے ہے اس کا ہمزہ قائم رہا جبکہ اِسْتَقْبَلَ کا ہمزہ گر گیا) اسی طرح فَأَعْلَمَ، فَاسْتَعْلَمَ، فَأَسْلَمَ، فَاسْتَلَمَ میں ہے۔

اسم فاعل اور اسم مفعول

ثُلاثِی مزید فیہ سے اسم فاعل میں عین کلمہ کے نیچے زیر اور اسم مفعول

میں عین کلمہ پر زبر آتی ہے، بس یہی فرق ہے۔ جیسے: یُسْلِمُ سے مُسْلِمٌ اسم فاعل اور مُسْلَمٌ اسم مفعول ہے۔ یُدَرِّسُ سے مُدَرِّسٌ اسم فاعل اور مُدَرَّسٌ اسم مفعول ہے۔

لازم اور متعدّی

ثُلاثِی مزید فیہ کے پانچ ابواب: اِنْفِعَال۔ اِفْعِلَال۔ اِفْعِوَّال۔ اِفْعِیْعَال اور اِفْعِیْلَال لازم ہیں، لہٰذا ان سے نہ تو کوئی فعل مجہول آتا ہے اور نہ ہی اسم مفعول۔ باقی سات ابواب متعدّی ہیں۔

فعل امر بنانے کا طریقہ

ماضی کے واحد مذکر غائب کے صیغے کو لے کر آخری حرف کو ساکن کر دیں اور اس سے پہلے والے حرف (عین کلمہ) کے نیچے زیر ڈال دیں (سوائے باب تفعّل اور تفاعل کے)، جیسے: اَفْعَلَ سے اِفْتَعِلْ ، اِسْتَفْعَلَ سے اِسْتَفْعِلْ۔ اِفْعَوْعَلَ سے اِفْعَلَّ سے اِفْعَلِلْ اور اِفْعَالَّ سے اِفْعَالِلْ (اِفْعَلَّ سے اِفْعَلَّ اور اِفْعَالَّا اور اِفْعَالِّ بھی آتا ہے)۔

باب تَفَعُّلْ اور باب تَفَاعُلْ سے امر بناتے وقت عین کلمہ پر زبر ہی رہنے دیتے ہیں اور صرف آخری حرف کو ساکن کرتے ہیں، پس ان سے فعل امر تَفَعَّلْ اور تَفَاعَلْ بنے گا۔

فعل امر کی گردان کے باقی صیغے ویسے ہی بنیں گے جیسے ثُلاثِی مُجرَّد سے بنتے ہیں، مثلاً: اَفْعِلْ۔ اَفْعِلَا۔ اَفْعِلُوْا۔ اَفْعِلِیْ۔ اَفْعِلَا۔ اَفْعِلْنَ۔

فعل نہی بنانے کا طریقہ

فعل مضارع سے پہلے لَا لگا کر آخری حرف ساکن کر دیں، جیسے تُفْعِلُ سے لَا تُفْعِلْ، تَسْتَقْبِلُ سے لَا تَسْتَقْبِلْ۔ تَفْعَلُّ (باب اِفْعِلَال) سے لَا تَفْعَلِلْ اور لَا تَفْعَلَّ۔ تَفْعَوْعِلُ (باب اِفْعِيْلَال) سے لَا تَفْعَوْعِلْ۔ تَفْعَوِّلُ (باب اِفْعِوَّال) سے لَا تَفْعَوِّلْ۔ تَفْعَالُّ (باب اِفْعِيْلَال) سے لَا تَفْعَالِلْ/لَا تَفْعَالَّ/لَا تَفْعَالِّ۔

باب تفعیل کا مصدر

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ثُلاثِی مزید فیہ کے ہر باب کا نام اس کے مصدر پر رکھا گیا ہے۔ اس طرح باب تفعیل کے افعال کے مصدر کا وزن تفعیل ہی ہے لیکن اس باب کے بعض افعال کے مصدر اس سے مختلف وزنوں پر بھی آتی ہیں، مثلاً:

۱۔ تَفْعِلَةً: جیسے تَكْمِلَةً۔ تَجْزِيَةٌ۔ تَجْرِبَةً۔ تَسْمِيَةً۔ تَذْكِرَةً۔

۲۔ فِعَالاً: جیسے: كَلَّمَ سے كِلَامًا۔ سَلَّمَ سے سَلَامًا۔ بَلَّغَ سے بَلَاغًا۔

۳۔ تِفْعَالًا: جیسے بَيَّنَ سے تِبْيَانًا۔

۴۔ تَفْعَالًا: جیسے: كَرَّرَ سے تَكْرَارًا۔ مَثَّلَ سے تَمْثَالاً

۵۔ فِعَلاً: جیسے: كَذَّبَ سے كِذَابًا۔

باب مُفَاعَلَہ کا مصدر

باب مُفَاعَلَه کے بعض افعال کا مصدر فِعَالاً کے وزن پر بھی آتا ہے، جیسے: قِتَالاً۔ دِفَاعًا۔ دِفَاعًا۔ جِهَادًا۔ حِصَارًا۔

بابِ اِفْتِعَالٌ۔ تَفَعُّلٌ۔ تَفَاعُلٌ

میں لفظی تغیّرات

بابِ اِفتعال میں تغیّرات:

۱۔ اگر فاء کلمہ واوٗ یا یاء ہو تو وہ تاء میں بدل جاتا ہے، پھر دو تاء مُدغم ہو جاتی ہیں، جیسے: وَصَلَ سے اِتَّصَلَ (اصل میں اِوْتَصَلَ بننا چاہیے تھا۔ ’و‘ کو ’تا‘ سے بدلا تو اِتْتَصَلَ ہو گیا۔ پھر دو تاء کے ادغام کے بعد اِتَّصَلَ ہو گیا)۔ وَصَفَ سے اِتَّصَفَ۔ وَعَظَ سے اِتَّعَظَ۔ وَقَی سے اِتَّقَی۔ وَحَدَ سے اِتَّحَدَ۔ یَسَرَ سے اِتَّسَرَ۔

۲۔ اگر فاء کلمہ تاء ہو تو بابِ اِفتعال کی تاء اس میں مدغم ہو جاتی ہے، جیسے: تَبِعَ سے اِتَّبَعَ۔ تَجَرَ سے اِتَّجَرَ۔

۳۔ اگر فاء کلمہ ص، ض، ط، ہو تو افتعال کی تاء طاء میں بدل جاتی ہے، جیسے: صَبَرَ سے اِصْطَبَرَ۔ صَنَعَ سے اِصْطَنَعَ۔ صَادَ سے اِصْطَادَ۔ ضَرَبَ سے اضْطَرَبَ۔ طَلَعَ سے اِطَّلَعَ۔

۴۔ اگر فاء کلمہ ’ظ‘ ہو تو افتعال کی تاء کو طاء میں بدل دیا جاتا ہے پھر اس طاء کو ظاء میں بدل کر دو ظاء کو مدغم کر سکتے ہیں یا ظاء کو طاء میں بدل کر دو طاء کا

ادغام کر سکتے ہیں، جیسے: ظَلَمَ سے اِظْطَلَمَ، اِظّلَمَ اور اِطَّلَمَ تینوں آتے ہیں۔

۵۔ اگر فاء کلمہ و، ذ، ز، ہو تو افتعال کی تاء دال میں بدل جاتی ہے۔ پھر اگر فاء کلمہ 'ذ' ہو تو ذال کو دال میں اور دال کو ذال میں بدل کر دونوں کا ادغام کرنا بھی جائز ہے، جیسے: دَعَی سے اِدَّعَی۔ زَجَرَ سے اِزْدَجَرَ۔ زَحَمَ سے اِزْدَحَمَ۔ ذَکَرَ سے اِذْدَکَرَ/اِذَّکَرَ۔ ذَخَرَ سے اِذْدَخَرَ/اِذَّخَرَ/اِدَّخَرَ۔

٦۔ اگر فاء کلمہ 'ث' ہو تو افتعال کی تاء 'ث' میں بدل جاتی ہے، جیسے: ثَبَتَ سے اِثَّبَتَ۔

باب تفاعُل و تَفَعُّل میں تغیّرات

اگر باب تَفَاعُل یا تَفَعُّل کے کسی فعل کا فاء کلمہ ان گیارہ حروف: ت۔ ث۔ د۔ ذ۔ ز۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ میں سے کوئی حرف ہو تو تفاعل / تفعّل کی تاء کو فاء کلمے سے بدل کر دونوں کا ادغام کرنا جائز ہے، لیکن ایسا کرتے ہوئے ماضی، مصدر اور امر میں شروع میں ہمزہ وصلی کا اضافہ کرنا ضروری ہے، جیسے: تَثَاقَلَ (باب تفاعل) سے اِثَّاقَلَ یَثَّاقَلُ اِثَّاقُلًا اور فعل امر اِثَّاقَلْ۔ تَطَهَّرَ (باب تفعّل) سے اِطَّهَّرَ یَطَّهَّرُ اِطَّهُرًا اور فعل امر اِطَّهَّرْ۔

مادہ یا اصلی حروف معلوم کرنے کا طریقہ

ثُلاثِی مزید فیہ کے ہر فعل کے ہر صیغے اور ہر اسم مشتق کے اصلی حروف تو تین ہی ہوتے ہیں، صرف ان میں اضافہ کر کے ثُلاثِی مزید فیہ بنایا جاتا ہے۔ ان تین اصلی حروف کو مادّہ بھی کہتے ہیں۔ ان تین اصلی حروف کے لیے فعل کا وزن مقرر کیا گیا ہے، پس ثُلاثِی مُجَرَّد کے اور ثُلاثِی مزید فیہ کے اصلی حروف میں سے پہلے حرف کو فاء کلمہ، دوسرے کو عین کلمہ اور تیسرے کو لام کلمہ کا نام دیا گیا ہے۔ کسی بھی کلمہ کے اصلی حروف (یا مادہ) معلوم کرنا ہو تو فعل سے بالکل اسی وزن کا صیغہ بنا کر زائد حروف الگ کر دیجیے اور اصلی حروف لے لیجیے۔ مثلاً: یُدَافِعُ کا مادہ معلوم کرنا ہو تو فعل سے اس وزن کا صیغہ بنائیں گے جو یُفَاعِلُ بنتا ہے۔ اب دیکھیے کہ فعل پر کن حروف کا اضافہ ہوا۔ یہ حروف 'ی۔ ا' ہیں، پس یُدافِعُ میں ی۔ ا، زائد حروف ہیں۔ ان زائد حروف کو اس میں سے نکال دیجیے باقی بچے: د ف ع۔ پس یہ اصلی حروف یا مادہ ہے۔ یُدَبِّرُوْنَ کے وزن پر فعل سے یُفَعِّلُوْنَ بنا۔ اس کا مطلب ہے کہ ی۔ و۔ ن، کا اضافہ ہوا نیز عین کلمہ دوہرا (شد والا) ہو گیا۔ پس یُدَبِّرُوْنَ سے ی۔ و۔ ن، الگ کر دیں۔ نیز عین کلمہ 'ب' کو اکہرا (بغیر شد کے) کر لیں۔ اس طرح د۔ ب۔ ر، تین حروف باقی بچے پس یہ اصلی حروف ہیں۔

مزید مثالیں:

کلمہ جس کا مادہ معلوم کرنا ہے	فعل سے اس وزن کا صیغہ	زائد حروف	مادہ
یُقَاتِلُ	یُفَاعِلُ	ی۔ا	ق ت ل
مُعَلِّمٌ	مُفَعِّلٌ	م۔ع	ع ل م
یُطْعِمُوْنَ	یُفْعِلُوْنَ	ی۔و۔ن	ط ع م
اِجْتَنَبَ	اِفْتَعَلَ	ء۔ت	ج ن ب
یَسْتَکْبِرُ	یَسْتَفْعِلُ	ی۔س۔ت	ک ب ر
اِحْمَرَّ	اِفْعَلَّ	ء۔ل	ح م ر
تَکْرِیْمٌ	تَفْعِیْلٌ	ت۔ی	ک ر م
مُنَافِقٌ	مُفَاعِلٌ	م۔ا	ن ف ق
اِنْکَسَرَ	اِنْفَعَلَ	ء۔ن	ک س ر
یَتَصَدَمُ	یَتَفَاعَلُ	ی۔ت۔ا	ص د م
تَتَصْنَّعُ	تَتَفَعَّلُ	ت۔ت۔ع	ص ن ع
مُنْکِرٌ	مُفْعِلٌ	م	ن ک ر
یَتَقَابَلْنَ	یَتَفَاعَلْنَ	ی۔ت۔ا۔ن	ق ب ل
یُسْلِمُ	یُفْعِلُ	ی	س ل م
یُسَلِّمُ	یُفَعِّلُ	ی۔ع	س ل م
یَسْتَلِمُ	یَفْتَعِلُ	ی۔ت	س ل م
یَسْتَسْلِمُ	یَسْتَفْعِلُ	ی۔س۔ت	س ل م
مُنْقَلِبُوْنَ	مُنْفَعِلُوْنَ	م۔ن۔و۔ن	ق ل ب
یَخْشَوْشِنُ	یَفْعَوْعِلُ	ی۔ع۔و	خ ش ن

حَاضَرْنَا	فَاعَلْنَا	ا۔ن۔ا	ح ص ر
نَضْطَرِبُ	نَفْطَعِلُ	ن۔ط	ض ر ب
اِصْطَنَعُوْا	اِفْطَعُلُوْا	ا۔ط۔و۔ا	ص ن ع
تَجَنَّبْنَ	تَفَعَّلْنَ	ت۔ع۔ن	ج ن ب
مُتَحَارِبٌ	مُتَافَعِلٌ	م۔ت۔ا	ح ر ب

باب معلوم کرنے کا طریقہ

اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ کوئی کلمہ ثُلاثِی مزید فیہ کے کس باب سے ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فعل سے اس کے وزن کا صیغہ بنا لیجیے پھر دیکھ لیجیے کہ ابواب ثُلاثِی مزید فیہ کی صَرف صغیر کی روشنی میں یہ صیغہ (ماضی، مضارع، امر، نہی، اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ) کیا ہے۔ مثلاً اگر یَسْتَخْرِجُ کا باب معلوم کرنا ہو تو اس کے وزن پر فعل سے یَسْتَفْعِلُ بنے گا اور یہ باب اِسْتِفْعَال کا فعل مضارع معروف کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، لہٰذا یہ باب اِسْتِفْعَال سے ہے۔

مزید مثالیں:

کلمہ جس کا باب معلوم کرنا	فعل سے اس وزن کا صیغہ	صیغے کی نوعیت	باب
اَحْسَنُوْا	اَفْعَلُوْا	اَفْعَلَ سے جمع مذکر غائب کا صیغہ (فعل ماضی)	اِفْعَال
مُسْلِمُوْنَ	مُفْعِلُوْنَ	مُفْعِلٌ سے جمع مذکر کا صیغہ (اسم فاعل)	اِفعال
یُشَارِكَانِ	یُفَاعِلَانِ	یُفَاعِلُ (مضارع) سے تثنیہ مذکر غائب	مُفَاعله
تَتَعَلَّمِیْنَ	تَتَفَعَّلِیْنَ	یَتَفَعَّلُ (مضارع) سے واحد مونث حاضر	تَفَعُّل
مُسْتَقْبَلٌ	مُسْتَفْعَلٌ	یُسْتَفْعَلُ (مضارع مجہول) سے اسم مفعول	اِسْتِفْعَال
یَتَكَلَّفُوْنَ	یَتَفَعَّلُوْنَ	یَتَفَعَّلُ (مضارع) سے جمع مذکر غائب	تَفَعُّل
اِسْتَغْفِرُوْا	اِسْتَفْعِلُوْا		اِسْتِفْعَالُ
اِسْتَخْدَمْتُمْ	اِسْتَفْعَلْتُمْ	اِسْتَفْعِلُ (فعل ماضی) سے جمع مذکر حاضر	اِسْتِفعال

يُعَلِّمْنَ	يُفَعِّلْنَ	يُفَعِّلُ (مضارع) سے جمع مونث غائب	تفعیل
لَاتُكَذِّبُوْا	لَاتُفَعِّلُوْا	لَاتُفَعِّلُ (فعل نہی) سے جمع مذکر حاضر	تفعیل
تَبَادَلَا	تَفَاعَلَا	تَفَاعَلَ (ماضی) سے تثنیہ مذکر غائب	تَفَاعُلُ
اِعْتَمَدْتُّ	اِفْتَعَلْتُ	اِفْتَعَلَ (ماضی) سے واحد متکلم	اِفتعال
مُنْقَبِضٌ	مُنْفَعِلٌ	يَنْفَعِلُ سے اسم فاعل	انفعال
مُعْتَرِضَاتٌ	مُفْتَعِلَاتٌ	مُفْتَعِلَةٌ سے جمع مونث سالم۔ مُفْتَعِلَةٌ مونث ہے مُفْتَعِلٌ کی جو يَفْتَعِلُ سے اسم فاعل	افتعال
يَسِّرُوْا	فَعِّلُوْا	فَعِّلْ (فعل امر) سے جمع مذکر حاضر	تفعیل
لَاتَبَاغَضُوْا	لَاتَفَاعَلُوْا	لَاتَفَاعَلُ (فعل نہی) سے جمع مذکر حاضر	تفاعل

ابوابِ ثُلاثِی مزید فیہ کی خُصوصیات

ابوابِ ثُلاثِی مزید فیہ کے افعال ثُلاثِی مُجَرَّد کے افعال (یا جامد اسماء) میں ایک سے تین حروف تک کا اضافہ کر کے بنائے جاتے ہیں۔ مزید فیہ ہونے کے بعد یہ اپنے ماخذ (جس فعل، مصدر یا اسمِ جامد سے وہ نکلے ہوں) کا معنیٰ بھی دیتے ہیں، لیکن اس سے زائد معنیٰ بھی دیتے ہیں۔ اسی زائد معنیٰ کے لیے تو وہ بنائے گئے ہیں۔ ثُلاثِی مزید فیہ کے ابواب سے آنے والے افعال عام طور پر جس طرح کے معانی دیتے ہیں انہیں ان ابواب کی خصوصیات کہتے ہیں۔ ذیل میں ہر باب کی اہم خصوصیات بیان کی جائیں گی:

بابِ اِفعال

ا۔ باب افعال کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ فعل لازم کو متعدّی بنادیتا ہے، جیسے: دَخَلَ (داخل ہوا) سے اَدْخَلَ (داخل کیا)۔خَرَجَ (نکلا) سے اَخْرَجَ (نکالا)۔ شَرِبَ (پیا) سے اَشْرَبَ (پلایا)۔ ضَحِكَ (ہنسا) سے اَضْحَكَ(ہنسایا) لَبِسَ(پہنا) سے اَلْبَسَ(پہنایا) فَهِمَ (سمجھا) سے اَفْهَمَ (سمجھایا)۔ غَضِبَ (غصّے ہوا) سے اَغْضَبَ (غصہ دلایا)۔ حَزِنَ (غمگین ہوا) سے اَحْزَنَ(غمگین کیا)۔ فَرِحَ (خوش ہوا) سے اَفْرَحَ(خوش کیا) ۔ هَلَكَ (ہلاک ہوا) سے اَهْلَكَ (ہلاک کیا)۔مَاتَ (مر گیا) سے اَمَاتَ (مار دیا۔ موت دی)۔

۲۔ مفعول کو ماخذ سے متّصف یااس کے اہل پانے کا معنی دیتا ہے، جیسے:

اَحْمَدْتُّه (میں نے اسے حمد یعنی تعریف سے متّصف یا قابلِ تعریف پایا)

اَبْخَلْتُه (میں نے اسے بُخل سے متّصف یعنی بخیل پایا)۔

۳۔ماخذ میں پہنچنے یا داخل ہونے کا معنی دیتا ہے، خواہ وہ ماخذ وقت ہو، جیسے:

اَصْبَحَ (اس نے صبح کی یا صبح کے وقت میں داخل ہوا)، اَمْسٰی (اس نے شام کی یاشام کے وقت میں داخل ہوا)، اَفْجَرَ (وہ فجر کے وقت میں داخل ہوا یا اس نے فجر کی)۔ اَسْحَرَ (اس نے سحر کی یا سحر کے وقت میں داخل ہوا) یا وہ ماخذ

جگہ ہو، جیسے: اَعْرَقَ (وہ عراق میں داخل ہوا)۔ اَشْأَمَ (وہ شام میں داخل ہوا)، اَصْحَرَ (وہ صحرا میں داخل ہوا)، اَنْجَدَ (وہ نجد میں داخل ہوا)۔ اَسْهَلَ (وہ میدان میں پہنچا)۔ ان مثالوں میں ماخذ بالترتیب صَبَاح، مَسَاء، سِحر، عراق، شام، صحراء، نجد اور سَهْل (میدان۔ہموار زمین) ہے۔

۴۔ فَعَّلَ کی مطاوعت میں بھی آتا ہے، (پیچھے آنا، اس غرض کے لیے کہ مفعول نے فاعل کے اثر کو قبول کر لیا ہے) جیسے: فَطَّرْتُه، فَأَفْطَرَ (میں نے اسے افطار کرایا تو اس نے افطار کر لیا)۔ بَشَّرْتُه، فَاَبْشَرَ (میں نے اسے خوشخبری دی تو وہ خوش ہو گیا)۔

۵۔ ماخذ کو فاعل کی طبیعت یا خصلت بنا دینے کا معنی دیتا ہے۔ اس معنی میں فعل لازم کے طور پر آتا ہے، جیسے: اَشْرَقَتِ الشَّمْسُ (سورج دمک اٹھا)۔ ماخذ شُرُوْقٌ (دمکنا۔ سرخ ہونا) یعنی سورج کا دمکنا اس کی طبیعت ہے۔ اَضَاءَتِ النَّارُ (آگ روشن ہوئی) ماخذ ضوء (روشنی) ہونا آگ کی طبیعت ہے۔

٦۔ کسی چیز یا ذات کے صاحبِ ماخذ بننے کا معنی دیتا ہے، جیسے: اَقْمَرَا اللَّيْلَةُ (رات چاند والی ہو گئی، یعنی چاندنی رات ہے) اس میں ماخذ قَمَر (چاند) ہے۔ اَقْفَرَ الْبَلَدُ (شہر ویران ہو گیا)۔ اس میں ماخذ قَفْرٌ (ویرانہ) ہے۔ اَغَلَّتِ الْاَرْضُ (زمین غلہ والی ہو گئی یا زمین نے غلہ / پیداوار دی) اس میں ماخذ غلّہ ہے۔ اَفْرَخَ (درخت پھل دار ہو گیا۔ماخذ ثمر)۔ اَوْرَقَ الشَّجَرُ (درخت پتوں والا ہو گیا۔ ماخذ ورق)

۷۔ کسی چیز یا ذات کو صاحبِ ماخذ بنا دینے کا معنی دیتا ہے، جیسے: اَقْفَلْتُ

ا لبَابُ (میں نے دروازے کو قفل یعنی تالے والا کر دیا۔ دروازے پر تالا ڈال دیا)۔ اس میں ماخذ قفل ہے۔ اَشْرَکْتُ النَّعْلَ (میں نے جوتے کو شرک یعنی تسمے والا بنادیا۔ یعنی اس میں تسمہ ڈال دیا) ماخذ شِرَاكٌ (تسمہ) ہے۔

۸۔ کسی تعداد کو پہنچنے کا معنی دیتا ہے، جیسے: اَرْبَعَ/ اَثْمَنَ/ اَتْسَعَ/اَعْشَرَ/اَلَفَ الْقَوْمُ (قوم کی نفری چار / آٹھ / نو/ دس/ ہزار ہوگئی)۔

۹۔ ماخذ کے وقت کو پہنچنے کا معنی دیتا ہے، جیسے: اَحْصَدَ الزَّرْعُ (کھیتی کٹائی کے وقت کو پہنچ گئی)، ماخذ حَصَادٌ (کٹائی ہے)۔

۱۰۔ ماخذ کے لیے پیش کرنے، ماخذ میں ڈالنے کا معنی دیتا ہے، جیسے اَقْتَلَه (اس نے اسے قتل / ہلاکت میں ڈال دیا)۔ ماخذ قتل ہے۔ اَمْرَضَهٗ (اس نے اسے مرض میں ڈال دیا، یعنی بیمار کر دیا)۔ ماخذ مرض ہے۔

بابِ تَفُعِیل

بابِ تفعیل سے آنے والے افعال عام طور پر درجِ ذیل معانی دیتے ہیں:

۱۔ فعل لازم کو متعدّی بنانا:

اس باب کی سب سے اہم خصوصیت فعل لازم کو متعدّی بنانا (تعدیہ) ہے۔ جیسے: فَرِحَ (خوش ہوا) سے فَرَّحَ (خوش کیا) غَضِبَ (غصّے ہوا) سے غَضَّبَ(غصہ دلایا) نَزَلَ (اترا) سے نَزَّلَ (ڈرایا) فَهِمَ (سمجھا) سے فَهَّمَ (سمجھایا)۔فَرَغَ(خالی ہوا) سے فَرَّغَ(خالی کیا)

۲۔ تکثیر و مبالغہ۔ جیسے: قَتَلَ (قتل کیا) سے قَتَّلَ (بری طرح قتل کیا۔ قتل کر کے عضو عضو کاٹ دیا)۔ قَطَعَ (کاٹا) سے قَطَّعَ ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹا)۔ كَسَرَ (توڑا) سے كَسَّرَ (توڑنے میں مبالغہ کیا۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا)۔ مَزَقَ (پھاڑا) سے مَزَّقَ (پھاڑنے میں مبالغہ کیا)۔ نَقَصَ (کم کیا۔ گھٹایا) سے نَقَّصَ (بہت کم کیا، بہت گھٹا دیا)۔ قَلَمَ (قلم کیا۔ ٹہنی وغیرہ سے کچھ کاٹا) سے قَلَّمَ (بہت قلم کیا)۔ حَمِدَ (تعریف کی) سے حَمَّدَ (بار بار تعریف کی)۔ جَالَ (گُھوما) سے جَوَّلَ (بہت گھوما)۔ ذَمَّ (مذمّت کی) سے ذَمَّمَ(مذمت میں مبالغہ کرنا)۔عَصَرَ (جوس نکالا) سے عَصَّرَ(بار بار جوس نکالا)۔

۳۔ صاحبِ ماخذ ہونا۔ جیسے:

نَوَّرَ الشَّجَرُ (درخت شگوفہ دار ہوا۔ ماخذ نَوْرٌ بمعنی شگوفہ)۔ فَرَّخَ الطَّائِرُ (پرندہ چوزے والا ہو گیا) وَرَّقَ الشَّجَرُ (درخت پتوں والا ہو گیا)۔

۴۔ ماخذ سے نسبت دینا، جیسے: کَفَّرَ زَیْدًا (اس نے زید کو کفر سے نسبت دی۔ ماخذ کُفر)۔ فَسَّقَ بَکْرًا (اس نے بکر کو فسق سے نسبت دی۔ ماخذ فسق)۔ لَأَّمْتُه (میں نے اسے کمینگی سے نسبت دی۔ ماخذ لُؤْ بمعنی کمینگی ہے)۔ بَخَّلْتُه (میں نے اسے بُخل سے نسبت دی۔ ماخذ بخل) فَجَّرَہ (اسے فجور سے نسبت دی۔ ماخذ فُجُورٌ)

۵۔ ماخذ کو الگ کر دینا، جیسے:

قَشَّرْتُ الْعُوْدَ (میں نے ٹہنی کا چھلکا اتارا۔ ماخذ قِشْرٌ بمعنی چھلکا ہے) جَلَّدَہ (اس نے اس کی کھال کھینچ لی۔ ماخذ جِلْدٌ بمعنی جلد / کھال ہے) قَرَّدْتُّ الْاِبِلَ (میں نے اونٹ سے چیچڑی کو دور کیا۔ ماخذ قَرَادٌ بمعنی چیچڑی ہے)۔ نَجَّسَہ (اس نے اس سے نجاست کو دور کر دیا ماخذ نجاست)۔

۶۔ جملوں کا اختصار، جیسے: سَبَّحَ (اس نے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا)۔ کَبَّرَ (اس نے اللّٰہُ اَکْبَرُ کہا) ھَلَّلَ اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا)۔ رَجَّعَ (اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُوْنَ کہا)۔

۷۔ کسی چیز کے اجزاء بنانا، جیسے: ثَنّٰی (دو اجزاء یا ارکان بنا دیئے) ثَلَّثَ (تین ارکان بنا دیئے) خَمَّسَ (پانچ ارکان بنا دیئے) ثَمَّنَ (آٹھ ارکان بنا

دیئے)۔ عَشَّرَ (دس ارکان بنا دیئے)۔ اَلَّفَ (ایک ہزار ارکان کر دیئے)۔

۸۔ اس کے فاعل کا خود ماخذ بن جانا، جیسے: رَوَّضَ الْمَكَانُ (جگہ باغ بن گئی۔ ماخذ رَوْضٌ بمعنی باغ) عَجَّزَتِ الْمَرْأَةُ (عورت بُڑھیا ہو گئی۔ ماخذ عَجُوْزٌ بمعنی بُڑھیا ثُيِّبَتِ الْمَرْأَةُ (عورت شادی شدہ ہو گئی۔ ماخذ ثَيِّبٌ بمعنی شادی شدہ)۔ عَوَّنَتِ الْمَرْأَةُ (عورت ادھیر عمر ہو گئی۔ ماخذ عَوَانٌ بمعنی ادھیر عمر یعنی نہ کمسن نہ بوڑھی)۔

۹۔ اس کے فاعل کا ماخذ کے زمانے میں آنا، جیسے: صَبَّحَ الْقَوْمَ (وہ قوم کے پاس شام کے وقت آیا۔ (ماخذ مَسَاءٌ)۔ سَحَّرَ الْقَوْمَ (وہ سحری کے وقت آیا۔ ماخذ سحر)۔

۱۰۔ ماخذ یا ماخذ کے مثل بنانا، جیسے: نَصَّرَہ (اس نے اسے نصرانی بنایا۔ ماخذ نصرانی) هَوَّدَ ہ (اس نے اسے یہودی بنایا۔ ماخذ هُوْد)۔ مَجَّسَہٗ (اس نے اسے مجوسی بنایا)۔ مَصَّرَ الْقَوْمَ الْمَكَانَ (لوگوں نے جگہ کو مَصر یعنی بستی / شہر بنایا، ماخذ مَصر)۔

بابِ مُفَاعَلَہ

ا۔ فعل میں مشارکت: باب مُفَاعَلَہ کی اہم ترین خصوصیت فعل میں مشارکت ہے، یعنی دو اشخاص یا دو گروہ فعل میں اس طرح شریک ہوتے ہیں کہ ہر دو بیک وقت فاعل بھی ہوتے ہیں اور مفعول بھی لیکن جملے کی ساخت اس طرح ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک کو فاعل قرار دے کر مرفوع کرتے ہیں اور دوسرے کو مفعول قرار دے کر منصوب کرتے ہیں، جیسے قَاتَلَ زَيْدٌ بَكْرًا (زید نے بکر سے قتال کیا)۔ قتال / فعال زید اور بکر دونوں کی طرف سے صادر ہوا یعنی دونوں اس فعل کے فاعل ہیں اور دونوں کے اوپر وقوع پذیر ہوا ہے۔ یعنی دونوں مفعول ہیں۔ لین جملے میں زَيْد کو فاعل کے طور پر رفع دی ہے اور بَكْرًا کو مفعول کے طور پر نصب دی ہے۔ خَاصَمَنِيْ خَالِداً (خالد نے مجھ سے جھگڑا کیا)۔ جھگڑا کرنے کے فعل میں دونوں شریک ہیں مگر واحد متکلم کی ضمیر منصوب متصل (ی) مفعول ہے اور خَالِدٌ فاعل کے طور پر مرفوع ہے۔ ضَارَبْتُهٗ (میں نے اس سے مار پیٹ کی)۔ مار پیٹ کے فعل میں دونوں شریک ہیں۔ فَارَقَ زَيْدٌ اَصْدِقَاءَهٗ (زید اپنے دوستوں سے جدا ہو گیا)۔ مفارقت کے فعل میں زَيْدٌ (بطور فاعل مرفوع) اور اَصْدِقَاءَ (بطور مفعول منصوب) دونوں شریک ہیں۔

۲۔ اَفْعَلَ (باب اِفعال) کے معنی میں: جیسے بَاعَدَہ (اس نے اسے دور

کر دیا) بمعنی اَبْعَدَہ۔ دَایَنَه (اس نے اسے قرض دیا/ اس سے قرض لیا) بمعنی اَدَانَہ۔ شَارَفَ الشَّیْءَ (اس نے چیز کو جا وپر سے جھانکر کر دیکھا) بمعنی اَشْرَفَ قَاتَلَهُمُ اللهُ (اللہ انہیں ہلاک کرے) بمعنی اَقْتَلَ۔

۳۔ فَعَّلَ (باب تفعیل) کے معنی میں، جیسے: ضَاعَفَ (دو گنا کر دیا۔ کئی گنا کر دیا) بمعنی ضَعَّفَ۔ نَاعَمَ (بہت خوشحال ہو گیا/ کر دیا) بمعنی نَعَّمَ۔ باب تفعیل کی طرح تکثیر و مبالغہ کے معنی میں آتا ہے۔

۴۔ ثُلاثِی مُجَرَّد کے معنی ہیں، جیسے: سَفَرَ۔

۵۔ فعل کے پے درپے واقع ہونے کے معنی میں، جیسے: وَالَیْتُ الصَّوْمَ (میں نے پے درپے روزے رکھے) تَابَعَ الْعَمَلَ اس نے مسلسل کام کیا)۔

۶۔ مفعول کو صاحب ماخذ بنانا: جیسے: عَافَاہُ اللهُ (اللہ اسے عافیت والا بنائے۔ماخذ عَافِیَة) عَاقَبْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو عقوبت والا بنایا۔ یعنی۔ سزا دی۔ماخذ عقوبت)۔

بابِ اِنْفِعَالُ

ہمیشہ فعل کا لازم آنا: باب انفعال کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے آنے والے تمام افعال لازم ہوتے ہیں (اسی لیے نہ اس سے فعل مجہول آتا ہے اور نہ ہی اسم مفعول) اور ظاہری اعضاء (ہاتھ پاؤں وغیرہ) سے صادر ہونے والے ہوتے ہیں جیسے: اِنْکَسَرَ یَنْکَسِرُ (ٹوٹنا)۔ اِنْقَطَعَ یَنْقَطِعُ (کٹنا) اِنْکَشَفَ یَنْکَشِفُ (پردہ ہٹنا)۔ اِنْفَتَحَ یَنْفَتِحُ (کھلنا)۔ اِنْقَلَبَ یَنْقَلِبُ (اُلٹ جانا۔ حالت کا بدل جانا)۔ اِنْحَطَمَ یَنْحَطِمُ (گر جانا۔ ڈھے جانا) اِنْحَصَرَ یَنْحَصِرُ (گھر جانا)

۲۔ مُطَاوَعتِ ثُلاثِی مُجَرَّد: ثُلاثِی مُجَرَّد کے ہر اس متعدّی فعل کی مطاوعت میں آتا ہے جس کا فاء کلمہ واؤ، لام، نون، میم اور راء (مجموعہ وَلْنُمْرٌ) کے پانچ حروف میں سے نہ ہو۔ مثلاً: کَسَرْتُه فَانْکَسَرَ (میں نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا)۔ قَطَعْتُه فَانْقَطَعَ (میں نے اسے کاٹا تو وہ کٹ گیا)۔ کَشَفْتُهٗ فَانْکَشَفَ (میں نے پردہ وغیرہ ہٹایا تو وہ ہٹ گیا)۔ فَتَحْتُه فَانْفَتَحَ (میں نے اسے کھولا تو وہ کھل گیا)۔ قَلَبْتُه فَانْقَلَبَ (میں نے اسے الٹایا تو وہ الٹ گیا)۔ حَطَمْتُهٗ فَانْحَطَمَ (میں نے اسے گرایا تو وہ گر گیا)۔ حَصَرْتُه فَانْحَصَرَ (میں نے اسے گھیرا تو وہ گھر گیا)۔

۳۔ کبھی ثُلاثِی مُجَرَّد کی مطاوعت کے بغیر بھی آتا ہے، یعنی مستقل حیثیت میں جیسے: اِنْطَلَقَ یَنْطَلِقُ (چلے جانا، اڑ جانا، آزاد ہو جانا۔ اِنْجَرَدَ یَنْجَرِدُ

(بالوں، لباس وغیرہ سے عاری ہونا)۔ اِنْکَمَشَ یَنکَمِشُ (کام یا چلنے میں جلدی کرنا۔ جلد یا کپڑے کا سکڑ جانا)۔

۴۔ مُطَاوَعَتِ اَفْعَلَ: باب اِفعال کی مطاوعت میں بھی آتا ہے جیسے:

اَغلَقْتُ الْبَابَ فَانْغَلَقَ (میں نے دروازہ بند کیا تو وہ بند ہو گیا)۔ از عَجْتُهٗ فَانْزَعَجَ (میں نے اسے زچ کیا تو وہ زچ ہو گیا۔)

بابِ اِفۡتِعَالُ

بابِ اِفۡتِعَالُ سے آنے والے افعال عام طور پر مندرجہ ذیل معانی میں آتے ہیں۔ مطاوعت ثُلاثِی مُجرَّد: یہ ثُلاثِی مُجرَّد کے ان متعدّی افعال کی مطاوعت میں آتی ہے جو ظاہری اعضاء و جوارح (ہاتھ پاؤں وغیرہ) سے صادر ہوتے ہیں۔ ثُلاثِی مُجرَّد کے جن افعال کا فاء کلمہ واؤ، لام، نون، میم اور راء کے پانچ حرفوں (مجموعہ: وَلْنَمُرّ) میں سے کوئی حرف ہو ان کی مطاوعت میں باب افتعال کے افعال ہی آتے ہیں (باب انفعال کے نہیں آتے، جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے)۔ جیسے: جَمَعۡتُهُمۡ فَاجۡتَمَعُوۡا (میں نے انہیں اکٹھا کیا تو وہ اکٹھے ہو گئے)۔ نَظَمۡتُه فَانۡتَظَمَ (میں نے اسے مرتب کیا تو وہ مرتب ہو گیا)۔ وَعَظۡتَه فَاتَّعَظَ (میں نے اسے نصیحت کی تو اس نے مان لی)۔ وَعَدَه فَاتَّعَدَ (اس نے اس سے وعدہ کیا تو اس نے وعدہ قبول کر لیا)۔ شَوَیۡتُ اللَّحۡمَ فَاشۡتَوَی (میں نے گوشت بُھونا تو وہ بُھن گیا)۔ غَمَمۡتُه فَاغۡتَمَّ (میں نے اسے غمگین یا تو وہ غمگین ہو گیا)۔

۲۔ فعل میں مشارکت: یعنی فَاعَلَ کے معنی میں بھی آتا ہ، جیسے: اِفۡتَرَقَ الۡقَوۡمُ (قوم کے افراد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے)۔ اِقۡتَرَبَ الۡقَوۡمُ (قوم کے لوگ ایک دوسرے سے مل گئے) اِقۡتَتَلُوۡا۔ (قَاتَلُوۡا۔ یعنی انہوں نے باہم قتال کیا)۔ اِضۡطَرَبُوۡا (انہوں نے ایک دوسرے کو مارا)۔ اِئۡتَخَذُوا (انہوں نے ایک

دوسرے کو پکڑ لیا)۔

۳۔ ثُلاثِی مُجرّد کے معنی میں: جیسے: اِقْتَرَأَ بمعنی قَرَأَ (اس نے پڑھا) اِجْتَذَبَ یعنی جَذَبَ (کھینچا)۔ اِمْتَدَحَ بمعنی مَدَحَ (اس نے تعریف کی)۔ اِبْتَعَدَ بمعنی مَدَ (وہ دور ہو گیا)۔ اِفْتَخَرَ بمعنی فَخَرَ (اس نے فخر کیا) اِتَّضَحَ بمعنی وَضَحَ واضح ہو گیا۔ ظاہر ہو گیا)۔ اِخْتَبَرَ بمعنی خَبَرَ (آزمایا)۔

۴۔ ماخذ کو لے لینے (اِتِّخَاذ) کے معنی میں: جیسے: اِحْتَجَرَ الْفأْرُ (چوہے نے بل بنالیا۔ ماخذ حُجْرٌ بمعنی بل ہے) اِخْتَبَزُوا (اس نے روٹی بنائی۔ ماخذ خُبْزٌ بمعنی (روٹی ہے)۔ اِحْتَبَسَ (اس نے محبوس / قیدی بنالیا۔ ماخذ حَبِيْسٌ بمعنی محبوس ہے)۔ اِرْتَدَى (اس نے چادر لی یا اوڑھی۔ ماخذ رِداءٌ بمعنی چادر ہے)۔

۵۔ کسی چیز کی طلب یا جستجو میں کوشش کرنا، جیسے: اِكْتَسَبَ الْعِلْمَ (اس نے علم حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی / جدوجہد کر کے علم حاصل کیا)۔ اِدَّخَلَ (کوشش کر کے داخل ہوا)۔

٦۔ کبھی طلب کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے: اِنْتَصَفَ (اس نے انصاف طلب کیا) اِرْتَدَّ (اس نے واپسی طلب کی)۔ اِكْتَتَبَ (اس نے لکھوانے کو کہا / املا طلب کی)

۷۔ ثُلاثِی مُجرّد سے الگ اور مستقل معنی میں، جیسے: اِفْتَقَرَ (وہ غریب یا حاجت مند ہوا)۔ اِشْتَدَّ (وہ سخت ہوا)۔ اِمْتَثَلَ (اس نے اطاعت کی۔ حکم کی تعمیل کی) اِمْتَدَّ (وہ پھیل گیا۔ لمبا ہو گیا) اِنْتَظَرَ (اس نے انتظار کیا)۔ اِنْتَقَلَ (وہ

ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل گیا۔ منتقل ہوا)۔**اِنْتَشَرَ** (وہ پھیل گیا۔ عام ہو گیا)۔ **اِعْتَمَرَ**(اس نے عمرہ ادا کیا) **اَنْتَثَرَ**(وہ بکھر گیا)۔

۸۔ چیز کے انتخاب کے معنی میں جیسے: **اِخْتَارَہ، اِصْطَفَاہُ، اِجْتَبَاہُ ، اِنْتَخَبَہ** (اس نے اسے چنا)۔

۹۔ ماخذ کے اظہار کے معنی میں، جیسے: **اِعْتَظَمَ** (اس نے عظمت کا اظہار کیا۔ ماخذ **عَظْمَۃٌ**)۔

باب اِفْعِلال

یہ باب ہمیشہ لازم آتا ہے اور رنگ یا عیب کا معنی دیتا ہے، جیسے: **اِحْمَرَّ** (وہ سرخ ہوا)۔ **اِخْضَرَّ** (وہ سبز ہوا)۔ **اِسْوَدَّ** (وہ سیاہ ہوا)۔ **اِصْفَرَّ** (وہ زرد ہوا) **اِحْوَالَّ** (وہ بھینگا ہوا)۔

بابِ تُفَاعُل

۱۔ فعل میں مشارکت:

یہ اس باب کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ اس میں مشارکت سے مراد یہ ہے کہ دو افراد مل کر کسی کام کو اس طرح کریں کہ دونوں جملے میں فاعل ہوں، لہٰذا مرفوع ہوں اور ان کے درمیان حرف عطف واؤ ہو۔ لیکن معنی کے لحاظ سے دونوں بیک وقت فاعل بھی ہوں اور مفعول بھی، جیسے: تَخَاصَمَ زَيْدٌ وَ بَكْرٌ (زید اور بکر جھگڑ پڑے)۔ تَلَاطَمَ زَيْدٌ وَ بَكْرٌ (زید اور بکر نے ایک دوسرے کو مار پیٹ کی)۔ یا دو سے زیادہ لوگ فعل میں شریک ہوں، جیسے: تَفَاخَرَ الْقَوْمُ (لوگوں نے ایک دوسرے کے خلاف فخر کا اظہار کیا)۔ تَكَاثَرُوْا (انھوں نے ایک دوسرے پر تعداد میں اپنی برتری جتائی)۔ تَنَاصَرُوْا (انھوں نے ایک دوسرے کی مدد کی)۔

۲۔ باب مُفَاعَلَہ کی مطاوعت میں، جیسے:

نَاوَلْتُهٗ فَتَنَاوَلَ (میں نے اسے دیا تو اس نے لے لیا)۔ بَاعَدْتُهٗ فَتَبَاعَدَ (میں نے اسے دور کیا تو وہ دور ہو گیا۔ نَاقَشْتُهٗ فَتَنَاقَشَ (میں نے اس سے سختی سے حساب مانگا تو اس نے حساب دے دیا)۔

۳۔ فعل کا جھوٹا اظہار کرنے (تَخْيِيل) کے لیے، جیسے: تَمَارَضَ (اس

نے بیماری کا جھوٹا دکھاوا کیا)۔ **تَغَافَلَ** (اس نے غفلت کا جھوٹا اظہار کیا)۔ **تجَاهَلَ** (اس نے جہل یعنی لاعلمی کا جھوٹا اظہار کیا)۔ **تعَامَی** (وہ جھوٹ موٹ کا اندھا بنا) **تَصَامَّ** (اس نے جھوٹے یا بناوٹی بہرے پن کا اظہار کیا)۔ **تعَارَجَ** (وہ بناوٹی طور پر لنگڑا کر چلا)۔

(نوٹ): باب تفاعل میں غیر مرغوب وصف کا جھوٹا اظہار کیا جاتا ہے۔

۴۔ باب اِفعال کے معنی میں، جیسے: تخَاطَأَ بمعنی اَخْطَأَ (اس نے خطا/غلطی کی)۔

۵۔ ابتداء یعنی بالکل نئے معنی میں، جیسے: تَبَارَكَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ بڑا بابرکت ہے)۔ اس کا ثُلاثِی مُجَرَّد بَرَكَ ہے جس کا معنی ہے اونٹ بیٹھا۔

باب تَفَعُّل

۱۔ تکلّف یعنی تصنّع:

یہ اس باب کی سب سے اہم خصوصیت ہے، جیسے: تَشَجَّعَ زَيْدٌ (زید بناوٹی بہادر بنا) تَكَبَّرَ (بناوٹی بڑا بنا) تَحَلَّمَ (بناوٹی حلیم بنا) تَجَمَّلَ (مصنوعی خوبصورت بنا) تَحَسَّنَ (بناوٹی حسین بنا)۔ تَجَلَّدَ (مضبوط دل ہونے کا جھوٹا اظہار کیا)۔

(نوٹ) باب تفعُّل میں مرغوب وصف کا جھوٹا اظہار کیا جاتا ہے۔

۲۔ مُطاوعتِ فَعَّلَ، جیسے: دَرَّسْتُهٗ فَتَدَرَّسَ (میں نے اسے سبق پڑھایا تو اس نے سبق پڑھ لیا)، كَسَّرْتُهٗ فَتَكَسَّرَ (میں نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا)۔

قَطَّعْتُهٗ فَتَقَطَّعَ (میں نے اسے کاٹا تو وہ کٹ گیا)۔ ذَلَّلْتُهٗ فَتَذَلَّلَ (میں نے اسے مطیع کیا تو وہ مطیع ہو گیا)۔ ثَقَّفْتُهٗ فَتَثَقَّفَ (میں نے اسے سیدھا کیا تو وہ سیدھا ہو گیا)۔

۳۔ وقفے وقفے سے فعل کا تکرار، جیسے: تَجَرَّعَ الْمَاءَ (اس نے پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیا)۔ تَسَمَّعَ (اس نے ٹھہر ٹھہر کے سنا۔ وقفوں میں سنا)۔ تَنَقَّصَ (وہ بتدریج کم ہوا)۔

۴۔ ماخذ سے نسبت: جیسے: تَقَيَّسَ۔ (وہ قیس سے منسوب ہوا)۔ ماخذ

قیس۔ تَنَزَّرَ (وہ نزار سے منسوب ہوا۔ ماخذ نزار) تَقَرَّشَ (وہ قریش سے منسوب ہوا۔ ماخذ قریش)

۵۔ ماخذ کو لے لینا (اِتّخاذ): جیسے، تَوَسَّدَ ثَوْبَہٗ (اس نے اپنے کپڑے کو تکیہ بنالیا۔ ماخذ وِسَادَۃٌ بمعنی تکیہ ہے)۔

٦۔ فاعل کا عین ماخذ یا ماخذ کے مانند بننا: جیسے: تَنَصَّرَ الرَّجُلُ (آدمی نصرانی ہو گیا۔ ماخذ نصرانی) تَھَوَّدَ الرَّجُلُ (آدمی یہودی ہو گیا۔ ماخذ ھود بمعنی یہودی ہے)۔ تَبَحَّرَ الْعَالِمُ (عالم سمندر کے مانند ہو گیا۔ ماخذ بَحْرٌ ہے)۔

۷۔ ماخذ کو کام میں لانا، جیسے: تَخَتَّمَ زَیْدٌ (زید نے انگوٹھی پہنی۔ ماخذ خاتَمٌ بمعنی انگوٹھی ہے) تَتَرَّسَ بَکْرٌ (بکر ڈھال کو کام میں لایا۔ ماخذ تُرْسٌ بمعنی ڈھال ہے)

۸۔ ماخذ سے بچنا: جیسے، تَأَثَّمَ (وہ گناہ سے بچا۔ ماخذ اثم بمعنی گناہ ہے)۔ تَحَرَّجَ (وہ حرج سے بچا۔ ماخذ حَرَجٌ بمعنی نقصان ہے)۔

۹۔ صاحبِ ماخذ بننا: جیسے، تَمَوَّلَ الرَجُلُ (آدمی مالدار ہو گیا۔ ماخذ مال)۔

۱۰۔ ثُلاثِی مُجَرَّد کے معنی میں: جیسے، تَظَلَّمَ بمعنی ظَلَمَ (اس نے ظلم کیا) تَشَکَّرَ بمعنی شَکَرَ (اس نے شکر ادا کیا)۔

بابِ اِسْتِفْعَال

۱۔ طلبِ ماخذ: باب استفعال کی اہم ترین خصوصیت ماخذ کو طلب کرنا ہے، جیسے: اِسْتَنْصَرْتُہٗ (میں نے اس سے مدد طلب کی۔ ماخذ نُصرۃ بمعنی مدد)۔۔۔۔اِسْتَقْرَضْتُہٗ (میں نے اس سے قرض مانگا۔ ماخذ قَرْضٌ)۔ اِسْتَغْفَرَاللّٰہَ (اس نے اس اللہ سے مغفرت طلب کی۔ ماخذ غفران / مغفرت ہے۔ اِسْتَحْلَفَہٗ (اس نے اس سے قسم کا مطالبہ کیا۔ ماخذ حَلْفٌ بمعنی قسم) اِسْتَعْلَمَہٗ (اس نے اس سے علم / معلومات طلب کیں)۔ اِسْتَعَانَہٗ (اس نے اس سے اعانت طلب کی۔ ماخذ عون بمعنی مدد) اِسْتَرْشَدَہٗ (اس نے اس سے راہنمائی طلب کی۔ ماخذ رُشْدٌ بمعنی راہنمائی ہے)۔

۲۔ مفعول کو ماخذ سے متّصف پانا یا گمان کرنا: جیسے، اِسْتَعْظَمْتُہٗ (میں نے اسے عظمت سے متّصف یعنی عظیم گمان کیا۔ ماخذ عظمۃ) اِسْتَجَدْتُہٗ (میں نے اسے عمدہ پایا۔ ماخذ جَوْدَۃٌ بمعنی عمدگی)۔ اِسْتَحْسَنْتُہٗ (میں نے اسے اچھا سمجھا۔ ماخذ حُسْن) اِسْتَجْمَلْتُہٗ (میں نے اسے خوبصورت شمار کیا۔ ماخذ جمال)۔ اِسْتَکْرَمْتُہٗ میں نے اسے کریم پایا۔ ماخذ کَرَمٌ)

۳۔ فاعل کا ماخذ بن جانا: جیسے، اِسْتَحْجَرَ الطِّیْنُ (مٹی پتھر بن گئی۔ ماخذ حَجَرَ بمعنی پتھر ہے)۔

۴۔ تکلف: جیسے: اِسْتَعْظَمَ (وہ مصنوعی طور پر عظیم بنا)۔اِسْتَکْبَرَ (وہ بڑا بنا۔ اس نے بڑائی کی)۔

۵۔ ماخذ کو لے لینے (اِتّخاذ) کے معنی میں، جیسے: اِسْتَوْطَنَ الْفَرَنْسَا (اس نے فرانس کو وطن بنالیا۔ماخذ وطن)

٦۔جملوں کے اختصار کے لیے: جیسے،اِسْتَرْجَعَ (اس نےاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا)۔

۷۔اَفْعَلَ کے معنی میں: جیسے: اِسْتَبَانَ الشَّیْءُ بمعنی اَبَانَ الشَّیْءُ (چیز واضح ہو گئی)۔

۸۔تَفَعَّلَ کے معنی میں: جیسے،اِسْتَیْقَنَ بمعنی تَیَقَّنَ (اس نے یقین کیا)۔

۹۔مُطَاوَعَتِ اَفْعَلَ: جیسے،اَحْکَمْتُہٗ فَاسْتَحْکَمَ (میں نے اسے مضبوط / پختہ کیا تو وہ مضبوط ہو گیا)۔ اَقَمْتُہٗ فَاسْتَقَامَ (میں نے اسے کھڑا کیا تو وہ کھڑا ہو گیا)۔

۱۰۔ ثُلاثِی مُجَرَّد کے معنی میں: جیسے، اِسْتَقَرَّ (ٹھہر گیا۔ قرار پا گیا)۔ اِسْتَعْلَاہُ بمعنی عَلَاہُ (اس پر غالب آ گیا)۔

بابِ اِفْعِیْعَال۔ اِفْعِوَّال۔ اِفْعِیْلَال

باب اِفْعِیْلَال ہمیشہ لازم آتا ہے، رنگ یا عیب پر دلالت کرتا ہے اور اس میں مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے، جیسے: اِحْمَارَّ (وہ بہت سرخ ہوا)۔ اِحْوَالَّ (وہ بہت بھینگا ہوا)۔ اِخْضَارَّ (وہ گہرا سبز ہوا)۔ اِصْفَارَّ (وہ بہت زرد ہوا۔)

باب اِفْعِوَّال اور اِفْعِیْعَال بھی اکثر لازم آتے ہیں، جیسے: اِجْلَوَّذَ۔

کلمہ میں واقع ہونے والی تبدیلیاں

الف۔ واؤ۔ یاء (یہ تین حروف علّت اور باقی صحیح حروف کہلاتے ہیں) جس کلمہ میں ہوں[1] اس میں بعض حالات میں کچھ تبدیلیاں (تصرّفات) واقع ہوتی ہیں تاکہ کلمہ کے بوجھل پن کو دور کر کے سہولت پیدا کی جائے تبدیلیوں کے معاملے میں ہمزہ بھی حروف علت کے ساتھ شامل ہے۔ اسی طرح جس کلمہ میں دو ہم جنس حروف یکجا ہوں (یعنی کلمہ مضاعف ہو) اس میں بھی بعض تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیجیے۔

---

[1] اصطلاحیں: جس کلمہ میں کوئی حرف علّت ہو اُسے **مُعْتَل** کہتے ہیں۔ اگر حرف علّت فاء کلمہ ہو تو اسے مثال (یا معتل الفاء) عین کلمہ ہو تو اَجْوَف (یا معتل العین) اور لام کلمہ ہو تو ناقص (یا معتل اللّام) کہتے ہیں۔ پھر اگر فا کلمہ واؤ ہو تو مثال وادی اور یا ہو تو مثال یائی کہتے ہیں۔ اسی طرح اجوف وادی۔ اجوف یائی، ناقص واوی، ناقص یائی کہتے ہیں۔ اگر ایک ہی کلمہ میں دو حروف علّت آ جائیں تو اسے لفیف کہتے ہیں، یکجا ہوں تو لفیف مقرون اور ان کے بیچ میں کوئی صحیح حروف ہو تو لفیف مفروق۔ جس کلمہ میں ہمزہ ہو اسے مَہْمُوز کہتے ہیں، فا کلمہ ہمزہ ہو تو مَھْمُوز الفا، عین کلمہ ہمزہ ہو تو مھموز العین اور لام کلمہ ہمزہ ہو تو مھموز الفا، عین کلمہ ہمزہ ہو تو مھموز العین اور لام کلمہ ہمزہ ہو تو مھموز اللام کہتے ہیں۔ جس کلمہ میں دو ہم جنس حروف یکجا ہوں اسے مضاعف کہتے ہیں۔ ان سات اقسام یعنی صحیح مثال، اجوف، ناقص، لفیف، مہموز اور مضاعف کو ہفت اقسام کہہ دیتے ہیں۔ لفظی تغیّرات معتل میں ہوں تو انہیں اِعلال یا تعلیل، مہموز میں ہوں تو تخفیف اور مضاعف میں ہوں تو اِدغام کہتے ہیں۔

۱۔ عربی زبان کے کسی لفظ میں دو ساکن حروف کا اکٹھے آنا (اجتماعِ ساکنین) جائز نہیں، ایسی صورت بنے تو دو ساکن حروف میں سے حروفِ علّت کو حذف کر دیتے ہیں۔

۲۔ حروفِ علّت پر حرکات بوجھل محسوس ہوتی ہیں لہٰذا بالعموم دور کر دی جاتی ہیں۔

۳۔ ساکن الف کے ماقبل حروف پر زبر، ساکن واؤ کے ماقبل پر پیش اور ساکن یاء کے ماقبل پر زیر (یعنی بالترتیب آ۔ اُوْ۔ اِیْ کی آواز آئے تو) موافق حرکت ہے ورنہ غیر موافق، اور اکثر حالات میں اس میں ردّ بدل کرنا پڑے گا۔

تبدیلیوں کے چند اہم قواعد:

۱۔ اگر واؤ / یاء موافق حرکت کے ساتھ متحرّک ہو اواؤ کے لیے صرف پیش اور یاء کے لیے صرف زیر موافق حرکت ہے، اس کا ماقبل حرف صحیح اور ساکن ہو، لام کلمہ مشدّد نہ ہو تو واؤ / یاء کی حرکت ماقبل حرف کو دے کر اسے سکون کے ساتھ برقرار رکھا جاتا ہے، جیسے: يَقْوُلُ، يَقْوُمُ، يَصْوُمُ۔ يَعْوُدُ (يَنْصُرُ کے وزن پر) سے يَقُوْلُ،يَقُوْمُ، يَصُوْمُ، يَعُوْدُ۔ يَبْيِعُ،يَغْيِبُ، يَسْيِرُ، يَمْيِلُ (يَضْرِبُ کے وزن پر) يَبِيْعُ،يَغِيْبُ،يَسِيْرُ،يَعِيْلُ۔

اگر واؤ / یاء غیر موافق حرکت کے ساتھ متحرّک ہو تو اس کی حرکت ماقبل حرف کو دینے کے ساتھ ساتھ یہ اس حرفِ علّت میں بدل جائے گی جس کے موافق اس کی حرکت تھی، جیسے: اَقْوَمَ، اِسْتَقْوَمَ، اِسْتَعْوَنَ، اَخْوَفَ سے اَقَمَ،

اِسْتَقَامَ، اِسْتَعَانَ، اَخَافَ۔ اور اَبْيَنَ، اِسْتَبْيَنَ، اَهْيَجَ، اِسْتَخْيَرَ سے اَبَانَ، اِسْتَبَانَ، اَهَاجَ، اِسْتَخَارَ۔ اور يُقْوِمُ، يَسْتَقْوِمُ، يَسْتَعْوِنُ، يُخْوِفُ سے يُقِيْمُ، يَسْتَقِيْمُ، يَسْتَعِيْنُ، يُخِيْفُ۔

۲۔ واؤ اور یاء کا الف میں بدلنا:

اگر واؤ / یاء متحرّک ہو اور ما قبل مفتوح ہو تو واؤ / یاء کو الف میں بدل دیتے ہیں، جیسے: قَوَلَ، صَوَمَ، عَوَدَ، اِعْتَوَدَ سے قَالَ، صَامَ، عَادَ، اعْتَادَ اور بَيَعَ، سَيَرَ، مَيَلَ، اِخْتَيَرَ سے بَاعَ، سَارَ، مَالَ، اِخْتَارَ۔ اسی طرح اسمِ فاعل کا صیغہ مُعْتَادٌ، مُخْتَارٌ اصل میں (مُفْتَعِلٌ کے وزن پر) مُعْتَوِدٌ اور مُخْتَيِرٌ اور اسم مفعول کا صیغہ مُعْتَادٌ اصل میں (مُفْتَعِلٌ کے وزن پر) مُعْتَوَدٌ اور مُخْتَيَرٌ تھا، اسی طرح دَعَوَ، عَفَوَ اور مَشَيَ، رَمَيَ سے مَشَی، رَمٰی۔

لیکن اگر عین کلمہ واؤ / یاء فَعِلَ کے وزن پر ایسے فعل ماضی میں ہو جس کی صفت مُشَبَّہَ اَفْعَلَ کے وزن پر آتی ہو پھر یہ تبدیلی واقع نہیں ہوتی، جیسے: حَوِلَ اور عَوِرَ ہے۔ (صفت مشبّہ اَحْوَلُ اور اَعْوَرُ)۔

(نوٹ) افعال ثُلاثِی مُجرّد کے ماضی میں اگر عین کلمہ یا لام کلام الف ہو تو وہ لازماً اصل میں واؤ یا یاء ہوتا ہے۔

۳۔ اگر واؤ کلمہ کا آخری حرف (یعنی لام کلمہ) ہو اور اس کے ما قبل حرف کے نیچے زیر ہو تو واؤ کو یاء میں بدل دیتے ہیں، جیسے: رَضِوَ، قَوِوَ، الرَّاضِوُ سے رَضِيَ، قَوِي، الرَّاضِيُ۔ اگر واؤ ساکن، غیر مشدّد ہو اور اس کے ما قبل کے نیچے زیر

ہو تو یاء میں بدل جائے جیسے: مِوْزَانٌ، مِوْعَادٌ سے مِیْزَانٌ، مِیْعَادٌ۔

۴۔ اگر یا ساکن ہو، غیر مشدّد ہو، ما قبل حرف پر پیش ہو تو واؤ میں بدل جاتی ہے۔ جیسے: یُیْقِنُ، یُیْقِظُ (یُفْعِلُ کے وزن پر) سے یُوْقِنُ، یُوْقِظُ اور مُیْقِنٌ، مُیْقِظٌ (اسم فاعل کا صیغہ مُفْعِلٌ) کے وزن پر) سے مُوْقِنٌ، مُوْقِظٌ۔

۵۔ واؤ، یاء اور الف کا ہمزہ میں بدلنا لازم ہے: ا۔ اگر واؤ / یاء کلمہ کے آخر میں آئے اور اس سے پہلے الف زائدہ ہو، جیسے: سَمَاوٌ، دُعَاوٌ، قَضَایٌ، وَ فَایٌ سے سَمَاءٌ، قَضَاءٌ، وَفَاءٌ ۲۔ واؤ/ یا اسم فاعل میں عین کلمہ ہو اور اس کے فعل میں اس عین کلمہ میں تبدیلی واقع ہوئی ہو، جیسے: قَاوِمٌ، بَایِعٌ، سَایِرٌ سے قَاۤئِمٌ، صَاۤئِمٌ، بَاۤئِعٌ، سَاۤئِرٌ، ۳۔ اگر مفرد کا صیغہ مونث ہو، اس میں واؤ یا یاء حرفِ مدّ (یعنی واؤ ساکن ما قبل مضمون اور یا ساکن ما قبل مکسور) تو وہ مَفَاعِلُ/فَعَاۤئِلُ / فَوَاعِلُ کے وزن پر جمع کے صیغے میں ہمزہ سے بدل جائے گی، جیسے: عَجُوْزٌ صَحِیْفَۃٌ سے عَجَاۤئِزُ، صَحَاۤئِفُ (اصل میں عَجَاوِزُ، صَحَایِفُ تھے)۔ ۴۔ اگر دو واؤ، یاء یا واؤ اور یا ایک ہی کلمے میں آئیں اور ان کے درمیان صیغہ جمع مفاعل کا الف ہو تو دوسرا حرف علّت ہمزہ میں بدل جائے گا، جیسے: نَیِّفٌ، اَوَّلُ، سَیِّدٌ کی جمع نَیَاۤئِفُ، اَوَاۤئِلُ، سَیَاۤئِدُ (اصل میں نَیَایِفُ، اَوَاوِلُ، سَیَاوِدُ تھے) ۵۔ اگر کلمہ کے شروع میں دو واؤ یکجا ہوں، دونوں متحرک ہوں تو پہلی واؤ ہمزہ میں بدل جائے گی، جیسے: وَاثِقَۃٌ، وَاصِلَۃٌ، کی جمع مکسر فَوَاعِلُ کے وزن پر: أَوَاثِقُ، أَوَصِلُ، أَوَاصِلُ، أَوَاقِفُ (اصل میں وَاوَاثِقُ، وَوَاصِلُ، وَوَاقِفُ تھے۔

۶۔ ہمزہ کو واؤاور یاء میں بدل دیاجاتاہے اگر: ا۔ مَفَاعِلُ کے وزن پر جمع مکسّر ہو، اس کی الف کے بعد ہمزہ ہو مگر اصلی نہ ہو اور اس کے مفرد کالام کلمہ ہمزہ اصلی ہو یا اصلی واو یایاءہو، جیسے: خَطِیْئَۃٌ، بَرِیْئَۃٌ، دَنِیْئَۃٌ سے خَطَایَا، بَرَایَا، دَنَایَا (اصل میں خَطَایِئُ، بَرَائِیُ، دَنَایِئُ تھے) اسی طرح ھَدِیَّۃٌ، قَضِیَّۃٌ، مَطِیَّۃٌ سے ھَدَایَا، قَضَایَا، مَطَایَا (اصل میں: ھَدَائِیُ، قَضَایِیُ، مَطَائِیُ تھے)۔

اگر کسی کلمہ میں دو ہمزہ یکجا آئیں تو دوسرے ہمزہ کو ماقبل حرف کی حرکت سے موافقت رکھنے والے حرف علّت سے بدل دیں گے (یعنی اگر ماقبل حرف پر فتحہ ہو تو الف سے، ضمّہ ہو تو واؤ سے، کسرہ ہو تو یاء سے) جیسے: اٰمَنَ أُوْمِنَ اِیْمَاناً تھے۔ اسی طرح اٰلَفَ أُوْلِفَ اِیْلَافًا میں کیا۔

۸۔ حذف: ا۔ اگر فعل ثُلَاثِیْ مُجَرَّد، باب ضَرَبَ یَضْرِبُ، حَسِبَ یَحْسِبُ یا فَتَحَ یَفْتَحُ سے ہو، عین کلمہ حروف حلقیہ (ء، ح، خ، ع، غ، ہ) میں سے ہو اور اس کا فاء کلمہ واؤ ہو تو واؤ مضارع معروف، امر اور مصدر (جو فِعلاً کے وزن پر ہو) میں حذف کر دی جاتی ہے (اور مصدر میں واؤ کے عوض تائے تانیث بڑھا دی جاتی ہے) جیسے: وَعَدَ یَعِدُ عِدْ اور مصدر عِدَۃً وَصَفَ، یَصِفُ صِفْ اور مصدر صِفَۃً۔

۲۔ اسمِ مفعول میں واؤ / یاء عین کلمہ ہو تو حذف کر دی جاتی ہے، جیسے: مَصُوْنٌ اور مَبِیْعٌ ہیں جو اصل میں مَصْوُوْنٌ اور مَبْیُوْعٌ تھے۔

۹۔ ادغام: ا۔ اگر کلمہ میں ایک ہی حرف دوبار آئے (یعنی کلمہ مضاعف ہو) اور دونوں میں سے پہلا ساکن ہو تو ادغام واجب ہے، جیسے: مَدُّ،

قَتْتَلَ سے مَدٌّ، قَتَّلَ۔ ۲۔ اگر دونوں متحرک ہوں تو پہلے حرف کی حرکت کو گرا کر اِدْغَام کر دیتے ہیں، جیسے: مَدَدَ، مَرَرَ سے مَدَّ، مَرَّ۔ ۳۔ اگر ان دو ہم جنس متحرک حروف کا ما قبل ساکن حروف کو دے کر ہم جنس دو حروف کا ادغام کر دیتے ہیں، جیسے: یَمْدُدُ، یَمْرُرُ سے یَمُدُّ، یَمُرُّ اس ادغام کے لیے شرطیہ ہے کہ بعد از ادغام وہ کسی اور کلمہ کے مثل نہ بن جائے، پس سَبَبٌ میں ادغام جائز نہیں، کیونکہ اِدغام کے بعد سَبٌّ حاصل ہوتا ہے اور سَبٌّ ایک الگ کلمہ ہے (جس کا معنیٰ گالی دینا ہے)۔ ۴۔ دو ہم جنس حروف میں سے اگر دوسرا حرف وجوباً ساکن ہو تو ادغام جائز نہیں جیسے: مَدَدْنَ، مَرَرْنَ میں ہے۔ البتہ اگر دوسرا حروف جزم یا وقف کے سبب ساکن ہو تو ادغام کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں جیسے: لَمْ یَمْرُرْ اور لَمْ یَمُرُّ دونوں جائز ہیں، جیسے: لَمْ یَمُرُّ، لَمْ یَمُرَّ، لَمْ یَمُرِّ اور فعل امر میں مُرَّ، مُرُّ اور مُرِّ تینوں درست ہیں، لیکن اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو تو پھر ضمہ نہیں آ سکتا باقی دو حرکات جائز ہیں، جیسے: لَمْ یَقِلَّ اور لَمْ یَقِلِّ۔ ۵۔ دو ہم مخرج حروف یکجا ہوں اور پہلا ساکن ہو تو بولنے میں ساکن حروف کو دوسرے میں مدغم کر دیا جاتا ہے، جیسے: عَبَدْتُّ حَمِدْتُّ میں ہے (انہیں عَبَتُّ، حَمِتُّ پڑھیں گے)۔ ۶۔ دو قریب المخرج حروف اکٹھے آئیں اور پہلا ساکن ہو تو اسے دوسرے میں مدغم کر دیتے ہیں، جیسے: مَنْ مَّعَكَ میں نون کو میم میں مدغم کر دیا گیا۔

گردانیں

ذیل میں حروفِ علّت اور ہمزہ والے اور مضاعف افعال کی چند گردانیں دی جاتی ہیں تاکہ ان کو نمونہ بنا کر طلبہ کسی بھی فعل سے کوئی بھی گردان کر سکیں۔

۱۔ اگر فاء کلمہ واو ہو

یہ صرف پانچ ابواب میں آتا ہے۔ ہر باب کی صرف صغیر[1] درجِ ذیل ہے:

۱۔ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے: وَصَفَ یَصِفُ وَصْفًا/ صِفَةً وَاصِفٌ وُصِفَ یُوْصَفُ مَوْصُوْفٌ صِفْ لَاتَصِفْ مَوْصِفٌ مِیْصَفٌ اَوْصَفُ۔

۲۔ باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے: وَهَبَ یَهَبُ وَهْبًا هِبَةً وَاهِبٌ وُهِبَ یُوْهَبُ مَوْهُوْبٌ هَبْ لَاتَهَبْ مَوْهِبٌ مِیْهَبٌ اَوْهَبُ۔

۳۔ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے: وَجِلَ یَوْجَلُ وَجْلًا وَاجِلٌ وُجِلَ یُوْجَلُ مَوْجُوْلٌ اِیْجَلْ لَاتَوْجَلْ مَوْجِلٌ مِیْجَلٌ اَوْجَلُ۔

---

[1] ماضی، مضارع، مصدر، اسم فاعل، ماضی مجہول، مضارع، مجہول، اسم مفعول، امر، نہی، اسم ظرف، اسم آلہ۔ اسم تفضیل۔ اسی ترتیب سے تمام صیغے دیئے جائیں گے اور اگر کسی فعل سے کوئی صیغہ نہیں آتا تو اس کی جگہ x کا نشان لگا دیا جائے گا، مثلاً فعل لازم سے مجہول اور اسم مفعول کے صیغے نہیں آتے۔

۴۔ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے: وَسُمَ یَوْسُمُ وَسْمًا وَ سِیْمٌ xxx اُوْسُمْ لَا تَوْسُمْ مَوْسِمٌ مِیْسَمٌ اَوْسَمُ۔

۵۔ باب حَسِبَ یَحْسِبُ سے: وَرِثَ یَرِثُ وَرَثًا/وِرْثَۃً وَارِثٌ وُرِثَ یُوْرَثُ مَوْرُوْثٌ اِیْرِثْ لَاتَوْرِثْ مَوْرِثٌ مِیْرَثٌ اَوْرَثُ۔

۲۔ اگر فاء کلمہ یاء ہو

یہ صرف چار ابواب میں آتا ہے۔ ہر باب سے صرف صغیر درج ذیل ہے:

۱۔ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے: یَسَرَ یَیْسِرُ یَاسِرٌ xxx اِیْسِرْ لَا تَیْسِرْ مَیْسِرٌ مِیْسَرٌ اَیْسَرُ۔

۲۔ باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے: یَنَعَ یَیْنَعُ یَنْعًا یَا نِعٌ xxx اِیْنَعْ لَا تَیْنَعْ مَیْنِعٌ مِیْنَعٌ اَیْنَعُ۔

۳۔ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے: یَتِمَ یَیْتِمُ یُتْمًا یَتِیْمٌ x x x اِیْتَمْ لَا تَیْمَتَمْ مَیْتِمٌ مِیْتَمٌ اَیْتَمُ۔

۴۔ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے: یَقُظَ یَیْقَظُ یَقْظًا یَقِظٌ x x x اُوْ قَظْ لَا تَیْقُظ مَیْقِظٌ مِیْقَظٌ اَیْقَظُ۔

۳۔ اگر عین کلمہ واو ہو

قَوْلًا مصدر سے مختلف گردانیں درج ذیل ہیں:

ا۔ ماضی معروف

قَالَ قَالَا قَالُوْا قَالَتْ قَالَتَ قَلْنَ قُلْتَ

قُلْتُمَا قُلْتُمْ قَلْتِ قَلْتُمَا قُلْتُنَّ قُلْتُ قَلْنَا

ب۔ ماضی مجہول

قِيْلَ قِيْلَا قِيْلُوْا قِيْلَتْ قِيْلَتَا قُلْنَ قَلْتَ

قُلْتُمَا قُلْتُمْ قَلْتِ قَلْتُمَا قَلْتُنَّ قَلْتُ قَلْنَا

ج۔ مضارع معروف

يَقُوْلُ يَقُوْلَانِ يَقُوْلُوْنَ تَقُوْلُ تَقُوْلَانِ يَقُلْنَ تَقُوْلُ

تَقُوْلَانِ تَقُوْلُوْنَ تَقُوْلِيْنَ تَقُوْلَان تَقُلْنَ اَقُوْلُ نَقُوْلُ

د۔ مضارع مجہول

يُقَالُ يُقَالَان يُقَالُوْنَ تُقَالُ تُقَالَانِ يُقَلْنَ تُقَالُ

تَقَالَانِ تُقَالُوْنَ تُقَالِيْنَ تُقَالَانِ تُقَلْنَ اُقَالُ نُقَالُ

ہ۔ نفی جحد

لَمْ يَقُلْ لَمْ يَقُوْلَا لَمْ يَقُوْلُوْا لَمْ تَقُلْ لَمْ تَقُوْلَا لَمْ يَقُلْنَ لَمْ تَقُلْ

لَمْ تَقُوْلَا لَمْ تَقُوْلُوْا لَمْ تَقُوْلِىْ لَمْ تَقُوْلَا لَمْ تُقُلنَ لَمْ اَقُلْ لَمْ نَقُلْ

د۔ امر حاضر

قُلْ قَوْلَا قُوْلُوْا قُوْلَا قُلْنَ

۴۔ اگر عین کلمہ یاء ہو

ا۔ ماضی معروف

بَاعَ　بَاعَا　بَاعُوْا　بَاعَتْ　بَاعَتَا　بِعْنَ　بِعْتَ
بِعْتُمَا　بِعْتُمْ　بِعْتِ　بِعْتُمَا　بِعْتُنَّ　بِعْتُ　بِعْنَا

ب۔ ماضی مجہول

بِیْعَ　بِیْعَا　بِیْعُوْا　بِیْعَتْ　بِیْعَتَا　بِعْنَ　بِعْتَ
بِعْتُمَا　بِعْتُمْ　بِعْتِ　بِعْتُمَا　بِعْتُنَّ　بِعْتُ　بِعْنَا

ج۔ مضارع معروف

یَبِیْعُ　یَبِیْعَانِ　یَبِیْعُوْنَ　تَبِیْعُ　تَبِیْعَانِ　یَبِعْنَ　تَبِیْعُ
تَبِیْعَانِ　تَبِیْعُوْنَ　تَبِیْعِیْنَ　تَبِیْعَانِ　تَبِعْنَ　اَبِیْعُ　نَبِیْعُ

د۔ مضارع مجہول

یُبَاعُ　یُبَاعَانِ　یُبَاعُوْنَ　تُبَاعُ　تُبَاعَانِ　یُبَعْنَ　تُبَاعُ
تُبَاعَانِ　تُبَاعُوْنَ　تُبَاعِیْنَ　تُبَاعَانِ　تُبَعْنَ　اُبَاعُ　نُبَاعُ

ہ۔ نفی جحد

لَمْ یَبِعْ　لَمْ یَبِیْعَا　لَمْ یَبِیْعُوْا　لَمْ تَبِعْ　لَمْ تَبِیْعَا　لَمْ یَبِعْنَ　لَمْ تَبِعْ
لَمْ تَبِیْعَا　لَمْ تَبِیْعُوْا　لَمْ تَبِیْعِیْ　لَمْ تَبِیْعَا　لَمْ تَبِعْنَ　لَمْ اَبِعْ　لَمْ نَبِعْ

و۔ امر حاضر

بِعْ　بِیْعَا　بِیْعُوْا　بِیْعِیْ　بِیْعَا　بِعْنَ

نوٹ: قَالَ سے اسم فاعل قَائِلٌ اور اسم مفعول مَقُوْلٌ بنے گا جبکہ بَاعَ سے اسم فاعل بَائِعٌ اور اسم مفعول مَبِیْعٌ بنے گا۔

۵۔ اگر لام کلمہ واؤ ہو

ا۔ماضی معروف

دَعَا دَعَوْا دَعَتْ دَعَتَا دَعَوْنَ دَعَوْتَ

دَعَوْتُمَا دَعَوْتُم دَعَوْتِ دَعَوْتُمَا دَعَوْتُنَّ دَعَوْنَا

ب۔ماضی مجہول

دُعِیَ دُعِیَا دُعُوْا دُعِیَتْ دُعِیَتَا دُعِیْنَ دُعِیْتَ

دُعِیْتُمَا دُعِیْتُم دُعِیْتِ دُعِیْتُمَا دُعِیْتُنَّ دُعِیْتُ دُعِیْنَا

ج۔ مضارع معروف

یَدْعُوْ یَدْعُوَانِ یَدْعُوَانِ تَدْعُوْ تَدْعُوَانِ یَدْعُوْنَ تَدْعُوْ

تَدْعُوَانِ تَدْعُوْنَ تَدْعِیْن تَدْعُوَانِ تَدْعُوْنَ اَدْعُوْ نَدْعُوْ

د۔ مضارع مجہول

یُدْعٰی یُدْعَیَان یُدْعَوْنَ تُدْعٰی تُدْعَیَانِ یُدْعَیْنَ تُدْعٰی

تُدْعَیَانِ تُدْعَوْنَ تُدْعِیْنَ تَدْعَیَانِ تُدْعَیْنَ اُدْعٰی نُدْعٰی

ہ۔ نفی جحد

لَمْ یدْعُ لَمْ یِدْعُوا لَمْ یَدْعُوْا لَمْ تَدْعُ لَمْ تَدْعُوا لَمْ یَدْعُوْنَ لم تدْعُ

لَمْ تَدْعُوْا لَمْ تَدْعُوْا لَمْ تَدْعِی لَمْ تَدْعُوا لَمْ تَدْعُوْنَ لَمْ اَدْعُ لَمْ نَدْعُ

و۔امر حاضر

اُدْعُ اُدْعُوَا اُدْعُوْا اُدْعِیْ اُدْعُوَا اُدْعُوْنَ

٦۔ اگر لام کلمہ یاء ہو

ا۔ماضی معروف

قَضٰی قَضَیَا قَضَوْا قَضَتْ قَضَتَا قَضَیْنَ قَضَیْتَ
قَضَیْتُمَا قَضَیْتُمْ قَضَیْتِ قَضَیْتُمَا قَضَیْتُنَّ قَضَیْتُ قَضَیْنَا

ب۔ماضی مجہول

دُعِیَ دُعِیَا دُعُوْا دُعِیَتْ دُعِیَتَا دُعِیْنَ دُعِیْتَ
دُعِیْتُمَا دُعِیْتُمْ دُعِیْتِ دُعِیْتُمَا دُعِیْتُنَّ دُعِیْتُ دُعِیْنَا

ج۔ مضارع معروف

یَدْعُوْ یَدْعُوَانِ یَدْعُوْنَ تَدْعُوْ تَدْعُوَانِ یَدْعُوْنَ تَدْعُوْ
تَدْعُوَانِ تَدْعُوْنَ تَدْعِیْن تَدْعُوَانِ تَدْعُوْنَ اَدْعُوْ نَدْعُوْ

د۔ مضارع مجہول

یُدْعٰی یُدْعَیَانِ یُدْعَوْنَ تَدْعٰی تُدْعَیَانِ یُدْعَیْنَ تُدْعٰی
تُدْعَیَانِ تُدْعَوْنَ تُدْعِیْنَ تُدْعَیَانِ تُدْعَیْنَ اُدْعٰی نُدْعٰی

ہ۔ نفی جحد

لَمْ یَدْعُ لَمْ یَدْعُوْا لَمْ یَدْعُوا لَمْ تَدْعُ لَمْ تَدْعُوْا لَمْ یَدْعُوْنَ لَمْ تدْعُ
لَمْ تَدْعُوْا لَمْ تَدْعُوْا لَمْ تَدْعِی لَمْ تَدْعُوْا لَمْ تَدْعُوْنَ لَمْ اَدْعُ لَمْ نَدْعُ

و۔امر حاضر

اُدْعُ اُدْعُوْا اَدْعِیْ اُدْعُوَا اُدْعُوْنَ

٦۔ اگر لام کلمہ یاء ہو

ا۔ماضی معروف

قَضٰی قَضَیَا قَضَوْا قَضَتْ قَضَتَا قَضَیْنَ قَضَیْتَ
قَضَیْتُمَا قَضَیْتُمْ قَضَیْتِ قَضَیْتُمَا قَضَیْتُنَّ قَضَیْتُ قَضَیْنَا

ب۔ماضی مجہول

قُضِیَ قُضِیَا قُضُوْا قُضِیَتْ قُضِیَتَا قُضِیْنَ قُضِیْتَ
قُضِیْتُمَا قُضِیْتُمْ قُضِیْتِ قُضِیْتُمَا قُضِیْتُنَّ قُضِیْتُ قُضِیْنَا

ج۔ مضارع معروف

یَقْضِیْ یَقْضِیَانِ یَقْضُوْنَ تَقْضِیْ تَقْضِیَانِ یَقْضِیْنَ تَقْضِیْ
تَقْضِیَانِ تَقْضُوْنَ تَقْضِیْنَ تَقْضِیَانِ تَقْضِیْنَ اَقْضِیْ نَقْضِیْ

د۔ مضارع مجہول

یُقْضٰی یُقْضَیَانِ یُقْضَوْنَ تُقْضٰی تُقْضَیَانِ یُقْضَیْنَ تُقْضٰی
تُقْضَیَانِ تُقْضَوْنَ تُقْضَیْنَ تُقْضَیَانِ تُقْضَیْنَ اُقْضٰی نُقْضٰی

ہ۔ نفی جحد

لَمْ یَقْضِ لَمْ یَقْضِیَا لَمْ یَقْضُوْا لَمْ تَقْضِ لَمْ تَقْضِیَا لَمْ یَقْضِیْنَ لَمْ تَقْضِ
لَمْ تَقْضِیَا لَمْ تَقْضُوْا لَمْ تَقْضِیْ لَمْ تَقْضِیَا لَمْ تَقْضِیْنَ لَمْ اَقْضِ لَمْ نَقْضِ

و۔امر حاضر

اِقْضِ اِقْضِیَا اِقْضُوْا اِقْضِیْ اِقْضِیَا اِقْضِیْنَ

نوٹ: اسم فاعل دَاعٍ اور قَاضٍ بنیں گے۔ لام تعریف لگانے سے اَلدَّاعِیْ اور اَلْقَاضِیْ بن جائیں گے۔ اسم مفعول مَدْعُوٌّ اور مَقْضِیٌّ بنیں گے۔

۷۔ اگر فاء کلمہ واؤ اور لام کلمہ یاء ہو

ا۔ صرف صغیر

وَقٰی یَقِی وِقَایَۃً وَاقٍ وُقِیَ یُوْقیٰ مَوْقِیٌّ قِ لَاتَقِ مَرْقیً

ب۔ امر حاضر

قِ قِیَا قُوْا قِیْ قِیَا قِیْنَ

۸۔ اگر فاء کلمہ ہمزہ ہو

ا۔ صرف صغیر باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے: أَمَرَ یَأْمُرُ أَمْرًا اٰمِرٌ أُمِرَ یُؤْمَرُ مَأْمُوْرٌ مُرْ لَا تَأْمُرْ مَأمَرٌ مِئْمَرٌ اٰمَرُ

امر حاضر کی گردان:

مُرْ مُرَا مُرُوْا مُرِیْ مُرَا مُرْنَ

۲۔ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے: أَدَبَ یَأْدِبُ أَدْبًا اٰدِبٌ أُدِبَ یُؤْدَبُ مَأْدُوْبٌ اِیْدِبْ لَاتَأْدِبْ مَأْدِبٌ مِئْدَبٌ اٰدَبُ۔

۳۔ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے:

اَمِنَ یَأمَنُ اَمْنًا اٰمِنٌ اُمِنَ یُؤْمَنُ مَأمُوْنٌ اِیْمَنْ لَاتَأمَنْ مَأْمَنٌ مِئْمَنٌ اٰمَنُ

۴۔باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے:

أَدُبَ یَأْدُبُ أَدَبًا أَدِیْبٌ xxx أُوْدُبْ لَاتَأْدَبْ

مأْدَبٌ مَأْدَبٌ مِئْدَبٌ اٰدَابٌ

۹۔اگر عین کلمہ ہمزہ ہو

ا۔باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے:

سَأَلَ یَسْأَلُ سُؤَالًا سَائِلٌ سُئِلَ یُسْئَلُ مَسْئُوْلٌ

اِسْأَلْ لَاتَسْأَلْ مَسْأَلٌ مِسْأَلٌ اَسْأَلُ۔

امر حاضر کی گردان:

سَلْ سَلَا سَلُوْا سَلِی سَلَا سَلْنَ

(نوٹ) کلام کی ابتدا میں سَلْ آئے گا اور جب اسے ماقبل لفظ، سے ملائیں گے تو ہمزہ لوٹ آئے گا، جیسے: فَسْئَلْ، فَسْئَلَا وغیرہ۔

۲۔سَمِعَ یَسْمَعُ سے:

یَئِسَ یَیْأَسُ یَأْسًا یَائِسٌ xxx اِیْأَسْ لَا تَیْأَسْ

مَیْأَسٌ مِیْأَسٌ مِیْأَسٌ اَیْأَسُ

۳۔باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے:

لَؤُمَا یَلْؤُمُ لُؤْمًا لَئِیْمٌ xxx أُلْؤُمْ لَا تَلْؤُمْ

مَلْئَمٌ مِلْئَمٌ اَلْأَمُ

۱۰۔ اگر لام کلمہ ہمزہ ہو

۱۔ باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے:

قَرَأَ یَقْرَأُ قِرَاءَةً قَارِئٌ قُرِئَ یُقْرَأُ مُقْرُوْءٌ
اِقْرَأْ لَاتَقْرَأْ مِقْرَأٌ أَقْرَأُ۔

۲۔ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے:

صَدِئَ یَصْدَأُ صَدَءً صَدِئٌ xxx اِصْدَأْ لَا تَصْدَأْ
مَصْدَأٌ مِصْدَأٌ أَصْدَأُ۔

۳۔ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے:

جَرُؤَ یَجْرُؤُ جُرْءَةً جَرِئٌ xxx اُجْرُؤْ لَاتَجْرُؤْ
مَجْرَأٌ مِجْرَأٌ أَجْرَأُ

مضاعف کی گردانیں

ا۔ ماضی معروف

مَدَّ مَدَّا مَدُّوا مَدَّتْ مَدَّتَا مَدَدْنَ مَدَدْتَ
مَدَدْتُمَا مَدَدْتُمْ مَدَدْتِ مَدَدْتُمَا مَدَدْتُنَّ مَدَدْتُ مَدَدْنَا

ب۔ ماضی مجہول

مُدَّ مُدَّا مُدُّوا مُدَّتْ مُدَّتَا مُدِدْنَ مُدِدْتَ
مُدِدْتُمَا مُدِدْتُمْ مُدِدْتِ مُدِدْتُمَا مُدِدْتُنَّ مُدِدْتُ مُدِدْنَا

ج۔ مضارع معروف

يَمُدُّ يَمُدَّانِ يَمُدُّنَ تَمُدُّ تَمُدَّانِ يَمْدُدْنَ تَمُدُّ
تَمُدَّانِ تَمُدُّوْنَ تَمُدِّيْنَ تَمُدَّانِ تَمْدُدْنَ اَمُدُّ نَمُدُّ

د۔ مضارع مجہول

يُمَدُّ يُمَدَّانِ يُمَدُّوْنَ تُمَدُّ تُمَدَّانِ يُمْدَدْنَ تُمَدُّ
تُمَدَّانِ تُمَدُّوْنَ تُمَدِّيْنَ تُمَدَّانِ تُمْدَدْنَ اُمَدُّ نُمَدُّ

ہ۔ نفی جحد

لَمْ يَمُدُّ (لَمْ يَمْدُدْ) لَمْ يَمُدُّوْا لَمْ تَمُدَّ (لَمْ تَمْدُدْ)
لَمْ تَمُدَّا لَمْ يَمْدُدْوْنَ لَمْ تَمُدُّنَ لَمْ تَمُدِّ (لَمْ تَمْدُدْ) لَمْ تَمُدَّا
لَمْ تُمُدُّوْا لَمْ تَمُدِّىْ لَمْ تَمُدَّا لَمْ تَمُدُوْنَ لَمْ اَمُدِّ
(لَمْ اَمْدُدْ) لَمْ نَمُدِّ (لَمْ نَمْدُدْ)

و۔ امر حاضر

مُدِّ (اُمْدُدْ) مُدَّا مُدُّوْا مُدِّى مُدَّا اُمْدُدْنَ



اسم نسبت و اسم تصغیر

اسم نسبت:

جس اسم کو آخر میں یائے نسبت (یائے مشدّد) لگا کر کسی اسم سے نسبت دی جائے۔ اسے اسمِ نسبت یا اسمِ منسوب کہتے ہیں۔ جس اسم کی طرف نسبت دی جائے اسے منسوبِ الیہ کہتے ہیں۔ اسمِ منسوب اسم مشتق بہ تاویل شمار ہوتا ہے اس لیے کسی اسم کی صفت کے طور پر آکر مرکب توصیفی بناتا ہے، جیسے دوسرے مشتق اسماء کرتے ہیں، مثلاً باکستانُ سے اسم منسوب بَاكِسْتَانِيٌّ بنا۔ رَجُلٌ بَاكِسْتَانِيٌّ میں رَجُلٌ موصوف اور بَاكِسْتَانِيٌّ صفت ہے۔

اسم نسبت بنانے کا طریقہ:

۱۔ جس اسم سے اسم نسبت بنانا مطلوب ہو اس کے آخر میں یا مشدّدہ کا اضافہ کر دیجیے اور اس اسم کے آخری حرف (یعنی یا مشددہ سے پہلے والے حرف) کے نیچے زیر لگا دیجیے، جیسے: عَرَبٌ سے عَرَبِيٌّ۔ بَاكِسْتَانُ سے بَاكِسْتَانِيٌّ، مَصْرٌ سے مَصْرِيٌّ وغیرہ۔

۲۔ اگر اسم کے آخر میں تائے تانیث ہو تو اسے حذف کر دیتے ہیں، جیسے: مَكَّةُ سے مَكِّيٌّ۔ فَاطِمَةُ سے فَاطِمِيٌّ۔ كُوفَةُ سے كُوفِيٌّ۔ حَبْشَةُ سے حَبْشِيٌّ۔

۳۔ اگر کسی اسم کے آخر میں پہلے سے یا مشدّدہ موجود ہو اور اس سے

پہلے تین یا اس سے زیادہ حروف ہوں تو اسے ہٹا کر اس کی جگہ نسبت کی یا مشدّدہ موجود ہو اور اس سے پہلے تین یا اس سے زیادہ حروف ہوں تو اسے ہٹا کر اس کی جگہ نسبت کی یاء مشدّدہ لگا دیتے ہیں۔ جیسے: شَافِعِیٌّ، بُحْتَرِیٌّ سے یہی اسم نسبت ہیں۔

اگر یاء مشدّدہ سے پہلے دو حروف ہوں تو یائے مشدّدہ (دو یاء) میں سے ایک یاء کو حذف اور دوسری کو واؤ مکسورہ سے بدل دیتے ہیں، جیسے: قَصِیٌّ، عَدِیٌّ، نَبِیٌّ، عَلِیٌّ سے قُصَوِیٌّ، عَدَوِیٌّ، نَبَوِیٌّ، عَلَوِیٌّ۔ اور اگر اس یاء مشددہ سے پہلے صرف ایک حرف ہو تو پہلی یاء کو اس کی اصل حالت کی طرف لوٹایا جاتا ہے (مثلاً اگر اصل میں واؤ تھی تو واي کی طرف لوٹا دیں گے)۔ اور دوسری کو واؤ میں بدل کر ما قبل حرف پر زبر ڈال دیتے ہیں، جیسے: طَیٌّ، حَیّ، سے طَوَوِیٌّ، حَیَوِیٌّ۔

۴۔ اگر آخری حرف الف ہو اور وہ تیسرا حرف ہو تو اسے واؤ سے بدل دیتے ہیں، جیسے، فَتَیَ، رِبًا اور عُلًا بالترتیب فَتَوِیٌّ، رِبَوِیٌّ، عُلَوِیٌّ۔ اگر الف چوتھا حرف ہو لیکن دوسرا حرف ساکن ہو تو الف کو واؤ سے بدلنا اور حذب کرنا دونوں درست ہیں، جیسے: اَرْطٰی (ایک درخت کا نام) سے اَرْطَوِیٌّ اور اَرْطِیٌّ۔ اور اگر الف چوتھا حرف ہو مگر دوسرا حرف متحرک ہو یا الف پانچواں یا چھٹا حرف ہو تو اسے حذف کرنا ضروری ہے، جیسے: جَمَزٰی (تیز رفتار گھوڑی) سے جَمَزِیٌّ۔ مُصْطَفٰی سے مُصْطَفِیٌّ، مُسْتَشْفٰی سے مَسْتَشْفِیٌّ۔

۵۔ اگر آخری حرف یاء پانچواں یا چھٹا حرف ہو اور اس کا ما قبل حرفِ

مکسور ہو (یعنی وہ اسم منقوص ہو) تو یاء کو حذف کر دیتے ہیں، جیسے: اَلْمَهْتَدِیْ، اَلْمَسْتَغْنِیْ، اَلْمُقْتَدِیْ سے بالترتیب اَلْمُهْتَدِیٌّ، اَلْمُسْتَغْنِیٌّ، اَلْمُقْتَدِیٌّ۔ اگر چوتھا حرف یاء ہو تو اسے حذف کرنا احسن ہے اگرچہ اسے واؤ سے بدل کر ما قبل کو زبر دینا بھی درست ہے، جیسے: اَلهَادِیْ، اَلدَّاعِیْ، اَلرَّاعِیْ سے بالترتیب اَلهَادِیٌّ/ اَلْهَادَوِیٌّ، اَلدَّاعِی/اَلدَّاعَوِیٌّ، اَلرَّاعِیٌّ، اَلرَّاعَوِیٌّ، اگر تیسرا حرف یاء ہو تو اسے واؤ سے بدل کر ما قبل حرف پر زَبَر ڈال دیتے ہیں جیسے:اَلرَّضِیْ (راضی)، اَلشَّجِیْ سے اَلرَّضَوِیٌّ،اَلشَّجَوِیٌّ۔

٦۔ اگر اسم ممدود (آخر میں (أَ ء) ہو اور آخر میں ہمزۂ مد تانیث کے لیے ہو تو واؤ سے بدل جاتا ہے جیسے: خَضْرَاءُ، حَمْرَاءُ، بَیْضَاءُ سے بالترتیب خَضْرَاوِیٌّ، حَمْرَاوِیٌّ، بَیْضَاوِیٌّ، اگر ہمزہ اصلی ہو تو برقرار رہتا ہے جیسے قَرَّاءٌ (بہت پڑھنے والا) سے قَرَّائِیٌّ، اِبْتِدَاءٌ سے اِبْتِدَائِیٌّ۔ اور اگر ہمزہ کسی اور حرف سے بدلا ہوا ہو تو اسے برقرار رکھنا اور واؤ سے بدلنا دونوں جائز ہیں۔ جیسے: کِسَاءٌ (اصل کِسَاوٌ) شِفَاءٌ (اصل شِفَایٌ) سے بالترتیب کِسَائِیٌّ/کِسَاوِیٌّ،شِفَاوِیٌّ۔

٧۔ اگر یاء مشدّدہ مکسورہ (یِّ، یْ +یِ) کسی اسم کے وسط میں ہو تو دوسری یاء(یعنی مکسورہ) کو حذف کر دیتے ہیں، جیسے: طَیِّبٌ سے طَیْبِیٌّ،جَیِّدٌ سے جَیْدِیٌّ۔

٨۔ فَعِیْلَةٌ کے وزن پر اسم سے اسم نسبت فَعَلِیٌّ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: حَنِیْفَةُ سے حَنَفِیٌّ، مَدِیْنَةٌ سے مَدَنِیٌّ۔ اور اگر اس کا عین کلمہ مضاعف ہو یا حرف علّت ہو مگر لام کلمہ حرف صحیح ہو تو صرف آخر سے تا حذف کی جاتی ہے

جیسے: رَقِیْقَۃٌ،لَبِیْبَۃٌ،طَوِیْلَۃٌ سے بالترتیب رَقِیْقِیٌّ،لَبِیْبِیٌّ،طَوِیْلِیٌّ۔

۹۔ اگر اسم فُعَیْلَۃٌ کے وزن پر ہو اور عین کلمہ مضعّف (دوہرا) ہو تو صرف آخر سے تاء حذف کرتے ہیں جیسے: ھُرَیْرَۃٌ سے ھُرَیْرِیٌّ، اُمَیْمَۃٌ سے اُمَیْمِیٌّ۔ اوراگر مضعّف نہ ہو تو تاء کے ساتھ یاء کو بھی حذف کر دیتے ہیں، جیسے: جُھَیْنَۃٌ، قُرِیْظَۃٌ سے بالترتیب جُھَنِیٌّ، قُرَظِیٌّ۔

۱۰۔ اسم ثُلاثِی کا عین کلمہ مکسورہ ہو تو نسبت کے وقت اس کے عین کلمہ کو فتحہ دے دیتے ہیں جیسے: نَمِرٌ،مَلِكٌ،دُءِلٌ،اِبِلٌ، سے نَمَرِیٌّ،مَلَکِیٌّ،دُؤَلِیٌّ،اِبَلِیٌّ۔

۱۱۔ اسم ثُلاثِی جس کا لام کلمہ محذوف ہو تو نسبت کے وقت محذوف حرف کو واپس لانا ضروری ہے بشرطیکہ (الف) اس کا عین کلمہ حرف علت ہو جیسے شَاۃٌ (اس کی اصل شَوْھَۃٌ ہے) سے شَاھِیٌّ۔(ب) محذوف لام کلہ تثنیہ یا جمع مونث سالم کے صیغے واپس آجاتا ہو جیسے: اَبٌ، اَخٌ (تثنیہ: اَبَوَانِ، اَخَوَانِ) سے اَبَوِیٌّ، اَخَوِیٌّ، سَنَۃٌ (جمع مونث سالم: سَنَھَاتٌ/سَنَوَاتٌ) سے سَنَھِیٌّ/ سَنَوِیٌّ۔ اگر یہ دو شرطیں نہ پائی جائیں تو لام کلمہ کو واپس لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں جیسے: یَدٌ یٌّ/یَدَوِیٌّ، دَمِیٌّ/دَمَوِیٌّ، شَفِیٌّ/شَفَھِیٌّ/شَفَوِیٌّ اور اگر لام کلمہ کے کلمہ کو واپس نہ لاکر ہمزہ کو برقرار رکھنا دونوں درست ہیں جیسے: اِبْنٌ، اِسْمٌ سے بَنَوِیٌّ/ اِبْنِیٌّ، سَمَوِیٌّ/اِسْمِیٌّ، اُخْتٌ، بِنْتٌ (جمع مونث سالم: أَخَوَاتٌ، بَنَاتٌ) سے أَخَوِیٌّ/أُخْتِیٌّ، بَنَوِیٌّ/بِنْتِیٌّ۔

۱۲۔ مرکب اضافی کو نسبت دینا ہو تو صرف مضاف کو دیتے ہیں

بشرطیکہ کسی اور اسم سے التباس کا اندیشہ نہ ہو، جیسے: بَدْرُالدِّیْنِ سے بَدْرِیٌّ، وگرنہ مضافِ الیہ کو نسبت دیتے ہیں جیسے اَبُوْ سُفْیَانَ سے سُفْیَانِیٌّ، عَبْدُالرَّحْمٰنِ سے رَحْمَانِیٌّ۔

۱۳۔ مرکب امتزاجی کی نسبت کے بارے میں نحویوں کی تین رائے ہیں: ۱۔ صرف پہلے حصے کو نسبت دی جائے۔ ۲۔ دونوں حصوں کو نسبت دی جائے۔ ۳۔ صرف آخر میں یائے نسبت بڑھائی جائے۔ مثلاً: بَنْدَرَ شَاہ، بَعْلَبَكُّ، حَضْرَ مَوْتُ سے بَنْدَرِيٌّ/ بَنْدَرِيٌّ، شَاهِيٌّ/بَنْدَرَ شَاهِيٌّ، بَعْلِيٌّ/بَعْلِيٌّ بَكِيٌّ/ بَعْلَبَكِّيٌّ، حَضْرِيٌّ/ حَضْرِيٌّ مَوْتِيٌّ/ حَضْرَ مَوْتِيٌّ۔ زیادہ مشہور رائے پہلی ہے، لیکن آج کل تیسری رائے کو ترجیح دی جارہی ہے۔

۱۴۔ تثنیہ اور جمع کو اگر نسبت دینا مقصود ہو تو ان کا مفرد کا صیغہ لے کر اسے نسبت دیں گے، جیسے: فَاتِحَانِ سے فَاتِحِيٌّ۔ كُتُبٌ سے كِتَابِيٌّ۔ لیکن اگر جمع اسم علم ہو یا علم کے مشابہ ہو یا اس کا مفرد کا صیغہ ہی نہ ہو تو اسی کو منسوب کریں گے جیسے: اَنْصَارٌ سے اَنْصَارِيٌّ۔ اَبَابِيْلُ سے اَبَبِيْلِيٌّ۔

۱۵۔ اگر چوتھا یا اس سے اوپر (پانچواں وغیرہ) حرف واؤ ہو اور ما قبل مضموم ہو تو واؤ حذف کر دی جاتی ہے جیسے: قَلَنْسُوَةٌ سے قَلَنْسِيٌّ۔

۱۶۔ بعض اسما کی نسبت خلافِ قیاس (یعنی بغیر کسی قاعدے کے) آتی ہے، جیسے قَرْيَةٌ سے قَرَوِيٌّ۔ تَيْمُ اللَّاتِ، عَبْدُالدَّارِ، اِمْرُؤُالْقَيْسِ، عَبْدُالْقَيْسِ، عَبْدُ شَمْسٍ سے بالترتیب تَيْمَلِيٌّ، عَبْدَرِيٌّ، مَرْقَسِيٌّ، عَبْقَسِيٌّ، عَبْشَمِيٌّ آتی ہے۔

نوٹ: مونث کا صیغہ حاصل کرنے کے لیے مذکر اسم منسوب کے آخر میں ة بڑھادیتے ہیں جیسے: پَاكستانيٌّ سے پَاكِسْتَانِيَّةٌ۔

اسم تصغیر

اسم تصغیر یا اسمِ مُصَغَّر اس اسم کو کہتے ہیں جو چھوٹے پن، قلت یا حقارت کا معنی دے اس کا بنانے کا طریقہ درج ذیل ہے:

۱۔ اسم ثُلاثِی کی تصغیر فُعَیْلٌ اور اسم رُبَاعی کی **فُعَیْعِلٌ** کے وزن پر بناتے ہیں جیسے: **کَلْبٌ، قَلَمٌ، مَکْتَبٌ**، سے بالترتیب **کُلَیْبٌ، قُلَیْمٌ، مُکَیْتِبٌ**، اگر اسم ثُلاثِی کے آخر میں تائے تانیث ہو تو اس کا بھی یہی طریقہ ہے، جیسے: **حُجْرَۃٌ، وَرْدَۃٌ** سے **حُجَیْرَۃٌ، وُرَیْدَۃٌ**۔ اسم مقصور اور اسم ممدود کی تصغیر بھی اسی طریقے سے بناتے ہیں، مثلاً: **قُرْبٰی، خَضْرَاءُ، حَمْرَاءُ** سے **قُرَیْبٰی، خُضَیْرَاءُ، حُمَیْرَاءُ**، آخر میں الف نون زائد تان والے اسماء کی تصغیر بھی اسی طریقے سے بنتی ہے جیسے: **عُثْمَانُ** سے **عُثَیْمَانُ** **سَکْرَانُ** سے **سُکَیْرَانُ**۔

جس اسم میں چار حروف کے بعد تائے تانیث، الف ممدودہ، یا الف نون زائد تان ہوں ان کی تصغیر بھی **فُعَیْعِلٌ** کے وزن پر آئے گی جیسے: **قَنْطَرَۃٌ، اَرْبِعَاءُ، زَعْفَرَانُ** سے بالترتیب **قُنَیْطَرَۃٌ، اُرَیْبِعَاءُ، زُعَیْفِرَانُ**۔

۲۔ اسم ثُلاثِی و رباعی اگر منسوب ہو تو ان سے اسم نسبت بناتے وقت یائے نسبت کو الگ کر کے مذکورہ وزن (**فُعَیْلٌ۔ فَیْعَلٌ**) پر تصغیر بنا کے آخر میں یائے نسبت پھر لگا دیجیے جیسے: **کَلْبِیٌّ** سے **کُلَیْبِیٌّ۔ مَغْرِبِیٌّ** سے **مُغَیْرِبِیٌّ**۔

۳۔ جس اسم ثُلاثِی کا کوئی حرف حذف کر کے اس کے عوض میں تاء

تانیث آ گئی ہو تو محذوف حرف لوٹ آتا ہے، جیسے: سَنَةٌ سے سُنَیهَةٌ سُنَيَّةٌ بِنْتٌ سے بُنَيَّةٌ۔ اُختٌ سے اُخَيَّةٌ۔ (اصل میں تصغیر بُنَيْوَةٌ اور اُخَيْوَةٌ بنتی تھی واؤ کو یا سے بدل کر دو یاء کو مدغم کر دیا گیا)۔

۴۔ اگر کسی اسم کا دوسرا حرف الف ہو تو وہ واؤ سے بدل جاتا ہے، جیسے: بَابٌ سے بُوَيْبٌ۔ غَارٌ سے غُوَيْرٌ۔ فَاضِلٌ سے فُوَيْضِلٌ۔ اگر کوئی اسم اپنے ایک اصلی حرف کے حذف ہونے کے بعد بھی سہ حرفی ہو اور اس کا دوسرا حرف الف ہو تو اس کی تصغیر بھی اس طرح بنے گی، جیسے: هَادٍ (اصل میں هَادِیُ) سے هُوَيْدٌ۔

۵۔ اگر اسم ثُلاثِی تائے تانیث سے خالی ہو تو، مونث ہو لیکن اس کے مقابلے میں مذکر کا صیغہ نہ ہو، مونث خواہ حقیقی ہو یا مجازی، تصغیر کے وقت آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں، جیسے: عَيْنٌ، اَرْضٌ، شَمْسٌ، دَارٌ، اُذُنٌ، سِنٌّ، يَدٌ، هِنْدٌ سے بالترتیب عُيَيْنَةٌ، اُرَيْضَةٌ، شُمَيْسَةٌ، دُوَيْرَةٌ، اُذَيْنَةٌ، سُنَيْنَةٌ، يُدَيَّةٌ، هُنَيْدَةٌ۔ لیکن اگر وہ اسم غیر ثُلاثِی ہو تو تاء نہیں بڑھائی جائے گی جیسے: زُيَيْنِبُ اور سُعَيِّرُ ہیں۔

٦۔ تصغیر کے وقت ہر اسم اپنی اصل حالت پر واپس آ جاتا ہے۔ پس وہ اسم جس سے کوئی حرف حذف ہو چکا ہو جو تصغیر کے وقت لوٹ آتا ہے، جیسے: اَبٌ، اَخٌ، دَمٌ، سے اُبَيٌّ،

۷۔ جمع مذکر سالم اور جمع مونث سالم اور تثنیہ کی تصغیر ان کے مفرد کے صیغے سے حسبِ قاعدہ بنا کر آخر میں "ون" یا "ات" اور "ان" لگا دیجیے، جیسے: مُسْلِمُوْن سے مُسَيْلِمُوْنَ، مُسْلِمَاتٌ سے مُسَيْلِمَاتٍ، مُسْلِمَانِ سے مُسَيْلِمَانِ۔

۸۔ جمع مکسر کی تصغیر اس طرح آتی ہے:

اَفَیْعَالٌ سے اُفَیْعَالٌ جیسے: اَطْفَالٌ سے اُطَیْفَالٌ۔ اَفْعُلٌ سے اُفَیْعِلٌ جیسے: 'اَنْهُرٌ سے اُنَیْهِرٌ۔ فِعْلَةٌ سے فُعَیْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ سے غُلَیْمَةٌ۔ اَفْعِلَةٌ سے اُفَیْعِلَةٌ جیسے: اَعْمِدَةٌ سے اُعَیْمِدَةٌ وغیرہ۔

۹۔ اگر تیسرا حرف مد (الف ما قبل مفتوح، واوَ ما قبل مضموم یا ما قبل مکسورَ ال ُوِی) تو اسے یاء میں بدل کر اس یاء کو یائے تصغیر میں مدغم کر دیتے ہیں جیسے: کِتَابٌ، سَحَابٌ، مُقَامٌ، سے کُتَیِبٌ، سُحَیْبٌ، مُقَیِّمٌ، صَبُوْرٌ، عَجُوْزٌ، حَسُوْدٌ سے صُبَیِّرٌ، عُجَیِّزٌ، حُسَیِّدٌ، جَمِیْلٌ، سَعِیْدٌ، کَرِیْمٌ، سے جُمَیِّلٌ، سُعَیِّدٌ، کُرَیِّمٌ۔

۱۰۔ اگر چوتھا حرف مد ہو تو تصغیر فُعَیْعِیلٌ کے وزن پر بنے گی جیسے۔ عُصْفُوْرٌ، قِنْدِیلٌ سے عُصَیفِیْرٌ، قَنَیْدِیْلٌ۔

نوٹ: مُعرب اسماء کی تصغیر قواعد کے تحت آتی ہے۔ بعض مبنی اسماء کی جو تصغیر آتی ہے وہ سماعی ہے، قواعد کے تحت نہیں۔

منصوب اَسماء

اگر کوئی اسم مندرجہ ذیل حالتوں میں سے کسی حالت میں ہو تو وہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔

۱۔ مَفعول بِہٖ:

جس چیز یا ذات پر فعل واقع ہوتا ہے اسے مفعول بِہٖ کہتے ہیں۔ مفعول بہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے، جیسے:

۱۔ کَتَبْتُ رِسَالَۃً ۲۔ قَرَأَ الْوَالَدُ كِتَاباً ۳۔ اَكَلْتَ خُبْزًا

۴۔ شَرِبَ اللَّبَنَ ۵۔ ضَرَبَ الْمُعَلِّمُ التِّلْمِيْذَ ۶۔ اِشْتَرَيْتَ قَلَمًا[1]

ان مثالوں میں خط کشیدہ اسماء مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

۲۔ مفعول مُطْلَق:

یہ وہ اسم منصوب ہے جو فعل کی تاکید کے لیے یا تاکید کے ساتھ ساتھ اس کی نوعیت یا تعداد بتانے کے لیے آتا ہے۔ یہ اسم منصوب کبھی فعل کا مصدر کا مترادف یعنی ہم معنی مصدر ہوتا ہے اور کبھی اس مصدر کی صفت، یا اس کی

---

1 (مثالوں کا ترجمہ) ۱۔ میں نے ایک خط لکھا۔ ۲۔ لڑکے نے ایک کتاب پڑھی۔ ۳۔ میں نے ایک روٹی کھائی۔ ۴۔اس نے دودھ پیا۔ ۵۔ استاد نے شاگرد کو مارا۔ ۶۔ میں نے ایک قلم خریدا۔

تعداد ظاہر کرنے والا اسم عدد یا اس مصدر کی طرف مضاف اسم (کُلٌّ، بَعْضُ وغیرہ) ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے، جیسے:

۱۔ضَرَبْتُہٗ ضَرْبًا ۲۔اَخَذَہٗ اَخْذًا

۳۔جَلَسَ جِلْسَۃَ الْمُعَلِّمِ ۴۔وَثَبَ وِثْبَۃَ الْاَسَدِ

۵۔حَلَفَ الرَّجُلُ ثَلَاثًا ۶۔تَدُوْرُ الْاَرْضُ دَوْرَۃً فِی الْیَوْمِ[1]

مندرجہ بالا مثالوں میں خط کشیدہ اسماء مفعول مطلق ہیں اس لیے منصوب ہیں۔ مثال ۱۔ اور ۲۔ میں فعل کی تاکید کے لیے ، (۳) اور (۴) میں فعل کی تاکید کے علاوہ اس کی نوعیت بتانے کے لیے اور (۵) اور (۶) میں فعل کی تاکید کے علاوہ اس کی تعداد بتانے کے لیے آئے ہیں۔

۳۔ مَفعول لَہٗ:

اسے مفعول لِاَجْلِہٖ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ اسم منصوب ہے جو فعل کی وجہ ظاہر کرتا ہے یعنی یہ بتاتا ہے کہ فعل کیوں واقع ہوا۔ یہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ضَرَبْتُہٗ تَأْدِیْبًا ۲۔قَامَ اِحْتِرَامًا لِّلْمُعَلِّمِ

۳۔سَکَتَ الْوَلَدُ خَوْفًا مِنَ الرَّعْدِ ۴۔لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ

---

1 (مثالوں کا ترجمہ) ۱۔میں نے اسے خوب مارا۔ ۲۔ اس نے اسے خوب پکڑا۔ ۳۔وہ استاد کے بیٹھنے کے انداز میں بیٹھا۔ ۴۔ اس نے شیر کے جست لگانے کے انداز میں جست لگائی۔ ۵۔ آدمی نے تین قسمیں کھائیں۔ ۶۔ زمین دن میں ایک چکر لگاتی ہے۔

۵۔صَرَخَ الطِّفْلُ خَوْفًا مِنَ الْكَلْبِ ٦۔یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا[1]

مندرجہ بالا مثالوں میں خط کشیدہ اسماء مفعول لہٗ ہیں اس لیے منصوب ہیں۔

۴۔ مفعول فِیہ

اسے ظرف بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مفعول ہے جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ یا وقت کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر جگہ کو ظاہر کرے تو اسے ظرف مکان اور وقت کو ظاہر کرے تو ظرف زمان کہتے ہیں۔ مفعول فیہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے، مثلاً:

ا۔سَافَرْتُ یَوْمَ السَّبْتِ ٢۔صُمْتُ شَھْرًا

٣۔ذَھَبْتُ خَلْفَ زَیْدٍ ۴۔وَقَفَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

۵۔حَضَرَ السَّاعَۃَ ٦۔غَابَ التِّلْمِیْذُ اُسْبُوْعًا[2]

مندرجہ بالا مثالوں میں خط کشیدہ اَسماء مفعول فیہ ہیں اس لیے منصوب ہیں۔

۵۔ مفعول مَعَہٗ:

یہ وہ اسم منصوب ہے جو واوِ معیت کے بعد آتا ہے۔ اگر واوٗ ہٹا کر اس

---

1 (مثالوں کا ترجمہ): ا۔ میں نے اسے ادب سکھانے کے لیے مارا۔ ٢۔وہ استاد کے احترام کے لیے کھڑا ہوا۔ ٣۔ لڑکا کڑک کے خوف سے خاموش ہو گیا۔ ۴۔ تم اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ۵۔بچّہ کتے کے ڈر سے چِلّایا۔ ٦۔ وہ اپنے ربّ کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔

2 (مثالوں کا ترجمہ): ا۔ میں نے ہفتہ کے روز سفر کیا۔ ٢۔ میں نے ایک مہینہ روزے رکھے ٣۔ میں زید کے پیچھے گیا۔ ۴۔ وہ درخت کے نیچے رُکا۔ ۵۔ وہ ابھی آیا۔ ٦۔ طالب علم ایک ہفتہ غیر حاضر رہا۔

کی جگہ مَعَ (بمعنی ساتھ) لگا دیں تو جملے کے معنی میں کچھ فرق نہیں پڑتا، مثلاً:

١۔ سِرْتُ وَالْحَدِیْقَةَ ٢۔ مَشٰی زَیْدٌ وَالطَّرِیْقَ

٣۔ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْمَدَافِئَ ٤۔ ذَهَبَ زَیْدٌ وَّبَكْرًا

٥۔ جَاءَ الْفَقْرُ وَالذِّلَّةَ ٦۔ جَاءَتِ الصِّنَاعَةُ وَالتَّلَوُّثَ[1]

مذکورہ بالا مثالوں میں خط کشیدہ اَسماء مفعول معہ ہیں اس لیے منصوب ہیں۔

٦۔ اِنَّ وغیرہ کا اسم:

اِنَّ وغیرہ (یعنی حروف مشبّہہ بِالفِعل) کا اسم ہمیشہ منصوب ہوتا ہے، جیسے:

١۔ اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ ٢۔ اِنَّ الْاُمَّ رَحِیْمَةٌ

٣۔ لَیْتَ السُّرُوْرَ دَائِمٌ ٤۔ كَاَنَّ الطِّفْلَ قَمَرٌ

٥۔ لَعَلَّ التِّلْمِیْذَ نَاجِحٌ ٦۔ اِنَّ الْحَیَاةَ نِعْمَةٌ[2]

---

[1] (مثالوں کا ترجمہ): ١۔ میں باغ کے ساتھ ساتھ چلا۔ ٢۔ زید سڑک کے ساتھ ساتھ چلا۔ ٣۔ سردی گرم کپڑوں سمیت آئی۔ ٤۔ زید بکر سمیت گیا۔ ٥۔ غربت ذِلت سمیت آئی۔ ٦۔ انڈسٹری آلودگی سمیت آئی۔

[2] (مثالوں کا ترجمہ): بے شک اللہ بخشنے والا ہے۔ ٢۔ بیشک ماں مہربان ہوتی ہے۔ ٣۔ کاش خوشی ہمیشہ رہتی۔ ٤۔ گویا کا بچّہ چاند ہے۔ ٥۔ شاید طالب علم کامیاب ہو۔ ٦۔ بیشک زندگی ایک نعمت ہے۔

۷۔ کَانَ وغیرہ کی خبر:

کَانَ وغیرہ (یعنی افعال ناقصہ: کَانَ، صَارَ، اَصْبَحَ، اَمْسٰی، لَیْسَ وغیرہ کی خبر ہمیشہ منصوب ہوتی ہے، مثلاً:

۱۔ بَاتَ الْمَرِیْضُ نَائِمًا　　۲۔ کَانَ الْاِنْسَانُ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

۳۔ اَمْسَی الْعَامِلُ مُتْعَبًا　　۴۔ صَارَ الْغَنِیُّ فَقِیْرًا

۵۔ لَیْسَتِ التِّلْمِیْذَةُ مُجْتَهِدَةً　　۶۔ لَیْسَ الرَّجُلُ شَاکِرًا[1]

ان مثالوں میں خط کشیدہ اسماء کَانَ وغیرہ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۸۔ مَا ولَا مُشَبَّهَه بِلَیْسَ کی خبر:

مَا اور لَا جو معنی اور عمل میں لَیْسَ کے مشابہ ہیں ان کی خبر ہمیشہ منصوب ہوتی ہے، جیسے:

۱۔ مَا الْمَرِیْضُ نَائِمًا　　۲۔ مَا الْمُجِدُّ مَحْرُوْمًا

۳۔ مَا زَیْدٌ کَاذِبًا　　۴۔ لَا مُؤمِنٌ جَبَانًا

۵۔ لَا مُشْرِكٌ شُجَاعًا　　۶۔ لَا غَنِیٌّ مُحْسِنًا[1]

[1] (مثالوں کا ترجمہ): ۱۔ بیمار نے سو کر رات گزاری۔ ۲۔ انسان بہت ظالم جاہل ہے۔ ۳۔ شام کو مزدور تھکا ماندہ ہو گیا۔ ۴۔ امیر غریب ہو گیا۔ ۵۔ طالبہ محنتی نہیں ہے۔ ٦۔ آدمی شکر گزار نہیں ہے۔

مندرجہ بالا مثالوں میں خط کشیدہ اَسماء پہلی تین مثالوں میں مسا کی اور آخری تین مثالوں میں لا کی خبر ہیں اس لیے منصوب ہیں۔

۹۔ لائے نَفِی جنس کا اسم:

جو لَا اپنے مابعد اسم کی پوری جنس کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے اس کا اسم ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ لیکن اس پر تنوین ـــًـــ نہیں آتی بلکہ صرف زبر ہی آتی ہے۔ مثلاً:

۱۔ لَا مُنَافِقَ مُعْتَمَدٌ	۲۔ لَا بَخِيْلَ مَحْمُوْدٌ
۳۔ لَا حَسَنَةَ حَقِيْرَةٌ	۴۔ لَا شَيْءَ رَخِيْصٌ
۵۔ لَا ظَالِمَ مَامُوْنٌ	۶۔ لَا حَالَةَ دَائِمَةٌ[2]

مندرجہ بالا مثالوں میں خط کشیدہ اَسماء لائے نفی جنس کا اسم ہیں اس لیے منصوب ہیں۔ یعنی ان پر صرف زبر آئی ہے کیونکہ لائے نفی جنس کا اسم مبنی بر فتحہ (زبر) ہوتا ہے۔

---

1 (مثالوں کا ترجمہ): ۱۔ مریض سویا ہوا نہیں ہے۔ ۲۔ زید جھوٹا نہیں ہے۔ ۳۔ مومن بزدل نہیں ہوتا۔ ۴۔ مومن بزدل نہیں ہوتا۔ ۵۔ مشترک بہادر نہیں ہوتا۔ ۶۔ دولت مند احسان کرنے والا نہیں ہوتا۔

2 (مثالوں کا ترجمہ): ۱۔ کوئی بھی منافق قابلِ اعتماد نہیں ہوتا۔ ۲۔ کوئی بھی کنجوس کامل تعریف نہیں ہوتا۔ ۳۔ کوئی نیکی معمولی نہیں ہوتی۔ ۴۔ کوئی بھی چیز سستی نہیں ہے۔ ۵۔ کوئی بھی ظالم اس میں نہیں ہوتا۔ ۶۔ کوئی بھی حالت دائمی نہیں ہوتی۔

۱۰۔ حال:

اس سے مراد وہ اسم منصوب [1] ہے جو فعل واقع ہونے کے وقت فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت بیان کرے جس کا حال بیان کیا جائے۔ اسے ذوالحال کہتے ہیں۔

۱۔ جَاءَ الْغُلَامُ ضَاحِكًا (لڑکا ہنستے ہوئے آیا) ۲۔ عَادَ اللَّاعِبُ فَائِزًا (کھلاڑی کامیاب لوٹا)

۳۔ رَأَيْتُ الْمَرِيْضَ نَائِمًا (میں نے مریض کو سویا ہوا دیکھا) ۴۔ وَجَدْتُّ الطِّفْلَ خَائِفًا (میں نے بچّے کو خوف زدہ پایا)

۵۔ لَقِيْتُ زَيْدًا رَاكِبَيْنِ (میں زید سے مِلا جبکہ ہم دونوں سوار تھے) ۶۔ فَارَقْتُ اَبِيْ بَاكِيَيْنِ (میں اپنے باپ سے جدا ہوا تو ہم دونوں رو رہے تھے)۔

مندرجہ بالا مثالوں میں خط کشیدہ اسما حال ہیں: مثل ۱۔ اور ۲۔ میں فاعل

---

[1] (مثالوں کا ترجمہ): حال اسم مفرد بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں میں ہے اور جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، حرف اور جار مجرور بھی ہو سکتا ہے۔ جب کوئی جملہ حال کے طور پر آئے تو اس کے لیے ایک ایسے رابطے کا ہونا ضروری ہے جو اسے ذوالحال سے ملا دے۔ یہ رابطہ یا تو واؤ ہوتی ہے (جسے اس صورت میں واؤ حالیہ کہتے ہیں) یا ضمیر یا واؤ اور ضمیر دونوں۔ مثلاً رَأَيْتُ الْمَرِيْضَ وَ هُوَا نَائِمٌ میں هُوْنَائِم جملہ اسمیہ حال اسے ڈبو رہا تھا) اس میں يُغْرِقُهَا السَّيْلُ جملہ فعلیہ حال واقع ہوا ہے۔ اگر فعل ماضی پر مشتمل جملہ فعلیہ حال ہو تو ماضی سے پہلے قَدْ لگانا ضروری ہے۔ وَصَلَ الْاِبْنُ وَقَدْمَاتَ اَبُوْهُ (بیٹا پہنچا جبکہ اس کا باپ مر چکا تھا)۔

کا، مثال ۳اور ۴ میں مفعول کا اور آخری دو مثالوں میں فاعل اور مفعول دونوں کا۔

۱۱۔ تَمِیز:

تمیز اس اسم نکرہ کو کہتے ہیں جو اپنے سے پہلے والے اِسم کے اِبہام کو دور کر کے واضح کرتا ہے کہ اس سے مراد کیا ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کے ماقبل اسم کا مفہوم متعین نہیں ہوتا اور اس سے کئی معانی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ تمیز کو مُمَیِّز (یعنی تمیز یا شناخت کرنے والا) بھی کہتے ہیں اور جس اسم کی تمیز کی جاتی ہے اسے مُمَیَّز کہتے ہیں۔

تمیز اپنے مُمَیَّز کے اعتبار سے دو قسم کی ہوتی ہے:

۱۔ مفرد کی تمیز[1] ۲۔ جملے کی تمیز[2] جملے کی تمیز کو تمیز النِّسبَتِہِ بھی کہتے ہیں۔ مفرد کی تمیز میں ممیَّز لفظاً مذکور ہوتا ہے اس لیے اسے ملحوظ کہتے ہیں اور جملے

---

[1] (مثالوں کا ترجمہ): مفرد کلمہ کی تمیز کا ممیز چار قسموں میں سے کسی ایک قسم کا ہوتا ہے۔(۱) عدد۔ (۲) ناپ کا پیمانہ (۳) تول کا پیمانہ (۴) مساحت یعنی لمبائی، چوڑائی کی پیمائش کرنے کا پیمانہ اِردَبٌ۔ صَاعٌ۔ لَیْلَۃٌ، رِطْلٌ، قَدَحٌ وغیرہ ناپ کے پیمانے ہیں۔

[2] جملے کی تمیز الاً یا فاعل کے مفہوم میں ہوتی ہے یا مفعول کے مفہوم میں۔ مثلاً زَادَتِ الْبِلَادُ سُکَّانًا اصل میں زَادَ سُکَّانُ الْبِلَادِ کے یعنی فاعل کے مفہوم میں ہے۔ وَفَّیْتُ الْعُمَّالَ اُجُوْرًا اصل میں وَفَّیْتُ اُجُوْرَ الْعُمَّالِ کے یعنی مفعول کے مفہوم میں ہے اسی طرح جو تمیز اَفعل التفضیل کے بعد واقع ہو اور فاعل کے معنی میں ہے، جیسے: اَنْتَ اَحْسَنُ خُلُقًا اصل میں اَنْتَ حَسُنَ خُلُقُكَ کے معنی یا فاعل کے معنی میں ہے۔ ان سب صورتوں میں تمیز منصوب ہوتی ہے۔ یہی حکم فعل تعجب (قیاسی اور سماعی) کے بعد آنے والی تمیز کا ہے۔ جیسے: مَا اَحْسَنَ الغَنِیُّ مُشَارَکَۃً فِیْ الْخَیْرِ میں مُشَارَکَۃً ہے۔

کی تمیز میں ممیز کو جملے سے سمجھا جاتا ہے اس لیے اسے ممیَّز ملحوظ کہتے ہیں۔

تمیز اگر مضاف نہ ہو یا اس سے پہلے حرف جرّمِنْ نہ آئے بلکہ وہ اپنے ممیز کے فوراً بعد آئے تو منصوب ہوتی ہے۔ تمیزِ جملہ اور اَفْعَلُ التَّفضیل کے بعد آنے والی تمیز بھی منصوب ہوتی ہے۔ اس کی مثالیں درجِ ذیل ہیں۔

(الف)	(ب)
اِشْتَرَیْتُ رِطْلًا زَیْتًا	اِزْدَادَ الْمُتَعَلِّمُ اَدَبًا
(میں نے ایک رِطل تیل خریدا)	(طالب علم ادب میں بڑھ گیا)
بِعْتُ اُوْقِیَةً ذَهَابًا	اَعْجَبَنِیْ الْخَطِیْبُ کَلَامًا
(میں نے ایک اوقیہ سونا بیچا)	(مجھے خطیب کا کلام پسند آیا)
سَقَیْتُ قَصْبَةً خُضَرًا	عَلَا الاَمِیْنُ مَنْزِلَةً
(میں نے ایک قصبہ سبزی کو پانی دیا)	(امانت دار کا مرتبہ اونچا ہے)
عِنْدِیْ اِرْدَبٌّ شَعِیْرًا	فَاضَتِ الْبِئْرُ نِفْطًا
(میرے پاس ایک اردب جو ہیں)	(کنویں سے پٹرول پھوٹ پڑا)
زَرَعْتُ قِیْرَاطًا بِرْسِیْمًا	اَنْتَ اَحْسَنُ خُلُقًا
(میں نے ایک قیراط برسیم کاشت کی)	(تُو اخلاق میں اچھا ہے)
رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا	هُوَ اَفْضَلُ عِلْمًا
(میں نے ۱۱ ستارے دیکھے)	(وہ علم میں افضل ہے)

مذکورہ بالا مثالوں کے سیٹ (الف) میں خط کشیدہ اسماء مفرد کلمہ کی تمیز ہیں اور منصوب ہیں۔ سیٹ (ب) کی مثالوں میں خط کشیدہ اَسماء کا ممیز جملہ ہے، یہ

بھی منصوب ہیں۔

۱۲۔ مُنَادٰی:

منادٰی سے مراد وہ اسم ہے جسے ندا دی جائے (یعنی پکارا جائے) حروفِ ندِاَیَا اورھَیَا دور کے منادٰی کے لیے، اَیْ اور أَ قریب کے لیے اوریَا قریب و بعید دونوں دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان حروفِ ندِا کے بعد آنے والا اسم منصوب ہوتا ہے بشر طیکہ:

(الف) وہ مُضاف ہو۔(ب) شِبْہِ مضاف ہو (یعنی ایسا اسم غیر مضاف جس کے بعد کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کے معنی مکمل ہوتے ہوں)۔ (ج) اسم نکرہ غیر معیّن ہو[1]۔

[1] اگر ان تین صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو پھر منادیٰ مرفوع ہوتا ہے (مگر تنوین نہیں آتی)۔ جیسے: یَازَیْدُ۔ یَا بِنْتُ۔ اگر منصوب منادیٰ کے بعد اس کا وصف ابن آئے اور وہ دو اسمِ عَلَم کے درمیان واقع ہو تو وہ وصف بھی منصوب ہوتا ہے، جیسے: یَازَیْدَ ابْنَ خَالِدٍ میں ہے۔
اگر منادٰی معرف باللام ہو تو حرفِ ندا اور منادٰی کے درمیان مذکر کے لیے اَیُّھَا اور مونث کے لیے اَیَّتُھَا کا اضافہ کر دیتے ہیں، جیسے یٰاَیُّھَا الرَّجُلُ۔ یَاَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ لیکن ربِّ جلیل کے اسمِ بابرکت اللہ سے پہلے صرف یا آتا ہے (حالانکہ یہ معرف باللّام ہے) دعا کے موقع پر حرفِ ندا کے بدلے میں لفظ اللہ کے آخر میں میم مشدّد کا اضافہ کر دیتے ہیں جیسے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ (اے اللہ! میری مغفرت فرما)۔
اگر رَبٌّ۔ اَبٌ۔ اُمٌّ، صَاحِبٌ میں سے کوئی اسم یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو یائے متکلم کو تاء سے بدلنا جائز ہے، جیسے: یَااَبَتِ (یَااَبِیْ)، یَااُمَّتِ (یَااُمِّیْ)

مثالیں:

۱۔ یَاسَیِّدَ الْقَوْمِ ۲۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۳۔ یَاعَبْدَاللّٰہِ

۴۔ یَارَئِیسَ الْکُلِّیَّۃِ ۵۔ یَاطَالِعًا جَبَلًا (اے پہاڑ پر چڑھنے والے)

۶۔ (مثلاً اگر کوئی نابینا شخص کسی فردِ غیر معیّن کو نِدا دے) یَا رَجُلًا خُذْ بِیَدِیْ (اے شخص میرا ہاتھ تھام)۔

مذکورہ مثالوں میں سے پہلی چار مثالوں میں منادیٰ مضاف ہے، مثال (۵) میں شبہ مضاف اور مثال (۶) میں منادی اسم نکرہ غیر معینہ ہے۔ ان تمام مثالوں میں منادٰی (خط کشیدہ اسماء) منصوب ہے۔

۱۳۔ مُسْتَثْنٰی:

مستثنٰی اس اسم کو کہتے ہیں جسے ماقبل اسم یعنی مستثنٰی منہ کے حکم سے کسی حرفِ استثناء کے ذریعے خارج کر دیا گیا ہو۔ اس طرح خارج کرنے کے عمل کو استثناء کہتے ہیں۔ بعض صورتوں میں مستثنٰی منہ مذکورہ ہوتا ہے اور بعض میں مذکور نہیں ہوتا۔ کلام کبھی مثبت ہوتا ہے اور کبھی منفی۔

اگر حرفِ اِلَّا کے ذریعے استثنا کیا جائے، مستثنٰی منہ مذکور ہوا اور کلام مثبت ہو تو مستثنٰی لازماً منصوب ہوتا ہے، جیسے:

حَضَرَ التَّلَامِیْذُ اِلَّا زَیْدًا (طلبہ آئے سوائے زید کے)

قَرَأْتُ الْکُتُبَ اِلَّا وَاحِدًا (میں نے کتابیں پڑھ لیں سوائے ایک کے)

غَطَّیْتُ الْجِسْمَ اِلَّا الْوَجْہَ (میں نے جسم ڈھانپا سوائے چہرے کے)

اَنْفَقْتُ الدَّراھِمَ اِلَّا اثْنَیْنِ (میں نے دراہم خرچ کیے سوائے دو کے)

ان مثالوں میں زَیْدًا، وَاحِدًا، اَلْوَجْہَ اور اِثْنَیْنِ مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

اگر مستثنیٰ منہ مذکور ہوا اور کلام منفی ہو تو مستثنیٰ منصوب ہو سکتا ہے (اور مستثنیٰ منہ کی مطابقت میں مرفوع یا مجرور بھی ہو سکتا ہے) جیسے:

مَا حَضَرَ التَّلَامِیْذُ اِلَّا زَیْدًا (طلبہ نہیں آئے سوائے زید کے) [1]۔

---

1 اس مثال میں مستثنیٰ منہ التَّلَامِیْذُ چونکہ مرفوع ہے اس لیے اس کی مطابق میں مستثنیٰ مرفوع بھی ہو سکتا ہے، یعنی زَیْدٌ بھی درس ہے۔

اگر مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اِلَّا کا بطور حرفِ استثنا و عمل (نصب دینا) باقی نہ رہے گا اور اِلَّا کا مابعد اسم ماقبل عوامل کی مطابقت میں اعراب پائے گا جیسے: مَا رَسَبَ اِلَّا تِلْمِیْذٌ وَاحِدٌ (کوئی فیل نہیں ہوا سوائے ایک طالب علم کے) لَا تُصَاحِبْ اِلَّا الْاَخْیَارَ (تو نیکیوں کے سوا کسی کی صحبت اختیار نہ کر)۔ لَا تَتَقَدَّمُ الشُّعُوْبُ اِلاَّ بِالْعُلُوْمِ (قومیں ترقی نہیں کرتیں مگر علوم کے ساتھ)۔ پہلی مثال میں مستثنیٰ تِلْمِیْذٌ واحدٌ فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے، دوسری مثال میں اَلْاَخْیَارَ فعل لَا تُصَاحِبْ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور تیسری مثال میں العلوم حروف جر ب کی وجہ سے مجرور ہے۔

اِلَّا کے معنی میں غَیْرُ، سِوَی، عَدَا، خَلَا اور حَاشَا بھی استعمال ہوتے ہیں۔ غیر اور سوی کا مابعد اسم ان کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے جیسے: مَاجَاءَ التَّلَامِیْذُ غَیْرُ زَیْدٍ۔ عَدَا، خَلا اور حاشا حروف جر ہیں اس لیے اپنے مابعد اسم کو جر دیتے ہیں۔ البتہ اگر خلا اور عدا سے پہلے مَا لگ جائے تو یہ فعل ماضی (جامد) بن کر اپنے مابعد اسم کو، جو ان کا مفعول بہ ہوتا ہے، نصب دیتے ہیں، جیسے: حَضَرَ التَّلَامِیْذُ مَا عَدَا زَیْدًا (طلبہ آئے سوائے زید)۔

مجرُورات

مجرورات سے مراد:

جو کلمہ حالت جرّ میں ہوا سے مجرورۃ (جمع: مجرورات) کہتے ہیں۔ مجرورات سے مراد وہ اسماء ہیں جو حالتِ جرّ میں ہوں۔ حالتِ جرّ کو مندرجہ ذیل علامات سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اگر مجرور اسم منصرف ہو اور 'ال' سے خالی ہو تو اس کے آخری حرف کے نیچے دو زیریں یعنی تنوین (ــٍ) آتی ہے۔ اور اگر وہ معرّف باللّام ہو تو صرف زیر (ــِ) آتی ہے۔ جیسے: مَرَتُ بِرَجُلٍ اور مَرَرْتُ بِالرَّجُلِ۔

۲۔ تثنیہ اور جمع مذکر سالم کے صیغے کی حالت جرّ کو 'ین' سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے: المسلمان حالت میں اَلْمُسْلِمَیْنِ ہو گا اور اَلْمُسْلِمُوْنَ حالت جرّ میں اَلْمَسْلِمِیْنَ ہو گا۔

۳۔ اگر اسم غیر منصرف ہو، اَلْ سے خالی ہو اور مضاف بھی نہ ہو تو اس کی حالتِ جرّ کو آخری حرف پر زبر سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے: لِعُمَرَ۔ بِأَحْسَنَ، فِیْ مَسَجِدَ اور اگر وہ معرّف باللّام ہو یا مضاف ہو تو پھر آخری حرف کے نیچے زیر (ـِ) سے حالتِ جرّ کو ظاہر کیا جاتا ہے جیسے: بِالْاَحْسَنِ۔ فِیْ مَسَاجِدِکُمْ۔

۴۔ اَسمائے سِتّہ مکبَّرَہ (ابو۔ اخو وغیرہ) اگر مضاف ہوں تو ان کی

حالت جر کو یاء سے ظاہر کیا جاتا ہے، جیسے: اِلٰی اَبِیْہِ۔ لِاَخِیْہِ۔

۵۔ وہ اسماء جن کا آخری حرف الف مقصورہ ہو یا یاء ہو اور یاء سے پہلے والے حرف کو نیچے زیر ہو (یعنی منقوص ہو) ان کا اعراب تقدیری ہوتا ہے کسی علامت سے ظاہر نہیں کیا جاتا، جیسے:

لِمُوْسٰی، لِعِیْسٰی، اِلَی الْقَاضِیْ، لِلْجَارِیْ

۶۔ مبنی اسما صرف محلاً مجرور ہوتے ہیں۔

مجرور اَسماء

ا۔ حرفِ جر کا مدخول:

جس اسم پر کوئی حرفِ جَرّ داخل ہو جائے وہ (یعنی حرف جر کا مدخول) ہمیشہ مجرور ہوتاہ، جیسے:

کَتَبْتُ رِسَالَۃً اِلٰی زَیْدٍ (میں نے زید کی طرف ایک خط لکھا)

خَرَجْتُ مِنَ البَیْتِ وَ ذَھَبْتُ اِلٰی الکُلِّیَّۃِ (میں گھر سے نکلا اور کالج کی طرف گیا)

دَخَلَ زَیْدٌ فِیْ الْمَسْجِدِ (زید مسجد میں داخل ہوا)

ان مثالوں میں خط کشیدہ اسما حروف جرّ کے مدخول ہونے کی وجہ سے مجرور ہیں۔

مضافِ اِلَیہ:

جو اسم مضافِ الیہ ہو وہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے، جیسے:

کِتَابُ زَیْدٍ، قَلَمُ الْوَلَدِ۔ رَئِیْسُ، الْکُلِّیَّۃِ، عَبْدُاللّٰہِ، اَبُوْ بَکْرٍ۔ ان مثالوں میں خط کشیدہ اسمائے مضافِ الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہیں۔

توابع

تَوَابِع جمع ہے تابع کی عربی گرامر کی اصطلاح میں تابع سے مراد وہ اسم ہے جو اعراب میں اپنے سے پہلے آنے والے کسی اسم کے لازماً مطابق ہو۔ جس اسم کے وہ مطابق ہوتا ہے اسے مَتبُوع کہتے ہیں۔ توابع چار ہیں۔ ا۔ نعت ۲۔ تاکید ۳۔ عطف ۴۔ بدل ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ نعت:

اسے صِفت بھی کہتے ہیں۔ یہ اپنے متبوع کی کوئی اچھائی یا برائی بیان کرتی ہے۔ اس کے متبوع کو مَنعُوت (یا موصوف) کہتے ہیں۔ نعت کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) نعت (یا صِفَت) حقیقی (ب) نعت سَبَبِی

نعت حقیقی سے مراد وہ صفت ہے جو خود منعوت (موصوف) کی ذات میں پائی جائے۔ جیسے جَاءَ رَجُلٌ صَالِحٌ میں رَجُلٌ منعوت (موصوف) اور صَالِحٌ نعت (صفت) ہے۔ یہ نعت حقیقی ہے کیونکہ صالح کی صفت خود موصوف یعنی رَجُلٌ میں موجود ہے۔ اس سے پہلے مرکب توصیفی کے بیان میں نعت حقیقی کا مفصل ذکر گزر چکا ہے۔ نعت حقیقی اِعراب، معرفہ و نکرہ، مذکر و مونث اور واحد، تثنیہ، جمع ہونے میں اپنے منعوت کے مطابق ہونی چاہیے، جیسا کہ پہلے مرکب

توصیفی کے سبق میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے۔

نعت سَبَبِیْ اس نعت کو کہتے ہیں جو خود متبوع کی ذات کی اچھائی یا بُرائی بیان نہیں کرتی بلکہ کسی دوسرے ایسے اسم کی اچھائی یا بُرائی بیان کرتی ہے جس کا تعلّق منعوت کے ساتھ ہے۔ نعت سَبَبِی اعراب اور معرفہ و نکرہ ہونے میں اپنے متبوع کے مطابق ہوتی ہے لیکن مذکر مونث اور واحد، تثنیہ، جمع ہونے میں اس کے مطابق نہیں ہوتی۔ مثلاً جَاءَ رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ (ایک آدمی آیا جس کا باپ عالم ہے)۔

جَاءَتِ امْرَأَتٌ اَبُوْهَا عَالِمٌ۔ (ایک عورت آئی جس کا باپ عالم ہے)۔

پہلی مثال میں عَالِمٌ نعت سَببی ہے رَجُلٌ کی اور دوسری مثال میں عَالِمٌ نعت سببی ہے۔امْرَأَةٌ کی هَاتَانِ الْبِنْتَانِ صَالِحَةٌ اُمُّهَا (ان دو لڑکیوں کی ماں نیک ہے) اِشْتَرَيْتُ قَلَمَيْنِ جَمِيْلًا لَوْنُهُمَا (میں نے دو قلم خریدے جن کا رنگ خوبصورت ہے)۔ ان دو مثالوں میں نعت سببی اعراب میں تو اپنے متبوع کے مطابق ہے مگر تذکیر و تانیث اور عدد میں اس کے مطابق نہیں ہے۔

۲۔ تاکید:

اسے توکید بھی کہتے ہیں۔ یہ اپنے مُؤَكَّد (جس کی تاکید کی گئی)۔ سے شک و شبہ کو دور کر کے اسے پختہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ تاکید یا تو نفسٌ، عَيْنٌ، جَمِيْعٌ، اَجْمَعَ، عَامَّةٌ، كِلَا (مذکر تثنیہ کے لیے) اور كِلْتَا (مونث تثنیہ کے لیے) وغیرہ الفاظ کے ساتھ آتی ہے (اور اسے تاکید معنوی کہتے ہیں) یا پھر لفظ کو

دہرانے سے کی جاتی ہے، اسے تاکید لفظی کہتے ہیں، جیسے:

۱۔ جَاءَ رَئِیْسُ الْکُلِّیَّةِ نَفْسُہٗ/عَیْنُہٗ (پرنسپل صاحب خود آئے)

۲۔ حَضَرَ التَّلَامِیْذُ کُلُّھُمْ/جَمِیْعُھُمْ/اَجْمَعُھُمْ (سب طلبہ آئے)

۳۔ ذَھَبَ الصَّدِیْقَانِ کِلَاھُمَا (دونوں دوست گئے)

۴۔ جَاءَ زَیْدٌ زَیْدٌ (زید آیا زید)

مندرجہ بال پہلی تین مثالوں میں خط کشیدہ اسما تاکید معنوی اور چوتھی مثال میں تاکید لفظی ہے۔

ضمیر متصل کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل سے کی جاتی ہے، جیسے: اَمسَکْتُ اَنَا بِاللِّصِّ (میں نے ہی چور کو پکڑا)۔ اس میں اَنَا تاکید ہے۔ اِذْھَبْ اَنْتَ اِلَی السُّوقِ (تو ہی بزار جا)۔ اس میں اَنْتَ تاکید ہے۔

۳۔ عطف:

عطف کا معنی ہے ملانا۔ اس کی دو قسمیں ہیں ا۔ عطفِ نَسَق اور عطفِ بیان۔ عطفِ نسق حرف عطف کے ذریعے دو اسماء، دو فعلوں اور دو جملوں (خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ، مگر دونوں خبریہ ہوں یا دونوں انشائیہ) کو ملانے کو کہتے ہیں ان میں سے پہلا معطوف علیہ اور دوسرا معطوف کہلاتا ہے۔ اگر عطف دو اسموں کے درمیان ہو تو معطوف اعراب میں معطوف علیہ کے مطابق ہوتا ہے۔ عطف کی مثالیں ملاحظہ کیجیے۔ جَاءَ زَیْدٌ وبَکْرٌ، رَأَیْتُ زَیْدًا وَبَکْرًا۔ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَبَکْرٍ۔ ان تینوں مثالوں میں زَید معطوف عَلَیہ اور بکر معطوف ہے جو اعراب میں معطوف عَلَیہ کے

مطابق ہے۔ قَامَ وَ ذَهَبَ زَيْدٌ۔ اس میں دو مفرد فعلوں (یعنی فاعل کے بغیر) کے درمیان عطف ہے۔ اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَ الْكَذِبُ يُهْلِكُ (سچ نجات دلاتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے)۔ یہ دو اسمیہ خبر یہ جملوں کے درمیان عطف ہے۔ جَاءَ الْمُعَلِّمُ وَ قَامَ التَّلَامِيْذُ۔ یہ دو فعلیہ خبر یہ جملوں کے درمیان عطف ہے۔ كُلُوْا وَا شْرَبُوْا۔ یہ و انشائیہ جملوں کے درمیان عطف ہے۔ اَلصِّنَاعَةُ مُفِيْدَةٌ لَنَا وَاُحِبُّ الزِرَاعَةَ۔ یہ جملہ اسمیہ خبر یہ پر جملہ فعلیہ خبر کا یہ عطف ہے۔ اُحِبُّ الزِّرَاعَةَ وَالصِّنَاعَةَ تُفِيْدُنَا۔ یہ جملہ فعلیہ خبر یہ (میز زراعت کو پسند کرتا ہوں اور صنعت ہمیں فائدہ دیتی ہے) پر جملہ اسمیہ کا عطف ہے۔

حروف عطف:

۱۔ واوَ۔ یہ حرف عطف معطوف علیہ اور معطوف کو ایک حکم میں جمع کرتی ہے لیکن ترتیب وغیرہ کا فائدہ نہیں دیتی۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَ خَالِدٌ یہ نہیں پتا کہ وہ دونوں اکٹھے آئے یا آگے پیچھے، یا کون پہلے آیا اور کون بعد میں۔

۲۔ فاء: یہ حرف عطف ترتیب اور آگے پیچھے آنے (تعقیب) کا فائدہ دیتی ہے، جیسے: جَاَزَيْدٌ فَبَكْرٌ (زید پھر بکر آیا)۔

۳۔ ثُمَّ: یہ حرف عطف ترتیب کے ساتھ زمانے کی تاخیر کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ جیسے: زَرَعْتُ الْقَطْنَ، ثُمَّ جَنَيْتُهٗ (میں نے کپاس کاشت کی پھر اس کو چُنا)۔

۴۔ اَوْ: یہ حرف اختیار دینے اور شک کے لیے ہے، جیسے: اِجْلِسْ اَوْ

اِذۡهَبۡ (بیٹھ یا چلا جا) یہ اختیار کے لیے ہے۔

۵۔اِمَّا: یہ بھی اَوۡ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ہمیشہ مکرر آتا ہے اور کلام میں زور پیدا کرنے کا فائدہ دیتا ہے، جیسے: رَأَیۡتُ اِمَّا خَالِدًا وَ اِمَّا عَقِیۡلًا (میں نے یا تو خالد کو دیکھا یا عقیل کو)۔

۶۔اَمۡ: یہ حروف عطف دو چیزوں میں سے ایک کی تعیین کروانے کے لیے آتا ہے اور استفہام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، جیسے: أَمَقَالَةً کَتَبۡتَ اَمۡ رِسَالَةً؟ (تو نے مقالہ لکھا ہے یا خط؟)

۷۔لَا: یہ معطوف سے حکم کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے، جیسے: نَجَحَ عَقِیۡلٌ لَا مَحۡمُوۡدٌ (عقیل کامیاب ہوا نہ کہ محمود)۔

۸۔بَلۡ: یہ معطوف علیہ کے بجاوے معطوف کے لیے حکم کو ثابت کرنے (یعنی اضراب) کے لیے آتا ہے، جیسے: اِشۡتَرَیۡتُ کِتَابًا بَلۡ مَجَلَّةً (میں نے کتاب، بلکہ رسالہ خریدا ر)۔

۹۔لٰکِنۡ: یہ اپنے سے پہلے والے کلام سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کو دور کرنے (یعنی استدراک) کے لیے آتا ہے، جیسے: لَیۡسَ الرَّجُلُ مُحۡسِنًا لٰکِنۡ وَلَدُہٗ (آدمی احسان کرنے والا نہیں لیکن اس کا لڑکا احسان کرنے والا ہے)۔

نوٹ: نون ساکن کے ساتھ یہ حرف لٰکن حرفِ عطف کے طور پر آتا ہے تو کوئی لفظی عمل نہیں کرتا)۔ یہ حرف مشبّہ بالفعل نہیں)۔

۱۰۔ حتّٰی: یہ حرف عطف یہ معنی دینے کے لیے آتا ہے کہ معطوف

کمی یا زیادتی میں معطوف علیہ کے مقابلے میں انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ جیسے: بِالرِّیَاضَۃِ تَقْوَی الْاَعْضَاءُ حتّٰی الرِّجْلُ (ورزش سے اعضاء مضبوط ہوتے ہیں حتیٰ کہ پاؤں بھی) فَرَّالجُنُوْدُحتّٰی الْقَائِدُ(سپاہی بھاگ گئے یہاں تک کہ سپہ سالار بھی)۔

نوٹ: اس معنی میں حتیّٰ حرف جر کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، تب وہ اپنے مابعد اسم کو جرّ دیتا ہے۔ عرب حتیّٰ کو زیادہ تر حرفِ جرّ کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور حرف عطف کے طور پر نسبتاً کم استعمال کرتے ہیں۔

عطف بیان:

یہ تابع اکثر و بیشتر اسم جامد ہوتا ہے، لفظی طور پر اپنے متبوع سے مختلف ہوتا ہے لیکن جو معنی اور ذات معطوف علیہ سے مراد ہوتی ہے وہی عطف بیان سے مراد ہوتی ہ۔ بس یہ معطوف علیہ میں مذکور ذات کی وضاحت کر دیتا ہے، جیسے: جَاءَزَیْدُ بْنُ خَالِدٍ۔ اس میں اسم جامد (یعنی غیر مشتق) ابن عطف بیان ہے۔ زید اور ابن خالد ایک ہی معنی اور ذات پر دلالت کرتے ہیں لیکن لفظ دونوں الگ الگ ہیں۔ ابن کے لفظ نے زید کی وضاحت کر دی، کہ کون سا زید آیا۔ یہ ذہن میں رہے کہ عطف بیان معطوف علیہ کی صفت نہیں ہوتا۔ (عطف بیان اور بدلِ کل، جس کا ذکر آگے آرہا ہے، اکثر و بیشتر ایک ہی چیز ہیں)۔

۴۔ بدل:

یہ وہ تابع ہے کہ جس سے پہلے ایک اور اسم مذکور ہوتا ہے لیکن متکلّم کا اصل مقصود یہی بدل ہوتا ہے۔ پہلے اسم کو مبدّل منہ کہتے ہیں۔ اس کی چار

قسمیں ہیں۔

۱۔ بدل الکُل یابدل المطابقة۔ یہ بدل اسی معنی اور ذات پر دلالت کرتا ہے۔ جس پر مبدّل منہ کرتا ہے، صرف لفظاً مختلف ہوتے ہیں، جیسے: جَاءَ نِیْ صَدِیقی محمودٌ۔ اس میں محمود بدل ہے اور صدیق مبدل منہ، دونوں ایک ہی ذات پر دلالت کرتے ہیں۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ اس میں صِرَاطَ بدل کل ہے اور الصِرَاطَ مبدل منہ ہے۔

۲۔بدل بعض: یہ مبدل منہ کا جزء ہوتا ہے اور کلام سے اصل مقصود یہی ہوتا ہے، جیسے: اَكَلْتُ الْبِطِيخَةَ ثُلُثَهَا (میں نے تربوز کھایا، اس کا تیسرا حصّہ)۔اس میں ثلث بدل بعض ہے۔

۳۔بدل اشتمال: یہ مبدل منہ سے تعلّق رکھنے والی کوئی چیز ہوتی ہے اور کلام سے اصل مقصود یہی ہوتی ہے، جیسے: اَعْجَبَتْنِیْ الوَردَةُ رائِحَتُهَا (مجھے گلاب کا پھول یعنی اس کی خوشبو اچھی لگی)۔اس میں رائحۃ بدل اشتمال ہے۔

۴۔بدل غَلَط: اگر غلطی سے کوئی لفظ بولنے کے بعد صحیح لفظ بول کر اس غلطی کی تصحیح کر دی جائے تو اس میں صحیح لفظ کو بدل الغَلَط کہتے ہیں، جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ خَالِدٌ (میرے پاس زید نہیں آیا)۔خَالِدٌ بدل غلط ہے۔

نوٹ: بدل بعض اور بدل اشتمال کے بعد ایک ضمیر کا آنا لازم ہے جو مبدّل منہ کی طرف لوٹتی ہے، جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

مدح، ذم اور تعّجب کے افعال

ا۔ اَفعالِ مدح:

نِعْمَ اور حَبَّذَا افعالِ مدح ہیں۔ دونوں کے استعمال میں یہ فرق ہے کہ نِعْمَ کے بعد اس کا ایک فاعل لایا جاتا ہے جو معرف باللَّام یا معرف باللَّام اسم کا مضاف ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اسم آتا ہے جس کی مدح مقصود ہوتی ہے (جسے مَخْصُوْصٌ بِالْمَدْحِ کہتے ہیں)۔ جبکہ حَبَّذَ میں حَبَّ فعل مدح اور ذات اسم اشارہ اس کا فاعل ہے (یعنی اس کا فاعل نہیں لانا پڑتا) اور اس کے بعد مخصوص بالمدح آتا ہے مثلاً نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ (زید بہت اچھا آدمی ہے)۔

نِعْمَتِ الْمُعَلِّمَۃُ فَاطِمَۃُ (فاطمہ بہت اچھی استانی ہے)۔ حَبَّذَا مَنَاظِرُ الطَّبِیْعَۃِ فِیْ وَطَنِنَا (ہمارے وطن میں مناظرِ فطرت بہت پیارے ہیں)۔

۲۔ افعالِ ذم:

بِئْسَ، سَاءَ اور لَاحَبَّذَا مذمت (ذَمّ) کے لیے آتے ہیں۔ بِئسَ اور سَاءَ کا استعمال بالکل نِعْمَ کی طرح، یعنی فعل ذم کے بعد اس کا فاعل آئے گا جو معرف باللام یا معروف باللام اسم کا مضاف ہو گا اس کے بعد وہ اسم آئے گا جس کی مذمت کی جانی ہے (یعنی مخصوص بِالذَّمِّ)۔ اور لَا حَبَّذَا کا استعمال بالکل حَبَّذَا کی

طرح ہے، جیسے: بِئْسَ الْخُلُقُ الْكَذِبُ (جھوٹ بُری عادت ہے)۔سَاءَتِ الْخَصْلَةُ الْخِيَانَةُ(خیانت بری خصلت ہے)۔لَا حَبَّذَاالعَجَلَةُ (جلد بازی اچھی نہیں ہے)۔

نوٹ: (الف) مخصوص بالمدح یا بالذّم فعل سے پہلے بھی آئے یا بعد میں وہ مبتدا ہوتا ہے اور فعل مدح / ذم اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ بن کر اس مبتدا کی خبر بنتا ہے اور یُوں پورا جملہ اسمیہ بنتا ہے۔

(ب) افعال مدح و ذم میں سے صرف سَاءَ متصرف ہے (یعنی اس سے ماضی، مضارع وغیرہ کے صیغے آتے ہیں۔ تین افعال سے مونث کے لیے نِعْمَتْ، بِئْسَتْ اور سَاءَتْ کے صیغے آتے ہیں جبکہ حَبَّذَا اور لَا حَبَّذَا مذکر و مونث سب کے لیے آتا ہے۔

۳۔ اَفعَالِ تعّجب:

تعجب کے اظہار کے لیے فعل تعجب (قیاسی) کے دو صیغے ہیں۔مَا اَفْعَلَهٗ اور اَفْعِلْ بِهٖ جیسے: مَا اَجْمَلَ الْمَنْظَرَ: (منظر کتنا خوبصورت ہے) اس میں مَا مبتدا ہے، اَجْمَلَ فعل بافاعل (اس میں فاعل هُوَ کی ضمیر مستتر) اور الْمَنْظَرَ مفعول بہ (متعجب منہ) ہے۔ فعل بافاعل اپنے مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر بنا۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

اگر اسے اَفْعِلْ بِہٖ کے صیغے میں کہیں تو اَجْمِلْ بِالْمَنْظَرِ بنے گا۔ اَجْمِلْ (فعل امر بمعنی ماضی) فعل۔ ب زائدہ ہے۔ المنظرِ فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

نوٹ: مَا اَفْعَلَهٗ میں مفعول کا صیغہ (ہٗ) کے بجائے کوئی اور ضمیر یا اسم ظاہر (کسی بھی صیغے کا) ہو سکتا ہے اور اَفْعِلْ بِہٖ میں فاعل کا صیغہ (ہٖ) کے بجائے کئی اور ضمیر یا اسم ظاہر (کسی بھی صیغے سے) آ سکتا ہے لیکن فعل تعجب انہی دو صیغوں میں سے کسی صیغے میں آئے گا۔ جیسے:

مَا اَجْمَلَ الْبِنْتَ: مَا اَجْمَلَ الْبِنْتَانِ! مَا اَجْمَلَ الْبَنَاتُ:

اَجْمِلْ بِالْبِنْتِ! اَجْمِلْ بِالْبِنْتَانِ! اَجْمِلْ بِالْبَنَاتِ:

اَسمائے اَفعَال

بعض افعال ایسے ہیں جو ابتدا میں تو اسم کے طور پر وضع ہوئے تھے لیکن پھر فعل کے طور پر استعمال کیے جانے لگے۔ انہیں اسمائے افعال کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض سِماعی ہیں (یعنی عربوں سے انہیں اس طرح استعمال کرتے سُنا ہے) اور بعض قیاسی ہیں (یعنی اس وزن پر بنائے جا سکتے ہیں)۔ سماعی اَسمائے افعال میں سے (۱) رُوَیْدُ (آہستہ ہو جا/کچھ دیر کے لیے جانے دو)، (۲) بَلْهَ (چھوڑ دے)، (۳) دُوْنَكَ (لے لے / پکڑ لے)، (۴) عَلَيْكَ (لازم پکڑ) (۵) حَيَّهَلْ (جلدی سے آ/کر) (۶) هَا (لے لے) ، (۷) اِلَيْكَ (دور ہو جا)، (۸) مَكَانَكَ (اپنی جگہ جم جا) (۹) اٰمین (قبول کر)، (۱۰) حَيَّ (آگے بڑھ اور جلدی کر) ـــــ وغیرہ فعل امر کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کے بعد آنے والا اسم مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔ هَيْهَاتَ (بہت دور ہوا)، سَرعَانَ (بہت جلدی / سرعت کی) اور شَتّانَ (بالکل جدا ہو گیا) ماضی کے معنی میں آتے ہیں اور ان کے بعد آنے والا اسم فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے۔)

یہ اسمائے افعال واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر مونث سب صیغوں کے لیے یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لیے الگ صیغہ نہیں آتا۔ البتہ

جن اسمائے افعال کے آخر میں ضمیرِ خطاب لگی ہوئی ہے وہ مخاطب کے صیغے کے مطابق بدل جائے گی (مثلاً: عَلَيْكَ، عَلَيْكُمَا، عَلَيْكُمْ، عَلَيْكِ، عَلَيْكُمَا، عَلَيْكُنَّ)۔ اسم فعل هَا سے امر حاضر کے تمام چھ صیغے آتے ہیں۔ (هَاءُوا۔ هَاءِيْ، هَاءَا، هَأْنَ)۔

قیاسی اسمائے افعال ثُلاثِی مُجرّد کے کسی بھی فعل تامّ سے فَعَالِ کے وزن پر بنا لیے جاتے ہیں، جیسے حَذَارِ (بچ۔ احتیاط کر)، نَزَلَ سے نَزَالِ (میدان میں اتر) كَتَبَ سے كَتَابِ (لکھ)

مثالیں:

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

(نماز کی طرف لپک۔ کامیابی کی طرف لپک)

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ۔ عَلَيْكُمْ بِالْخُلُقِ الْكَرِيْمِ

(حق سے وابستہ رہ۔ اخلاقِ کریمہ کو لازم رکھ)

اِلَيْكَ عَنِّيْ اَيُّهَا الْمُنَافِقُ

(اے منافق مجھ سے دُور ہو جا)

عِنْدَكَ/دُوْنَكَ كِتَابًا

(کتاب لے لے)

مَكَانَكَ تُحْمَدُ وَتُدْرِكُ غَايَتَكَ

(ثابت قدم رہ، تیری تعریف کی جائے گی اور تو اپنی مراد کو پالے گا)

بَلْهَ مُسِيْئًا قَدِ اعْتَذَرَ

(برائی کرنے والے کو کچھ نہ کہہ اس نے معذرت کرلی ہے)

دُوْنَكَ مَالَكَ وَبَلْہَ مَ لِغَيْرِكَ

(جو تیرا ہے لے لے اور جو دوسرے کا ہے چھوڑ دے)

حَيَّهَلْ عَلٰى فِعْلِ الْخَيْرِ

(نیکی کے کام میں جلدی کر)

هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمْ

(اپنے گواہوں کو بلالو)

رُوَيْدَ اَيُّهَا الْمُعَلِّمِ لِقَوْمٍ يَتَعَلَّمُوْنَ

(اے معلم سیکھنے والوں سے دھیرج اختیار کر)

هَيْهَاتَ تَحْقِيْقُ الآمَالِ بِغَيْرِ الْاَعْمَالِ

(اعمال کے بغیر آرزوؤں کی تکمیل بہت دُور ہے)

شَتَّانَ عَمْرٌو وَمُعَاوِيَةُ فِي الدَّهَاءِ

(عمروؓ اور معاویہؓ زیرکی میں کتنے مختلف ہیں)

نَزَالِ الٰى مَيْدَانِ الْجِهَادِ

(میدان جہاد میں اتر)

حَذَارِ مِنْهُ مُحَارِبًا

(اس کے ساتھ لڑنے سے بچ)

عَلَيْكَ نَفْسَكَ / عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ

(اپنے آپ کا خیال رکھ۔ اپنا خیال رکھو)۔

کلماتِ استفہام و ایجاب

ایجاب یعنی اثبات میں جواب دینے کے پانچ کلمات ہیں: نَعَمْ، بَلٰی۔ اِیْ۔ اَجَلْ، جَیْرِ۔ یہ پانچوں کلمات حروف ہیں۔باقی کلمات اسماء ہیں نفی میں جواب دینے کے لیے حرف لَا ہے۔ حروفِ استفہام و ایجاب سب کے سب مُھْمَلْ یعنی غیر عامل ہیں۔ جو جملے پر داخل ہو کر کسی قسم کا کوئی عمل نہیں کرتے اور دیگر حروف کی طرح یہ سب مبنی ہیں۔

اسمائے استفہام:

مَنْ، مَا، مَتَی، اَیْنَ، کَیْفَ، اَیَّانَ، اَنّٰی، اَیّ، کَمْ، یہ سب اسمائے استفہام ہیں اور دیگر اسماء کی طرح مبتدا، خبر، فاعل، مفعول وغیرہ کے طور پر آتے ہیں۔ اَیّ کے سوا باقی سب اسمائے استفہام مبنی ہیں۔

کلماتِ استفہام کا استعمال

۱۔أَ اورھَلْ: ان دو حروف کے ذریعے مضمون جملہ کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کے ذریعے استفہام کا جواب اگر اثبات (ہاں) میں ہو تو نَعَمْ، اَجَلْ، جَیْر کے حروفِ ایجاب استعمال کیے جاتے ہیں اور جواب نفی میں ہو تو لَا استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: أَحْضَرَ التَّلَامِیْذُ؟ کا جواب مثبت ہو تو کہیں گے: نَعَمْ، حَضَرَ التَّلَامِیْذُ اور اگر جواب نفی میں ہو تو کہیں گے: لَا، مَا حَضَرَ التَّلَامِیْذُ۔ أَ أَنْتَ مُتْعَبٌ؟ (کیا تو تھکا ہوا ہے؟) ہاں میں جواب ہو تو نَعَمْ، اَنَا مُتْعَبٌ کہیں گے اور نہ میں ہو تو: لَا، لَسْتُ مُتْعَبًا کہیں گے۔ اسی طرح ھَلْ حَضَرَ التَّلَامِیْذُ اور ھَلْ أَنتَ مُتْعَبٌ کا جواب ہو گا۔

ھَلْ کے ساتھ سوال ہمیشہ مثبت ہوتا ہے مگر أَ کے ساتھ سوال منفی بھی ہوتا ہے اور اس صورت میں جواب میں بلیٰ استعمال کرتے ہیں جیسے: أَلَیْسَ اللّٰہُ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (کیا اللہ رب العالمین نہیں ہے؟) کے جواب میں کہیں گے: بَلیٰ، اَللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ۔ (کیوں نہیں، اللہ رب العالمین ہے)۔

۲۔مَنْ: ذوی العقول کے لیے آتا ہے؛ مَنِ الْقَادِمُ؟ (آنے والا کون ہے؟)

۳۔مَا: غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے: مَابِیَدِكَ؟ (تیرے ہاتھ میں

کیا ہے؟) مَا سے پہلے حرف جر آ جائے تو الف کو حذف کر دیتے ہیں: فِيْمَ۔ عَلَامَ۔ اِلَامَ وغیرہ۔

۴۔ مَتٰی: زمانے سے متعلق سوال کے لیے آتا ہے: مَتَی جِئْتَ؟ (تو کب آیا؟)

۵۔ اَيْنَ: مکان (جگہ) سے متعلق سوال کے لیے آتا ہے: اَيْنَ الْكِتَابُ؟(کتاب کہاں ہے؟)

۶۔ كَيْفَ: حالت پوچھنے کے لیے آتا ہے: كَيْفَ الْمَرِيْضُ الْاٰنَ؟ (اب مریض کا حال کیسا ہے؟)

۷۔ اَيَّانَ: زمانے کی بابت دریافت کرنے کے لیے: اَيَّانَ افْتُتِحَ هٰذَا الْمَصْنَعُ؟(یہ کارخانہ کب کھلا؟)

۸۔ اَنّٰی: جگہ کے بارے میں پوچھنے کے لیے: اَنّٰی كَانَ الْحَارِسُ؟ (چوکیدار کہاں تھا؟)

۹۔ اَیّ: یہ عاقل، غیر عاقل، وقت، جگہ وغیرہ ہر چیز کے بارے میں سوال کرنے کے لیے آتا ہے اور معرب ہے۔اَیَّ كِتَابٍ قَرَأْتَ؟ (تو نے کون سی کتاب پڑھی؟) اَیُّ رَجُلٍ صَادِقُ الْوَعْدِ؟(کون آدمی وعدے کا سچا ہے؟)

تحلیل صرفی و نحوی

تحلیل صرفی: تحلیل صرفی سے مراد ہے کسی کلمہ یا مرکب ناقص یا مرکب تام کے ہر ہر کلمہ کی قسم اور صیغہ وغیرہ بتانا اور ان لفظی تبدیلیوں کی نشاندہی کرنا جن میں سے وہ کلمہ گزر کر موجودہ صیغے میں آیا ہے۔

کلمہ کی اقسام اور صیغہ وغیرہ بتانے سے مراد یہ ہے کہ بتایا جائے: (۱) کلمہ اسم، فعل، حرف تینوں میں سے کون سی قسم سے ہے۔ اسم ہے تو وہ جامد، مصدر اور مشتق میں کون سی قسم سے ہے۔ اگر مصدر ہے تو کون سا مصدر ہے، عام مصدر، مصدر ہیئت، وحدت یا میمی۔ مشتق ہے تو کون سا، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہہ، اسم آلہ، اسم ظرف، اسم مبالغہ کیا ہے۔ صیغہ کون سا ہے، واحد، تثنیہ یا جمع، سالم یا مکسر۔ معرب ہے یا مبنی، منصرف ہے یا غیر منصرف۔ نکرہ ہے یا معرفہ۔ کون سا معرفہ ہے۔ مذکر ہے یا مونث۔ مؤنث ہے تو مؤنث قیاسی ہے یا سماعی۔ اور اگر فعل ہے تو کون سا، ماضی، مضارع، امر، نہی، معروف، مجہول۔ اگر اسم یا فعل کا کوئی صیغہ ہے اور اس میں حرف علت کی وجہ سے کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے تو وہ کیا ہے اور اصل شکل کیا تھی۔ اور اگر حرف ہے تو کون سا وغیرہ۔

مثالیں:

(ا) جملے کی تحلیل صرفی: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ و: حرف عطف ہے، مبنی بر فتحہ۔لِ: حرف جر ہے، مبنی بر کسرہ۔اللّٰهِ: معرف باللّام ذاتِ جلّ جلالہ کا اسم علم ہے۔ معرب ہے۔ غَيْبُ: مصدر ہے، اَلسَّمٰوٰتِ جمع مؤنث سالم ہے، اس کا مفرد کا صیغہ اَلسَّمَاءُ ہے جمع کے صیغے میں ہمزہ واوٴ میں بدل گیا ہے۔ معرف باللام ہے۔ معرب ہےوَ: حرف عطف، مبنی بر فتحہ ہے۔الْأَرْضِ: اسم جامد، مفرد، معرف باللام، معرب اور مؤنث سماعی ہے۔

(ب) کلمات کی تحلیل صرفی: اَحْمَدُ۔ قُلْ، جِلْسَةً، لِيَشْهَدُوا، اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَتَبْتَ۔ بَيْضَاءُ۔ هٰؤُلَاءِ۔ هَيْهَاتَ۔ لَيْسَ۔

اَحْمَدُ: مذکر کا اسم علم، مفرد کا صیغہ، مشتق اور غیر منصرف ہے۔قُلْ: فعل امر حاضر واحد مذکر کا صیغہ، مبنی بر سکون۔ اصل میں قُوْلْ تھا، دو ساکن حروف جمع ہو گئے تو حرف علت واوٴ کو حذف کر دیا۔ جِلْسَةً: مصدر ہیئت ہے، مفرد، مؤنث کا صیغہ ہے، معرب ہے۔

لِيَشْهَدُوا: لِ لام تعلیل ہے، اس کے بعد حرف ناصب مضارع اَنْ مقدر ہے۔ يَشْهَدُوا، فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب کا صیغہ جس کی علامت واو الجماعۃ ہے، معرب ہے، أنْ مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے، حالتِ نصب کی وجہ سے آخر سے نون اعرابی گرا دیا گیا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُوْنَ: اسم مشتق ہے، اسم فاعل جمع مذکر سالم کا صیغہ، جمع مذکر

سالم کی علامت 'ون' معرف باللام ہے، معرب ہے۔ کَتَبَتْ: فعل ماضی معروف، واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے، مبنی بر فتحہ ہے۔ بَیْضَاءُ: اسم مشتق ہے، اسم صفت ہے، مفرد ہے، مؤنث قیاسی ہے، علامتِ تانیث الف ممدودہ ہے، غیر منصرف ہے۔ هٰؤُلَاءِ قریب کے لیے جمع مذکر کا اسم اشارہ، هَا تنبیہ کے لیے ہے، معرفہ ہے، مبنی بر کسرہ ہے۔ هَیْهَاتَ: اسم فاعل سماعی ہے، مبنی بر فتحہ ہے، ماضی کے معنی دیتا ہے۔ غیر متصرف۔ لَیْسَ: فعل ناقص ہے، مبنی بر فتحہ ہے، جامد (غیر متصرف) ہے۔

تحلیل یا ترکیب نحوی: اس سے مراد یہ ہے کہ مرکب ناقص یا مرکب تام (جملہ) میں ہر کلمہ کی حالتِ اعرابی اور اس کا موقع اعرابی (مبتدا، خبر، فعل، فاعل، مفعول وغیرہ) متعین کرنے کے بعد بتایا جائے کہ یہ کون سا مرکب یا جملہ ہے۔

جملے کی اقسام: جملہ کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمیہ (۲) فعلیہ۔ جملہ اسمیہ اس جملے کو کہتے ہیں جو اصلاً اسم سے شروع ہو، پھر چاہے اس پر کوئی حرف یا کوئی ناسخ داخل ہو جائے۔ اس کے بڑے ارکان دو ہیں: مبتدا اور خبر۔ باقی جار مجرور وغیرہ مبتدا یا خبر سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ جملہ فعلیہ وہ ہے جو فعل سے شروع ہو۔ اس کے بنیادی اجزا فعل اور فاعل ہیں اور فعل متعدّی میں مفعول بھی باقی (جار مجرور وغیرہ) ان تینوں میں سے کسی سے متعلق ہوتے ہیں۔ اگر جملہ فعلیہ میں شرط اور جزا موجود ہو تو اسے جملہ فعلیہ شرطیہ کہتے ہیں۔

مفہوم کے اعتبار سے جملہ کی دو قسمیں ہیں: خبر یہ اور انشائیہ۔ خبر یہ جملہ سے مراد وہ جملہ ہے کہ جس میں کہی گئی بات کو سچ یا جھوٹ کہہ سکیں اور انشائیہ اس جملے کو کہتے ہیں جس میں کہی گئی بات کو سچ یا جھوٹ نہ کہہ سکیں۔ جملہ انشائیہ اس جملے کو کہتے ہیں جس میں اَمر، نہی، استفہام، تمنا یا امید، عقد جیسے خرید وفروخت، نکاح وغیرہ) نِدا، عرض (درخواست)، قَسم یا تعجب پایا جائے۔

نوٹ: جملہ اسمیہ سے پہلے اگر کوئی حرف (مثلاً هَلْ، أَ، إنَّ، ماولا نافیہ مشبّہہ بِلَيْسَ، لَا، نافية الجنس) آجائے تو جملے کی نوعیت وہی رہتی ہے، جملہ اسمیہ، اسمیہ ہی رہے گا۔ اسم فعل سے شروع ہونے والا جملہ بھی اسمیہ جملہ کہلائے گا۔ کیونکہ ہے تو یہ بھی اسم خواہ معنی و عمل فعل کا کرتا ہے۔ اسی طرح جملہ فعلیہ سے پہلے کوئی (مثلاً هَلْ، أَ) آجائے تو وہ فعلیہ ہی رہے گا۔ حروف کا کچھ اعتبار نہیں۔ بس اگر فعل سے شروع ہوا ہے تو جملہ فعلیہ، اور اگر اسم سے شروع ہوا ہے تو جملہ اسمیہ۔ بعض اوقات جملے کے شروع میں فعل محذوف ہوتا ہے وہ جملہ بھی فعلیہ ہوگا۔ مثلاً: وَبِالْوَلِدَيْنِ اِحسَانًا میں شروع میں فعل اَحْسِنُوْا محذوف ہے لہٰذا یہ جملہ فعلیہ ہے، اور اِحْسَانًا اس کا مفعول مطلق ہے۔ اسی طرح مَعَاذَ اللهِ کے شروع میں فعل بافاعل اَعُوْذُ محذوف ہے۔ حرفِ ندا یا بھی فعل اَدْعُوْ کا قائم مقام ہے، لہٰذا یہ بھی جملہ فعلیہ ہے۔

تحلیل (یا ترکیب) نحوی کی مثالیں

۱۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ: مُحَمَّدٌ مبتدا، مرفوع لفظاً۔ رَسُوْلُ مضاف اللهِ

مضافِ الیہ مرکب اضافی ہو کر خبر مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

۲۔أَبُوْهُ رَجُلٌ كَرِيْمٌ: أَبُ مضاف ہُ مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر مبتدا۔ رَجُلٌ موصوف کَرِیْمٌ صفت مرکب توصیفی ہو کر خبر۔ مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

۳۔زَيْدٌ مُهَنْدِسٌ وَ أَبُوْهُ طَبِيْبٌ: زَیْدٌ مبتدا لفظاً مرفوع۔مُھَنْدِسٌ خبر مبتدا، خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوعَلَیہ۔ وَ حرف عطف۔ أَبُو مضاف ہُ مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر مبتدا۔ طَبِیْبٌ خبر مبتدا، خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ جملہ اسمیہ معطوف ہے جملہ اسمیہ پر۔ جملتین اِسمیتین۔

۴۔هَلْ زَيْدٌ تِلْمِيْذٌ مُجْتَهِدٌ؟هَلْ حرف استفہام۔زَیْدٌ مبتدا لفظاً مرفوع۔ تِلْمِیْذٌ موصوف مُجْتَھِدٌ صفت۔ مرکب توصیفی ہو کر خبر۔ حرفِ استفہام، مبتدا اور خبر سب مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ (استفہامیہ)

۵۔نَعَمْ، مُوْسىٰ رَجُلٌ كَرِيْمٌ: نَعَمْ حرفِ ایجاب۔مُوْسیٰ مبتدا تقدیراً مرفوع۔ رَجُلٌ موصوف کَرِیْمٌ صفت مرکب توصیفی ہو کر خبر۔ حرف ایجاب، مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

۶۔مَنِ الْقَادِمُ؟ مَنْ خبر مقدم مَحَلًّا مرفوع۔اَلْقَادِمُ مبتدا موَخر لفظاً مرفوع مبتدا اور خبر مل کے جملہ اسمیہ انشائیہ (استفہامیہ)۔

۷۔اِنَّ اللّٰهَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: اِنَّ حرف مشبّہ بالفعل۔اللّٰہَ اِنَّ کا اسم لفظاً منصوب۔ عَلیٰ حرف جار۔ کُلِّ مضاف شَیْءٍ مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر

مجرور۔ جار مجرور مل کر مرکب جاری ہو کر متعلق بہ خبر قَدِیْرٌ۔ قَدِیْرٌ خبر۔ اِنَّ اور مبتدا اپنی خبر اور متعلق بہ خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ (مَسْبُوقِہٖ بِنَاسِخٍ)۔

۸۔ مَازَیْدٌ عَاقِلاً: مَا حرف نفی مشبہ بلیس زَیْدٌ مَا کا اسم لفظاً مرفوع۔ عَقِلًا خبر ہے مَا کی۔ مَا اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

۹۔ لَاتِلْمِیْذَ فِی الصَّفِّ: لَا حرف ناقیۃ الجنس۔ تِلْمِیْذَ لائے نفی جنس کا اسم لفظاً منصوب فِیْ حرف جار الصَّفِّ مجرور۔ جار مجرور مل کر ظرف مستقر[1] ہو کر خبر لَا کی۔ لَا اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

۱۰۔ زَیْدٌ ضَرَبَ الْوَلَدَ: مبتدا لفظاً مرفوع۔ ضَرَبَ فعل بافاعل، اس میں فاعل ھُوَ کی ضمیر مستتر۔ اَلْوَلَدَ فعول بہ لفظاً منصوب۔ فعل بافاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا، اور جملہ فعلیہ خبر ہوا مبتدا زَیْدٌ کی۔ زَیْدٌ مبتدا اپنی خبر سے مِل کر جملہ اسمیہ۔

۱۱۔ کَانَ اَمْرُ اللہِ مَفْعُوْلًا: کَانَ فعل ناقص۔ اَمْرُ مضاف اللہِ مضاف الیہ مل کر مرکب اضافی ہو کے کَانَ کا اسم۔ مَفْعُوْلًا کان کی خبر، لفظاً منصوب فعل ناقص کَانَ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ (مَسبُوقَہ بِنَاسِخٍ)۔

---

[1] اگر جار مجرور یا ظرف جملے مذکور فعل سے متعلق ہو تو اسے ظریف لغو کہتے ہیں اور اگر فعل مذکور نہ ہو تو بلکہ محذوف ہو تو اسے ظرف مستقر کہتے ہیں۔ فعل محذوف ثَبَتَ، حَلَّ یا اِسْتَقَرَّ ہوتا ہے۔ مذکور جملے میں جار مجرور ظرف مستقر ہے۔ دَخَلْتُ فِی الْبَیْتِ میں فِی الْبَیْتِ ظرف لغو ہے۔

۱۲۔لَيْسَ اللّٰهُ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ:لَيْسَ فعل ناقص۔اللّٰهُ لَيْسَ کا اسم لفظاً مرفوع۔بِ حرف جر زائدہ۔ظَلَّامٍ حرف جر بِ کی وجہ سے لفظاً مجرور مگر لیس کی خبر ہونے کی وجہ سے موقع اعرابی نصب کا۔لِ حرف جر اَلْعَبِيْدِ مجرور۔جار مجرور مل کر متعلق بہ خبر ظَلَّامٍ۔ فعل ناقص اپنے اسم و خبر اور متعلق بہ خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ (مَسبُوقَهِ بِنَاسِخٍ)۔

۱۳۔اَصْبَحَ الْمَرِيْضُ: اَصْبَحَ فعل تامّ۔اَلْمَرِيْضُ فاعل لفظاً مرفوع۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۱۴۔كَتَبْتُ رِسَالَةً اِلىٰ اُسْتَاذِي: كَتَبْتُ فعل بافاعل۔اس میں فاعل واحد متکلم کی ضمیر رفع متصل بارز۔رِسَالَةً مفعول بہ، لفظاً منصوب۔اِلىٰ حرفِ جرّ۔اُسْتَاذِ مضاف۔'ی' مضاف الیہ مضاف اور مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر مجرور الیٰ کا۔ جار مجرور مل کے متعلق بہ فعل۔ فعل بافاعل اپنے مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۱۵۔اٰدَبَ رَجُلٌ نَفَراً مِنْ خُلَّانِهِ اِلىٰ مَأْدُبَةٍ: اٰدَبَ فعل۔رَجُلٌ فاعل۔ لفظاً مرفوع۔نَفَرًا مفعول بہ۔مِنْ حرف جر تبیین کے لیے۔خُلَّان مضاف ہٖ مضاف الیہ مل کر مرکب اضافی ہو کر مجرور مِنْ کا۔ جار مجرور مل کر متعلق بہ مفعول بہ نَفَرًا۔ اِلىٰ حرف جر مَادُبَةٍ مجرور جار مجرور مل کر متعلق بہ فعل اٰدَبَ فعل اپنے فاعل مفعول بہ متعلق بہ مفعول بہ اور متعلق بہ فعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۱۶۔ جَاءَ خَادِمٌ وَفَتَحَ بَابَ الْحُجْرَةِ: جَاءَ فعل۔ خادِمٌ فاعل مرفوع لفظاً۔ فعل اپنے فاعل سے مل کے جملہ فعلیہ خبریہ۔ وَ حرفِ عطف۔ فَتَحَ فعل بافاعل، اس میں فاعل ضمیرِ رَفع مُستتر ھُوَ جو خَادِمٌ کی طرف لوٹتی ہے۔ بَابَ مضاف الحُجْرَةِ مضافِ الیہ مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ فعل فَتَحَ کا۔ فعل با فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ دو فعلیہ خبریہ جملے ہوئے جن میں دوسرا جملہ پہلے جملے پر معطوف ہوا حرف عطف واؤ کے ذریعے اور پہلا جملہ معطوف عَلَیہ ہے۔

۱۷۔ خَرَجَ تِلْمِیْذٌ مُجْتَهِدٌ مِنْ دَارِهٖ وَذَهَبَ اِلیٰ کُلِّیَّتِهٖ: خَرَجَ فعل۔ تِلْمِیْذٌ موصوف۔ مُجْتَهِدٌ صفت مرکب توصیفی ہوکے فاعل فعل خَرَجَ کا، مرفوع لفظاً۔ مِنْ حرف جر۔ دَارِ مضاف ہٖ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور اِلیٰ کا۔ جار مجرور متعلق بہ فعل خَرَجَ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔ وَ حرف عطف۔ ذَهَبَ فعل بافاعل، اس میں فعل ھُوَ کی ضمیر رفع مستتر جو تِلْمِیْذٌ کی طرف لوٹتی ہے۔ اِلیٰ حرفِ جر۔ کُلِّیَّةِ مضاف ہٖ مضاف الیہ مرکب اضافی ہوکر مجرور اِلیٰ کا۔ جار مجرور مل کر مرکب جاری ہوکے متعلق بہ فعل ذَهَبَ۔ فعل بافاعل متعلق بہ فعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ دو فعلیہ خبریہ جملے ہوئے جن میں سے دوسرا جملہ پہلے جملے پر حرفِ عطف واؤ کے ذریعے معطوف ہے اور پہلا جملہ معطوف علیہ ہے۔

۱۸۔ فَذَبَحَ الْمَلِكُ وَلَدَهٗ: 'ف' حرف عطف۔ ذَبَحَ فعل۔ اَلْمَلِكُ فاعل

مرفوع لفظاً۔ وَلَدَ مضاف ہٗ مضافِ الیہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ فعل ذبح کا، منصوب لفظاً فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور حرف عطف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۱۹۔ لَا یُحسَدُ اِلَّا ذُو النِّعْمَۃِ: لَا یُحْسَدُ فعل مضارع مجہول۔ اِلَّا حرفِ استثناء مُلغاۃ (جس کا عمل نہیں ہے) ذُوْ مضاف النِّعْمَۃِ مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر نائب فاعل جو اِلَّا مُلْغَاۃ کے بعد واقع ہوا۔ فعل مجہول اپنے نائب فاعل، اِلَّا ملغاۃ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۲۰۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا: وَ حرف عطف، رَتِّلْ فعل امر حاضر، اس میں فاعل اَنْتَ کی ضمیر رفع مستتر۔ اَلْقُرْاٰنَ مفعول بہ منصوب لفظاً تَرْتِیْلًا مفعول مطلق منصوب لفظاً۔ فعل بافاعل اپنے مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

۲۱۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ: اَلْیَوْمَ مفعول فیہ (ظرف) مقدم فعلہ پر، منصوب لفظاً۔ اَکْمَلْتُ فعل بافاعل، اس میں فاعل واحد متکلم کی ضمیر رفع بارز تَاء۔ لَ حرف جر کُمْ ضمیر، اسم مبنی بر سکون محلاً مجرور۔ جار مجرور مرکب جاری ہو کر متعلق بہ فعل اَکْمَلْتُ۔ دِیْنَ مضاف کُم مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ فعل اَکْمَلْتُ کا، لفظاً منصوب۔ فعل بافاعل اپنے مفعول فیہ و مفعول مطلق اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۲۲۔ سِرْتُ وَ شَاطِئَ النَّھْرِ: سِرتُ فعل بافاعل، اس میں فاعل ضمیر بارز

مرفوع تاء المتکلم،وَ، واوِ معیت شَاطِئَ مضاف اَلنَّھْرِ مضافِ الیہ مرکب اضافی ہو کر مفعول معہ۔ فعل بافاعل واوِ معیت اور مفعول معہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۲۳۔لَاْ تَقْتَلُوْا اَوْ لَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ: لَاْ تَقْتَلُوْا فعل نہی مع فاعل کے، فاعل اس میں ضمیر بارز واوِ الجماعۃ۔اَوْلَادَ مضاف کُمْ مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، لفظاً منصوب۔خَشْیَۃَ مضافِ اِمْلَاقٍ مضاف الیہ مرکب اضافی ہو کر مفعول لَہٗ، لفظاً منصوب فعل بافاعل اپنے مفعول بہ اور مفعول لَہٗ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

۲۴۔وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا: وَ غرف عطف۔عَلَّمَ فعل بافاعل۔اس میں فاعل ھُوَ کی ضمیر مستتر ہے۔اٰدَمَ مفعول بہ اول، منصوب لفظاً، غیر منصرف ہے اس لیے تنوین نہیں آئی۔ اَلْاَسْمَاءَ موکد منصوب لفظاً۔ کُلَّ مضاف ھَا مضاف الیہ مرکب اضافی، تاکید ہے اَلْاَسْمَاءَ کی، منصوب لفظاً۔ تاکید موکد کے ساتھ مل کر مفعول بہ ثانی ہے فعل عَلَّمَ کا فعل بافاعل اپنے دو مفعول بہ کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۲۵۔ رَجَعَ الْجَیْشُ ظَافِرًا: رَجَعَ فعل۔ اَلْجَیْشُ فاعل مرفوع لفظاً ذوالحلال۔ظَافِراً حال ہے اَلْجَیْشُ کا، منصوب لفظاً۔ فعل اپنے فاعل اور حال سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۲۶۔وَلَا تَعْثَوْا فِیْ الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ: وَ حرف عطف۔لَا تَعْثَوْا فعل با فاعل۔اس میں فاعل واوالجامعۃ جمع مذکر کی ضمیر بارز۔فِیْ حرف جر اَلْاَرْضِ مجرور

جار مجرور مل کر ظرف لغو۔ مُفۡسِدِیۡنَ حال منصوب لفظًاین کے ساتھ کیونکہ جمع مذکر سالم ہے۔ فعل بافاعل ظرف لغواور حال سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

۲۷۔ رَأَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا: رَأَیۡتُ فعل بافاعل، اس میں فاعل تاء المتکلم، رفع کی ضمیر متصل بارز۔ اَحَدَ عَشَرَ ممیز مبنی بر فتحۃِ جُزۡ أَین۔ محلِّ نصب میں۔ کَوۡکَبًا تمینیز منصوب لفظًا۔ ممیز اور تمینیز مل کے مفعول بہ فعل بافاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

۲۸۔ اَحَبُّکُمۡ اِلَیَّ اَحَاسِنُکُمۡ اَخۡلَاقًا: اَحَبُّ مضاف کُمۡ مضافِ الیہ مرکب اضافی ہو کر مبتدا، مرفوع لفظًا۔ اِلٰی حرف جر یاء المتکلم مجرور مرکب جاری ہو کر متعلق بہ مبتدا۔ اَحَاسِنُ مضاف کُمۡ مضاف الیہ محل جر میں مرکب اضافی ہو کر ممیز۔ مرفوع لفظًا۔ اَظۡلَاقًا تمینیز۔ ممیز تمینیز مل کے خبر۔ مبتدا اپنے متعلق اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۲۹۔ جَاءَنِیۡ اَخُوۡکَ زَیۡدٌ: جَاءَ فعل۔ نِیۡ مفعول بہ محل نصب میں مقدم بر فاعل۔ اَخُوۡ مضاف مرفوع لفظًا۔ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے۔ حالتِ رفع کو واؤ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کَ مضافِ الیہ محلِ جر میں۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مرکب اضافی ہو کر مُبَدَّل منہ۔ زَیۡدٌ بدل مطابق (یابدلِ کل) مرفوع لفظًامبدل منہ اور بدل مل کر فاعل ہوئے فعل جَاءَ کے۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۳۰۔ اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَ اَعۡنَابًا: اِنَّ حرف مشبّہہ بالفعل لِ

حرفِ جر اَلْمُتَّقِیْنَ مجرور۔ جمع مذکر سالم ہے اس لیے حالتِ جر کوین سے ظاہر کیا گیاہے۔ مجرور لفظاً۔ جار مجرور مل کے خبر مقدم بر مبتدا۔ محلِ رفع میں مَفَازًا اِنَّ کا اسم منصوب لفظاً، مبدل منہ۔ حَدَآئِقَ بدل بعض، منصوب لفظاً غیر منصرف ہے اس لیے تنوین نہیں آئی۔ معطوف علیہ۔ وَ حرف عطف۔ اَعْنَابًا معطوف ہے حَدَآئِقَ پر بذریعہ واؤ۔ منصوب لفظاً۔ معطوف علیہ اور معطوف مل کر بدل بعض۔ مبدل منہ اور بدل مل کر اِنَّ کا اسم مؤخر۔ اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ (مَسْبُوقه بِنَاسِخٍ)۔

۳۱۔ اِنْ تُكْرِمْنِیْ اُكْرِمْكَ: اِنْ حرف شرط۔ تُكْرِمْ فعل بافاعل۔ اس میں فعل اَنْتَ کی ضمیر مستتر۔ فعل مضارع مجزو۔ نِیْ مفعول بہ محل نصب میں۔ حرف شرط، فعل بافاعل اور مفعول بہ مل کے جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ اُكْرِمْ فعل بافاعل۔ اس میں فاعل اَنَا کی ضمیر مستتر۔ فعل مضارع مجزوم۔ كَ مفعول بہ، محلِ نصب میں۔ فعل بافاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ بن کے جزا ہوا۔ شرط اور جزا مل کے جملہ فعلیہ شرطیہ۔

۳۲۔ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ: یا حرف ندا قائم مقام اَدْعُوْ کے، فعل بافاعل، اس میں فاعل اَنَا کی ضمیر مستتر۔ حَسْرَةً مفعول بہ منصوب لفظاً۔ عَلٰی حرف جر۔ اَلْعِبَادِ مجرور۔ جار مجرور مل کے متعلق بہ فعل ہوئے۔ فعل بافاعل اپنے مفعول بہ اور متعلق سے مل کے جملہ فعلیہ انشائیہ ہوئے۔

۳۳۔ نِعْمَ الرَّجُلُ حَسَنٌ: نِعْمَ فعل مدح، اَلرَّجُلُ نِعْمَ کا فاعل مرفوع

لفظاً۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مقدم۔ اَلرَّجُلُ مبتدا مؤخر مرفوع لفظاً۔ مبتدا اور خبر مل کے جملہ اسمیہ ہوئے۔

۳۴۔مَا اَعْدَلَ الْحَاکِمَ : مَا فعل مبتدا مبنی بر سکون۔ محلاً مرفوع۔ اَعْدَلَ فعل بافاعل، اس میں فاعل ھُوَ کی ضمیر مستتر۔ اَلْحَاکِمَ مفعول بہ۔ منصوب لفظاً۔ فعل بافاعل اور مفعول بہ مل کے جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔ مبتدا اور خبر مل کے جملہ اسمیہ انشائیہ۔

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابواب

ثُلاثِی مُجَرَّد ـــــ ثُلاثِی مزید فیہ

عربی زبان میں حروف کی تعداد کے اعتبار سے افعال چار قسمیں پر ہیں:

۱۔ثُلاثِی مُجَرَّد: یعنی ایسے افعال جو خالصۃً سہ حرفی ہیں۔

۲۔ثُلاثِی مزید فیہ: یعنی ایسے افعال جو اصلاً تو سہ حرفی لیکن ان میں ایک دو یا تین حروف کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۳۔ رُباعی مُجَرَّد: ایسے افعال جو اصلاً چار حرفی ہیں اور ان میں کسی حرف کا اضافہ نہیں کیا گیا۔

۴۔ رباعی مزید فیہ: ایسے افعال جو اصلاً تو چار حرفی ہیں مگر ان میں ایک یا زیادہ حروف کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۱۔خَرَجَ یَخْرُجُ ۲۔ جَلَسَ یَجْلِسُ

۳۔شَرِبَ یَشْرَبُ ۴۔ذَھَبَ یَذْھَبُ

۵۔حَسُنَ یَحْسُنُ ۶۔وَرِثَ یَرِثُ

آپ مندرجہ بالا مثالوں پر غور کریں تو دیکھیں گے کہ:

الف۔ ماضی اور مضارع میں دوسرے یعنی درمیان والے حرف کی حرکت مختلف افعال میں مختلف ہے جب کہ باقی حروف کی حرکات یکساں ہیں۔

ب۔ ماضی میں درمیان والے حرف پر اگر زبر ہو تو مضارع میں زبر، زیر اور پیش تینوں حرکات ملتی ہیں۔

ج۔ ماضی میں درمیان والے حرف کے نیچے زیر ہو تو اس کے مضارع میں درمیان والے حرف پر زبر اور زیر دو حرکات آئی ہیں۔

د۔ ماضی میں درمیان والے حرف پر پیش ہے تو اس کے مضارع میں درمیان والے حرف پر بھی پیش ہی آئی ہے۔

علمائے لغت نے ثُلاثِی مُجَرَّد کے تمام افعال پر غور کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ ماضی اور مضارع میں درمیان والے حرف کی حرکت کے لحاظ سے تمام افعال چھ اقسام کے تحت آتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان اقسام کا نام ابواب رکھ دیا اور ہر قسم سے ایک ایک فعل لے کر اس سے اس باب کو موسوم کر دیا۔ یہ چھ ابواب درج ذیل ہیں:

ابواب ثُلاثِی مُجَرَّد

۱۔نَصَرَ یَنْصُرُ ۲۔ضَرَبَ یَضْرِبُ

۳۔سَمِعَ یَسْمَعُ ۴۔فَتَحَ یَفْتَحُ

۵۔کَرُمَ یَکْرُمُ ۶۔حَسِبَ یَحْسِبُ

اگر یہ پوچھا جائے کہ خَرَجَ یَخْرُجُ کس باب سے ہے تو جواب ہو گا باب

نَصَرَ یَنْصُرُ سے۔ڈکشنریوں وغیرہ میں اختصار کی خاطر باب کے حوالے کے لیے صرف پہلا حرف لکھ دیا جاتا ہے۔یعنی نَصَرَ یَنْصُرُ کے لیے 'ن'۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ کے لیے 'ض'۔سَمِعَ یَسْمَعُ کے لیے 'س' فَتَحَ یَفْتَحُ کے لیے 'ف'۔کَرُمَ یَکْرُمُ کے لیے 'ك' اور حَسِبَ یَحْسِبُ کے لیے 'ح'۔

ابواب کی مذکورہ بالا ترتیب ان کے کثرتِ استعمال کے مطابق ہے،یعنی سب سے زیادہ افعال باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے آتے ہیں، پھر ضَرَبَ یَضْرِبُ سے۔پہلے تین ابواب زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں اصل الاصول اور اُمُّ الْاَبْوَاب کے نام دیے گئے ہیں اور باقی تین ابواب کو فروع کا نام دیا گیا ہے۔..... باب حَسِبَ یَحْسِبُ سے تو بہت ہی کم افعال آتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ علماء نے افعال کی یہ باب بندی یونہی بے فائدہ طور پر نہیں کی بلکہ اس کے بہت سے فوائد ہیں، مثلاً باب معلوم ہو تو آپ کسی مصدر سے تمام گردانیں (ماضی، مضارع وغیرہ) خود ہی کر سکتے ہیں، باب کا نام معلوم ہونے سے بعض دیگر باتیں مثلاً وہ لازم ہے یا کہ متعدّی وغیرہ بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔

ثُلاثِی مُجَرَّد کی پہچان

ثُلاثِی مُجَرَّد اور ثُلاثِی مزید فیہ میں پہچان اور اضافہ کردہ حرف یا حروف کی شناخت کے لیے وزن کا قاعدہ ایجاد کیا ہے۔ اور ف ع ل کو اس کی میزان (وزن) قرار دیا ہے جس لفظ کے اصلی حروف کا پتا لگانا مقصود ہو اس کے حروف کاف ع

ل کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا۔ چونکہ ثُلاثِی مُجرّد کا وزن ف ع ل مقرر ہو گیا لہٰذا ہر فعل کے پہلے حرف اصلی کو فاء کلمہ، دوسرے حرف اصلی کو عین کلمہ اور تیسرے حرف اصلی کو لام کلمہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس موزون (یعنی جس لفظ کے اصلی حروف معلوم کرنا مقصود ہے) کے حروف کا مقابلہ میزان کے حرفوں کے ساتھ ترتیب وار کیا جائے گا یعنی 'ف' کے مقابل اس کے فاء کلمے کو رکھیں گے۔ 'ع' کے مقابل عین کلمے کو اور 'ل' کے مقابل لام کلمے کو۔ اگر تو ایک اور ایک کی مطابقت کے بعد موزوں کا کوئی حروف نہ بچا تو وہ ثُلاثِی مُجرّد ہے ورنہ ثُلاثِی مزید فیہ۔

نوٹ: اگر موزوں کلمے میں کوئی تبدیلی یا حذف واقع ہوا ہو تو اس سے موازنے سے پہلے اس کی اصلی حالت کی طرف لوٹائیں گے پھر موازنہ کریں گے اور موزوں کا جو صیغہ ہو وہی صیغہ میزان کا بنائیں گے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(ا) قَتَلَ۔ اس کے فاء کلمہ قاف کو 'ف' کے مقابل رکھیں گے۔ عین کلمہ 'ت' کو 'ع' کے مقابل اور لام کلمہ 'ل' کو 'ل' کے مقابل۔ کوئی حرف باقی نہیں بچا اس لیے یہ ثُلاثِی مُجرّد ہے۔

(ب) قَاتَلَ۔ یہ فَاعَلَ کے وزن پر ہے۔ یعنی فاء کلمہ کے بعد الف زائد ہے۔ لہٰذا ثُلاثِی مُجرّد نہیں بلکہ ثُلاثِی مزید فیہ ہے۔

(ج) مَقْتُوْل۔ یہ مفعول کے وزن پر ہے۔ جو فَعَلَ سے اسم مفعول کا وزن ہے۔ لہٰذا یہ ثُلاثِی مُجرّد ہے۔

(د) قَالَ۔ یہ اصل میں قَوَلَ ہے، جو فَعَلَ کے وزن پر ہے، لہذا ثُلاثِی مُجَرَّد ہے۔

ابوابِ ثُلاثِی مُجَرَّد کی مثالیں

۱۔ بَابَ نَصَرَ یَنْصُرُ:

خَرَجَ۔ نکلا، دَخَلَ۔ داخل ہوا، قَتَلَ۔ قتل کیا، مَکَرَ۔ دھوکہ دیا، حَدَثَ۔ واقع ہوا، نَثَرَ۔ بکھیرا، نَضَرَ۔ پُر رونق ہوا۔ تر و تازہ ہوا، نَقَرَ۔ کھودا، تلاش کیا۔ کھجلایا، حَضَرَ۔ آیا، نَشَرَ۔ شائع کیا۔ آری سی چیرا، طَلَبَ۔ طلب کیا۔ نَظَرَ۔ دیکھا، نَفَذَ۔ گزرا۔ پہنچا۔ نفوذ کیا۔، اَمَرَ۔ حکم دیا، أَکَلَ۔ کھایا، رَفَضَ۔ چھوڑا۔ فَسَدَ۔ خراب ہوا، نَقَلَ۔ منتقل کیا، هَرَبَ۔ بھاگ گیا، کَتَبَ۔ لکھا، خَطَبَ۔ خطبہ دیا۔ تقریر کی، حَصَلَ۔ حاصل کیا، فَرَغَ۔ خالی ہوا۔

۲۔ بَابَ ضَرَبَ یَضْرِبُ:

جَلَسَ۔ بیٹھا۔ نَظَمَ پر دیا۔ تالیف کیا۔ نَسَجَ بُنا۔ کَذَب جھوٹ بولا۔ غَسَلَ دھویا۔ ظَلَمَ زیادتی کی۔ غَفَرَ ڈھانپا۔ مغفرت کی۔ غَلَبَ غالب ہوا۔ نَزَلَ اُترا۔ فروکش ہوا۔ فَقَدَ کھو دیا۔ قَدَرَ قادر ہوا۔ کَسَرَ توڑ دیا۔ صَبَرَ ڈٹ گیا۔ صبر کیا۔ کَنَزَ دولت جمع کی، خزانہ بنایا۔ کَسَبَ روزی کمائی۔ قَصَدَ (راستہ) سیدھا ہوا۔ متوجہ ہوا۔ قصد کیا۔

۳۔ بَابَ سَمِعَ یَسْمَعُ:

شَرِبَ پیا۔ حَمِدَ تعریف کی۔ لَبِسَ پہنا۔ قَدِمَ قدم بڑھایا۔ آیا۔ فَشِلَ ڈھیلا پڑ گیا۔ بزدل ہو گیا۔ ناکام ہوا۔ نَفِذَ خرچ ہو کر ختم ہو گیا۔ فَرِقَ بہت ڈرا۔ ظَفِرَ غالب آ گیا۔ رَبِحَ نفع ہوا۔ عَلِمَ جانا۔ آگاہ ہوا۔ أَمِنَ مامون ہوا۔ سَلِمَ سالم۔ محفوظ ہوا۔ حَفِظَ محفوظ کیا۔ یاد کیا۔ خَرِبَ خراب ہوا۔ ویران ہو گیا۔ فَهِمَ سمجھ گیا۔ یَئِسَ نا امید ہوا۔ بَقِیَ بچ گیا، باقی رہا۔ لَقِیَ ملا۔ خَشِیَ ڈرا۔ نَالَ (یَنَالُ) پایا۔ خَافَ (یَخَافُ) ڈرا۔ نَامَ (یَنَامُ) سویا۔ مَسَّ (یَمَسُّ) چھوا۔ رَهِبَ ڈرا۔

۴۔ بَابَ فَتَحَ یَفْتَحُ

وَدَعَ چھوڑا۔ وَرَعَ پرہیزگار ہوا۔ وَضَعَ رکھا۔ نَفَعَ نفع دیا۔ مَنَعَ روکا۔ بَدَعَ اختراع کیا۔ بغیر مثال کے بنایا۔ جَمَعَ اکٹھا کیا۔ فَزَعَ ڈرا۔ لَمَعَ چمکا۔ رَفَعَ بلند کیا۔ دَفَعَ دھکیلا۔ دور کیا۔ سَعَی دوڑ دھوپ کی۔ دوڑا۔ وَهَبَ عطا کیا مَهَدَ بچھایا۔ مَهَرَ ماہر ہوا۔ ذَهَبَ گیا۔ مَسَحَ مسح کیا۔ پونچھا۔ مَدَحَ تعریف کی فَسَحَ جگہ میں کشادگی پیدا کی۔ نَبَحَ بھونکا۔ نَجَحَ کامیاب ہوا۔ شَرَحَ کھولا۔ تشریح کی۔ جَرَحَ زخم لگایا۔ ذَبَحَ ذبح کیا۔ نَحَرَ ذبح کیا۔ طَبَخَ پکایا۔ سَخَرَ مذاق کیا۔ فَخَرَ فخر کیا۔ بَخَسَ ناپ تول میں کمی کی۔ ذَخَرَ ذخیرہ کیا۔ مَخَرَ کشتی آواز پیدا کرتے ہوئے پانی کو چیرتی ہوئی گئی۔ نَسَخَ منسوخ کیا، زائل کیا۔ نقل کیا۔ قَرَأَ پڑھا۔ نَشَأَ پروان چڑھا۔ سَأَلَ پوچھا۔ سوال کیا۔ مَلَأَ بھر دیا زَأَرَ شیر دھاڑا۔

۵۔ بَابَ کَرُمَ یَکْرُمُ

شَرُفَ معزز ہوا۔ شرف پایا۔ حَسُنَ خوبصورت ہوا۔ سَمُنَ فربہ ہوا۔ صَلُبَ سخت ہوا۔ بَرُدَ ٹھنڈا ہوا۔ حَمُسَ بہادر ہوا۔ ضَعُفَ کمزور ہوا۔ بَطُلَ ہیرو، بہادر ہوا۔ جَبُنَ بزدل ہوا۔ شَجُعَ بہادر ہوا۔ غَلُظَ کھردرا۔ درشت ہوا۔ بَلُغَ بلیغ ہوا۔ فَصُحَ فصیح ہوا۔ بَخُلَ بخیل ہوا۔ کَثُرَ زیادہ ہوا۔ صَعُبَ مشکل ہوا فَقُہَ سمجھ دار ہوا۔ فقیہ ہوا۔ جَمُلَ خلق اور خُلق دونوں اعتبار سے خوبصورت ہوا۔ عَذُبَ میٹھا ہوا۔ لَطُفَ لطیف ہوا۔ صَغُرَ چھوٹا ہوا۔ کَبُرَ بڑا ہوا۔ مَلُحَ نمکین ہوا۔ بَعُدَ دور ہوا۔ قَرُبَ قریب ہوا۔ اَدُبَ ادب والا ہوا۔ سَھُلَ آسان ہوا۔ عَظُمَ عظیم ہوا۔ رَخُوَ سُست ہوا۔ بَلُدَ کُند ذہن ہوا۔ ضَخُمَ ضخیم ہوا۔ مَلُؤَ بہت مالا مال ہوا۔ خَلُقَ (کسی چیز کے لیے) موزوں ہوا۔ حَلُمَ حلیم ہوا۔ نَعُمَ نرم و نازک ہوا۔ نَبُہَ معزز ہوا۔ خَطُبَ خطیب ہوا۔ کَثُفَ کثیف ہوا۔ نَضُرَ تر و تازہ ہوا۔ قَبُحَ بھدا، بد صورت ہوا۔

۶۔ بَابَ حَسِبَ یَحْسِبُ:

وَرِمَ سُوج گیا۔ وَرِثَ وارث ہوا۔ وَلِیَ والی ہوا۔ فائز ہوا۔ یَبِسَ خشک ہوا ـــــ (اس باب سے بہت ہی کم افعال آتے ہیں)۔

ابواب کی پہچان کے اصول

ابوابِ ثُلاثیِ مُجرَّد کی پہچان کثرتِ مطالعہ اور مشق سے ہوتی ہے۔ تاہم علمائے لغت نے چند اصول وضع کیے ہیں جو ان کی پہچان میں کافی مدد دیتے ہیں:

ا۔ فعل ماضی میں اگر درمیان والا حرف مفتوح (زبر والا) ہو اور اس کا آخری یا درمیان والا حرف یاء ہو تو وہ باب ضَرَبَ یَضرِبُ سے ہو گا۔

مثالیں:

قَضَی یَقْضِیْ ادا کرنا، فیصلہ کرنا	کَفَی یَکْفِیْ کفایت کرنا، کافی ہونا
مَضَی یَمْضِیْ گزرنا	شَرَی یَشْرِیْ بیچنا
شَفَی یَشْفِیْ شفا دینا	سَرَی یَسْرِیْ سرایت کرنا
رَمَی یَرْمِیْ پھینکنا	جَرَی یَجْرِیْ بہنا۔ چلنا۔ دوڑنا
غَلَی یَغْلِیْ جوش مارنا	هَدَی یَهْدِیْ راہنمائی کرنا۔ ہدایت دینا
مَشَی یَمْشِیْ پیدل چلنا	غَرَی یَغْرِیْ بھٹکنا
حَمَی یَحْمِیْ حفاظت کرنا	نَفَی یَنْفِیْ نفی کرنا۔ دور کرنا۔ جلاوطن کرنا

سَارَ یَسِیْرُ چلنا	سَالَ یَسِیْلُ بہنا
مَالَ یَمِیْلُ جھکنا	بَاعَ یَبِیْعُ بیچنا

ضَاعَ یَضِیْعُ ضائع ہونا	دَانَ یَدِیْنُ قرض دینا
صَاحَ یَصِیْحُ چیخنا	ضَاقَ یَضِیْقُ تنگ ہونا
غَابَ یَغِیْبُ غائب ہونا	صَارَ یَصِیْرُ ہونا

۲۔ فعل ماضی میں اگر عین کلمہ (درمیان والا حرف) مفتوح ہو اور اس کالام کلمہ یا عین کلمہ واؤ ہو تو وہ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے ہو گا۔

مثالیں:

دَعَا یَدْعُوْ بلانا۔ پکارنا	دَنَا یَدْنُوْ قریب ہونا
عَلَا یَعْلُوْ بلند ہونا	سَمَا یَسْمُوْ اونچا ہونا
غَزَا یَغْزُوْ کسی پر حملہ جا کرنا	صَفَا یَصْفُوْ صاف ہونا
عَفَا یَعْفُوْ معاف کرنا	سَنَا یَسْنُوْ چمکنا
غَلَا یَغْلُوْ گراں قیمت ہونا	نَجَا یَنْجُوْ نجات پانا

صَامَ یَصُوْمُ روزہ رکھنا	فَازَ یَفُوْزُ کامیاب ہونا
فَاتَ یَفُوْتُ چلے جانا۔ ہاتھ سے نکل جانا	مَاتَ یَمُوْتُ مر جانا
دَارَ یَدُوْرُ چکر کاٹنا۔ گھومنا	جَاعَ یَجُوْعُ بھوکا ہونا
سَادَ یَسُوْدُ سردار ہونا	جَارَ یَجُوْرُ ظلم کرنا
رَاضَ یَرُوْضُ مطیع ہونا	حَاكَ یَحُوْكُ بُننا
صَاغَ یَصُوْغُ دھات کو ڈھالنا۔ سونے چاندی سے زیور بنانا	لَاذَ یَلُوْذُ پناہ لینا

۳۔ اگر فعل ماضی میں عین کلمہ مُضَعَّف (شدّ والا) ہو اور وہ فعل متعدّی ہو تو اکثر و بیشتر باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے ہو گا اور اگر لازم ہو تو غالباً باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے ہو گا۔

مثالیں:

مَدَّ یَمُدُّ کھینچنا۔ پھیلانا	سَدَّ یَسُدُّ بند کرنا۔ رکاوٹ کرنا
صَدَّ یَصُدُّ ہٹانا۔ روکنا	قَدَّ یَقُدُّ جڑ سے یا طول میں کاٹنا
شَقَّ یَشُقُّ پھاڑنا	فَكَّ یَفُكُّ کھولنا
جَرَّ یَجُرُّ گھسیٹنا	حَثَّ یَحُثُّ اکسانا
قَصَّ یَقُصُّ تراشے کرنا (کاغذ وغیرہ کے)	مَنَّ یَمُنُّ احسان کرنا
حَثَّ یَحُثُّ آمادہ کرنا۔ اکسانا	دَلَّ یَدُلُّ راہنمائی کرنا۔ نشاندہی کرنا
كَرَّ یَكُرُّ پلٹ کر حملہ کرنا	سَرَّ یَسُرُّ خوش کرنا
ذَمَّ یَذُمُّ مذمت کرنا	صَبَّ یَصُبُّ انڈیلنا
غَرَّ یَغُرُّ دھوکا دینا	حَلَّ یَحُلُّ گھولنا۔ حل کرنا
شَجَّ یَشُجُّ سر پھاڑنا۔ سر پر زخم لگانا	ضَمَّ یَضُمُّ شامل کرنا۔ ضم کرنا
هَدَّ یَهُدُّ (دیوار وغیرہ) گرانا۔ منہدم کرنا	سَبَّ یَسُبُّ (گالی دینا)
ضَرَّ یَضُرُّ ضرر پہنچانا	دَقَّ یَدُقُّ کھٹکھٹانا۔ پیٹنا

ضَلَّ یَضِلُّ گمراہ ہونا۔ بھٹکنا	قَلَّ یَقِلُّ قلیل ہونا
رَقَّ یَرِقُّ نرم ہونا	شَحَّ یَشِحُّ بخیل ہونا
فَرَّ یَفِرُّ بھاگنا	صَحَّ یَصِحُّ درست ہونا
جَلَّ یَجِلُّ جلیل ہونا	جَفَّ یَجِفُّ خشک ہونا
ذَلَّ یَذِلُّ ذلیل ہونا	شَذَّ یَشِذُّ شاذ ہونا۔ جماعت سے الگ ہونا

۴۔ فعل ماضی میں اگر درمیان والا حرف مفتوح ہو اور اس کا پہلا حرف واؤ ہو تو وہ غالباً باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے ہو گا۔

مثالیں:

وَعَدَ یَعِدُ وعدہ کرنا	وَصَلَ یَصِلُ پہنچنا
وَجَبَ یَجِبُ واجب ہونا	وَجَدَ یَجِدُ پانا
وَصَفَ یَصِفُ وصف کرنا	وَلَدَ یَلِدُ جنم دینا
وَرَدَ یَرِدُ وارد ہونا	وَرَقَ یَرِقُ پتے نکلنا
وَزَنَ یَزِنُ تولنا۔ وزن کرنا	وَفَدَ یَفِدُ وفد آنا۔ نمائندہ بن کے آنا
وَقَفَ یَقِفُ کھڑا ہونا	وَثَبَ یَثِبُ جست لگانا
وَهَنَ یَهِنُ کمزور ہونا	وَزَرَ یَزِرُ بوجھ اٹھانا

۵۔ باب فَتَحَ یَفْتَحُ کے ہر فعل کا درمیان والا یا آخری دونوں میں سے

کوئی ایک حرفِ لازماً حروف حلقیہ (یعنی ہمزہ۔ حاء۔ خاء۔ عین۔ غین۔ ھاء) میں سے ہو گا۔ (دیکھیے پہلے دی گئی مثالیں) لہٰذا جس فعل کا درمیان والا یا آخری کوئی حرف بھی حرفِ حلقی نہ ہو وہ باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے نہیں ہو گا۔

۶۔ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے آنے والے افعال عارضی صفت کو بیان کرتے ہیں جبکہ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے آنے والے کسی دائمی حالت یا مستقل صفت کو بیان کرتے ہیں۔ جیسے خوشی۔ غم۔ بیماری۔ رنگ۔ عیب وغیرہ ہیں۔

مثالیں:

فَرِحَ خوش ہوا	حَزِنَ غمگین ہوا	غَضَبَ غصے ہوا
وَسِخَ گندا ہوا	مَرِضَ بیمار ہوا	حَوِرَ خوبصورت آنکھ والا ہوا
سَئِمَ زچ ہوا	عَطِشَ پیاسا ہوا	سَمِنَ موٹا، فربہ ہوا
قَوِیَ طاقتور ہوا	ظَمِئَ پیاسا ہوا	بَلِہَ کمزور عقل والا ہوا
صَدِیَ سخت پیاسا ہوا	ضَجِرَ تنگ پڑ گیا۔ اُکتا گیا	سَخِطَ ناراض ہوا
سَقِیَ بدبخت ہوا	کَئِبَ رنجیدہ ہوا	عَمِیَ اندھا ہوا
حَدِبَ کُبڑا ہوا	عَرِجَ لنگڑا ہوا	شَھِبَ کھچڑی بالوں والا
خَرِسَ پیدائشی طور پر یا عاجزی کی وجہ سے گونگا ہوا		عَوِرَ کانا ہوا
عَشِیَ رات کا اندھا ہوا	بَکِمَ پیدائشی گونگا ہوا	سَوِدَ کالا سیاہ ہوا
صَخِرَ سخت پتھریلا ہوا	بَھِجَ تروتازہ ہوا۔ پُررونق	خَلِقَ بوسیدہ ہوا

ہوا

جَہِلَ انجان ہوا　　　　لَسِنَ فصیح و بلیغ ہوا　　　　بَلِدَ کند ذہن ہوا

زَرِقَ نیلے رنگ کا ہوا

کئی افعال ایسے ہیں جو باب سَمِعَ یَسْمَعُ اور باب کَرُمَ یَکْرُمُ دونوں سے آتے ہیں۔ اگر سَمِعَ یَسْمَعُ کے باب سے آئیں تو وہ عارضی صفت ظاہر کریں گے۔ اور اگر باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے آئیں تو مستقل صفت کو ظاہر کریں گے مثلاً بَخُلَ یَبْخُلُ کا معنی ہے کنجوس ہونا اور بَخِلَ یَبْخَلُ کا معنی ہے کنجوسی سے کام لینا۔ اول الذکر مستقل عادت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ ثانی الذکر عارضی حالت کو۔ اسی طرح فَقُہَ یَفْقُہُ اور فَقِہَ یَفْقَہُ، بَلَدَ یَبْلُدُ اور بَلِدَ یَبْلَدُ وغیرہ ہیں۔

ثُلاثِی مُجَرَّد کے مصدر کے اوزان

مصدر اس کلمہ کو کہتے ہیں جس میں کام تو پایا جائے لیکن اس میں زمانہ نہ پایا جائے۔ مصدر سے تمام مُشتقات نکلتے ہیں۔

افعالِ ثُلاثِی مُجَرَّد کے مصادر کے اوزان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ (علمائے نحو نے ان کی تعداد ننانوے بتائی ہے) اور ان سے واقفیت کا صحیح طریقہ تو کتب لغت کا مطالعہ ہے۔ البتہ علمائے لغت نے مروجہ افعال کو سامنے رکھ کر چند ضابطے بتائے ہیں جن سے واقفیت مصدر معلوم کرنے میں مفید ہے۔ ان ضوابط کا درست ہونا اغلب ہے۔ یہ ضوابط درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر فعل متعدّی ہو لیکن کسی حرفت یا پیشے پر دلالت نہ کرتا ہو تو اس کا مصدر فَعْلًا کے وزن پر ہو گا، جیسے: أَخَذَ أَخْذًا، فَتَحَ فَتْحًا، حَمِدَ حَمْدًا، سَمِعَ سَمْعًا، فَهِمَ فَهْمًا، قَتَلَ قَتْلًا، نَصَرَ نَصْرًا، ضَرَبَ ضَرْبًا، خَلَقَ خَلْقًا، مَدَحَ مَدْحًا۔

۲۔ اور اگر وہ فعل متعدّی ہو اور کسی حرفت یا پیشے پر دلالت کرتا ہو تو اس کا مصدر غالباً فِعَالَةً کے وزن پر ہو گا۔ جیسے: صَاغَ صِيَاغَةً، خَاطَ خِيَاطَةً، حَاكَ حِيَاكَةً، تَجِرَ تِجَارَةً، وَلِيَ وِلَايَةٌ، أَمَرَ إِمَارَةً، سَفَرَ سِفَارَةً، نَقَبَ نِقَابَةً۔

نوٹ: یاد رہے کہ باب كَرُمَ يَكْرُمُ سے آنے والے تمام افعال لازم ہوتے ہیں۔

۳۔ اگر فعل باب سَمِعَ يَسْمَعُ سے ہو، لازم ہو، لیکن رنگ، جسمانی عمل اور کوشش یا مستقل معنی پر دلالت نہ کرتا ہو تو اس کا مصدر فَعَلًا کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے تَعِبَ تَعَبًا، جَزِعَ جَزَعًا، وَجِعَ وَجَعًا، أَسِفَ أَسَفًا، فَرِحَ فَرَحًا۔

۴۔ اور اگر وہ رنگ پر دلالت کرے تو اس کا مصدر غالباً فُعْلَةٌ کے وزن پر آئے گا، جیسے: سَمِرَ سُمْرَةً، خَضِرَ خُضْرَةً، شَهِبَ شُهْبَةً۔

۵۔ اور اگر وہ جسمانی کوشش اور عمل کا معنی دے تو فُعُوْلًا کے وزن پر آئے گا، جیسے: قَدِمَ قُدُمًا، صَعِدَ صُعُوْدًا، لَصِقَ لُصُوْقًا۔

٦۔ اور اگر وہ مستقل معنی پر دلالت کرے تو فُعُوْلَةً کے وزن پر آئے گا جیسے يَبِسَ يُبُوْسَةً۔

۷۔ اگر فعل ثُلاثِی کی ماضی فَعَلَ کے وزن پر ہو، اس میں کوئی حرفِ علّت نہ ہو ، انکار اور رُکنے (إِبَاء و امتناع)، اضطراب، پریشانی، حرکت، مرض، آواز، حرفت یا پیشے پر دلالت نہ کرے تو اس کا مصدر فُعُوْلًا کے وزن پر آئے گا، جیسے: قَعَدَ قُعُوْدًا، سَجَدَ سُجُوْدًا، رَكَعَ رُكُوْعًا، خَضَعَ خُضُوْعًا۔

۸۔ اگر اس میں عین کلمہ حرفِ عِلّت ہو تو اس کا مصدر غالباً فَعْلًا کے وزن پر ہو گا سَارَا سَيْرًا، فَازَ فَوْزًا، نَامَ نَوْمًا ، صَامَ صَومًا یا فِعَالًا کے وزن پر ہو گا، جیسے: قَامَ قِيَامًا، صَامَ صِيَامًا، غَابَ غِيَابًا۔

۹۔ اگر وہ إِبا یا امتناع پر دلالت کرے تو مصدر فِعَالًا کے وزن پر ہو گا، جیسے: أَبَى إِبَاءً، نَفَرَ نِفَارًا، شَرَدَ شِرَادً، جَمَعَ جِمَاحًا۔

۱۰۔ اگر وہ اضطراب، حرکت یا پریشانی پر دلالت کرے تو مصدر فَعَلَانًا کے وزن پر ہو گا، جیسے: جَالَ جَوَلَانًا، خَفَقَ خَفَقَانًا، غَلَی غَلَیَانًا، طَافَ طَوَفَانًا، فَاضَ فَیَضَانًا۔

۱۱۔ اور اگر وہ مرض پر دلالت کرے تو اس کا مصدر فُعَالاً کے وزن پر ہو گا، جیسے: سَعَلَ سُعَالاً ، رَعَفَ رُعَافًا، صَدَعَ صُدَعًا، زَکَمَ زُکَامًا، دُوَارً، خُنَاقًا۔ وغیرہ۔

۱۲۔ اگر وہ کسی قسم کی آواز پر دلالت کرے تو اس کا مصدر فَعِیْلًا اور فُعَالاً کے وزن پر ہو گا، جیسے: صَرَخَ صَرِیْخًا وَ صُرَاخًا، هَتَفَ هُتَافًا، رَنَّ رَنِیْنًا، حَنَّ حَنِیْنًا، أَنَّ أَنِیْنًا، زَفَرَ زَفِیْرًا، شَهَقَ شَهِیْقً، صَهِیْلًا (گھوڑے کی آواز)، نَبِیْحًا وَ نُبَاحًا (کتے کا بھونکنا)، شَحِیْجًا (خچر کی آواز)، نَهِیْقًا (گدھے کا ہنہنانا)، خُوَارً (گائے کی آواز)، ثُغَاءً (بھیڑ بکریوں کی آواز)، زَئِیْرًا (شیر کا دھاڑنا)، عُوَاءً (بھیڑیے کی آواز)، مُوَاءً (بلی کا میاؤں میاؤں کرنا)۔

۱۳۔ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے جو افعال آتے ہیں (جو بِلا استثنالازم ہیں) ان کے مصدر فَعَالَةً یا فُعُوْلَةً کے وزن پر آتے ہیں، جیسے: مَلَحَ مَلَاحَةً، ظَرُفَ ظَرَافَةً، ضَخُمَ ضَخَامَةً، شَجُعَ شَجَاعَةً، سَهُلَ سُهُوْلَةً، عُذُبَ عُذُوْبَةً، صَعُبَ صُعُوْبَةً، بَطُلَ بَطُوْلَةً، بَرُدَ بُرُوْدَةً، صَلُبَ صَلَابَةً، حَمُسَ حَمَاسَةً، خَطُبَ خَطَابَةً، بَلُغَ بَلَاغَةً، قَبُحَ قَبَاحَةً، بَلُدَ ابَلَادَةً، فَصُحَ فَصَاحَةً۔

وحدت یا کیفیت پر دلالت کرنے والا مصدر

بلاشبہ مصدر کی تعریف تو یہی ہے کہ وہ مُجرَّد معنی پر دلالت کرے اور اس کا زمانے جگہ، تذکیر و تانیث، عدد، کیفیت وغیرہ سے کوئی تعلق نہ ہو لیکن عربی زبان میں اصل مصدر میں معمولی سی تبدیلی اور اضافہ کرنے سے وہ مُجرَّد معنی کے ساتھ ساتھ وحدت (المرّۃ الواحدۃ) یا کیفیتِ فعل (اَلْھَیْئَۃُ) پر بھی دلالت کرتا ہے یہ بھی اصلی مصدر ہی ہوتا ہے بس اس میں وقوعِ فعل کی وحدت یا کیفیت کی قید شامل ہو جاتی ہے۔ اس کے سوا اس پر اصلی مصدر کے دیگر تمام احکام لاگو ہوتے ہیں۔

مصدرِ مرّہ

اگر ثُلاثِی مُجَرَّد کے کسی فعل سے وحدت کا مفہوم لینا مقصود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس فعل کا اصلی اور مشہور مصدر لے کر (خواہ اس کا وزن اور شکل کچھ بھی ہو) اسے فَعْلَ کے وزن پر لائیں گے (خواہ اس کے لیے زائد حروف کو حذف کرنا پڑے) اور پھر اس کے آخر میں تاء التانیث (تائے مربوط) کا اضافہ کر دیں گے۔ اس طرح یہ فَعْلَۃً کے وزن پر آئے گا۔ مثلاً أَخْذًا، قُعُوْدًا،

فَرْحًا، جَوَلَانًا، جُلُوْسًا، سے یہ مصدر بنے گا: أَخْذَةً، قَعْدَةً، فَرْحَةً، جَوْلَةً، جَلْسَةً اور اگر اصلی مصدر ہی فَعْلَةً کے وزن پر ہو جیسے نَظْرَةً، هَنْوَةً، رَافَةً، صَيْحَةً ہیں تو ان سے اگر وحدت کا مفہوم لینا مقصود ہو تو ان کے آخر میں کسی موزوں لفظ کا اضافہ کرنا یا کوئی مناسب قرینہ لانا ضروری ہے۔ لفظ میں اضافہ کی صورت میں تو یہ غالباً مرکب توصیفی بن جائے گا جیسے نَظَرْتُ إِلَيْهَا نَظْرَةً وَاحِدَةً۔

نوٹ: فَعْلَةً کے وزن پر مصدر مَرَّہ بنانے کے لیے لازم ہے کہ:

(۱) وہ اعضا و جوارح سے صادر ہونے والا فعلِ حِسّی ہو، چنانچہ محض عقلی اور معنوی فعل کے لیے اس مصدر کو بنانا جائز نہیں۔ چنانچہ ذَكَاءً، عِلْمًا، جَهْلًا ایسے مصادر سے مصدر مَرَّہ نہیں بنایا جا سکتا۔

(۲) وہ حِسّی فعل کسی دیرپا وصف سے متعلق نہ ہو، چنانچہ مَلَاحَةً، ظَرَافَةً، قَبَاحَةً، طُوْلًا، قَصْرًا سے مصدر مَرَّہ بنانا جائز نہیں ہے۔

مصدر ہیئَت

اگر مُجرّد معنی کے علاوہ وقوع کی ہیئَت پر دلالت بھی مقصود ہو تو اصلی مصدر کے مشہور صیغے میں ویسے ہی تبدیلی کر کے جیسے مصدرِ مرّہ بنانے کے لیے کی تھی اسے فِعْلَةً کے وزن پر لائیں گے۔ چنانچہ مذکورہ مصادر سے مصدر ہیئت یہ بنے گا: إِخْذَةً، قِعْدَةً، فِرْحَةً، جِيْلَةً (اصل میں جِوْلَةً تھا، واؤ کو یاء سے بدل دیا) اور جِلْسَةً۔

اور اگر مصدر اصلی پہلے ہی فِعْلَةً کے وزن پر ہو تو اس صورت میں ہیئت کا مفہوم حاصل کرنے کے لیے یا تو کسی موزوں لفظ کا اضافہ کریں گے یا پھر کوئی مناسب قرینہ لائیں گے۔ مثلاً عِزَّة جَاهِلِيَّةً (لفظ جَاهِلِيَّةً کا اضافہ کر کے)۔

مصدرِ میمی

اصلی مصدر سے ایک اور مصدر بنایا جاتا ہے جسے مصدر میمی کہتے ہیں کیونکہ اس کے شروع میں میم آتا ہے۔ یہ مصدر دلالت اور تاکید میں اصل مصدر سے قوی تر ہوتا ہے۔ یہ مصدر میمی، اصل مصدر کے برعکس، صرف مفرد کے صیغے میں استعمال ہوتا ہے، اس سے تثنیہ یا جمع کا صیغہ بنانا جائز نہیں۔ اس کے باقی احکام (عمل اور اِعراب وغیرہ کے) وہی ہیں جو اصلی مصدر کے ہیں۔

مصدر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:

۱۔ اگر فعل ثُلاثِی غیر مُضَعَّف ہو اور اس کا فاء کلمہ واؤ نہ ہو تو اس فعل کے مشہور مصدر کو لے کر اس میں ضروری تبدیلی کر کے اسے **مَفْعَل** (میم اور عین دونوں پر فتحہ) کے وزن پر لائیں گے۔ پس **لَعِبًا** سے **مَلْعَبًا**، **سُقُوْطًا** سے **مَسْقَطًا**، **صُعُوْدًا** سے **مَصْعَدًا**، **أَكْلًا** سے **مَأْكَلًا**، **غَنَمًا** سے **مَغْنَمًا**، **إِثْمًا** سے **مَأْثَمًا**، **قُدُوْمًا** سے **مَقْدَمًا** مصدر میمی بنے گا۔

۲۔ اور اگر ثُلاثِی غیر مُضَعَّف کا فاء کلمہ واؤ ہو (جو مضارع میں حذف ہو جاتا ہے) تو اس صورت میں مصدر میمی **مَفْعِل** (میم پر فتحہ اور عین کے نیچے کسرہ) کے وزن پر بنے گا، جیسے **وُصُوْلًا** سے **مَوْصِلًا**، **وَصْفًا** سے **مَوْصِفًا**، **وَعْدًا** سے

مَوْعِدًا۔

۳۔ اور اگر فعل ثُلاثِی مُضَعَّف ہو تو اس کا مصدر میمی **مَفْعَل** اور **مَفْعِل** (یعنی پر فتحہ اور کسرہ) دونوں اوزان پر جائز ہے، جیسے **مَفَرًّا** اور **مَفِرًّا**۔

ابوابِ ثُلاثی مَزید فیہ

ثُلاثیِ مُجَرَّد کے افعال میں ایک یا ایک سے زیادہ حروف کا اضافہ کرنے سے جو نئے افعال بنتے ہیں انہیں ابوابِ ثُلاثی مزید فیہ کے تحت درج کیا جاتا ہے۔ یہ ابواب اصل میں تو سہ حرفی (ثُلاثی) ہی ہوتے ہیں صرف ان میں ایک، دو یا تین حروف زائد ہوتے ہیں۔ ان کے نام ان کے مصدر پر رکھے گئے ہیں۔

(ا) ایک حرف کی زیادتی والے ابواب:

ا۔ بابِ اِفعال

یہ بابِ ثُلاثیِ مُجَرَّد کی ماضی پر ایک حرف یعنی ہمزہ مفتوحہ کا اضافہ کرنے سے بنتا ہے یعنی فَعِلَ سے أَفْعَلَ جیسے خَرَجَ سے أَخْرَجَ۔ دَخَلَ سے أَدْخَلَ۔ عَلِمَ سے أَعْلَمَ۔ لَبِسَ سے أَلْبَسَ۔ زَالَ سے أَزَالَ۔

۲۔ باب تفعیل

ثُلاثیِ مُجَرَّد کی ماضی کے عین کلمہ کو مضاعف کر دینے سے باب تفعیل بن جاتا ہے یعنی فَعِلَ سے فَعَّلَ کر دینے سے جیسے دَرَسَ سے دَرَّسَ۔ نَزَلَ سے نَزَّلَ۔ خَرَجَ سے خَرَّجَ۔ کَفَرَ سے کَفَّرَ۔ بَلَغَ سے بَلَّغَ۔

۳۔ باب مُفَاعَلَہ

ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی میں فاء کلمہ کے بعد الف بڑھانے سے باب مُفَاعَلَہ بن جاتا ہے، یعنی فَعَلَ (ــَـِـُ تینوں حرکات) سے فَاعَلَ، جیسے قَتَلَ سے قَاتَلَ۔ ذَکَرَ سے ذَاکَرَ۔ حَصَرَ سے حَاصَرَ۔ نَظَرَ سے نَاظَرَ۔ ظَهَرَ سے ظَاهَرَ۔ دَفَعَ سے دَافَعَ۔

(ب) دو حرفوں کی زیادتی والے ابواب:

۴۔ باب اِنْفِعَال

یہ باب ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی پر فاء کلمہ سے پہلے یعنی شروع ہی میں ہمزہ مکسورہ اور نون ساکن بڑھانے سے بنتا ہے، یعنی فَعَلَ (ــَـِـُ تینوں حرکات) سے إِنْفَعَلَ، جیسے کَسَرَ سے إِنْکَسَرَ۔ قَلَبَ سے إِنْقَلَبَ۔ حَصَرَ سے إِنْحَصَرَ، بَسَطَ سے إِنْبَسَطَ۔ قَبَضَ سے إِنْقَبَضَ۔

۵۔ باب اِفْتِعَالُ

ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے قبل ہمزہ مکسورہ اور فاء کلمہ کے بعد اور عین کلمہ سے پہلے تاء کا اضافہ کرنے سے باب اِفْتِعَالُ بن جاتا ہے، یعنی فَعَلَ (ــَـِـُ تینوں حرکات) سے إِفْتَعَلَ، جیسے رَفَعَ سے إِرْتَفَعَ۔ نَشَرَ سے إِنْتَشَرَ۔ نَقَلَ سے إِنْتَقَلَ۔ عَکَفَ سے إِعْتَکَفَ۔ کَنَزَ سے إِکْتَنَزَ۔

٦۔ اِفْعِلَال

ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ بڑھانے اور لام کلمہ

کو مضاعف کرنے سے بنتا ہے، یعنی فَعَلَ (ـِـ ـُ تینوں حرکات) کو إِفْعَلَّ کر دینے سے، جیسے: خَضِرَ سے إِخْضَرَّ۔ حَمِرَ سے إِحْمَرَّ۔ بَاضَ (اصل میں بَيَضَ) سے إِبْيَضَّ۔ حَوِلَ سے إِحْوَلَّ۔ سَوِدَ سے إِسْوَدَّ۔

۷۔ باب تُفَاعُلُ

ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے پہلے تاء مفتوحہ اور فاء کلمہ کے بعد الف کا اضافہ کرنے سے بنتا ہے، یعنی فَعَلَ (ـِـ ـُ تینوں حرکات) سے تَفَاعَلَ جیسے نَظَرَ سے تَنَاظَرَ۔ قَتَلَ سے تَقَاتَلَ۔ رَحِمَ سے تَرَاحَمَ۔ سَمَحَ سے تَسَامَحَ۔ نَزَعَ سے تَنَازَعَ۔

۸۔ باب تَفَعُّلٌ

یہ باب ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے پہلے تاء مفتوحہ کا اضافہ کرنے اور عین کلمہ کی تضعیف کرنے سے بنتا ہے، یعنی فَعَلَ (ـِـ ـُ تینوں حرکات) سے تَفَعَّلَ، جیسے: نَزَلَ سے تَنَزَّلَ۔ عَلِمَ سے تَعَلَّمَ۔ حَمِلَ سے تَحَمَّلَ۔ صَدَقَ سے تَصَدَّقَ۔ كَبُرَ سے تَكَبَّرَ۔

(ج) تین حروف کے اضافہ والے ابواب:

۹۔ باب اِسْتِفْعَال

ثُلاثِی مُجَرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے قبل ہمزہ مکسورہ، سین ساکن اور تاء مفتوحہ بڑھانے سے بنتا ہے، یعنی فَعُلَ سے اِسْتَفْعَلَ جیسے خَرَجَ سے إِسْتَخْرَجَ۔ نَصَرَ سے إِسْتَنْصَرَ عَمِلَ سے إِسْتَعْمَلَ۔ حَصَلَ سے إِسْتَحْصَلَ۔ دَرَكَ سے إِسْتَدْرَكَ۔

۱۰۔ باب اِفعِیعَالٌ

یہ باب ثُلاثِی مُجرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ، عین کلمہ کے بعد واؤ ساکن اور عین مفتوحہ کی زیادتی سے بنتا ہے یعنی فَعَلَ (ـِـُ تینوں حرکات) إفْعَوْعَلَ، جیسے: خَشُنَ سے إخْشَوْشَنَ (کھردرا ہونا)۔ حَدِبَ سے إحْدَوْدَبَ (کُبڑا ہونا) خَلَقَ سے إخْلَوْلَقَ (کپڑے کا بوسیدہ ہونا) مَلَحَ سے إمْلَوْلَحَ (نمکین ہونا)۔

۱۱۔ باب اِفعِوَّالٌ

یہ ثُلاثِی مُجرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ مکسورہ اور عین کلمہ کے بعد واؤ مشدّد مفتوحہ کا اضافہ کرنے سے بنتا ہے، یعنی فَعَلَ (ـِـُ تینوں حرکات) سے إفْعَوَّلَ، جیسے: إجْلَوَّذَ (تیز تیز چلنا)۔ إخْرَوَّطَ (لکڑی تراشنا)۔ إعْلَوَّطَ (اونٹ کی گردن پر لٹک کر چڑھنا)۔

۱۲۔ باب اِفعِیلَالٌ

یہ بابت ثُلاثِی مُجرَّد کی ماضی کے فاء کلمہ سے پہلے ہمزہ اور عین کلمہ کے بعد الف بڑھانے اور لام کلمہ کی تضعیف کرنے سے بنتا ہے، یعنی فَعَلَ (ـِـُ تینوں حرکات) سے إفْعَالَّ، جیسے: دَهِمَ سے إدْهَامَّ (بہت سیاہ رنگ کا ہونا)۔ حَمِرَ سے إحْمَارَّ (بہت گہرے سرخ رنگ کا ہونا)۔ دَهِسَ سے إدْهَاسَّ (پودے اور زمین وغیرہ کا سیاہی مائل ہونا)۔ سَوِدَ سے إسْوَادَّ (کالا سیاہ ہونا)۔

ابوابِ ثُلاثی مَزید فیہ کی حرکاتِ مضارع

۱۔ثُلاثی مزید فیہ کے بارہ ابواب میں سے صرف تین ابواب ایسے ہیں جن کی علامت مضارع پر ضَمّہ آتا ہے اور وہ ہیں: اِفعال۔ تفعیل اور مُفَاعَلَہ۔ جیسے یُفْعِلُ۔ یُفَعِّلُ اور یُفَاعِلُ۔ باقی نو ابواب میں سے ہر باب کی علامتِ مضارع پر فتحہ آتی ہے۔ جیسے: یَنْفَعِلُ،یَفْتَعِلُ،یَسْتَفْعِلُ وغیرہ۔

۲۔ صرف دو باب ایسے ہیں جن کا عین کلمہ مضارع میں مفتوح ہوتا ہے اور وہ ہیں: تَفَعُّل اور تَفَاعُل، جیسے: یَتَفَعَّلُ یَتَفَاعَلُ۔ باقی سب ابواب کے مضارع میں عین کلمہ پر کسرہ ہوتی ہے۔

۳۔ باب تَفَعُّلُ اور تَفَاعُلُ کے مضارع میں جب دو تاء جمع ہو جائیں تو ایک تاء کو حذف کر دینا جائز ہے، جیسے تَتَفَعَّلَ (واحد مؤنث غائب اور واحد مذکر حاضر کا صیغہ) کے بجائے تَفَعَّلَ اور تَتَفَاعَلُ کے بجائے تَفَاعَلُ۔

۴۔ ثُلاثی مَزید فیہ کے تمام ابواب کے مضارع مجہول میں علامت مضارع مضموم اور ما قبل آخر حرف مفتوح ہوتا ہے۔ جیسے: یُفْعِلُ سے یُفْعَلُ۔ یَفْتَعِلُ سے یُفْتَعَلُ۔ یَسْتَفْعِلُ سے یُسْتَفْعَلُ وغیرہ۔

ماضی مجہول بنانے کا طریقہ

ثُلاثی مَزید فیہ کے تمام ابواب میں ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ

ماقبل آخر حرف کو کسرہ دیں اور اس سے پہلے جتنے متحرک حروف ہوں سب کو مضموم کر دیں، جیسے اَفْعَلَ سے اُفْعِلَ، تَفَعَّلَ سے تُفُعِّلَ، اِسْتَفْعَلَ سے اُسْتُفْعِلَ، اِفْتَعَلَ سے اُفْتُعِلَ۔ باب تفاعل سے ماضی مجہول بناتے وقت فاء کلمہ کے بعد والا الف زائد واؤ میں بدل جاتا ہے، جیسے: تَفَاعَلَ سے تُفُوْعِلَ۔

ہمزہ وصلی و قطعی

ہمزہ وصلی سے مراد وہ ہمزہ ہے جو دو لفظوں کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں گر جائے یعنی پڑھنے میں نہ آئے جبکہ ہمزہ قطعی ایسی صورت میں برقرار رہتا ہے اور پڑھنے میں آتا ہے۔ ابواب ثُلاثِی مزید فیہ میں سے آٹھ ابواب کے شروع میں ہمزہ آتا ہے۔ ان آٹھ ابواب میں سے صرف باب افعال کا ہمزہ قطعی ہے اور سات ابواب کا ہمزہ وصلی ہے تاہم ان تمام ابواب کا ہمزہ فعل مضارع میں گر جاتا ہے۔

اسم فاعل اور اسم مفعول

ثُلاثِی مزید فیہ کے تمام ابواب سے اسم فاعل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ لے کر علامت مضارع کو ہٹا کر اس کی جگہ میم مضموم لگا دیں اور ماقبل آخر حرف کو کسرہ دے دیں (اگر پہلے سے کسرہ نہ ہو) اور آخری حرف پر تنوین ڈال دیں جیسے: یُفْعِلُ سے مُفْعِلٌ۔ یَفْتَعِلُ سے مُفْتَعِلٌ۔ یَتَفَاعَلُ سے مُتَفَاعِلٌ۔

اسم مفعول بنانے کا طریقہ

فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب کا صیغہ لے کر علامت مضارع کو ہٹا دیں اور اس کی جگہ میم مضموم لگا دیں جیسے: یُفْعَلُ سے مُفْعَلٌ۔ یُفَعَّلُ سے مُفَعَّلٌ۔ یُتَفَاعَلُ سے مُتَفَاعَلٌ۔

اسم فاعل اور اسم مفعول میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اسم فاعل میں ما قبل آخر مکسور ہوتا ہے جبکہ اسم مفعول میں ما قبل آخر مفتوح ہوتا ہے۔

نوٹ: پانچ ابواب: انفعال، افعلال، افیعال، افعوال اور افعیلال۔ لازم ہیں، لہٰذا ان سے نہ تو فعل مجہول آتا ہے اور نہ ہی اسم مفعول۔

اسم ظرف بنانے کا طریقہ

ثُلاثِی مَزید فیہ کے تمام ابواب سے اسم ظرف اسم مفعول کے وزن پر آتا ہے۔

اسم آلہ بنانے کا طریقہ

ثُلاثِی مَزید فیہ کے ابواب سے اسم آلہ نہیں آتا۔ اگر اسم آلہ کا معنی حاصل کرنا مقصود ہو تو معرّف بِاللَّام مصدر سے پہلے مَابِہ لگا دیتے ہیں، جیسے: مَابِہِ الْاِمْتیاز۔ مَابِہِ الْاِجْتِنَاب وغیرہ۔

اسمِ تفضیل

ثُلاثِی مَزید فیہ کے ابواب سے اسمِ تفضیل نہیں آتا اور اگر اسمِ تفضیل کا معنی حاصل کرنا مطلوب ہو تو مصدر سے پہلے اَکْثَرُ، اَشَدُّ، اَسْرَعُ وغیرہ لگا دیتے ہیں، جیسے: اَکْثَرُ اِنْفِعَالًا۔ اَشَدُّ اِلْتِہَابًا۔ اَسْرَعُ اِشْتِعَالًا۔

ابوابِ ثُلاثِی مَزید فیہ کی صَرفِ صغیر

۱۔ باب اِفْعَال

أَسْلَمَ یُسْلِمُ إِسْلَامًا مُسْلِمٌ أُسْلِمَ یُسْلَمُ إِسْلَامًا مُسْلَمٌ أَسْلِمْ لَاتُسْلِمْ۔

(۱) اگر فاء کلمہ میں واوٗ ہو تو مصدر میں وہ یاء میں بدل جاتی ہے، جیسے اَوْقَدَ سے اِیْقَادً، اَوْرَثَ سے اِیْرَاثًا، اَوْجَبَ سے اِیْجَابًا (اصل میں ان کے مصدر اِوْقَادًا، اِوْرَاثًا اور اِوْجَابًا تھے)۔

(۲) اگر عین کلمہ میں واوٗ ہو تو اس کی صرف صغیر یوں ہوں گی:

اَقَامَ یُقِیْمُ اِقَامَةً مُقِیْمٌ اُقِیْمَ یُقَامُ اِقَامَةً مُقَامٌ اَقِمْ لَاتُقِمْ

(۳) اگر عین کلمہ میں یاء ہو تو اس کی صرف صغیر اس طرح ہو گی:

اَطَارَ یُطِیْرُ اِطَارَةً مُطِیْرٌ اُطِیْرَ یُطَارُ اِطَارَةً مُطَارٌ اَطِرْ لَاتُطِرْ۔

(۴) اگر لام کلمہ میں یاء ہو تو صرف صغیر اس طرح ہو گی:

اَبْقٰی یُبْقِیْ اِبْقَاءً مُبْقٍ اُبْقِیَ یُبْقٰی اِبْقَاءً مُبْقًی اَبْقِ لَاتُبْقِ۔

۲۔ باب تفعیل

عَلَّمَ یُعَلِّمُ تَعْلِیْمًا مُعَلِّمٌ عُلِّمَ یُعَلَّمُ تَعْلِیْمًا مُعَلَّمٌ عَلِّمْ لَاتُعَلِّمْ۔

(۱) باب تفعیل کا مصدر تَفْعِلَةً کے وزن پر بھی آتا ہے (خاص طور پر ان افعال میں جن کا لام کلمہ یاء ہو)، جیسے: تَجْزِیَةً، تَجْرِبَةً، تَکْمِلَةً، تَوْرِیَةً۔ کبھی کبھی

اس کا مصدر فَعَالًا، فِعَالًا، فِعَّالًا اور تَفْعَالًا کے وزن پر بھی آتا ہے، جیسے: کَلَامًا، کِذَّابًا، تَکْرَارًا۔

(۲) اگر لام کلمہ یاء ہو تو اس کی صرف صغیر یوں ہو گی:

سَمّٰی یُسَمِّیْ تَسْمِیَۃً مُسَمٍّ سُمِّیَ یُسَمّٰی تَسْمِیَۃً مُسَمًّی سَمِّ لَاتُسَمِّ۔

۳۔ باب مُفَاعَلَہ

ضَارَبَ یُضَارِبُ مُضَارَبَۃً مُضَارِبٌ ضُوْرِبَ یُضَارَبُ مُضَارَبَۃً مُضَارَبٌ ضَارِبْ لَاتُضَارِبْ۔

۱۔ باب مُفَاعَلَہ کا مصدر بعض اوقات فِعَالًا کے وزن پر بھی آتا ہے، جیسے: حِصَارًا، جِهَادًا، قِتَالًا۔ کبھی فِیْعَالًا کے وزن پر بھی آتا ہے، جیسے قَاتَلَ سے مُقَاتَلَۃً، قِتَالًا اور قِیْتَالًا۔

۲۔ اگر لام کلمہ یاء ہو تو صَرف صغیر اس طرح ہو گی:

حَامٰی یُحَامِیْ مُحَامَاۃً مُحَامٍ حُوْمِیَ یُحَامٰی مُحَامَاۃً مُحَامًی حَامِ لَاتُحَامِ۔

۴۔ باب اِنْفِعَال

اِنْکَسَرَ یَنْکَسِرُ اِنْکِسَارًا مُنْکَسِرٌ اَلْاَمْرُ مِنْہُ اِنْکَسِرْ وَالنّھی لَاتَنْکَسِرْ۔

(۱) اگر عین کلمہ واؤ ہو تو صرف صغیر اس طرح ہو گی: اِنْقَادَ یَنْقَادُ اِنْقِیَادًا مُنْقَادٌ اِنْقَدْ لَاتَنْقَدْ۔

(۲) اگر عین کلمہ یاء ہو:

اِنْقَاضَ یَنْقَاضُ اِنْقِیَاضًا (پھٹنا۔ ٹوٹنا) مُنْقَاضٌ اِنْقَضْ لَاتَنْقَضْ۔

(۳) اگر لام کلمہ یاء ہو:

اِنْقَضٰی یَنْقَضِیْ اِنْقِیَاضًا (ختم ہونا۔ گزر جانا) مُنْقَضٍ اِنْقَضِ لَاتَنْقَضِ۔

۵۔ باب اِفْتِعَال

اِعْتَمَدَ یَعْتَمِدُ اِعْتِمَادً اُمُعتَمِدٌ اُعْتُمِدَ یُعْتَمَدُ اِعقتِمَادًا مُعْتَمَدٌ اِعْتَمِدُ لَاتَعْتَمِدْ۔

۱۔ اگر فاء کلمہ واؤ یا یاء ہو تو وہ تاء میں بدل جاتا ہے پھر دو تاء باہم مدغم ہو جاتی ہیں، جیسے: وَصَلَ سے اِتَّصَلَ (اصل میں اِوْتَصَلَ)۔ وَصَفَ سے اِتَّصِفَ۔ وَعَظَ سے اِتَّعَظَ۔ وَقٰی سے اِتَّقٰی۔ یَسَرَ سے اِتَّسَرَ (اصل میں اِیْتَسَرَ)۔ یَبِسَ سے اِتَّبَسَ (خشک ہونا)۔

۲۔ اگر فاء کلمہ ہو تو باب افتعال کی تاء اس میں مدغم ہو جاتی ہے، جیسے تَبِعَ سے اِتَّبَعَ (اصل میں اِتْتَبَعَ)۔ تَجَرَ سے اِتَّجَرَ۔ تَرَعَ سے اِتَّرَعَ (برتن کا بھر جانا)۔

۳۔ اگر افتعال کی تاء ص، ض کے بعد آئے تو افتعال کی تاء طاء میں بدل جاتی ہے، جیسے صَبَرَ سے اِصْطَبَرَ (اصل میں اِصْتَبَرَ)۔ صَادَ سے اِصْطَادَ۔ صَنَعَ سے اِصْطَنَعَ۔ ضَرَبَ سے اِضْطَرَبَ۔ ضَلَعَ سے اِضْطَلَعَ۔

۴۔ اگر افتعال کی تاء طاء کے بعد آئے تو افتعال کی تاء کو طاء میں بدل کر دو طاء کو باہم مدغم کر دیں گے۔ جیسے: طَلَعَ سے اِطَّلَعَ (اصل میں اِطْتَلَعَ)۔

۵۔ اگر افتعال کی تاء طاء کے بعد آئے تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) افتعال کی تاء کو طاء میں بدل دیں، جیسے ظَلَمَ سے اِظْطَلَمَ (اصل

میں اِظْتَلَمَ)۔

(ب) افتعال کی تاء کو طاء میں بدلنے کے بعد طاء کو ظاء میں بدل دیں اور پھر ظاء کو ظاء میں مدغم کر دیں، جیسے ظَلَمَ سے اِظْطَلَمَ اور پھر اِظَّلَمَ۔

(ج) تاء کو طاء میں بدلنے کے بعد ظاء کو بھی طاء میں بدل دیں اور پھر طاء کو طاء میں مدغم کر دیں، جیسے ظَلَمَ سے اِظْطَلَمَ اور پھر اِطَّلَمَ۔

۶۔ اگر افتعال کی تاء۔ د۔ ذ۔ ز کے بعد آئے تو وہ دال میں بدل جاتی ہے (پھر ذال کو دال میں بدل کر اور دال کو ذال میں بدل کر ادغام کرنا بھی جائز ہے)، جیسے: دَعَا سے اِدَّعَی (اصل میں اِدْتَعَی)۔ ذَخَرَ سے اِذْدَخَرَ۔ اِذَّخَرَ، اِدَّخَرَ۔ ذَکَرَ سے اِذْدَکَرَ، اِذَّ دَکَرَ، اِذَّکَرَ، اِدَّکَرَ۔ زَجَرَ سے اِزْدَجَرَ۔ زَحَمَ سے اِزْدَحَمَ۔ زَانَ سے اِزْدَانَ۔

۷۔ اگر عین کلمہ واؤ ہو تو صَرف صغیر اس طرح ہو گی:

اِعْتَادَ یَعْتَادُ اِعْتِیَادًا مُعْتَادٌ اُعْتِیْدَ یُعْتَادُ اِعْتِیَادًا اِعْتَدْ لَا تَعْتَدْ۔

۸۔ اگر عین کلمہ یاء ہو تو صرف صغیر یوں ہوں گی:

اِخْتَارَ یَخْتَارُ اِخْتِیَارًا مُخْتَارٌ اُخْتِیْرَ یُخْتَارُ اِخْتِیَارًا مُخْتَارٌ اِخْتَرْ لَا تَخْتَرْ۔

نوٹ: اِعْتَادَ اور اِخْتَارَ سے اسم مفعول اور اسم فاعل دونوں ابدال کے بعد ایک جیسے ہو گئے اصل وزن میں مختلف ہیں۔ اِعْتَادَ سے اسم فاعل مُفْتَعِلٌ کے وزن پر مُعْتَوِدٌ اور اسم مفعول مُعْتَوَدٌ بنتے تھے مگر واؤ الف میں بدلنے سے دونوں مُعْتَادٌ ہو گئے۔ یہی صورت اِخْتَارَ سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی ہے۔

۹۔ اگر لام کلمہ یاء ہو:

اِرْتَضٰی یَرْتَضِیْ اِرْتِضَاءً مُرْتَضٍ اُرْتُضِیَ یُرْتَضٰی اِرْتِضَاءً مُرْتَضًی اِرْتَضِ لَاتَرْتَضِ۔

۶۔ باب اِفْعِلَالْ

اِحْمَرَّ یَحْمَرُّ اِحْمِرَارًا مُحْمَرٌّ الامر منه اِحْمَرَّ اِحْمَرِّ اِحْمَرِرْ۔ وَالنَّھْی لَاتَحْمَرَّ، لَاتَحْمَرِرْ۔

۷۔ باب تُفَاعُل

تَکَاثَرَ یَتَکَاثَرُ تَکَاثُرًا مُتَکَاثِرٌ تُکُوْثِرَ یُتَکَاثَرُ تَکَاثُرًا مُتَکَاثَرٌ تَکَاثَرْ لَاتَتَکَاثَرْ، لَاتَکَاثَرْ۔

۱۔ باب تفاعل میں فعل مضارع کے جس جس صیغے میں شروع میں دو تاء آئیں ان میں سے ایک کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے تَتَکَاثَرُوْنَ اور تَکَاثَرُوْنَ دونوں درست ہیں۔

۲۔ اگر فاء کلمہ ان گیارہ حروف۔ ت۔ ث۔ د۔ ذ۔ ز۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ میں سے کوئی حرف ہو تو تفاعل کی تاء کو فاء کلمے سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے البتہ اس صورت میں مصدر، ماضی اور امر میں ابتداء میں ہمزہ وصلی کا اضافہ کیا جائے گا۔ جیسے تَثَاقَلَ سے اِثَّاقَلَ یَثَّاقَلُ اِثَّاقُلاً اِثَّاقَلْ۔

۳۔ ماضی مجہول میں تفاعل کا الف زائد ہو اؤ میں بدل جاتا ہے، جیسا کہ اوپر مثال سے واضح ہے۔

۴۔ اگر لام کلمہ یاء ہو تو صرف صغیر اس طرح ہو گی:

تَرَاضَی یَتَرَاضٰی تَرَاضِیًا مُتَرَاضٍ تُرُوْضِیَ یُتَرَاضٰی تَرَضِیًا مُتَرَاضًی تَرَاضَ

لَاتَتَرَاضَ۔

۸۔ باب تَفَعُّلٌ

تَكَلَّمَ يَتَكَلَّمُ تَكَلُّمًا مُتَكَلِّمٌ تُكُلِّمَ يُتَكَلَّمُ تَكَلُّمًا مُتَكَلَّمٌ تَكَلَّمْ لَا تَتَكَلَّمْ، لَاتَكَلَّمْ۔

۱۔ باب تفاعل کی طرح تَفَعُّلٌ کے مضارع کے صیغوں میں دو تاء میں سے ایک کو حذف کرنا جائز ہے۔

۲۔ باب تفاعل کی طرح تفعل میں بھی گیارہ حروف کی صورت میں تاء کو فاء کلمے میں بدلنا جائز ہے اور اسی طرح ماضی مصدر اور امر میں شروع میں ہمزہ وصلی کا اضافہ کرنا ہو گا، جیسے: تَطَهَّرَ سے اِطَّهَّرَ يَطَّهَّرُ۔ اِطَّهُّرًا۔ اِطَّهَّرْ اسی طرح تَذَكَّرَ سے اِذَّكَّرَ۔

۳۔ اگر لام کلمہ یاء ہو تو صَرفِ صغیر یوں گی:

تَمَنّٰى يَتَمَنّٰى تَمَنِّيًا مُتَمَنٍّ تُمُنِّيَ يُتَمَنّٰى تَمَنِّيًا مُتَمَنًّى تَمَنَّ لَاتَتَمَنَّ۔

۹۔ باب اِسْتِفْعَال

اِسْتَغْفَرَ يَسْتَغْفِرُ اِسْتِغْفَارًا مُسْتَغْفِرٌ اُسْتُغْفِرَ يُسْتَغْفَرُ اِسْتِغْفَارًا مُسْتَغْفَرٌ اِسْتَغْفِرْ لَاتَسْتَغْفِرْ۔

۱۔ اگر عین کلمہ واؤ ہو۔

اِسْتَعَانَ يَسْتَعِيْنُ اِسْتِعَانَةً مُسْتَعِيْنٌ اُسْتُعِيْنَ يُسْتَعَانُ اِسْتِعَانَةً مُسْتَعَانٌ اِسْتَعِنْ لَاتَسْتَعِنْ۔

۲۔ اگر عین کلمہ یاء ہو پھر بھی صَرف صغیر اسی (واؤ والے) وزن پر

آئے گی۔

۳۔ اگر لام کلمہ یاء ہو:

اِسْتَغْنٰی یَسْتَغْنِیْ اِسْتِغْنَاءً مُسْتَغْنٍ اُسْتُغْنِیَ یُسْتَغْنٰی اِسْتِغْنَاءً مُسْتَغْنًی اِسْتَغْنِ لَاتَسْتَغْنِ۔

۱۰۔ باب اِفْعِیْعَال

اِخْشَوْشَنَ یَخْشَوْشِنَ اِخْشِیْشَانًا مُخْشَوْشِنٌ الامرمنه اِخْشَوْشِنْ والنَّهی لَاتَخْشَوْشِنْ۔

۱۱۔ باب اِفْعِوَّال

اِجْلَوَّذَ یَجْلَوِّذُ اِجْلِوَّاذًا مُجْلَوِّذٌ الامرمنه اِجْلَوِّذْ والنَّهی لَاتَجْلَوِّذْ۔

۱۲۔ باب اِفْعِیْلَال

اِدْهَامَّ یَدْهَامُّ اِدْهِیْمَامًا مُدْهَامٌّ الامرمنه اِدْهَامَّ اِدْهَامِّ اِدْهَامِمْ وَالنَّهی لَاتَدْهَامَّ لَاتَدْهَامِمْ۔

ابوابِ ثُلاثیِ مَزید فیہ کی خُصوصیات

ا۔ بابِ اِفعال

بابِ اِفعال کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

ا۔ تعدیہ: تعدیہ سے مراد ہے فعل لازم کو متعدّی بنا دینا اور ایک مفعول کو چاہنے والے فعل متعدّی کو متعدّی بہ دو مفعول اور متعدّی بہ دو مفعول کو متعدّی بہ سہ مفعول بنانا جیسے:

دَخَلَ زَيْدٌ (زید داخل ہوا) سے أَدْخَلَ زَيْدًا (اس نے زید کو داخل کیا)

خَرَجَ رَجُلٌ (ایک آدمی نکلا) سے أَخْرَجَ رَجُلًا (اس نے ایک آدمی کو نکالا)

حَفَرَ نَهْرًا اس نے نہر کھودی) سے أَحْفَرْتُهُ نَهْرًا (میں نے اس سے نہر کھدوائی)

شَرِبَ لَبَنًا (اس نے دودھ پیا) سے أَشْرَبْتُهُ لَبَنًا (میں نے اسے دودھ پلایا)

طَعِمَ طَعَامًا (اس نے کھانا کھایا) سے أَطْعَمْتُهُ طَعَامًا (میں نے اسے کھانا کھلایا)

بَكٰى (رویا) سے أَبْكٰى (رُلایا)

ضَحِكَ (ہنسا) سے اَضْحَكَ (ہنسایا)

لَبِسَ (پہنا) سے اَلْبَسَ (پہنایا)

غَضِبَ (غصّے ہوا) سے اَغْضَبَ (غصہ دلایا)

رَضِیَ (خوش ہوا) سے اَرْضیٰ (خوش کیا)

فَهِمَ (سمجھا) سے اَفْهَمَ (سمجھایا)

۲۔ تصییر: (کسی چیز کو صاحبِ ماخذ[1] بنانا) جیسے: اَشْرَكْتُ النَّعْلَ (میں نے جوتے کو تسمے والا بنایا۔ اس میں ماخذ شِرَاكٌ بمعنی تسمہ ہے)۔ اَقْفَلْتُ الْبَابَ (میں نے دروازے کو قفل والا کر دیا، اس پر تالا ڈال دیا۔ اس میں ماخذ قفل ہے)

۳۔ (کسی چیز کا صاحبِ ماخذ بننا) جیسے: اَلْبَنَ الْبَقَّرُ (گائے دودھ والی بن گئی)۔ اَقْفَرَ الْبَلَدُ (شہر ویران ہو گیا۔ ماخذ قفر بمعنی ویرانہ) اَغَلَّتِ الْاَرْضُ (زمین غلّہ والی ہو گئی۔ ماخذ غلّہ ہے)

۴۔ بُلوغ: (ماخذ میں آنا یا پہنچنا)۔ جیسے اَصْبَحَ زَیْدٌ (زید صبح کے وقت آیا)، اَمْسَی بَكَرٌ (بکر شام کے وقت آیا۔ اس میں ماخذ مَسَاء بمعنی شام ہے)، اَعْرَقَ عَمْرٌو (عمرو عراق میں پہنچا، اس میں ماخذ عراق ہے)۔ اَشْأَمَ زَیْدٌ (زید شام میں پہنچا۔ اس میں ماخذ شام ہے)۔

۵۔ سَلْب: (کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا) جیسے شَكٰی زَیْدٌ فَاَشْكَیْتُهٗ (زید نے شکایت کی تو میں نے اس کی شکایت کو دور کر دیا۔ اس میں ماخذ شکویٰ بمعنی

---

[1] ماخذ سے مراد وہ اسم ہے جس سے فعل بنایا جائے۔ یہ مصدر نہیں ہوتا۔

شکایت ہے)۔

۶۔ وجدان: (کسی کو ماخذ کے ساتھ متصف پانا)۔ جیسے: اَبْخَلْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو بخیل پایا۔ اس میں ماخذ بُخل ہے)۔ اَحْمَدْتُّ عَمْرًوا (میں نے عمرو کو قابلِ تعریف پایا۔ اس میں ماخذ حمد ہے)۔

۷۔ حَیْنُونَتُ: (کسی چیز کا ماخذ کے وقت کو پہنچنا۔ جیسے: اَحْصَدَ الزَّرْعُ (کھیتی کٹائی کے وقت کو پہنچ گئی۔ اس میں ماخذ حِصَاد ہے، بمعنی کھیتی کاٹنا)۔

۸۔ نسبت ماخذ: (کسی کو ماخذ سے نسبت دینا) جیسے اَکْفَرْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو کفر سے منسوب کیا۔ اس میں ماخذ کفر ہے)۔

۹۔ اِبتدا: (مُجَرَّد کے معنی سے مختلف معنی میں آنا)۔ جیسے اَشْفَقَ زَیْدٌ (زید ڈرا۔ اس میں مادہ مُجَرَّد شَفَقَ ہے، جس کا معنی ہے شفقت، مہربانی)۔

۱۰۔ مُطاوعت باب تفعیل: اس سے مراد یہ ہے کہ باب تفعیل کے فعل کے بعد اس غرض کے لیے آنا کہ مفعول نے فاعل کے اثر کو قبول کر لیا ہے، جیسے: بَشَّرْتُہٗ فَأَبْشَرَ (میں نے اس کو خوشخبری دی پس وہ خوش ہو گیا)۔

۲۔ باب تَفْعِیل

باب تفعیل کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

ا۔ تعدیہ: یہ اس باب کی اہم ترین خصوصیت ہے:

نَزَلَ الْکِتَابُ (کتاب اتاری) نَزَّلَ اللہُ الْکِتَابَ (اللہ نے کتاب اُتاری)

کَذَبَ زَیْدٌ (زید نے جھوٹ بولا) کَذَّبْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو جھٹلایا)

فَرِحَ عَمْرٌو (عمرو خوش ہوا) فَرَّحْتُ عَمْرًوا (میں نے عمر کو خوش کیا)

غَضِبَ بَکْرٌ (بکر غصّے ہوا)　　غَضَّبَ بَکْرًا (اس نے بکر کو غصہ دلایا)

صَدَقَ زَیْدٌ (زید نے سچ کہا)　　صَدَّقْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو سچا جانا)

۲۔ تکثیر و مبالغہ۔ باب تفعیل کی دوسری اہم خصوصیت تکثیر یا مبالغہ ہے۔ جیسے:

قَتَلَ (اس قتل کیا) قَتَّلَ (ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا۔ بہت بری طرح قتل کیا)۔

قَطَعَ (اس نے کاٹا) قَطَّعَ (اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹا)

۳۔ تدریج: اس میں فعل کو بتدریج وقوع میں لانے کا مفہوم پایا جاتا ہے، جیسے:

أَنْزَلَ اللهُ الْقُرْاٰنَ (اللہ نے قرآن کو یکبار گیا تارا۔ یعنی ساتویں آسمان سے آسمانِ دنیا پر) نَزَّلَ اللهُ الْقُرْاٰنَ (اللہ نے قرآن کو بتدریج نازل فرمایا)

اَعْلَمَ (اس نے علم دیا۔ آگاہ کیا) عَلَّمَ (اس نے بتدریج علم دیا)

۴۔ صیرورت: جیسے: نَوَّرَالشَّجَرُ (درخت شگوفہ دار ہوا۔ اس میں ماخذ نَوْرٌ بمعنی شگوفہ ہے)۔ فَرَّخَتِ الطَّاۤىِٕرَةُ (پرندہ بچے والا ہو گیا۔ اس میں ماخذ فَرْخٌ بمعنی چوزہ ہے)۔

۵۔ بُلوغ: جیسے: خَیَّمَ زَیْدٌ (زید خیمے میں آیا۔ اس میں ماخذ خیمہ ہے)۔ عَمَّقَ زَیْدٌ (زید گہرائی میں جا پہنچا۔ اس میں ماخذ عُمق بمعنی گہرائی ہے)۔

۶۔ نسبت ماخذ: جیسے: کَفَّرْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو کفر سے نسبت دی۔

اس میں ماخذ کفر ہے)۔ فَسَّقْتُ عَمروًا (میں نے عمرو کو فسق سے نسبت دی۔ اس میں ماخذ فسق ہے)۔

۷۔ تصییر: جیسے وَتَّرْتُ الْقَوْسَ (میں نے کمان کو زہ دار بنایا۔ ماخذ وتر)

۸۔ سلب: جیسے قَرَّدْتُ الْاِبِلَ (میں نے اونٹ سے چیچڑی کو دور کیا۔ اس میں ماخذ قراد ہے)۔ قَشَّرْتُ الْعُوْدَ (میں نے لکڑی کا چھلکا اتارا۔ اس میں ماخذ قِشْرٌ ہے)۔

۹۔ ابتدا: جیسے کَلَّمْتُهٗ (میں نے اس سے کلام کیا۔ اس کا مادہ کَلْمٌ ہے۔ جس کا معنی زخمی کرنا ہے)۔

۱۰۔ تحویل: (تحویل سے مراد ہے کسی چیز کو ماخذ یا ماخذ کے مثل بنانا) جیسے نَصَّرَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ (آدمی نے اپنے بیٹے کو نصرانی بنایا۔ اس میں ماخذ نصرانی ہے) هَوَّدَ الْوَالِدُ ابْنَهٗ (باپ نے اپنے بیٹے کو یہودی بنایا۔ اس میں ماخذ ھود ہے)۔

۱۱۔ قصر: (قصر سے مراد ہے اختصار کی غرض سے مرکب کلمہ یا جملہ کو مختصر کر دینا) جیسے: هَلَّلَ (اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا)۔ سَبَّحَ (اس نے سبحان اللہ کہا)۔ کَبَّرَ (اس نے اللہ اکبر کہا)۔

۳۔ باب مُفَاعُلَة

۱۔ اشتراک: باب مُفَاعَلَہ کی اہم ترین خصوصیت اشتراک ہے (یعنی کسی کام میں دو اشخاص یا دو گروہوں وغیرہ کا اس طرح شرکت کرنا کہ ان میں سے ہر دو فاعل بھی ہوں اور مفعول بھی، البتہ جملے کی ساخت یُوں ہوگی ہوگی ایک فاعل ہوگا دوسرا مفعول) جیسے قَاتَلَ زَیْدٌ عَمْرًوا (زید اور عمرو نے باہم لڑائی کی)۔ اس میں لڑنے کا فعل زید اور عمرو دونوں کی طرف سے صادر ہو رہا ہے اور دونوں پر وقوع پذیر ہو رہا ہے یعنی دونوں بیک وقت فاعل ہیں اور مفعول بھی لیکن جملے میں پہلا شخص فاعل کے طور پر مرفوع ہے جبکہ دوسرا مفعول کے طور پر منصوب) خَاصَمَنِیْ بَکْرٌ (بکر نے مجھ سے جھگڑا کیا)۔ اس میں دونوں یعنی متکلم اور بکر فاعلِ خُصُومت ہیں۔ اور دونوں مفعول بھی۔ البتہ جملے میں متکلم مفعول اور بکرٌ فاعل ہے۔

۲۔ موافقت مُجرَّد: (یعنی مادہ کا ثُلاثِی مُجرَّد کے معنی میں آنا) جیسے سَافَرَ زَیْدٌ (زید نے سفر کیا) میں سَافَرَ بمعنی سَفَرَ ہے۔

۳۔ موافقتِ اِفعال: جیسے بَاعَدْتُّہٗ (میں نے اسے دور کیا)۔۔۔ بمعنی أَبْعَدْتُّہٗ ہے۔

۴۔ موافقتِ تفعیل: جیسے ضَاعَفْتُہٗ (میں نے اسے دو گنا کیا)۔ بمعنی ضَعَّفْتُہٗ ہے۔

۴۔ بابِ اِنْفِعَال

۱۔ لُزُوم: باب انفعال کی سب سے نمایاں خصوصیت لُزوم ہے۔ یہ باب ہمیشہ لازم آتا ہے اور اس باب سے آنے والے افعال عام طور پر جوارح یعنی ظاہری اعضاء(ہاتھ پاؤں وغیرہ) سے صادر ہوتے ہیں۔

مثالیں: کَسَرَ (توڑنا۔ متعدّی) سے اِنْکَسَرَ (ٹوٹنا۔ لازم) فَتَحَ (کھولنا۔ متعدّی) سے اِنْفَتَحَ (کھلنا۔ لازم) قَطَعَ (کاٹنا۔ متعدّی) اَنْقَطَعَ (کٹنا۔ لازم)۔ قَلَبَ (اُلٹانا۔ حالت تبدیل کرنا۔ متعدّی) سے اِنْقَلَبَ (اُلٹنا۔ حالت کا بدلنا۔ لازم)۔کَشَفَ (پردہ ہٹانا)۔ کھولنا۔ متعدّی) اِنْکَشَفَ (پردہ ہٹنا۔ کھلنا۔ لازم)۔

۲۔ مطاوعت فَعَّل: جیسے کَسَّرْتُہٗ فَاَنْکَسَرَ (میں نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا)۔

۳۔ مُطَاوَعَتِ اَفْعَلَ: جیسے: اَغلَقْتُ الْبَابَ فَاَنْخَلَقَ (میں نے دروازہ بند کیا تو وہ بند ہو گیا)۔

۴۔ ابتداء: جیسے اِنْطَلَقَ (وہ چلا گیا) مادہ مُجرَّد طَلَقَ ہے یعنی جدا کرنا۔

۵۔ بابِ اِفْتِعَال

۱۔ اِتّخاذ: (اتّخاذ سے مراد ہے کسی چیز کو ماخذ بنا لینا یا ماخذ میں لینا)۔ جیسے: اِجْتَحَرَ الْفَأرُ (چوہے نے بِل بنایا۔ ماخذ جُحْر ہے)۔

۲۔ تصرّف: (تحصیل ماخذ میں کوشش کرنا)۔ جیسے اِکْتَسَبَ الْعِلْمَ (اس نے کوشش سے علم حاصل کیا۔ ماخذ کسب ہے)۔

۳۔ مطاوعت فَعَّلَ: جیسے حَمَّلْتُہٗ فَاحْتَمَلَ (میں نے اس پر بوجھ لادا تو اس نے بوجھ اٹھالیا)۔

۶۔ باب اِفْعِلَال

یہ باب ہمیشہ لازم آتا ہے اور رنگ یا عیب پر دلالت کرتا ہے، جیسے: اِحْمَرَّ (وہ سرخ ہوا)۔ اِحْوَالَّ (وہ بھینگا ہوا)۔

۷۔ باب تَفَاعُلُ

ا۔ اشتراک: یہ اس باب کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ باب تفاعل میں اشتراک سے مراد ہے دو اشخاص کا مل کر کسی کام کو کرنا بایں طور کہ ہر دو لفظاً فاعل ہوں، یعنی جملے میں دونوں بذریعہ عطف مرفوع ہوں لیکن معنی کے لحاظ سے دونوں بیک وقت فاعل بھی ہوں اور مفعول بھی، جیسے: تَخَاصَمَ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو (زید اور عمرو جھگڑ پڑے)۔ اس میں زید اور عمرو دونوں جھگڑنے کے فعل میں شریک ہیں۔ زَيْدٌ تَخَاصَمَ کا فاعل ہے اس لیے مرفوع ہے اور عمرو بواسطہ حرف عطف واؤ تَخَاصَمَ کا فاعل ہے اس لیے مرفوع ہے۔ معنوی طور پر زید اور عمرو دونوں فاعل ہیں اور مفعول بھی کیونکہ جھگڑنے کا فعل زید پر عمرو کی جانب سے واقع ہوا اور عمرو پر زید کی جانب سے)۔ تَلَاطَمَ زَيْدٌ وَبَكْرٌ (زید اور بکر دونوں نے دھول دھپا کیا)۔ تَضَارَبَ زَيْدٌ وَعَمْرٌوا (زید اور عمر نے باہم مار پیٹ کی)۔

۲۔ تخییل: (یعنی دوسرے کو دھوکہ دینے کے لیے ظاہر کرنا کہ اسے ماخذ کا حصول ہوا ہے) جیسے تَمَارَضَ زَيْدٌ (زید نے دکھاوے کے لیے اپنے آپ کو

بیمار بنایا۔ ماخذ مَرَض)۔

۳۔ مطاوعتِ فاعل: جیسے نَاوَلْتُہٗ فَتَنَاوَلَ (میں نے اسے چیز دی تو اس نے لے لی)۔

۴۔ ابتدا: جیسے: تَبَارَكَ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے) اس کا مُجرَّد بَرَكَ ہے جس کا معنی ہے اونٹ بیٹھا)۔

۸۔ باب تَفَعُّل

۱۔ تکلّف: باب تَفَعُّل کی سب سے نمایاں خصوصیت تکلّف ہے۔ تکلّف سے مراد ہے ماخذ میں تصنّع کا اظہار کرنا۔ جیسے تَشَجَّعَ زَیْدٌ (زید بہ تکلّف بہادر بنا۔ ماخذ شجاعۃ ہے)۔ تَكَبَّرَ (بڑا بنا، ماخذ کبریا)۔

۲۔ تجنّب: (ماخذ سے بچنا، جیسے تَأَثَّمَ (وہ گناہ سے بچا۔ ماخذ اثم)۔ تَحَرَّجَ (وہ حرج یعنی نقصان، گناہ سے بچا۔ ماخذ حرج)۔

۳۔ صیرورت: جیسے تَمَوَّلَ زَیْدٌ (زید مال والا بن گیا)۔ (ماخذ مال ہے)

۴۔ اتخاذ: جیسے تَوَسَّدَ الْحَجَرَ (اس نے پتھر کو تکیہ بنایا۔ ماخذ وِسَادَۃٌ ہے)۔ تَأَبَّطَ الصَّبِيَّ (اس نے بچے کو بغل میں لیا۔ ماخذ اِبط ہے)۔

۵۔ تَعَمُّل: (یعنی ماخذ کو کام میں لانا۔ جیسے تَخَتَّمَ زَیْدٌ (زید نے انگوٹھی پہنی۔ ماخذ خَاتَم ہے) تَتَرَّسَ عَمْرٌو (عمرو ڈھال کو کام میں لایا۔ ماخذ تُرس ہے)۔

۶۔ تدریج: جیسے: تَجَرَّعَ زَیْدٌ (زید نے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا)۔

۷۔ تَحَوُّل: (کسی چیز کا عین ماخذ یا مثل ماخذ بننا)۔ جیسے: تَنَصَّرَ الرَّجُلُ

(آدمی نصرانی ہو گیا۔ ماخذ نصرانی)۔ تَبَحَّرَ عَمْرٌو (عمرو بحر کے مانند ہو گیا۔ ماخذ بحر ہے)۔ تَهَوَّدَ رَجُلٌ (ایک آدمی یہودی ہو گیا۔ ماخذ ھود ہے)۔

۸۔ مطاوعت فعل: جیسے عَلَّمْتُهٗ فَتَعَلَّمَ (میں نے اسے سکھلایا پس وہ سیکھ گیا)۔

۹۔ ابتدا: جیسے تَكَلَّمَ (اس نے کلام کیا۔ مَادَّۂ مُجَرَّد کلمہ جس کا معنی ہے زخمی کرنا)۔

۹۔ بابِ اِسْتِفْعَال

ا۔ طلبِ ماخذ۔ باب استفعال کی اہم ترین خصوصیت طلبِ ماخذ ہے جیسے: اِسْتَنْصَرَ زَيْدٌ (زید نے نصرت طلب کی۔ ماخذ نصرۃ ہے)، اِسْتَفْتَى (اس نے فتویٰ طلب کیا۔ ماخذ فتویٰ ہے)۔ اِسْتَقْرَضَ (اس نے قرض مانگا۔ ماخذ قرض ہے)۔ اِسْتَغْفَرَ (اس نے مغفرت طلب کی۔ ماخذ غفران ہے)۔

اِسْتَعْلَمَ (اس نے معلومات چاہیں۔ ماخذ علم ہے)۔ اِسْتَرْشَدَ (اس نے راہنمائی طلب کی۔ ماخذ رُشد ہے)۔ اِسْتَحْلَفَ (اس نے قسم کا مطالبہ کیا۔ ماخذ حلف ہے)۔ اِسْتَكْبَرَ (اس نے بڑائی چاہی۔ ماخذ کبریاء)۔

۲۔ حُسْبَانَ۔ (یعنی کسی کو ماخذ سے متّصف گمان کرنا، جیسے اِسْتَعْظَمْتُهٗ (میں نے اسے عظیم گمان کیا۔ ماخذ عظمة)۔ اِسْتَحْسَنْتُهٗ (میں نے اسے اچھا سمجھا۔ ماخذ حُسن)۔

۳۔ وجدان۔ (ماخذ سے متصف پانا)۔ جیسے اِسْتَكْرَمْتُهٗ (میں نے اسے

کریم پایا۔ ماخذ کَرَم)

۴۔ تَحَوُّل: (قلب ماہیت سے ماخذ بن جانا)۔ جیسے اِسْتَحْجَرَ الطِّیْنُ (مٹی پتھر ہو گئی۔ ماخذ حجر ہے)۔

۵۔ اِتِّخَاذ: جیسے اِسْتَوْطَنَ اِنْجِلْتَرَا (اس نے انگلینڈ کو وطن بنا لیا۔ ماخذ وطن ہے)۔

۶۔ قصر: جیسے اِسْتَرْجَعَ (اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا)۔

۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ باب اِفْعِیْعَال۔ اِفْعَوَّال۔ اِفْعِیْلَال

باب اِفْعِیْلَال ہمیشہ لازم آتا ہے، رنگ یا عیب پر دلالت کرتا ہے اور اس میں مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ جیسے: اِحْمَارَّ (وہ بہت سرخ ہوا)۔ اِحْوَالَّ (وہ بہت بھینگا ہوا)۔ باب اِفْعِوَّال اور اِفْعِیْعَال بھی اکثر لازم آتے ہیں، جیسے: اِجْلَوَّذَ (وہ تیز تیز چلا)۔ اِھْدَوْدَبَ (وہ کبڑا ہوا)۔



مِائۃ عامل

(ایک سو عوامل)

عربی زبان میں کچھ حروف جملہ یا شبہ جملہ میں اس طرح استعمال ہوتے ہیں جیسے انگریزی زبان میں Preposition استعمال ہوتی ہیں یا کچھ دوسرے الفاظ مستعمل ہیں۔ عربی زبان میں استعمال ہونے والے ان حروف کی دو قسمیں ہیں: عاملہ اور غیر عاملہ۔

حروفِ عاملہ (واحد= حرفِ عامل) ان حروف کو کہتے ہیں جو اسم یا فعل پر داخل ہو کر اس کے اعراب میں تبدیلی واقع کرتے ہیں۔ جبکہ حروف غیر عاملہ وہ حروف ہیں جو اسم یا فعل پر داخل ہو کر اس کے اعراب میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتے البتہ معنیٰ میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔

اسی طرح کچھ اسماء اور افعال ہیں جو اپنے مدخول کے اعراب میں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔

مِائۃ عامل:

عمل کرنے والے (یعنی اپنے مدخول کے اعراب میں تبدیلی پیدا کرنے والے حروف، اسماء اور افعال تعداد میں کُل سو (مئۃ) ہیں اس لیے انہیں مِئۃ عامل کہتے ہیں مئۃ عامل پر مشہور عالمِ نحو شیخ عبد القاہر جرجانی (م۔ ۴۷۱ھ) نے

ایک کتاب بھی لکھی جو اسی نام (مئۃ عامل) سے موسوم ہے۔

عوامل دو طرح کے ہوتے ہیں—— لفظیہ اور معنویہ—— عوامل لفظیہ سے مراد ایسے عوامل ہیں جن کا تلّفظ ہو سکے۔ اور عوامل معنویہ ان عوامل کو کہتے ہیں جن کا تلّفظ نہ ہو سکے۔ عوامل لفظیہ کی کُل تعداد ۹۸ ہے جبکہ عوامل معنویہ صرف دو ہیں۔

عوامل لفظیہ کی پھر دو قسمیں ہیں —— سماعیہ اور قیاسیہ—— عوامل لفظیہ سماعیہ کی کل تعداد ۹۱ ہے جبکہ عوامل لفظیہ قیاسیہ کل سات ہیں۔

عوامل لفظیہ سماعیہ

عوامل لفظیہ سماعیہ کی تیرہ انواع ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

نوع اوّل: حروف جر — نوع ثانی: حروف مشبّہہ بالفعل — نوع ثالث: ماءلا مشابہ لیس

نوع رابع: حروف ناصبۂ اسم — نوع خامس: حروف ناصبۂ مضارع — نوع سادس: حروف جازمۂ مضارع

نوع سابع: اسماء جازمۂ مضارع — نوع ثامن: اسماء ناصبہ اسم نکرہ

نوع تاسع: اسماء الافعل — نوع عاشر: افعال ناقصہ — نوع حادی عشر: افعال مقاربہ

نوع ثانی عشر: افعال مدح وذم — نوع ثالث عشر: افعال قلوب۔

نوعِ اوّل:

حُروفِ جَرّ/ جارّہ

تعداد:

مشہور حروفِ جر / جارہ سترہ ۱۷ ہیں جنہیں یاد کرنے کی سہولت کے لیے اس شعر میں جمع کر دیا گیا ہے[1]

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
با و	تا و	کاف و	لام و	واؤ و	مُنْذُ	مُذْ	خَلَا
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷
رُبَّ	حَاشَا	مِنْ	عَدَا	فِي	عَنْ	إلىٰ	حَتّىٰ	عَلىٰ

تسمیہ:

یہ حروف اپنے مابعد اسم کو جرّ دیتے ہیں اس لیے انہیں حروفِ جرّ یا حروفِ جارّہ کہا جاتا ہے۔ حروفِ جرّ میں سے سات حروف یعنی تاء، کاف، واؤ، مُنذ، مُذ، رُبَّ اور حتّٰی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتے ہیں باقی دس حروفِ جرّ اسمِ ظاہر اور اسمِ ضمیر دونوں پر داخل ہوتے ہیں۔

اصلیہ وزائدہ:

---

1 چونکہ یہ حرف اپنے ماقبل کے معنی یا اثر کی اضافت یا اس کا افضاء اپنے مدخول تک کرتے ہیں اور ان کے بغیر معنی کی یہ اضافت یا افضاء ممکن نہیں اس لیے انہیں حروفِ اضافت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ ظرف دو قسم پر ہوتے ہیں: مفعول فیہ اور جار مجرور۔

چار حروفِ جر، باء، کاف، لاف اور مِنْ اپنے اصل معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور زائد کے طور پر بھی باقی تیرہ حروف صرف اپنے اصل معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اصل معنی میں استعمال ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر انہیں جملے سے حذف کر دیا جائے تو جملے کا مفہوم بر قرار نہیں رہتا، بگڑ جاتا ہے جبکہ زائد طور پر اگر استعمال ہو تو اس کے حذف کرنے سے جملے کے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسے مَازَیْدٌ بِقَاٖئِمٍ، لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ، لَیْسَ مِنْ خَالِقٍ إِلَّا اللّٰهُ میں بالترتیب باء، کاف اور مِنْ زائد ہیں۔

حروفِ جرّ کا عمل:

حروفِ جر اپنے مابعد اسم کو (یعنی جس اسم پر یہ داخل ہوں) جرّ دیتے ہیں[1]۔

استعمال کی شکلیں

ا۔اَلْبَاءُ (ب)

(سے، چمٹنا، کی مدد سے، ساتھ، سبب، عوض، میں، تعدیہ، قَسم وغیرہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی زائد طور پر بھی آتا ہے)۔

مثالیں:

---

1 جرّ ظاہری بھی ہو سکتا ہے اور تقدیری اور محلی بھی۔ مثلاً مَرَرْتُ بِزَیْدٍ زید پر ظاہری جرّ ہے، مَرَرْتُ بِمُوْسٰی میں موسیٰ پر تقدیری اور مَرَرْتُ بِهٖ میں ہٖ پر محلّی ہے۔

۱۔ بِهٖ دَاءٌ۔ (اسے بیماری ہے یعنی بیماری اسے چمٹ گئی ہے)

۲۔ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔ (میں زید کے پاس سے گزرا)

۳۔ کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ۔ (میں نے قلم سے لکھا، یعنی لکھنے میں مَیں نے قلم سے مدد لی)

۴۔ جِئْتُ بِثِیَابِ السَّفَرِ۔ (میں سفر کے کپڑوں کے ساتھ آیا)

۵۔ الکافِرُ یُعَذَّبُ بِکُفْرِہٖ۔ (کافر کو اس کے کفر کے سبب عذاب دیا جائے گا)

۶۔ إِشْتَرَیْتُ الْکِتَابَ بِعِشْرِیْنَ رُوبِیَةً (میں نے کتاب بیس روپے کے عوض خریدی)۔

۷۔ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللهُ بِبَدْرٍ [1] (اور واقعی اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی)

۸۔ ذَهَبْتُ بِزَیْدٍ۔ (میں زید کو لے گیا)

۹۔ بِاللهِ لَأَنْصُرَنَّ الْیَتِیْمَ (اللہ کی قسم میں یتیم کی مدد ضرور کروں گا)

۱۰۔ هَلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ؟ (کیا زید کھڑا ہے؟ یعنی هَلْ زَیْدٌ قَائِمٌ؟)

۲۔ مِنْ

(سے، بعض، بیان و وضاحت، سبب، بدل، دوری یعنی عَنْ کے معنی

---

1 آیت قرآنی۔

میں، الگ الگ وغیرہ معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ زائد کے طور پر بھی آتا ہے)۔

مثالیں:

۱۔سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوْفَةِ	(میں بصرہ سے کوفہ کو چلا)
۲۔ خَالِدٌ مَيْمُوْنُ الطَّالِعِ مِنْ يَوْمِ وِلَادَتِهٖ۔	(خالد اپنے یوم پیدائش سے ہی خوش بخت ہے)
۳۔خُذْ مِنَ الدَّرَاهِمِ۔	(کچھ دراہم لے لو)
۴۔وَمِنْ الْأَنْبِيَاءِ مَنْ كَلَّمَ اللهُ۔	(اور بعض انبیاء سے اللہ نے کلام فرمایا)۔
۵۔فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ [1]۔	(پس تم گندگی یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو)۔
۶۔ضَرَبْتُ التِّلْمِيْذَ مِنْ سُوْءِ أَدَبِهٖ۔	(میں نے شاگرد کو اس کی بدتمیزی کی وجہ سے پیٹا)
۷۔رَضِيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ [2]	(کیا تم آخرت کے بدلے دنیوی زندگی سے راضی ہو گئے)۔
۸۔قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِنْ هٰذَا۔	(ہم تم اس سے غافل تھے۔ یعنی عَنْ هٰذَا)

---

1 آیت قرآنی۔

2 ایضاً

٩۔وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ [1] (اور اللہ فسادی اور مصلح کو الگ الگ جانتا ہے)۔

١٠۔لَا یَجۡلِسُ مِنۡ أَحَدٍ۔ (کوئی نہ بیٹھے۔یعنی لَا یَجۡلِسُ أَحَدٌ)

٣۔إِلیٰ

(تک، کو، کی طرف، مَع، لامِ اختصاص یعنی لیے، اور عِنۡدَ وغیرہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے)۔

مثالیں:

١۔ذَهَبَ زَیۡدٌ إِلَی السُّوۡقِ (زید بازار کی طرف گیا)۔

٢۔نِمۡتُ اللَّیۡلَةَ إِلیٰ نِصۡفِهَا (میں نصف شب تک سویا)۔

٣۔أَتِمُّوا الصِّیَامَ إِلَی اللَّیۡلِ [2] (رات تک روزے کو مکمل کرو)

٤۔لَا تأۡکُلُوۡا اَمۡوَالَهُمۡ إِلیٰ اَمۡوَالِکُمۡ۔ [3] (اپنے اموال کے ساتھ ان کے اموال مت کھاؤ)

٥۔اَلۡأَمۡرُ إِلَیۡكَ (معاملہ تمہارے اختیار میں ہے۔یعنی لَكَ)

٦۔أَحَبُّ النَّاسِ إِلَی الرَّسُوۡلِ ﷺ إِحۡسَنُهُمۡ (رسولِ کریم ﷺ کے نزدیک لوگوں میں

---

1 ایضاً

2 آیتِ قرآنی

3 ایضاً

أَخْلَاقًا۔ سب سے عزیز وہ ہے جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے)۔

۴۔ حَتّٰی

(یہاں تک کہ، حتّٰی کہ، تک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے)۔

مثالیں:

۱۔ أَكَلْتُ السَّمَكَةَ حَتّٰی رَأْسِهَا۔	(میں نے مچھلی کھائی یہاں تک کہ اس کا سر بھی۔ یعنی سَر سمیت ساری مچھلی کھائی)۔
۲۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔	(شبِ قدر طلوع فجر تک ہے)۔
۳۔ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ۔	(میں گذشتہ رات صبح تک سویا)۔
۴۔ خَرَجَ النَّاسُ مِنَ الْبُيُوْتِ حَتَّى النِّسَاءِ	(لوگ گھروں سے نکل پڑے حتیٰ کہ عورتیں بھی)
۵۔ قَرَأْتُ الْكِتَابَ حَتَّى السَّطْرِ الْأَخِيْرِ۔	(میں نے آخری سطر تک کتاب پڑھی)۔
۶۔ مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔	(لوگ فوت ہو گئے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی)۔

۵۔فِیْ

(میں، اندر یعنی ظرفیت، مکانی، زمانی و مجازی، کے ساتھ، کی وجہ سے، إلیٰ وغیرہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے)۔

مثالیں:

۱۔اَلْمَالُ فِی الْکِیْسِ۔	(مال تھیلی / بٹوے میں ہے)۔
۲۔اَلْمَاءُ فِی الْکَأْسِ۔	(پانی گلاس میں ہے)۔
۳۔قَرَأْتُ الْکِتَابَ فِی أَرْبَعَۃِ أَیَّامٍ۔	(میں نے چار دن میں کتاب پڑھی)۔
۴۔اَلنَّجَاۃُ فِی الصِّدْقِ۔	(نجات سچائی میں ہے)۔
۵۔فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ فِی زِیْنَتِہٖ۔[1]	(تو وہ بڑی آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا)۔
۶۔ إِنَّ امْرَأَۃً دَخَلَتِ النَّارَ فِی ھِرَّۃٍ حَبَسَتْھَا۔[2]	(ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے، جسے اس نے محبوس کر رکھا تھا، دوزخ میں داخل ہوئی)۔
۷۔فَرَدُّوْآ اَیْدِیَھُمْ فِیْٓ اَفْوَاھِھِمْ۔[3] (فِی اَفْوَاھِھِمْ یعنی إِلیٰ اَفْوَاھِھِمْ)	(تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے مونہوں پر رکھ دیے)

---

1 قرآنی آیت۔

2 حدیثِ نبوی۔

3 قرآنی آیت۔

۶۔ اَللَّامُ (لِ/لَ[1])

(یہ مِلک، اختصاص، استحقاق، مقصد بتانے، فعل کا انجام بتانے، قسم اور تملیک یعنی مالک بنانے وغیرہ کے معانی میں آتا ہے)۔[2]

مثالیں

۱۔ اَلْاَرْضُ لِلّٰهِ۔ (زمین اللہ کی ہے / زمین اللہ کی ملکیت ہے)

۲۔ هٰذَا الْكِتَابُ لِزَيْدٍ۔ (یہ کتاب زید کی ہے / زید کی ملکیت

---

[1] لامِ جرّ اگر اسمِ ظاہر پر داخل ہو تو مکسور ہو جاتا ہے جیسے لِزَيْدٍ، لِلرَّجُلِ، اسم ضمیر پر داخل ہو تو مفتوح ہوتا ہے سوائے واحد متکلم کی ضمیر یاء کے کہ اس پر داخل ہو تو مکسور ہو جاتا ہے، جیسے لَهٗ، لَكُمْ اور لِيْ۔ اگر اسمِ ظاہر مُسْتَغاث ہو یعنی اس سے مدد طلب کی جائے تو لام، مفتوح ہو گا، جیسے يَا لَلْقَادِرِ لِلضَّعِيفِ، اے قدرت والے کمزور کی مدد فرما۔

[2] لامِ جر ان معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے: (۱) عَلٰى کے معنی میں: يَخِرُّوْنَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا، وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ (۲) فِي کے معنی میں: يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي، کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی میں کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ (۳) بَعْدَ کے معنی میں: أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ، نماز قائم کر سورج ڈھلنے کے بعد رات کے اندھیرے تک۔ (۴) إِلٰى کے معنی میں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا، یعنی إِلٰى هٰذا۔ (۵) زائد بھی آتا ہے: رَدِفَ لَكُمْ یعنی رَدِفَكُمْ، تمہارے نزدیک آ پہنچا۔

نوٹ: یہ پانچوں مثالیں قرآن مجید میں سے ہیں۔

ہے)

۳۔ اَلْجَنَّةُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (جنت مومنوں کے لیے ہے/ جنت مومنوں کے لیے مختص ہے)

۴۔ هٰذَا الْمِفْتَاحُ لِذَالِكَ الْبَابِ۔ (یہ چابی اس دروازے کی ہے/ اس دروازے کے لیے مختص ہے)

۵۔ ضَرَبْتُ الْوَلَدَ لِلتَّأْدِيْبِ۔ (میں نے لڑکے کو ادب سکھانے کے مقصد سے پیٹا)۔

۶۔ قَامَ التَّلَامِيْذُ لِإِكْرَامِ الْأُسْتَاذِ۔ طلبہ استاد کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہوئے)۔

۷۔ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ۔ (بچے پیدا کرو تاکہ انجام کار وہ مر جائیں اور عمارت بناؤ تاکہ آخر کار وہ تباہ ہو جائے)۔

۸۔ لَزِمَ الشَّرَّ لِلشَّقَاوَةِ۔ (وہ بدی سے وابستہ رہا تاکہ بدبختی اس کا انجام ہو)

۹۔ لِلّٰهِ لَا يُؤَخَّرُ الْأَجَلُ۔ (اللہ کی قسم، موت نہیں ٹلتی)

۱۰۔ وَهَبْتُ لِزَيْدٍ دِيْنَارًا۔ (میں نے ایک دینار زید کو عطا کر دیا یعنی اس کی مِلک بنا دیا)۔

۷۔ رُبَّ[1]

تقلیل اور تکثیر دونوں کے لیے آتا ہے اور کلام کے سیاق و سباق سے معلوم کیا جاتا ہے کہ تقلیل کے لیے استعمال کیا گیا ہے یا تکثیر کے لیے۔ تقلیل کے لیے ہو تو شاذ ہی، کم ہی (Seldom–Scare Any) کے معنی میں آتا ہے اور تکثیر کے لیے ہو تو اکثر، اکثر و بیشتر، بہت سے / سی (Often–Many) کے معنی میں آتا ہے[2]۔

---

1 اس کا تلفظ کئی طرح سے ہے مثلاً: رُبَّ۔ رَبَّ۔ رُبَ۔ رُبَّتْ۔ رَبَّتْ۔ رُبَتْ۔ رَبَتْ۔ رُبَّتَ۔ رُبَتَ۔ رَبَّتَ۔ رَبَتَ۔ رُبٌّ۔ رُبُ وغیرہ۔

2 (۱) رُبَّ کا مدخول جو عام طور پر اسم ظاہر نکرہ ہوتا ہے صفت کا محتاج ہوتا ہے اور یہ صفت مفرد، مرکب یا جملہ ہوتی ہے۔ اگر اس کی صفت جملہ فعلیہ ہو تو یہ جملہ فعلیہ، ماضیہ ہو گا یا لَمْ کے ساتھ مضارع یعنی معنی ماضیہ یا اس کی صفت جملہ اسمیہ ہو گی یا جار مجرور۔

(۲) اس کے ساتھ ما زائدہ کا متصل ہونا جائز ہے اس صورت میں یہ جرّ کا عمل نہیں کرے گا، جیسے رُبَّمَا السَّایِلُ أَغْنیٰ مِنَ الْمَسْئُوْلِ، شاید مانگنے والا اس سے زیادہ امیر ہے جس سے مانگا گیا ہے۔

(۳) رُبَّ کو لفظاً حذف کرنا جائز ہے اور بعد از حذف بھی اس کا معنی و عمل برقرار رہتا ہے۔ حذف کرنے کی صورت میں اکثر واؤ کو اس کے نائب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی کبھار فاء اور بَلْ کو بھی استعمال کر لیتے ہیں، جیسے وَرَجُلٍ أَمِیْنٍ لَقِیْتُہٗ، یعنی رُبَّ رُجُلٍ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۴) رُبَّ سے پہلے کسی چیز کا آنا جائز نہیں سوائے أَلَا اور یَا کے۔

مثالیں:

١۔ رُبَّ رَجُلٍ أَمِيْنٍ لَقِيْتُهٗ۔ (مجھے شاذ ہی امانت دار آدمی ملے)

٢۔ رُبَّ تِلْمِيْذٍ مُجْتَهِدٍ رَسَبَ۔ (شاذ ہی محنتی طالب علم ناکام ہوئے)

٣۔ رُبَّ أَمَلٍ فِي صَفَاءِ الزَّمَانِ قَدْ خَابَ۔ (خوش بختی کے زمانے میں شاذ ہی کوئی مراد ہو جو پوری نہ ہو)

٤۔ رُبَّ حَاسِدٍ سَعِيْدٍ رَأَيْتَ۔ (آپ نے شاذ ہی کوئی خوش حال حاسد دیکھا ہو گا)۔

٥۔ رُبَّ رَجُلٍ كَسُوْلٍ قَدْ أَخْفَقَ۔ (بہت سے کاہل آدمی ناکام ہو گئے)۔

٦۔ رُبَّ مَلُوْمٍ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ (بہت سے ملامت کیے گئے لوگوں کا کوئی گناہ نہیں ہوتا)۔

٧۔ رُبَّ فَلَّاحٍ بَاكِسْتَانِيٍّ مَا زَالَ فَقِيْرًا۔ (بہت سے پاکستانی کسان ابھی تک غریب ہیں)۔

٨۔ رُبَّ خَائِنٍ فِي بَاكِسْتَانَ قَدْ نَجَحَ۔ (پاکستان میں بہت سے بدعنوان کامیاب ہو گئے ہیں)۔

٨۔ علیٰ

پَر، اوپر (یعنی اِسْتِعلا، حقیقی و مجازی، فِيْ، کی وجہ سے، مَعَ، ’ب‘ اور تاہم، لیکن (یعنی استدراک) وغیرہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے)۔

مثالیں:

۱۔زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ۔ (زید چھت پر ہے)۔

۲۔اَلْوَلَدُ جَالِسٌ عَلَى الْمَقْعِدِ۔ (لڑکا بنچ پر بیٹھا ہے)۔

۳۔عَلَيهِ دَيْنٌ۔ (اس پر قرضہ ہے)۔

۴۔خَالِدٌ أَمِيْرٌ عَلَيْنَا۔ (خالد ہم پر حاکم ہے)۔

۵۔تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ۔ (میں نے اللہ پر بھروسہ کیا)۔

۶۔كُنْتُ عَلىٰ سَفَرٍ فِيْ الْأُسْبُوْعِ الْمَاضِيْ۔ (پچھلے ہفتے میں سفر میں تھا)۔

۷۔أُشْكُرِ الْمُحْسِنَ عَلىٰ إِحْسَانِهٖ۔ (محسن کا اس کے احسان کی وجہ سے شکریہ ادا کر)۔

۸۔وَآتَى الْمَالَ عَلىٰ حُبِّهٖ۔[1] (اور اپنی محبت کے باوجود مال عطا کیا)۔

۹۔رَكِبَ الْوَلَدُ عَلَى اسْمِ اللهِ۔ (لڑکا اللہ کے نام سے سوار ہو گیا۔ یعنی بِاسْمِ اللهِ)۔

۱۰۔نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ فِي أَسْوَءِ حَالٍ عَلىٰ أَنَّنَا لَانَيْأَسُ مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ۔ (ہم مسلمان بہت بدحال ہیں تاہم اللہ کی رحمت سے ہم مایوس نہیں ہوتے)

۹۔عَنْ

دور ہونے، ہٹ جانے، آگے گزر جانے (بعد و مجازوت، خواہ کوئی چیز ایک سے زائل ہو کر دوسرے تک پہنچے، یا زائل ہوئے بغیر پہنچے یا صرف ایک

---

1 قرآنی آیت۔

سے زائل ہو مگر کسی دوسرے کو نہ پہنچے)، بدل، بَعد، علیٰ، مِنۡ اور 'بِ' جانب وغیرہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے)۔

مثالیں:

۱۔ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ إِلَى الصَّيدِ۔ (میں نے کمان سے تیر شکار پر چلایا)۔

(یعنی میرے چلانے سے تیر کمان سے ہٹ کر یا دور ہو کر شکار کو پہنچ گیا)۔

۲۔ أَخَذْتُ عَنْ زَيْدٍ الْعِلْمَ۔ (میں نے زید سے علم حاصل کیا)۔

(یعنی مجھے زید سے علم حاصل ہوا، بغیر اس کے کہ زید سے علم دور یا زائل ہو گیا ہو)

۳۔ أَدَّيْتُ عَنْ خَالِدٍ الدَّيْنَ۔ (میں نے خالد کا قرضہ ادا کر دیا)۔

(یعنی خالد سے قرضہ دور ہو گیا، زائل ہو گیا، بغیر اس کے کہ کسی اور پر قرضہ چڑھا ہو)۔

۴۔ صُوْمِيْ عَنْ أُمِّكِ[1]۔ (اپنی ماں کی طرف سے یعنی اس کے بدل کے طور پر روزہ رکھ)

۵۔ دَعِ الْمَغْرُوْرَ فَعَنْ قَرِيْبٍ تَكْشِفُهٗ أَيَّامُهٗ۔ (فریب خوردہ کو اپنے حال پر رہنے دے تھوڑی دیر بعد زمانہ اس پر حقیقت ظاہر کر دے گا)

۶۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ[1]۔ (تم ضرور ایک درجہ کے بعد دوسرے

---

[1] حدیث۔

درجہ پر چڑھو گے)۔

۷۔ وَمَنْ يَبْخَلْ فَاِنَّمَآ يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِہٖ۔[2] (جو بخل کرتا ہے اپنے خلاف ہی بخل کرتا ہے)۔

۸۔ وَ هُوَالَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ۔[3] (اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں سے توبہ کو قبول کرتا ہے)۔

۹۔وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔[4] (اور وہ خواہشِ نفس سے نہیں بولتا)

۱۰۔ يَجْلِسُ القَاضِى وَمِنْ عَنْ يَمِيْنِہٖ مُسَاعِدُہٗ۔ (قاضی بیٹھتا ہے اور اس کے دائیں جانب اس کا معاون)۔

۱۰۔اَلْكَافُ(كَ)

حرف تشبیہ ہے، کے مانند، کی طرح، جیسا، سبب (تعلیل) وغیرہ کے معانی میں آتا ہے۔زائد بھی آتا ہے۔

مثالیں:

۱۔زَيْدٌ كَالْأَسَدِ۔ (زید شیر کے مانند ہے)

۲۔اَلْوَلَدُ كَالْقَمَرِ۔ (بچہ چاند کے مانند ہے)

---

1 قرآنی آیت۔

2 ایضاً

3 ایضاً

4 قرآنی آیت۔

۳۔اَلْأَرْضُ كُرَةٌ كَالْكَوَاكِبِ الْأُخْرٰی۔ (زمین دوسرے سیاروں کے مانند ایک سیارہ ہے)۔

۴۔أَصْحَابُ النَّبِيِّ كَالنُّجُوْمِ۔ (نبی کریمؐ کے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں)۔

۵۔وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدَاكُمْ۔[1] (اور اس کا ذکر کرو بوجہ اس کے کہ اس نے تمھیں ہدایت دی)۔

۶۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔[2] (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اس میں کاف زائد ہے)۔

۱۱۔۱۲۔مُذْ۔مُنْذُ

یہ دونوں مدت اور عرصہ بتانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جس معنی میں انگریزی کے الفاظ since اور for استعمال ہوتے ہیں۔

مثالیں

۱۔مَارَأَيْتُهٗ مُذْ/مُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔ (میں نے اسے جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا)

۲۔مَاجَاءَنِيْ مُذْ/مُنْذُ يَوْمَيْنِ۔ (وہ دو دن سے میرے پاس نہیں آیا)۔

۳۔مَاسَافَرْتُ إِلٰی كَرَاتشی مُذ/ (میں نے ۱۹۹۵ء سے کراچی کا سفر نہیں

---

[1] ایضاً

[2] قرآنی آیت۔

مُنْذ سَنَةِ ۱۹۹۵م   کیا)۔

۴۔هُوَ جَالِسٌ فِي الطَّرِيقِ مُذ/ مُنْذُ سَاعَتَيْنِ۔ (وہ دو گھنٹے سے راستے میں بیٹھا ہے)۔

۵۔مُذ/مُنْذُ كَمْ سَاعَةَ تَنْتَظِرُ لِيْ؟ (تُو کتنے گھنٹوں سے میرا انتظار کر رہا ہے)۔

۶۔مُذْ/ مُنْذُ مَتٰى أَنْتَ مُقِيمٌ فِي هٰذَا الْبَلَدِ؟ (تُو اس شہر میں کب سے مقیم ہے)۔

۱۳۔اَلْوَاو(وَ)

قسم کے لیے استعمال ہوتی ہے۔(صرف اسمِ ظاہر پر داخل ہوتی ہے خواہ وہ اسمِ ظاہر اللہ ہو یا کوئی اور)۔

مثالیں:

۱۔وَاللّٰهِ لَأَنْصُرَنَّ الْمَظْلُوْمَ۔ (اللہ کی قسم میں مظلوم کی مدد ضرور کروں گا)۔

۲۔وَأَبِيْكَ مَا فِي الْعَيْشِ خَيْرٌ إِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ۔ (تیرے باپ کی قسم زندگی میں کوئی بھلائی نہیں جب حیاء چلی جائے)۔

۳۔وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِo لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍo[1] (اس امن والے شہر کی قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے)۔

---

[1] قرآنی آیات۔

۴۔وَاللّٰہِ مَاکَتَمْتُ الشَّھَادَۃَ۔ (اللہ کی قسم میں نے گواہی نہیں چھپائی)۔

۱۴۔اَلتَّاء(تَ)

قسم کے لیے استعمال ہوتی ہے اور صرف لفظ اللہ کے ساتھ مختص ہے۔

مثالیں:

۱۔تَاللّٰہِ لَأُسَاعِدَنَّ الضَّعِیْفَ۔ (اللہ کی قسم میں کمزور کی مدد ضرور کروں گا)۔

۲۔تَاللّٰہِ إِنَّ زَیْدًا لَصَادِقٌ۔ (اللہ کی قسم زید سچا ہے)۔

۳۔تَاللّٰہِ لَأَحْبَسَنَّ یَدَیَّ عَنِ الْأَذَی۔ (بخدا میں اپنے ہاتھ ایذا سے روک رکھوں گا)۔

۴۔ تَاللّٰہِ لَیْسَتْ قِیْمَۃُ الْمَرْءِ بِالْأَقْوَالِ وَلٰکِنْ بِالْأَفْعَالِ۔ (اللہ کی قسم، آدمی کی قدر و منزلت باتوں میں نہیں بلکہ کاموں میں ہے)۔

۱۵۔۱۷۔حَاشَا۔خَلَا۔عَدَا

یہ تینوں حروفِ جرّ اِستثناء کے لیے یعنی سوا، سوائے کے معنی میں آتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔جَاءَنِيْ الْقَوْمُ خَلَا (حَاشَا / عَدَا) زَیْدٍ۔ (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے)

۲۔ حَضَرَ التَّلَامِیْذُ عَدَا (خَلَا/ حَا شَا) خَالِدٍ۔ (خالد کے سوا تمام طلبہ حاضر ہوئے)۔

۳۔ نَجَحَتِ التِّلْمِیْذَاتُ خَلَا (عَدَا/ حاشا) فَاطِمَۃَ۔ (فاطمہ کے سوا تمام طالبات کامیاب ہو گئیں)۔

نوٹ: صرف خَلَا اور عَدَا سے پہلے مَا مصدریہ آسکتا ہے (حاشا سے پہلے نہیں آسکتا)۔ اس صورت میں یہ فعل ماضی قرار پائیں گے اور ان کے بعد آنے والا اسم مجرور ہونے کے بجائے مفعول بہ بن کر منصوب ہو گا جس کا فعل خلا، عدا ہی ہو گا اور فاعل پوشیدہ ضمیر ھُوَ ہو گی، جیسے: جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ مَا عَدَا (مَا خَلَا) زَیْدًا، میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے۔

حَاشَا کا تلفظ حَاشَ اور حَشَا بھی آتا ہے۔

نوعِ ثانی:

حُروف مشبّہہ بِالفِعل[1]

حروف مشبّہہ بالفعل چھے ہیں:

إِنَّ۔ أَنَّ۔ كَأَنَّ۔ لٰكِنَّ۔ لَيْتَ۔ لَعَلَّ۔

یہ حروف چونکہ فعل سے مشابہت رکھتے ہیں اس لیے انہیں حروف مشبّہہ بالفعل کہا جاتا ہے۔ ان کا شمار نواسخ میں ہوتا ہے۔ نواسخ (ناسخ کی جمع۔ منسوخ کر دینے والے) جملہ اسمیہ کے شروع میں آتے ہیں، اس طرح مبتدا سے جملہ کی جو ابتدا ہوتی ہے اس ابتدا کو منسوخ کر دیتے ہیں، مبتدا یا خبر میں اعراب کی تبدیلی کا باعث بنتے ہیں اور مبتدا پھر مبتدا کے بجائے اس ناسخ کا اسم کہلاتا ہے

---

[1] ان کی فعل سے مشابہت لفظی بھی ہے اور معنوی بھی۔ لفظی مشابہت یوں ہے کہ جس طرح افعال سہ حرفی، چار حرفی، پانچ حرفی ہوتے ہیں اسی طرح حروف مشبّہہ بالفعل بھی تین حرفی، چار حرفی اور پانچ حرفی ہیں۔ فعل کی طرح مبنی بر فتحہ ہیں۔ وزن میں بھی فعل سے مشابہت رکھتے ہیں، مثلاً: إِنَّ، أَنَّ، كَأَنَّ، لٰكِنَّ، لَيْتَ اور لَعَلَّ بالترتیب فِرَّ (تُو فرار ہو) فَرَّ (وہ فرار ہوا) قَطَعْنَ (ان عورتوں نے کاٹا)، خَالِفْنَ (تم سب عورتیں مخالفت کرو)، لَيْسَ اور قَطَعْنَ کے وزن پر ہیں۔ یہ معنوی طور پر بھی فعل کے مشابہ ہیں، پس إِنَّ اور أَنَّ کا معنی وہی ہے جو حَقَّقْتُ (میں نے تحقیق کی) کا ہے، كَأَنَّ معنی میں شَبَّهْتُ (میں نے تشبیہ دی) کے مشابہ ہے، لٰكِنَّ إِسْتَدْرَكْتُ (میں نے استدراک کیا، صحیح مفہوم پالیا) کے، لَيْتَ، تَمَنَّيْتُ (میں نے تمنا کی) اور لَعَلَّ، تَرَجَّيْتُ (میں نے امید کی) کے مشابہ ہے۔

جو اس پر داخل ہوتا ہے اور مبتدا کی خبر اس ناسخ کی خبر کہلاتی ہے۔ مثلاً: زَيْدٌ صَالِحٌ جملہ اسمیہ ہے، اس میں زَيْدٌ مبتدا ہے جس سے جملہ کی ابتدا ہوئی، صَالِحٌ اس کی خبر ہے، مبتدا اور خبر دونوں مرفوع ہیں۔ إِنَّ زَيْدًا صَالِحٌ میں إِنَّ نے زید سے ہونے والی جملے کی ابتدا کو منسوخ کر دیا۔ (کہ اب جملہ إِنَّ سے شروع ہو رہا ہے)، زَيْدًا اب إِنَّ کا اسم اور صَالِحٌ إِنَّ کی خبر ہے۔ زَید کا اعراب بھی تبدیل ہو گیا، اب یہ منصوب ہے جب کہ پہلے مرفوع تھا۔ كَانَ وغیرہ (افعالِ ناقصہ)، مَاوَلَا مشابہ لیس، لائے نفیِ جنس وغیرہ بھی نواسخ ہیں۔

حروف مشبّہہ بالفعل کا عمل:

حروف مشبّہہ بالفعل، إِنَّ، أَنَّ، كَأَنَّ، لٰكِنَّ، لَيْتَ، لَعَلَّ، جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مُبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ ان کے داخل ہونے کے بعد مبتدا ان کا اسم اور خبر ان کی خبر کہلاتی ہے۔ انہیں نواسخ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ کے مبتدا کی ابتدا کو منسوخ کر دیتے ہیں۔

نوٹ: اگر ان کے ساتھ ما زائدہ، جسے ما كافّه (كافّه: روک دینے والی، یعنی عمل روک دینے والی) کہتے ہیں متصل ہو جائے (ما زائدہ کو ملا کر لکھا جاتا ہے)، جیسے إِنَّمَا جبکہ ما موصولہ یا موصوفہ کو جداگانہ طور پر لکھا جاتا ہے: إِنَّ مَا) تو وہ ان کے عمل کو روک دیتا ہے، البتہ لَيْتَ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، پس اگر مَا زائدہ لَيْتَ کے متصل ہو جائے تو اس کے عمل کو باقی رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں، جیسے: إِنَّمَا زَيْدٌ حَاضِرٌ (بیشک زید موجود ہے) لَيْتَمَا زَيْدٌ حَاضِرٌ اور

لَيْتَمَا زَيْدٌ، زَيدًا حَاضِرٌ (کاش زید موجود ہوتا) دونوں درست ہیں۔ یہ حروف مَا زائدہ سے متصل ہو کر جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہو سکتے ہیں سوائے لَیْتَ کے، وہ ما سے متصل ہو کر بھی صرف جملہ اسمیہ پر ہی داخل ہو سکتا ہے۔[1]

ا۔ إِنَّ

جملے میں کہی گئی بات کی توثیق و تثبیت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً زَیْدٌ جَالِسٌ (زید بیٹھا ہے) میں زید کے بیٹھے ہونے کی خبر دی گئی، جو سچی یا جھوٹی ہو سکتی ہے۔ إِنَّ زَیْدًا جَالِسٌ (بے شک زید بیٹھا ہے) میں زید کا بیٹھا ہونا

---

1 حروف مشبہ بالفعل اس جملہ اسمیہ پر داخل نہیں ہو سکتے جو اسم شرط، اسم استفہام، کم خبریہ، لام ابتدا یا اذا فجائیہ سے شروع ہوں۔

حروف مشبّہہ بالفعل کی خبر مفرد، شبہ جملہ (یعنی ظرف یا جار مجرور) اور جملہ (اسمیہ یا فعلیہ) ہو سکتی ہے۔ خبر اگر مفرد کلمہ یا جملہ ہو تو اس کا اسم کے بعد آنا ضروری ہے (یعنی خبر اسم سے پہلے ہرگز نہیں آ سکتی)۔ اگر وہ شبہ جملہ ہو تو اسم سے پہلے بھی آ سکتی ہے۔ ایک صورت میں خبر کا اسم سے پہلے آنا واجب ہے، یعنی جب اسم میں ایسی ضمیر ہو جس کا مرجع جار مجرور کی خبر میں ہو، جیسے إِنَّ فِیْ الْحَقْلِ رِجَالَہٗ (بے شک کھیت میں ہیں اس کے آدمی)۔ اس میں فِیْ الْحَقْلِ خبر کو إِنَّ کے اسم رِجَالَہٗ سے پہلے لانا لازم ہے کیونکہ رِجَالَہٗ میں ضمیرہ ہٗ رجال کی طرف لوٹ رہی ہے، لہٰذا إِنَّ رِجَالَہٗ فِی الْحَقْلِ کہنا غلط ہے کیونکہ اس طرح ضمیرہٗ کا مرجع معلوم نہ ہو سکے گا اور کلام ناقابلِ فہم ہو جائے گا۔ البتہ ضمیر کے بغیر إِنَّ فِی الْحَقْلِ الرِّجَالَ اور اِنَّ الرِّجَالَ فِی الْحَقْلِ دونوں طرح درست ہے۔

تحقیق شدہ، توثیق شدہ، پختہ، شک و شبہہ سے بالا، یقینی بتایا گیا ہے۔ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اپنے اسم کو نصب اور اپنی خبر کو رفع دیتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ إِنَّ التِّلْمِيْذَ مُجْتَهِدٌ۔	(بے شک طالب علم محنتی ہے)۔
۲۔ إِنَّ الْمُعَلِّمَةَ عَالِمَةٌ۔	(بلا شبہ استانی عالمہ ہے)۔
۳۔ قَالَ صَدِيْقِيْ إِنَّ خَالِدًا نَجَحَ فِي الْإِمْتِحَانِ۔	(میرے دوست نے کہا کہ بے شک زید امتحان میں کامیاب ہو گیا)۔
۴۔ عَلِمْتُ/ رَأَيْتُ/ وَجَدْتُّ/ دَرَيْتُ إِنَّ الرِّيَاءَ لَبَلَاءٌ۔	(میں نے جانا/ دیکھا/ پایا/ سمجھا کہ ریاکاری ایک مصیبت ہے)۔
۵۔ وَاللّٰهِ إِنَّ الْجَهْلَ ظُلْمَةٌ۔	(اللہ کی قسم، بے شک جہالت تاریکی ہے)۔
۶۔ أَلَا/ أَمَا إِنَّ الرِّشْوَةَ جَرِيْمَةٌ۔	(سُن لو، بے شک رشوت جرم ہے)۔
۷۔ إِنَّ فِي الْبَيْتِ رَجُلاً۔	(بے شک گھر میں کوئی آدمی ہے)۔
۸۔ إِنَّمَا الصَّبْرُ فَضِيْلَةٌ۔	(بے شک صبر فضیلت ہے)۔
۹۔ نَعَمْ، إِنَّ كَمَالًا صَادِقٌ۔	(ہاں، بے شک کمال سچا ہے)۔
۱۰۔ قَامَ الْقَوْمُ حَتّٰى إِنَّ سَيِّدَهُمْ قَائِمٌ۔	(لوگ کھڑے ہو گئے حتی کہ ان کا سردار بھی کھڑا ہے)۔
۱۱۔ لَقِيْتُ زَيْدًا وَإِنَّهٗ رَاكِبٌ۔	(میں زید سے ملا اس حال میں کہ وہ

سوار تھا)۔

٢۔ أَنَّ

یہ بھی اس معنی میں استعمال ہوتا ہے جس معنی میں إِنَّ ہوتا ہے البتہ أَنَّ جملے کے شروع میں نہیں آتا۔ أَنَّ اپنے اسم و خبر کے ساتھ مل کر اس طرح مصدری معنی دیتا ہے کہ وہ اس کے ماقبل کا فاعل، نائب فاعل، مبتدا، مفعول یا مضاف الیہ یا مجرور بنے۔

مثالیں:

١۔ بَلَغَنِیْ أَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔ (مجھے یہ بات پہنچی کہ زید کھڑا ہے)۔

٢۔ سُمِعَ أَنَّ خَالِدًا فَاتِحٌ۔ (سُنا گیا کہ خالد فاتح ہے)۔

٣۔ عِنْدِیْ أَنَّ جَمَالًا صَادِقٌ۔ (مجھے خبر ہے کہ جمال سچا ہے)۔

٤۔ کَرِھْتُ أَنَّ الْوَلَدَ کَسُوْلٌ۔ (میں نے ناپسند کیا کہ لڑکا کاہل ہے)۔

٥۔ بَلَغَنِیْ خَبَرٌ أَنَّ الْأُسْتَاذَ مُسَافِرٌ۔ (مجھے استاد کے مسافر ہونے کی خبر پہنچی)۔

٦۔ تَأَلَّمْتُ مِنْ أَنَّ کَمَالًا مَرِیْضٌ۔ (مجھے اس سے دکھ ہوا کہ کمال مریض ہے)۔

٧۔ فَرِحْتُ بِأَنَّ الزَّعِیْمَ مُخْلِصٌ لِلْوَطَنِ۔ (میں اس سے خوش ہوا کہ لیڈر وطن سے مخلص ہے)۔

٨۔ عَلِمْتُ/ عَرَفْتُ/ رَأَیْتُ/ وَجَدْتُّ/ میں نے جانا/ پہچانا/ دیکھا/ پایا/

دَرَیْتُ/خِلْتُ/حَسِبْتُ أَنَّ الرِّیَاءَ بَلَاءٌ۔ سمجھا/ خیال کیا/ گمان کیا کہ ریاکاری ایک مصیبت ہے)۔

نوٹ: أَنَّ اپنے اسم و خبر کے ساتھ مل کر مثال نمبر ۱ میں فاعل بنا بَلَغَ کا، نمبر ۲ میں نائب فاعل بنا سُمِعَ کا، نمبر ۳ میں مبتدا بنا خبرِ مقدم عِنْدِیْ کا، نمبر ۴ میں مفعول بنا کَرِھْتُ کا، نمبر ۵ میں مضاف الیہ بنا خَبْرُ کا نمبر ۶ میں مجرور بنا مِنْ کا۔ یہ جملے معنی میں بالترتیب اس طرح ہیں: نمبر ۱ بَلَغَنِیْ قِیَامُ زَیْدٍ نمبر ۲ سُمِعَ فَتْحُ خَالِدٍ۔ نمبر ۳ صِدْقُ جمالٍ ثَابِتٌ عِنْدِی۔ نمبر ۴ کَرِھْتُ کَسْلَ الْوَلَدِ نمبر ۵ بَلَغَنِی خَبْرُ سَفَرِ الْأُسْتَاذِ۔ نمبر ۶ تَأَلَّمْتُ مِنْ مَرَضِ کَمَالٍ۔

۳۔ کَأَنَّ

یہ حرف تشبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ حرف کاف بھی تشبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن کَأَنَّ کے ذریعے تشبیہ کاف کی بہ نسبت قوی تر ہوتی ہے۔ اگر کَأَنَ کی خبر اسمِ جامد ہو تو اکثر یہ تشبیہ کے لیے (’گویا کہ‘ کے معنی میں) استعمال ہوتا ہے اور اگر اسم مشتق ہو یا جملہ فعلیہ یا جار مجرور ہو تو کَأَنَّ ظن یا شک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ کَأَنَّ زَیْدًا أَسَدٌ۔ (گویا کہ زید شیر ہے/ زید شیر کے مانند ہے)

۲۔ کَأَنَّ الْوَلَدَ قَمَرٌ۔ (گویا کہ لڑکا چاند ہے/ لڑکا چاند کی طرح ہے)۔

۳۔ کَأَنَّ الْحَبْلَ حَیَّةٌ۔ (گویا کہ رسی سانپ ہے/ رسی سانپ کے مانند

ہے)۔

۴۔كَأَنَّ الشَّعْرَ حَرِيْرٌ۔ (گویا کہ بال ریشم ہیں / ریشم کے مانند ہیں)۔

۵۔كَأَنَّ الرَّوْضَةَ جَنَّةٌ۔ (گویا کہ سبز ہ زار جنت ہے / جنت کے مانند ہے)۔

۶۔كَأَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔ (شاید زید کھڑا ہے / ایسا لگتا ہے کہ زید کھڑا ہے)

۷۔كَأَنَّ الْمَرِيْضَ مَاتَ۔ (شاید مریض مر گیا / ایسا لگتا ہے کہ مریض مَر گیا)۔

۸۔كَأَنَّ حَامِدًا فِي الدَّارِ (شاید حامد گھر میں ہے / ایسا لگتا ہے کہ حامد گھر میں ہے)۔

۴۔لٰكِنَّ

لیکن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایسے دو جملوں کے درمیان آتا ہے جو معنی میں ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں۔ پہلے جملے سے ایک فروعی ابہام پیدا ہوتا ہے جس کو دور کرنے کے لیے اور مکمل طور پر صحیح مفہوم پانے (استدراک) کے لیے لٰكِنَّ استعمال کیا جاتا ہے۔

مثالیں:

۱۔اَلرَّجُلُ غَنِيٌّ لٰكِنَّه بَخِيْلٌ۔ (آدمی مال دار ہے لیکن کنجوس ہے)۔

۲۔زَيْدٌ كَرِيْمٌ لٰكِنَّ صَدِيْقَه لَئِيْمٌ۔ (زید سخی ہے لیکن اس کا دوست کمینہ

ہے)۔

٣۔اَلشَّيْءُ رَخِيْصٌ لٰكِنَّ نَفْعَہٗ كَبِيْرٌ۔ (چیز سستی ہے لیکن اس کا فائدہ بڑا ہے)۔

٤۔هُوَ عَالِمٌ لٰكِنَّ ابْنَہٗ جَاهِلٌ۔ (وہ عالم ہے لیکن اس کا بیٹا جاہل ہے)۔

٥۔اَلرَّجُلُ ضَعِيْفٌ لٰكِنَّہٗ مُجْتَهِدٌ۔ (آدمی کمزور ہے لیکن محنتی ہے)۔

٦۔اَلْوَلَدُ نَحِيْفٌ لٰكِنَّہٗ شُجَاعٌ۔ (لڑکا دبلا پتلا ہے لیکن بہادر ہے)۔

٧۔ اَلْمَدِيْنَةُ كَبِيْرَةٌ لٰكِنَّ شَوَارِعَهَا ضَيِّقَةٌ۔ (شہر بڑا ہے لیک اس کی گلیاں تنگ ہیں)۔

٨۔ اَلْمَالُ نَافِعٌ لٰكِنَّ الْعِلْمَ أَنْفَعُ مِنْہُ۔ (مال مفید ہے لیکن علم اس سے زیادہ مفید ہے)۔

٥۔لَيْتَ

تمنا کے معنی میں آتا ہے، یعنی کسی مرغوب و محبوب چیز کی خواہش کے لیے، خواہ اس چیز کا حصول ممکن ہو یا ناممکن ہو۔ کسی ایسی چیز کے لیے لَيْتَ استعمال نہیں کیا جا سکتا جس کا واقع ہونا یقینی ہو (مثلاً یہ کہنا غلط ہے: لَيْتَ غَدًا يَجِيْءُ، کاش آنے والا کل آجائے۔

مثالیں:

١۔لَيْتَ الْجَوَّ مُعْتَدِلٌ۔ (کاش موسم معتدل ہوتا)

٢۔لَيْتَ الشَّبَابَ عَائِدٌ۔ (کاش جوانی لوٹ آتی)

٣۔لَيْتَ الصِّحَّةَ دَائِمَةٌ۔ (کاش صحت دائمی ہوتی)

٤۔لَيْتَ الْوَلَدَ الذَّكِيَ مُجْتَهِدٌ۔ (کاش ذہین لڑکا محنتی ہوتا)

٥۔ لَيْتَ الزَّعِيْمَ مُخْلِصٌ لِشَعْبِهٖ۔ (کاش لیڈر اپنی قوم کے ساتھ مخلص ہوتا)

٦۔لَيْتَ أَبَاهُ حَيٌّ۔ (کاش اس کا باپ زندہ ہوتا)

٧۔لَيْتَ الْأَنْبِيَاءَ مُحْسِنُوْنَ۔ (کاش امراء احسان کرنے والے ہوتے)

٨۔لَيْتَ النَّاسَ أَجْمَعِيْنَ رُحَمَاءُ۔ (کاش سب لوگ رحم کرنے والے ہوتے)

٦۔لَعَلَّ

یہ امید (ترجّی) کے معنی میں آتا ہے، یعنی ایسی چیز کے حصول کی اُمید یا انتظار کے لیے جس کا حصول ممکن اور آسان ہے۔ کبھی یہ خوفناک اور ناپسندیدہ چیز کی بابت اندیشے کے لیے آتا ہے۔ کبھی وجہ بیان کرنے (یعنی تاکہ) کے معنی میں آتا ہے۔

مثالیں:

١۔لَعَلَّ التِّلْمِيْذَ نَاجِحٌ۔ (امید ہے کہ طالب علم کامیاب ہو گا)

٢۔لَعَلَّ الْغَائِبَ قَادِمٌ۔ (شاید غیر موجود آنے والا ہو)

٣۔لَعَلَّ الْمَرِيْضَ يُفِيْقُ۔ (امید ہے کہ مریض صحت یاب ہو

جائے گا)

۴۔لَعَلَّ الْمُغْمَى عَلَيْهِ صَاحٍ۔ (امید ہے کہ بے ہوش آدمی کو ہوش آ جائے گا)

۵۔لَعَلَّ السَّيْلَ يُغْرِقُ الْقَرْيَةَ۔ (اندیشہ ہے کہ سیلاب بستی کو ڈبو دے گا)

٦۔لَعَلَّ الصَّدِيقَ وَفِيٌّ (امید ہے کہ دوست وفادار ہو گا)

۷۔لَعَلَّ الْجُرْحَ مُهْلِكٌ صَاحِبَهٗ۔ (اندیشہ ہے کہ زخم زخمی کو ہلاک کر دے گا)

۸۔أُوْصِيكَ بِالْإِجْتِهَادِ لَعَلَّكَ تَنْجَحُ۔ (میں تمہیں محنت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں تاکہ تم کامیاب ہو)۔

نوٹ: (ا) إِنَّ، أَنَّ اور لٰكِنَّ کے اسم کا معطوف منصوب ہو سکتا ہے اور مرفوع بھی جبکہ باقی تین حروف مشبہ بالفعل کے اسم کا معطوف لازماً منصوب ہو گا۔

(۲) إِنَّ، أَنَّ، كَأَنَّ اور لٰكِنَّ کے نون کی تخفیف کر کے انہیں إِنْ، أَنْ، كَأَنْ اور لٰكِنْ کی شکل میں استعمال کرنا جائز ہے۔ تخفیف کے بعد ان کے معنی و عمل کی صورت اس طرح ہو گی:

إِنْ (إِنَّ کے تخفیف شدہ نون کے ساتھ) جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہو سکتا ہے۔ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو اس کے معنی و عمل کو باقی

رکھنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کا معنی برقرار رہے جبکہ عمل باقی نہ رہے۔ عمل باقی نہ رکھنے کی صُورت میں اِنْ نافیہ سے اس کے التباس سے بچنے کے لیے اس کی خبر پر لامِ ابتدا کو داخل کرنا ہو گا یا پھر کلام میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس کی بدولت یہ اِنْ نافیہ نہ سمجھا جا سکے۔ تخفیف کے بعد اگر جملہ فعلیہ پر داخل ہو تو اس کے عمل کو باقی نہ رکھنا لازم ہے اور اس کا مابعد فعل مثبت فعل ہو (افعال ناقصہ میں سے ہو، ماسوا لیس کے، یا افعال مقاربہ، افعال قلوب وغیرہ میں سے ہو)۔

أَنْ (یعنی تخفیف کے بعد أَنَّ) کا معنی و عمل وہی ہو گا جو تخفیف سے پہلے یعنی أَنَّ کا ہے۔ أَنْ کا اسم ایک محذوف ضمیر ہو گی، اس کی خبر جملہ ہو گی، اسمیہ یا فعلیہ۔

کَأَنْ (یعنی کَأَنَّ بعد از تخفیفِ نون) کے معنی و عمل میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی۔ اس کا اسم اغلباً محذوف ضمیر ہو گی اور اس صورت میں اس کی خبر لازماً جملہ ہو گی، اسمیہ یا فعلیہ۔

لٰکِنْ کا معنی تو وہی رہتا ہے جو لٰکِنَّ کا ہے لیکن اس کا عمل باقی نہیں رہتا۔ نیز تخفیف کے بعد یہ جملہ اسمیہ کے علاوہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہو سکتا ہے۔

نوعِ ثالث:

مَا۔ لَا۔ اَلْمُشَبَّہَہ بِلَیْسَ

معنٰی و عمل:

مَا اور لَا دونوں حروف معنٰی اور عمل میں لَیْسَ کے مشابِہ ہیں، یعنی نافِیَہ ہیں اور جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مبتدا کو، جو اب ان کا اسم کہلاتا ہے، رفع اور خبر کو، جو اب ان کی خبر کہلاتی ہے، نصب دیتے ہیں۔ ان کا شمار نواسخِ جملہ میں ہے۔

مَا اور لَا میں صرف اتنا فرق ہے کہ مَا کا اسم اور خبر نکرہ اور معرفہ دونوں آسکتے ہیں جبکہ لَا کا اسم اور خبر دونوں لازماً نکرہ ہوتے ہیں۔ مَا کی خبر سے پہلے بَاء زائدہ لگانا جائز ہے۔ اس صورت میں اس باء کے بعد والا اسم لفظًا تو مجرور ہو گا جبکہ تقدیراً منصوب ہی رہے گا۔

مثالیں:

مَا زَیْدٌ قَائِمًا	(زید کھڑا نہیں ہے)
مَا ھٰذَا بَشَرًا	(یہ بشر نہیں ہے)
مَا ھُنَّ أُمَّھَاتِکُمْ	(وہ تمہاری مائیں نہیں ہیں)
مَا رَجُلٌ أَفْضَلَ مِنْكَ	(تم سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے)
لَا رَجُلٌ صَادِقًا	(کوئی آدمی سچّا نہیں ہے)
لَا وَلَدٌ مُجْتَھِدًا	(کوئی لڑکا محنتی نہیں ہے)
مَا خَالِدٌ بِجَالِسٍ	(خالد بیٹھا ہوا نہیں ہے)

مَاامْرَأَةٌ بِعَالِمَةٍ	(کوئی عورت عاملہ نہیں ہے)

نوٹ:

۱۔ مَا کی خبر سے پہلے اِلَّا آجائے تو 'ما' عمل نہیں کرتا، جیسے قرآنی آیت میں ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (اور محمدؐ نہیں ہیں سوائے ایک رسول کے / محمدؐ ایک رسول ہی تو ہیں)۔ یا جیسے: مَادُنْیَاَ اِلَّافَانِیَةٌ (تیری دنیا فانی ہی تو ہے) مَا اَمْرُكَ اِلَّا عَجِیْبٌ (تیرا معاملہ عجیب ہی تو ہے)۔

۲۔ حرف اِنْ (نافیہ) کا معنیٰ و عمل بھی وہی ہے جو مَا کا ہے اور اس کے استعمال کے قواعد وہی ہیں جو مَا کے ہیں، سوائے اس کے کہ اِنْ نافیہ کی خبر سے پہلے یا زائدہ نہیں آسکتی، جیسے اِنِ الطَّالِبُ مُجْتَهِدًا (طالب علم محنتی نہیں ہے، اِنْ الْوَلَدُ ذَكِیًّا (لڑکا ذہین نہیں ہے)۔

۳۔ حرف لَاتَ بھی مَا اور لَا کی طرح نفی کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اس کے عمل کی شرط یہ ہے کہ اس کا اسم اور خبر دونوں اسم زماں ہوتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک محذوف ہوتا ہے، جیسے: لَاتَ وَقْتَ نَدَامَةٍ (یہ وقت ندامت کا وقت نہیں ہے، جو اصل میں لَاتَ اَلْوَقْتُ وَقْتَ نَدَامِةٍ تھا، پس الوقت جو لَاتَ کا اسم تھا محذوف ہو گیا۔ لَاتَ سَاعَةَ تَوْبَةٍ (یہ گھڑی توبہ کی گھڑی نہیں ہے)۔

لَانَافِيَةُ الْجِنْسِ

لَا ایک یا ایک سے زیادہ کی نفی کے لیے بھی آتا ہے اور اپنے اسم کی پوری جنس کی نفی کے لیے بھی آتا ہے، اوّل الذکر معنیٰ میں لا مشابہ بِلَیْسَ ہے اور ثانی الذکر معنیٰ میں اسے لَانَافِیَةُ الْجِنْسِ (جنس کی نفی کرنے والا لَا) کہتے ہیں۔ ان دونوں کا عمل ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہے۔

عمل:

لَانَافِیَةُ الْجِنْسِ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مبتدا کو، جو اس لَا کے داخل ہونے کے بعد اس کا اسم کہلاتا ہے، نصب اور خبر کو، جو اس لَا کی خبر کہلاتی ہے، رفع دیتا ہے۔لَانَافِیَةُ الْجِنْسِ کا شمار بھی نواسخِ جملہ میں ہوتا ہے۔

مثالیں:

لَاکِتَابَ مَوْجُوْدٌ فِی الْحَقِیْقَةِ	(بستے میں کوئی بھی کتاب موجود نہیں ہے)
لَاوَلَدَ رَشِیْدٌ	(کوئی بھی لڑکا پختہ عقل کا نہیں ہے)
لَارَجُلَ عَالِمُ کُلِّ شَیْءٍ	(کوئی بھی آدمی ہر چیز کا عالم نہیں ہے)
لَامَعْرُوْفَ حَقِیْرٌ	(کوئی بھی بھلائی معمولی نہیں ہے)

نوٹ: لَا بطور نافیۃ الجنس کے اس صورت میں عمل کرے گا جب:

۱۔ اس کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں۔

۲۔ لَا پر کوئی حرفِ جرّ داخل نہ ہو۔

۳۔ لَا اور اس کے اسم کے درمیان کوئی اور کلمہ نہ ہو۔

چنانچہ ان مثالوں میں جو لَا ہے وہ نافیۃ الجنس نہیں ہے۔

حَضَرْتُ بِلَا تَأْخِيْرٍ	(میں بغیر تاخیر کے آ گیا)۔
اِشْتَرَيْتُ الْحِصَانَ بِلَا سَرْجٍ	(میں نے بغیر زین کے گھوڑا خریدا)

(ان دونوں مثالوں میں لَا بطورِ اسم غیر کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے اور اپنے مابعد اسم کا مضاف ہے)۔

لَا فِي الْقَصِيْدَةِ هِجَاءٌ لَا مَدِيْحٌ	(قصیدے میں نہ ہجو ہے اور نہ مدح)
لَا فِي الْحَدِيْقَةِ صِبْيَانٌ وَلَا بَنَاتٌ	(باغ میں نہ بچّے ہیں نہ بچیاں)

نوعِ رابع:

حروف ناصبہ اسم

نوعِ رابع میں وہ حروف شامل ہیں جو اپنے بعد والے اسم کو نصب دیتے ہیں، اس کے سوا ان کا کوئی عمل نہیں۔ یہ حروف تعداد میں کُل سات ہیں:

(مَعَ کے معنیٰ میں) واو۔ إِلَّا۔ يَا۔ آيَا۔ هَيَا۔ أَيْ۔ أَ

۱۔ الواو (بمعنیٰ: مَعَ)

یہ واو مَعَ کے معنیٰ میں آتا ہے، اس لیے اسے واوِ معیت یا واوِ مصاحبت

کہتے ہیں اور اس کے مابعد اسم کو مفعول معہ کہتے ہیں۔ واوِ معیت کا مابعد اسم منصوب ہوتا ہے بشرطیکہ اس واو اور اس کے مابعد اسم کے درمیان اور کوئی کلمہ نہ ہو اور اس کا مابعد مفرد ہو (جملہ یا شبہِ جملہ نہ ہو)

مثالیں:

۱۔جَاءَ زَیْدٌ وَخَالِدًا۔	(زید خالد سمیت آیا)
۲۔سِرْتُ وَحَامِدًا۔	(میں حامد سمیت چلا)
۳۔اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشَبَةَ۔	(پانی لکڑی سمیت اُوپر اُٹھ آیا)
۴۔سَارَ الرَّجُلُ وَالطَّرِیْقَ۔	(آدمی سڑک کے ساتھ ساتھ چلا)
۵۔أَکَلَ الْوَلِدُ وَالْأَبْنَاءَ۔	(والد نے بیٹوں کے ساتھ مل کر کھایا)

نوٹ: واوِ عطف اور واوِ معیت میں یہ فرق ہے کہ واوِ معیت کے آنے سے اس کے ماقبل اور مابعد کے درمیان فعل میں مشارکت کے علاوہ ایک ہی وقت یا ایک ہی جگہ پر فعل کے واقع ہونے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے جبکہ واوِ عطف سے صرف فعل میں دونوں کی مشارکت کا مفہوم ملتا ہے۔ مثلاً: جَاءَ زَیْدٌ وَ بَکْرٌ کا معنی ہے زید اور بکر آئے۔ زید اور بکر دونوں آنے کے فعل میں تو شریک ہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ زید کے آنے کا زمانہ کونسا ہے اور بکر کے آنے کا کونسا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں اکٹھے آئے ہوں، ہو سکتا ہے کہ وہ آگے پیچھے آئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں کے آنے کے درمیان میں ایک بڑا زمانی فاصلہ ہو۔ لیکن جب ہم واوِ معیت استعمال کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ: جَاءَ زَیْدٌ وَ

بَکْرًا تو اس کا معنی ہے کہ زید بکر سمیت آیا، یعنی ان دونوں کے آنے کا زمانہ ایک ہے اور وہ دونوں اکٹھے آئے ہیں۔

۲۔ إِلاَّ

معنی و عمل: یہ مفرد حرف ہے اور استثناء کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے حرفِ استثناء یا أَدَاةُ الْإِسْتِثْنَاء کہتے ہیں۔ استثناء کا مفہوم یہ ہے کہ اِلاَّ کے مابعد (یعنی مُسْتَثْنٰی) کو اس کے ماقبل (مُسْتَثْنٰی مِنْہُ) کے حکم سے خارج کر دیا جائے، جیسے حساب میں عملِ تفریق سے کیا جاتا ہے۔ اِلاَّ اپنے مابعد اسم کو نصب دیتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ حَضَرَ التَّلَامِيْذُ إِلاَّ زَيْدًا۔ (زید کے سوا تمام طلبہ آ گئے)

۲۔ سَقَيْتُ الْأَشْجَارَ إِلاَّ شَجَرَةً۔ (میں نے ایک درخت کے سوا تمام درختوں کو پانی دیا)

۳۔ غَطَّيْتُ الْجِسْمَ إِلاَّ الْوَجْهَ (میں نے چہرے کے سوا سارا جسم ڈھانپ لیا)

۴۔ أَنْفَقْتُ مِنَ الْمَالِ مِائَةً إِلاَّ خَمْسَةً۔ (میں نے مال میں سے پانچ کم سو خرچ کیے)

۵۔ قَرَأْتُ الْكُتُبَ إِلاَّ وَاحِدًا۔ (میں نے ایک کے سوا سب کتابیں پڑھ لیں)

٦۔لَايَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا إِلاَّ سَلَامًا۔ (وہ وہاں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے سوائے اسلام کے)۔

نوٹ: اگر مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور جملہ مثبت ہو تو مستثنیٰ (إِلاَّ کے بعد والا اسم) لازماً منصوب ہو گا جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ اگر مستثنیٰ منہ مذکور ہو لیکن جملہ منفی ہو یا اس میں نفی کے معنی والا استفہام ہو تو مستثنیٰ منصوب بھی ہو سکتا ہے اور مستثنیٰ منہ کے اعراب کی مطابقت میں مرفوع، منصوب یا مجرور ہو سکتا ہے، جیسے:

١۔مَاجَاءَ التَّلَامِيْذُ إِلاَّ وَاحِدًا (یا وَاحِدٌ، مستثنیٰ منہ التَّلَامِيْذُ کے اعراب کی مطابقت میں)۔

٢۔مَارَأَيْتُ التَّلَامِيْذَ إِلاَّ وَاحِدًا (مستثنیٰ وَاحِدًا حرفِ استثناء إِلاَّ کی وجہ سے منصوب ہے، اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ مستثنیٰ منہ التَّلَامِيْذَ کے اعراب کی مطابقت میں منصوب ہے)۔

٣۔مَا مَرَرْتُ بِالتَّلَامِيْذِ إِلاَّ وَاحِدًا (یا وَاحِدٍ، مستثنیٰ منہ کے اعراب کی مطابقت میں)۔

اور اگر مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو إِلاَّ کا مابعد، ما قبل عوامل کی مطابقت میں اعراب پائے گا یعنی اس صورت میں إِلاَّ کا بطور حرفِ استثناء عمل (نصب دینا) باقی نہ رہے گا، جیسے:

١۔مَا أَخْطَأَ إِلاَّ وَاحِدٌ مُتَسَرِّعٌ۔ (کسی نے خطا نہیں کی سوائے ایک جلد

باز کے)۔

۲۔مَاسَمِعْتُ إِلاَّ بُلْبُلاً صَدَّاحاً۔ (میں نے ایک بُلبلِ نغمہ سرا کے سوا کسی کو نہیں سنا)

پہلی مثال میں إِلاَّ کا مابعد فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے جبکہ دوسری مثال میں مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۳تا۷۔ حروفِ نِدا

یَا، اَیَا، هَیَا، اَیْ اور أَ یہ پانچویں حروفِ نِدا ہیں۔ نِدا سے مقصود ہوتا ہے مخاطب کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا، اسے کلام کو غور سے سننے پر آمادہ کرنا۔ ان میں سے 'یَا' سب سے زیادہ عام اور کثیر الاستعمال حرفِ ندا ہے۔ 'یَا' قریب اور بعید دونوں طرح کے مخاطب کے لیے حرفِ نِدا ہے۔اَیَا اور هَیَا بعید کے لیے ہیں جبکہ اَیْ اور أَ قریب کے لیے ہیں۔

یہ پانچوں حروف اسم (یعنی مُنادٰی) کو اس صورت میں نصب دیتے ہیں جب وہ مضاف ہو یا بہ مضاف ہو۔ (شبہ مضاف یا مشابہ مضاف اس اسم غیر مضاف کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کے معنی مکمل ہوتے ہوں اور جس کے بغیر سننے والا تکمیلِ معنی کے لیے منتظر رہے۔ نیچے مثال نمبر ۷ تا ۱۱ میں بالترتیب طَالِعًا، وَاسِعًا، عَظِیْمًا، غاصِبًا، آکِلاً شبہ مضاف ہیں)۔

مثالیں:

۱۔یَاعَبْدَاللهِ أَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ۔ (اے عبد اللہ، مسکین کو کھانا کھلا)

۲۔ أَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَا تَنْهَرِ السَّائِلَ۔ (اے عبدالرحمٰن سائل کو نہ جھڑک)۔

۳۔ یَا ابْنَ زَیْدٍ لَا تَقْهَرِ الْیَتِیْمَ۔ (اے زید کے بیٹے، یتیم پر ظلم نہ کر)۔

۴۔ اَیْ رَاکِبَ الْفَرَسِ سَلِّمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ۔ (اے گھڑ سوار، بیٹھے ہووں کو سلام کر)۔

۵۔ هَیَا رَئِیْسَ الدَّوْلَةِ اعْدِلْ۔ (اے صدر ریاست، انصاف کر)

۶۔ اَیَا رَئِیْسَ الْوُزَرَاءِ أَحْسِنْ إِلَی النَّاسِ۔ (اے وزیرِ اعظم، لوگوں کے ساتھ بھلائی کر)۔

۷۔ یَا طَالِعًا جَبَلًا لَا تُتْعِبْ نَفْسَكَ۔ (اے پہاڑ پر چڑھنے والے اپنے آپ کو نہ تھکا)۔

۸۔ یَا وَاسِعًا سُلْطَانُهٗ لَا تَظْلِمْ۔ (اے وسیع سلطنت والے، ظلم نہ کر)۔

۹۔ یَا عَظِیْمًا جَاهُهٗ لَا تَغْتَرَّ۔ (اے بڑی شان و شوکت والے غرور نہ کر)۔

۱۰۔ یَا غَاصِبًا مَا لَیْسَ لَكَ کَیْفَ تَسْعَدُ؟ (اے غیر کا حق غصب کرنے والے تو کیونکر خوش رہ سکتا ہے؟)

۱۱۔ یَا آکِلًا مَالَ غَیْرِكَ کَیْفَ تَنْعَمُ؟ (اے غیر کا مال کھانے والے تو کیونکر آسودہ ہو سکتا ہے)۔

نوٹ:

۱۔ اگر حروفِ ندا کے بعد والا اسم مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو تو پھر وہ مرفوع ہوتا ہے، جیسے: یَا رَجُلُ، یَا وَلَدُ، یَا زَیْدُ۔

۲۔ اگر کوئی کلمہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو یہ تمام صورتیں جائز ہوں گی:

یَا غُلَامِیْ، یَا غُلَامِیَ، یَا غُلَامِ، یَا غُلَامَیَ، یَا غُلَامَا، یَا غُلَامَاہ، أب یا اُم یا متکلم کا مضاف ہو تو یاء کو تاء سے بدل کر یوں کہنا بھی جائز ہے: یَا أَبَتَ، یَا أَبَتِ، یَا أَبَتُ، یَا اُمَّتَ، یَا اُمَّتِ، یَا اُمَّتُ، یَا أَبَتَا، یَا اُمَّتَا۔

۳۔ اگر منادیٰ معرف باللام ہو تو حرفِ نِدا اور منادٰی کے درمیان مذکر کے لیے أَیُّهَا اور مؤنث کے لیے أَیَّتُهَا لے آتے ہیں، جیسے: یَاَیُّهَا النَّاسُ، یَا اَیَّتُهَا النِّسَاءُ۔ تاہم لفظ اَللّٰہ (جو معرف باللام ہے) سے پہلے صرف یا ہی آتا ہے، اَیُّهَا کا اضافہ نہیں کرتے۔ البتہ دعا کے موقع پر حرفِ نِدا کے عوض لفظ اَللّٰہ کے آخر میں شد والی میم کا اضافہ کر دیتے ہیں، جیسے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ۔

۴۔ کبھی حرفِ ندا کو حذف بھی کر دیتے ہیں، جیسے قرآنی آیت میں ہے: یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا، یعنی یَا یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔

۵۔ کبھی تخفیف کے لیے منادٰی کے آخر کا حرف گرا دیتے ہیں، جیسے یَا حَارِثُ، یَا عَبَّاسُ، أَفَاطِمَۃُ کے بجائے یَا حَارِ، یَا عَبَّ، أَفَاطِمُ۔

نوعِ خامِس:

حروف ناصِبَہ مُضَارِع

حروف ناصبہ مضارع چار ہیں:

أَنْ۔ لَنْ۔ کَیْ۔ إِذَنْ

یہ چاروں حروف فعل مضارع پر داخل ہو کر اسے نصیب دیتے ہیں اور اسے مستقبل کے لیے خاص کر دیتے ہیں۔

مثالیں:

١۔ أُحِبُّ أَنْ أَنْصُرَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ۔	(میں کمزوروں کی مدد کرنا چاہتا ہوں)۔
٢۔ أَكْرَهُ أَنْ أَكُوْنَ خَائِنًا۔	(میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ خیانت کار بنوں)۔
٣۔ خَيْرٌ لَّكَ أَنْ تَصْبِرَ عَلٰى هٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ۔	(تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اس مصیبت پر صبر کرو)۔
٤۔ لَا تُحِبَّ أَنْ يَّتَفَرَّقَ الْمُسْلِمُوْنَ۔	(یہ نہ پسند کر کہ مسلمان فرقہ فرقہ ہو جائیں)
٥۔ أَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔	(تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے حق میں اچھا ہے)۔
٦۔ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔	(اللہ اسے معاف نہیں کرتا کہ اس کے

ساتھ شریک ٹھہرایا جائے)۔

٧۔لَنْ یَشْرَبَ الْمُسْلِمُ الْخَمْرَ۔ (مسلمان شراب نہیں پیے گا)۔

٨۔لَنْ أُسَافِرَ بِالطَّائِرَةِ۔ (میں ہوائی جہاز سے سفر نہیں کروں گا)۔

٩۔لَنْ اٰکُلَ مَالَ الْیَتِیْمِ۔ (میں یتیم کامال نہیں کھاؤں گا)۔

١٠۔لَنْ یَنْصُرَ الْکَافِرُ الْمُؤْمِنَ۔ (کافر مومن کی مدد نہیں کرے گا)۔

١١۔لَنْ تَنْجَحُوْا لِأَنَّکُمْ لَا تَجْتَهِدُوْنَ۔ (تم کامیاب نہیں ہوگے کیونکہ تم محنت نہیں کر رہے ہو)۔

١٢۔لَنْ یَعْبَثَ الْوَلَدُ الْمُثَقَّفُ۔ (مہذب لڑکا شرارت نہیں کرے گا)۔

١٣۔أَجْتَهِدُ کَیْ أَنْجَحَ فِی الْإِمتِحَانِ۔ (میں محنت کرتا ہوں تاکہ میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں)۔

١٤۔کُوْنُوْا مُتَّقِیْنَ کَیْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ (پرہیز گار ہو جاؤ تاکہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ)۔

١٥۔ إِکْسِبْ مَالاً لِکَیْ تُحْسِنَ إِلَی الْفُقَرَاءِ۔ (مال کما تاکہ تو غرباء سے بھلائی کر سکے)۔

١٦۔لَا تَفَرَّقُوْا لِکَیْ لَا تَفْشَلُوْا۔ (فرقہ بندی نہ کرو تاکہ تم ناکام نہ ہو)۔

۱۷۔ تَجَنَّبُوا السَّیِّأٰتِ کَیۡ لَاتَنۡدَمُوۡا۔ (برائیوں سے بچو تاکہ تم پشیمان نہ ہو)۔

۱۸۔ تَحَلَّوۡا أَنۡفُسَکُمۡ بِالۡفَضَائِلِ لِکَیۡ تَسۡعَدُوۡا۔ (اپنے آپ کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرو تاکہ تم خوش بخت بنو)

۱۹۔ قَالَ خَالِدٌ: السَّفۡرُ بِالطَّائِرَةِ خَطِرٌ۔ (ہوائی جہاز کا سفر خطرناک ہے)۔

فَقَالَ حَامِدٌ: إِذَنۡ أُسَافِرَ بِلۡقِطَارِ۔ (پھر میں ریل گڑی سے سفر کروں گا)۔

۲۰۔ قَالَ جَمَالٌ: أَجِیۡئُ إِلَیۡكَ غَدًا یَاکَمَالُ۔ (کل میں تیری طرف آؤں گا اے کمال)

فَقَالَ کَمَالٌ: إِذَنۡ أُکۡرِمَكَ۔ (پھر میں تیرا اکرام کروں گا)۔

۲۱۔ قَالَ حَسَنٌ: اَلۡکَذِبُ یُهۡلِكُ، یَاوَلَدُ۔ (اے لڑکے جھوٹ ہلاکت کرتا ہے)

فَقَالَ الۡوَلَدُ: إِذَنۡ أَقُوۡلَ صِدۡقًا دَائِمًا۔ (پھر میں ہمیشہ سچ بولوں گا)

۲۲۔ قَالَ الۡأُسۡتَاذُ: رِضَا اللهِ فِي رِضَا الۡوَالِدَیۡنِ۔ (اللہ کی خوشنودی والدین کی خوشنودی میں ہے)۔

فَقَالَ التِّلۡمِیۡذُ: إِذَنۡ أُرۡضِيَ وَالِدَيَّ۔ (پھر تو میں اپنے والدین کی خوشنودی حاصل کروں گا)۔

۲۳۔ قَالَتِ الۡمُعَلِّمَةُ: اَلۡعَمَلُ شَرَفٌ یَا عَزِیۡزَتِي۔ (محنت میں عظمت ہے)۔

فَقالَتِ التِّلْمِيْذَةُ: إِذَنْ أَعْمَلَ وَلَا أُهْمِلَ۔ (پھر تو محنت کروں گی اور کام چور نہیں بنوں گی)۔

۲۴۔قَالَ الْأَبُ: يَابُنَيَّ، كُلُّ عَمَلٍ مُتْقَنٍ مَمْدُوحٌ۔ (ہر باکمال کام قابلِ تعریف ہوتا ہے)۔

فَقالَ الْاِبْنُ: إِذَنْ أُتْقِنَ كُلَّ عَمَلٍ۔ (پھر میں ہر کام باکمال کروں گا)۔

قواعد:

ا۔أَنْ

اسے أنْ مصدریہ ناصبۂ مضارع کہتے ہیں۔ یہ ایسے کلام میں واقع ہوتا ہے جو شک، امید یا آرزو پر دلالت کرے، چنانچہ یہ ایسے کلام میں واقع نہیں ہوتا جو یقین اور واقعیت یا ترجیح پر دلالت کرے اور نہ ہی غیر فعل پر داخل ہوتا ہے۔ اگر یقین یا واقعیت پر دلالت کرنے والے کلام میں أَنْ آئے تو وہ مصدریہ نہیں بلکہ أَنَّ کی تخفیف شدہ شکل ہوتی ہے۔

أَنْ مصدریہ جب فعل مضارع [1] پر داخل ہوتا ہے تو اسے نصب دیتا ہے اور اس کے زمانے کو مستقبل کے لیے مخصوص کر دیتا ہے۔ یہ جس جملہ فعلیہ پر

[1] فعل ماضی پر بھی أنْ مصدریہ داخل ہوتا ہے لیکن وہاں یہ کسی قسم کی کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا، نہ اعراب کی اور نہ زمانے کی، جیسے: فَرِحْتُ بِأَنْ نَجَحَ أَخِيْ (میں خوش ہوا کہ میرا بھائی کامیاب ہو گیا)۔ أَنْ مصدریہ کے بعد جو جملہ فعلیہ ہوتا ہے اسے أنْ کا صلہ کہتے ہیں۔

داخل ہوتا ہے اس کے ساتھ مل کر مصدر مُؤَوَّل (تاویل سے بنایا ہوا مصدر) بنا دیتا ہے اور اس کا اعراب جملے کے حسبِ حال ہوتا ہے، پس یہ کبھی فاعل ہوتا ہے، کبھی مبتدا یا خبر لہٰذا مرفوع، کبھی مفعول ہوتا ہے اس لیے منصوب اور کبھی مجرور۔ یہ جس فعل پر داخل ہوتا ہے اس فعل اور اس کے درمیان کوئی اور کلمہ نہیں ہو سکتا، سوائے لانافیہ یا لا زائدہ کے۔ جیسے: أَرْجُوْ أَلاَّ (= أَنْ + لاَ) تَكْذِبَ (میں امید کرتا ہوں کہ تو جھوٹ نہیں بولے گا)۔

لام تعلیل (سبب بتانے کے لیے) حتیٰ (غایت یا سبب بتانے کے لیے)، فاء سَبَبِيَّه، أَوْ بمعنی حتیٰ، واوِ معیت، ثُمَّ (بمعنی واوِ معیت) فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو وہ منصوب ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان حروف کے بعد أَنْ پوشیدہ ہوتا ہے، جیسے: نَسْتَمِعُ إِلَى الْأُسْتَاذِ حَتّٰى نَفْهَمَ الدَّرْسَ (ہم استاد کو غور سے سنتے ہیں تاکہ ہم سبق سمجھ جائیں)، اصل میں حَتّٰى أَنْ نَفْهَمَ ہے۔ ان حروف کے بعد أنْ کو پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔ لامِ جرّ اور فعل مضارع کے درمیان کوئی اور کلمہ نہ ہو تو أَنْ کو پوشیدہ رکھنا اور ظاہر کرنا دونوں جائز ہیں) مثلاً: إِقْرَإِ التَّأْرِيْخَ لِتَنْتَفِعَ/لِأَنْ تَنْتَفِعَ (تاریخ پڑھ تاکہ تجھے فائدہ ہو) دونوں طرح درست ہے [1]۔

---

1 أَنْ کے بعد اگر لَا آئے تو اس کا نون لام میں مدغم ہو جاتا ہے (أَلاَّ بن جاتا ہے)۔ وہ أَنْ جو أَنَّ کی تخفیف شدہ صورت ہے اسے لکھنے میں ظاہر کیا جائے گا لیکن بولنے میں نہیں، جیسے: تَيَقَّنْتُ أَنْ لَا أُسَافِرُ (مجھے یقین ہے کہ میں سفر نہیں کروں گا)؛ أَشْهَدُ أَنْ لاَّ

۲۔ لَنْ

یہ حرف مستقبل کی نفی کے لیے آتا ہے، جیسے: لَنْ أَشْرَبَ الشَّایَ (میں چائے نہیں پیوں گا) اس حرف کے ذریعے جو نفی حاصل ہوتی ہے وہ دوام یا تاکید کا فائدہ نہیں دیتی، پس مذکورہ مثال کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ میں مستقبل میں کبھی چائے نہیں پیوں گا۔ حرف حرف لَنْ صرف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے، اس کے زمانے کو مستقبل کے لیے مخصوص کر دیتا ہے اور اسے نصیب دیتا ہے۔ اس کے اور فعل مضارع کے درمیان کوئی اور کلمہ نہیں آسکتا۔

۳۔ کَيْ

یہ معنی اور عمل میں أنْ مصدریہ کے مانند ہے۔ کَيْ مصدریہ سے پہلے لامِ جرّ آتا ہے۔ مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اسے نصب دیتا ہے اور زمانۂ مستقبل کے لیے مخصوس کر دیتا ہے۔ فعل اور اس کے درمیان کوئی کلمہ نہیں آ سکتا سوائے لانافیہ، مازائدہ یا مَازائدہ اور لَا دونوں کے بشرطیکہ مَازائدہ لَانافیہ سے پہلے آئے۔ (= لِکَیْمَالاَ)۔ لانافیہ اور مازائدہ اسے اپنے عمل سے نہیں روکتے۔ جیسے: لاَ تَتَعَرَّضْ لِلشُّبُهَاتِ لِکَیْمَا لاَ یُصِیْبَكَ التَّجْرِیْحُ بِحَقٍّ وَغَیْرِ حَقٍّ (مشتبہ چیزوں میں نہ پڑ تاکہ تجھ پر بر حق یا ناحق الزام نہ لگے)۔

إِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)۔ ان دونوں مثالوں میں أنْ تخفیف شدہ أنَّ ہے۔

۴۔ إِذَنْ

یہ حرف مفرد کلمہ ہے (یعنی إِذْ اور أنْ سے مرکب نہیں) اور جواب اور جزا پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ ایسے کلام میں واقع ہوتا ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل کا جواب یا اس کی جزا ہوتی ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہو کر اسے نصب دیتا ہے اور زمانہ مستقبل کے لیے مخصوص کر دیتا ہے۔ اس کے اور فعل مضارع کے درمیان اور کوئی کلمہ نہیں آ سکتا سوائے قسم یا لانافیہ کے یا یہ دونوں اکٹھے آ جائیں۔ اگر ان دونوں کے درمیان قسم اور لانافیہ کے علاوہ کوئی اور کلمہ آجائے یا إِذَنْ جملے کے شروع میں آنے کے بجائے اس کے آخر میں آئے تو بھی یہ عمل نہیں کرے گا (یعنی مضارع کو نصب نہیں دے گا اور نہ اسے مستقبل کے لیے مخصوص کرے گا)۔[1]

---

[1] قدیم علمائے نحو اس حرف کو إِذَنْ ہی لکھتے تھے خواہ عاملہ ہو یا مہملہ لیکن عصرِ حاضر کے علماء عاملہ کو إِذَنْ لکھتے ہیں اور مہملہ کو إِذًا، تاکہ دونوں میں فرق ہو سکے۔

نوعِ سادس:

حُروف جازِمَۂ مُضَارِع

معنی و عمل: یہ کُل پانچ حروف ہیں: لَمۡ۔ لَمَّا۔ لَامِ اَمۡر۔ لَائے نہی۔ إِنۡ یہ فعل مضارع پر داخل ہو کر اسے جزم دیتے ہیں۔ لَمۡ اور لَمَّا فعل مضارع کو معنی ماضی منفی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ لامِ امر فعل طلب کرنے کے لیے اور لامِ نہی ترکِ فعل یا عدمِ فعل طلب کرنے کے لیے آتا ہے۔ إِنۡ حرفِ شرط ہے، اگر کے معنی میں، اور دو جملوں پر داخل ہوتا ہے، پہلا جملہ شرط اور دوسرا جملہ جزا یا جملہ جواب۔

مثالیں:

١۔لَمۡ يَذۡهَبۡ زَيۡدٌ إِلَى الۡكُلِّيَّةِ۔	(زید کالج نہیں گیا)
٢۔لَمۡ أَقۡرَأۡ هٰذَا الۡكِتَابَ۔	(میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی)
٣۔لَمۡ تَنۡصُرۡنِي فِي الۡمُصِيۡبَةِ۔	(تو نے مصیبت میں میری مدد نہیں کی)
٤۔لَمۡ تَحۡضُرۡ فَاطِمَةُ۔	(فاطمہ نہیں آئی)
٥۔لَمَّا أَكۡتُبۡ رِسَالَةً إِلٰى صَدِيۡقِيۡ۔	(میں نے اپنے دوست کو ابھی تک خط نہیں لکھا)
٦۔لَمَّا يَحۡضُرۡ أُسۡتَاذُنَا الۡكَرِيۡمُ۔	(استادِ محترم ابھی تک تشریف نہیں لائے)

۷۔ لَمَّا تَطْلَعِ الشَّمْسُ۔ (سورج ابھی تک طلوع نہیں ہوا)

۸۔ لَمَّا أَقْرَأْ هٰذِهِ الْجَرِيْدَةَ۔ (میں نے ابھی تک یہ رسالہ نہیں پڑھا)

۹۔ لِيَكْتُبْ زَيْدٌ مَقَالاً۔ (زید کو مقالہ لکھنا چاہیے)

۱۰۔ لِأَنْصُرِ الْمَظْلُوْمَ۔ (مجھے مظلوم کی مدد کرنی چاہیے)

۱۱۔ لِيُضْرَبِ الْوَلَدُ الْعَابِثُ۔ (شرارتی لڑکے کو مار پٹنی چاہیے)

۱۲۔ لِيُحْسِنِ الْأَغْنِيَاءُ إِلَى الْفُقَرَاءِ۔ (امراء کو غرباء کے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے)

۱۳۔ لَا تَشْرَبِ الشَّايَ الْحَارَّ۔ (گرم چائے نہ پی)

۱۴۔ لَا تَفْتَحِ النَّافِذَةَ۔ (کھڑکی نہ کھول)

۱۵۔ لَا تَظْلِمُوا الضَّعِيْفَ۔ (تم سب کمزور پر ظلم نہ کرو)

۱۶۔ لَا تَأْكُلْ مَالَ غَيْرِكَ۔ (دوسرے کا مال نہ کھا)

۱۷۔ إِنْ تُكْرِمْنِيْ أُكْرِمْكَ۔ (اگر تم میری عزت کرو گے تو میں تمہاری عزت کروں گا)

۱۸۔ إِنْ تَجْتَهِدْ تَنْجَحْ۔ (اگر تم محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے)

۱۹۔ إِنْ تُطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ يَرْضَ اللّٰهُ عَنْكَ۔ (اگر تم مسکین کو کھانا کھلاؤ گے تو اللہ تم سے راضی ہو گا)

۲۰۔ إِنْ تَكْتُبْ رِسَالَةً إِلَى وَالِدِكَ يَفْرَحْ بِهٖ۔ (اگر تم اپنے والد کو خط لکھو گے تو وہ اس سے خوش ہو گا)

قواعد

۱۔ ۲۔ لَمْ۔ لَمَّا

یہ دونوں فعل مضارع پر داخل ہو کر اسے جزم دیتے ہیں نیز اسے معنًی ماضی منفی میں تبدیل کر دیتے ہیں اگرچہ وہ لفظاً فعل مضارع ہی رہتا ہے۔ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ لَمْ صرف ماضی منفی کا معنی دیتا ہے جبکہ لَمَّا متکلم کے بات کرنے تک ماضی منفی کا معنی دیتا ہے اور اس میں یہ امید بھی پائی جاتی ہے کہ مستقبل میں شاید وہ فعل واقع ہو جائے۔ لَمْ سے پہلے حرف شرط (إِنْ) اور فائے تعقیب کا آنا جائز ہے لیکن لمّا سے پہلے آنا جائز نہیں۔

۳۔ لامِ امر

یہ فعل طلب کرنے کے لیے آتا ہے، فاعل غائب و متکلم اور مفعولِ غائب و مخاطب و متکلم سے، جیسے: لِيَنْصُرْ، وہ مدد کرے، لِأَنْصُرْ، مجھے مدد کرنی چاہیے، لِيُنْصَرْ، اس کی مدد کی جائے، لِتُنْصَرْ، تیری مدد کی جائے، لِأُنْصَرْ، میری مدد کی جائے۔ واؤ اور فاء کے داخل ہونے سے لامِ امر ساکن ہو جاتا ہے، جیسے: وَلْيَنْصُرْ، فَالْيَنْصُرْ۔

۴۔ لائے نہی

یہ حرف مذکورہ بالا لامِ امر کے برعکس معنی میں آتا ہے یعنی ترکِ فعل یا عدمِ فعل کو طلب کرنے کے لیے آتا ہے۔ لائے نہی فعل مضارع کے تمام (یعنی چودہ) صیغوں پر داخل ہوتا ہے (جبکہ لامِ امر حاضر کے چھے صیغوں پر داخل نہیں ہوتا، البتہ مضارع مجہول ے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے) اور انہیں جزم دیتا ہے۔

۵۔ إِنْ

إِنْ حرفِ شرط ہے اور کلماتِ شرط میں اصل کلمۂ شرط إِنْ ہی ہے۔ یہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے، پہلے جملے کو شرط یا جملۂ شرط اور دوسرے کو جواب، جزا یا جملۂ جواب، جملۂ جزا کہتے ہیں اور دونوں جملوں کو ملا کر جملہ شرطیہ کہتے ہیں۔ جملۂ شرط لازماً جملہ فعلیہ ہوتا ہے۔ دوسرا جملہ فعلیہ بھی ہو سکتا ہے اور اسمیہ بھی۔ جملۂ شرط کا فعل ماضی بھی ہو سکتا ہے اور مضارع بھی۔ دوسرا جملہ اگر فعلیہ ہو تو وہ فعل ماضی، مضارع، امر، نہی یا دعا پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ اگر دونوں جملوں کا فعل مضارع ہو یا صرف جملۂ شرط کا فعل مضارع ہو اور جملۂ جزا میں فعل مضارع کے سوا کچھ اور ہو تو حرفِ إِنْ فعل مضارع کو لازماً جزم دیتا ہے۔ اگر شرط میں فعل مضارع نہ ہو اور صرف جزا میں فعل مضارع ہو تو اس صورت میں فعل مضارع کا مجزوم اور مرفوع ہونا دونوں درست ہیں۔ جیسے: إِنْ نَصَرْتَنِيْ أَنْصُرْكَ یا أَنْصُرُكَ دونوں طرح جائز ہے۔

نوعِ سابع:

اَسماء جازِمہ مُضارِع

معنی و عمل: یہ اسما کل نو ہیں: مَنْ۔ مَا۔ أَيٌّ۔ متٰی۔ أَيْنَمَا۔ أَنّٰی۔ مَهْمَا۔ حَيْثُمَا۔ إِذْمَا۔ مَنْ= جو، جس، جسے (ذوی العقول کے لیے)۔مَا= جو، جس، جسے (غیر ذوی العقول کے لیے)۔أيٌّ= کونسا، جو بھی۔متّی= جب۔أَيْنَمَا = جہاں۔ أَنّٰی= جہاں۔مَهْمَا= جو کچھ۔حَيْثُمَا= جہاں بھی۔إِذْمَا= جب بھی۔ یہ فعل مضارع کو صرف اس صورت میں جزم دیتے ہیں جب یہ شرط (یعنی اِنْ) کے معنی میں استعمال ہوں، ورنہ یہ کوئی عمل نہیں کریں گے۔

مثالیں:

۱۔مَنْ يُكْرِمْنِيْ أُكْرِمْهُ۔	(جو میری عزت کرے گا میں اس کی عزت کروں گا)
۲۔مَنْ يَجْتَهِدْ يَنْجَحْ۔	(جو محنت کرے گا کامیاب ہو گا)
۳۔مَنْ يَرْحَمْ يُرْحَمْ۔	(جو رحم کرے گا اس پر رحم کیا جائے گا)
۴۔مَنْ يَكْسِبْ يَفْرَحْ۔	(جو کمائے گا خوش ہو گا)
۵۔مَا تَشْرَبْ أَشْرَبْ۔	(جو تُو پئے گا وہی میں پیوں گا)
۶۔مَا تَلْبَسْ أَلْبَسْ۔	(جو تو پہنے گا وہی میں پہنوں گا)
۷۔مَا تَأْكُلْ اٰكُلْ۔۔	(جو تو کھائے گا وہی میں کھاؤں گا)

۸۔ مَا تَشْتَرِ أَشْتَرِ۔ (جو تو خریدے گا وہی میں خریدوں گا)

۹۔ أَيُّهُمْ يَضْرِبْنِيْ أَضْرِبْهُ۔ (ان میں سے مجھے مارے گا میں اسے ماروں گا)

۱۰۔ أَيَّ مَكَانٍ تَجْلِسْ فِيْهِ أَجْلِسْ۔ (جونسی جگہ پر تو بیٹھے گا میں بھی وہاں بیٹھوں گا)

۱۱۔ أَيَّ حِيْنٍ تَقْدَمْ فِيْهِ أُكْرِمْكَ۔ (تو جس گھڑی بھی آئے گا میں تیرا اکرام کروں گا)

۱۲۔ أَيُّ تِلْمِيْذٍ يَأْتِنِيْ أُدَرِّسْهُ۔ (میرے پاس جو بھی طالب علم آئے گا میں اسے پڑھاؤں گا)۔

۱۳۔ مَتٰى تَذْهَبْ أَذْهَبْ۔ (جب تو جائے گا میں جاؤں گا)۔

۱۴۔ مَتٰى تُسَافِرْ أُسَافِرْ۔ (جب تُو سفر کرے گا میں سفر کروں گا)۔

۱۵۔ مَتٰى تَمْشِ أَمْشِ۔ (جب تو پیدل چلے گا میں پیدل چلوں گا)۔

۱۶۔ مَتٰى تَرْكَبْ أَرْكَبْ۔ (جب تُو سوار ہو گا میں سوار ہوں گا)۔

۱۷۔ أَيْنَمَا تَسْكُنْ اَسْكُنْ۔ (جہاں تو سکونت اختیار کرے گا میں بھی وہیں سکونت اختیار کروں گا)۔

۱۸۔ أَيْنَمَا يَنْزِلُوْ أَنْزِلْ۔ (جہاں وہ فروکش ہوں گے وہیں میں

فروکش ہوں گا)۔

۱۹۔أَيْنَمَا تَكُنْ أَكُنْ۔ (جہاں تو ہو گا وہیں میں ہوں گا)۔

۲۰۔أَيْنَمَا تَشْغَلْ أَشْغَلْ۔ (جہاں تو کام کرے گا وہیں میں کام کروں گا)۔

۲۱۔أَنّٰى تَذْهَبْ تُكْرَمْ۔ (تو جہاں بھی جائے گا تیرا اکرام کیا جائے گا)۔

۲۲۔أَنّٰى تَدْرُسْ أَدْرُسْ۔ (جہاں تو پڑھے گا وہیں میں پڑھوں گا)۔

۲۳۔أَنّٰى تَعْمَلْ أَعْمَلْ۔ (جہاں تو کام کرے گا وہیں میں بھی کام کروں گا)۔

۲۴۔أَنّٰى تُصَلِّ صَلَاةَ الْعِيْدِ أُصَلِّ۔ (جہاں تو نمازِ عید پڑھے گا وہیں میں پڑھوں گا)۔

۲۵۔مَهْمَا تَفْعَلْ أَفْعَلْ۔ (جو کچھ تو کرے گا وہی کچھ میں کروں گا)۔

۲۶۔مَهْمَا تَزْرَعْ تَحْصِدْ۔ (جو کچھ تو بوئے گا وہی کچھ کاٹے گا)۔

۲۷۔مَهْمَا تَكْتُمْ يُعْلَمْ۔ (تو جو کچھ چھپائے گا جان لیا جائے گا)۔

۲۸۔مَهْمَا تَعْمَلْ تُجْزَبِهٖ۔ (تو کچھ عمل کرے گا تجھے اس کی جزا دی جائے گی)۔

۲۹۔ حَيْثُمَا تَقْعُدْ أَقْعُدْ۔ (جہاں تو بیٹھے گا وہیں میں بیٹھوں گا)۔

۳۰۔ حَيْثُمَا تَرْعَ الْغَنَمَ أَرْعَ۔ (جہاں تو بھیڑ بکریاں چرائے گا وہیں میں چراؤں گا)۔

۳۱۔ حَيْثُمَا تَلْعَبْ أَلْعَبْ۔ (جہاں تو کھیلے گا وہیں میں کھیلوں گا)۔

۳۲۔ حَيْثُمَا تَغْسِلِي ثِيَابَكِ أَغْسِلْ ثِيَابِيْ۔ (جہاں تو اپنے کپڑے دھوئے گی وہیں میں دھوؤں گی)۔

۳۳۔ إِذْمَا تَفْعَلْ شَرًّا تَنْدَمْ۔ (تو جب بھی برائے کرے گا پشیمان ہو گا)۔

۳۴۔ إِذْمَا تُحْسِنْ إِلَى الْبَائِسِ تَسْعَدْ۔ (تو جب بھی بدحال شخص سے بھلائی کرے گا تجھے خوشی ہو گی)۔

۳۵۔ إِذْمَا تَحْسِدْ تَحْزَنْ۔ (جب بھی تو حسد کرے گا غمگین ہو گا)۔

۳۶۔ إِذْمَا تَصْدُقْ يَفْرَحْ قَلْبُكَ۔ (جب بھی تو سچ بولے گا تیرا دل خوش ہو گا)۔

قواعد

یہ اسماء صرف اسی صورت میں فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں جب یہ إنْ کے معنی میں شرط کے لیے استعمال ہوں اگر کسی اور معنی میں استعمال ہوں تو یہ مضارع کو جزم دینے کا عمل نہیں کریں گے۔ اگر ان کا استعمال شرط کے لیے نہ

ہو تو دوسرے جملے کے شروع میں فاء کو ملانا لازم ہوتا ہے، جیسے: **مَنْ سَعٰی فِي الْخَيْرِ فَسَعْيُهُ مَشْكُوْرٌ**۔

نوٹ: اسمائے شرط میں ایک **اَيَّانَ** بھی ہے جو زمان کے لیے آتا ہے، جیسے: **أَيَّانَ تُنَادِنِيْ أُجِبْكَ** (جب بھی تو مجھے پکارے گا میں جواب دوں گا)۔ اسی طرح **كَيْفَمَا** ہے، جیسے: **كَيْفَمَا تُعَامِلْ إِخْوَانَكَ يُعَامِلُوْكَ** (تو اپنے بھائیوں کے ساتھ جیسا برتاؤ کرے گا ویسا برتاؤ وہ تجھ سے کریں گے)۔

نوعِ ثامن:

اَسماءِ نَاصِبَہِ اسمِ نکِرَہ

عمل: اس نوع میں یہ اسماء شامل ہیں:

۱۔عَشَرَ، یعنی عقود (دہائیاں)۔ ۲۔کَمْ۔ ۳۔کَأَیِّ / کَأَیِّنْ۔ ۴۔کَذَا

یہ چاروں اسماء اسم نکرہ کو اس کے تمیز ہونے کی وجہ سے نصب دیتے ہیں۔ تمیز کو تفسیر، تبیین اور ممیّز بھی کہتے ہیں۔ تمیز ابہام کو دور کرنے کے لیے لائی جاتی ہے۔

۱۔عَشَرَ

عَشَرَ اور باقی دہائیاں یعنی عِشْرُوْنَ (بیس)، ثَلَاثُوْنَ (تیس)، أَرْبَعُوْنَ (چالیس)، خَمْسُوْنَ (پچاس)، سِتُّوْنَ (ساٹھ)، سَبْعُوْنَ (ستر)، ثَمَانُوْنَ (اَسّی) اورتِسْعُوْنَ (نوّے)۔

ان میں سے عَشَرَ اس قت اسم نکرہ کو نصب دیتا ہے جب یہ أَحَدٌ سے لے کر تِسْعٌ تک کے نو اعداد میں سے کسی ایک کے ساتھ ترکیب میں ہو۔ ان نو اعداد کے ساتھ اس کی ترکیب کا طریقہ یہ ہو گا:

اگر تمیز (معدود) مذکر ہو اور گیارہ اور بارہ کے اعداد میں ترکیب کے دونوں جزء (یعنی اکائی اور دہائی) مذکر ہوں گے، جیسے: اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (گیارہ مرد)، إِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً (بارہ مرد) اگر تمیز مؤنث ہو تو دونوں جزء مؤنث ہوں

گے، مثلاً: اِحْدٰی عَشْرَةَ امْرَأَةً ، اِثْنَتَا عَشْرَةَ امْرَأَةً۔ تیرہ سے لے کر انیس تک کے اعداد میں مذکر ممیز کے لیے پہلا جزء یعنی اکائی کا عدد مؤنث (یعنی تاء کے ساتھ) اور دوسرا جزء مذکر (یعنی بغیر تاء کے) ہو گا، جیسے: ثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلاً۔ اور اگر ممیز مؤنث ہو تو پہلا جزء بغیر تاء کے اور دوسرا تاء کے ساتھ، جیسے: ثَلٰثَ عَشْرَةَ امْرَأَةً۔

دیگر دہائیوں، یعنی عِشْرُوْنَ، ثَلَاثُوْنَ، تِسْعُوْنَ وغیرہ میں اکائی کے عدد اور دہائی کے درمیان واوِ عطف لاتے ہیں اور دہائی کے اعداد مذکر یا مؤنث ممیز (معدود) کے لیے یکساں ہوں گے۔ ننانوے تک یہی طریقہ ترتیب ہو گا۔

مثالیں:

۱۔ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۱ مرد)

۲۔ اِحْدٰی عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۱ عورتیں)

۳۔ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً (۱۲ مرد)

۴۔ اِثْنَتَا عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۲ عورتیں)

۵۔ ثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۳ مرد)

۶۔ ثَلٰثَ عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۳ عورتیں)

۷۔ اَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۴ مرد)

۸۔ اَرْبَعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۴ عورتیں)

۹۔ خَمْسَةَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۵ مرد)

۱۰۔ خَمْسَ عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۵ عورتیں)

۱۱۔ سِتَّةَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۶ مرد)

۱۲۔ سِتَّ عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۶ عورتیں)

۱۳۔ سَبْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۷ مرد)

۱۴۔ سَبْعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۷ عورتیں)

۱۵۔ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۸ مرد)

۱۶۔ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۸ عورتیں)

۱۷۔ تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً (۱۹ مرد)

۱۸۔ تِسْعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً (۱۹ عورتیں)

۱۹۔ عِشْرُوْنَ رَجُلاً (۲۰ مرد)

۲۰۔ عِشْرُوْنَ امْرَأَةً (۲۰ عورتیں)

۲۱۔ ثَلٰثُوْنَ رَجُلاً (۳۰ مرد)

۲۲۔ ثَلٰثُوْنَ امْرَأَةً (۳۰ عورتیں)

۲۳۔ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً (۴۰ مرد)

۲۴۔ اَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً (۴۰ عورتیں)

۲۵۔ خَمْسُوْنَ رَجُلاً (۵۰ مرد)

۲۶۔ خَمْسُوْنَ امْرَأَةً (۵۰ عورتیں)

۲۷۔ سِتُّوْنَ رَجُلاً (۶۰ مرد)

۲۸۔ سِتُّوْنَ امْرَأَةً (۶۰ عورتیں)

۲۹۔ سَبْعُوْنَ رَجُلاً (۷۰ مرد)

۳۰۔ سَبْعُوْنَ امْرَأَةً (۷۰ عورتیں)

۳۱۔ ثَمَانُوْنَ رَجُلاً (۸۰ مرد)

۳۲۔ ثَمَانُوْنَ امْرَأَةً (۸۰ عورتیں)

۳۳۔ تِسْعُوْنَ رَجُلاً (۹۰ مرد)

۳۴۔ تِسْعُوْنَ امْرَأَةً (۹۰ عورتیں)

۳۵۔ اَحَدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۱ مرد) ۳۶۔ اِحْدٰی وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۱ عورتیں)

۳۷۔ اِثْنَانِ وَعِشْرُونَ رَجُلاً (۲۲ مرد) ۳۸۔ اِثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً (۲۲ عورتیں)

۳۹۔ أَحَدٌ وَثَلَاثُونَ رَجُلًا (۳۱ مرد) ۴۰۔ إِحْدٰی وَعِشْرُوْنَ امْرَأَةً (۳۱ عورتیں)

۴۱۔ أَرْبَعَةٌ وَخَمْسُوْنَ رَجُلًا (۵۴ مرد) ۴۲۔ أَرْبَعَةٌ وَخَمْسُوْنَ امْرَأَةً (۵۴ عورتیں)

۴۳۔ سِتّةٌ وَّسَبْعُوْنَ رَجُلاً (۷۶ مرد) ۴۴۔ سِتٌّ وَّسَبْعُوْنَ امْرَأَةً (۷۶ عورتیں)

۴۵۔ خَمْسَةٌ وَسِتُّوْنَ رَجُلاً (۶۵ مرد) ۴۶۔ خَمْسٌ وَسِتُّوْنَ امْرَأَةً (۶۵ عورتیں)

۴۷۔ سَبْعَةٌ وثَمَانُوْنَ رَجُلاً (۸۷ مرد) ۴۸۔ سَبْعٌ وَثَمَانُوْنَ امْرَأَةً (۸۷ عورتیں)

۴۹۔ ثَمَانِيَةٌ وتِسْعُوْنَ رَجُلاً (۹۸ مرد) ۵۰۔ ثَمَانِي وَتِسْعُوْنَ امْرَأَةً (۹۸ عورتیں)

ممیّز (معدود) خواہ فاعل ہو، نائب فاعل ہو، مبتدا ہو، خبر ہو، مفعول ہو یا حرف جرّ کے بعد واقع ہو ہر سورت میں منصوب ہی رہے گا۔ مثلاً: جَاءَ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً۔ رَأَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً۔ ذَهَبْتُ إِلٰی اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً۔

۲۔ کَمْ

یہ کتنے کے معنی میں آتا ہے یعنی مبہم عدد ہے۔ کَمْ دو قسم کا ہوتا ہے، استفہامیہ اور خبریہ۔ کَمْ استفہامیہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے، جیسے:

۱۔ کَمْ كِتَابًا قَرَأْتَ؟۔ (تونے کتنی کتابیں پڑھیں؟)

۲۔ کَمْ قَلَمًا اِشْتَرَيْتَ؟ (تُونے کتنے قلم خریدے؟)

۳۔ کَمْ رُوْبِيَةً أَنْفَقْتَ؟ (تونے کتنے روپے خرچ کیے؟)

۴۔ کَمْ رَجُلاً لَقِيْتَ؟ (تو کتنے آدمیوں سے ملا؟)

البتہ اگر کم استفہامیہ سے پہلے حرف جر ہو تو پھر تمیز مجرور ہو گی، جیسے:

بِکُمْ رُوْبِيَةٍ إِشْتَرَيْتُ الْقَلَمَ؟ (تو نے کتنے روپے میں قلم خریدا؟)

کم خبریہ صرف اس صورت میں اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے کہ جب کَمْ اور تمیز کے درمیان کوئی اسم ظرف یا جار مجرور ہو، جیسے:

۱۔ کَمْ عِنْدَهٗ مَالاً! (اس کے پاس کتنا ہی مال ہے!)

۲۔ کَمْ لَهٗ خَادِمًا! (اس کے کتنے ہی نوکر ہیں!)

۳۔ کَمْ دُوْنَ الْإِحْتِيَاجِ عَطَاءً! (عطا ضرورت سے کتنی کمتر ہے!)

۴۔ کَمْ عَلَيْهِ دَيْناً! (اس پر کتنا قرضہ ہے!)

اگر کَمْ خبریہ اور اس کی تمیز کے درمیان اسم ظرف یا جار مجرور میں سے کوئی چیز نہ ہو تو پھر اس کی تمیز مجرور ہو گی، جیسے: کَمْ كِتَابٍ قَرِأْتُ! (میں نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں!)

۳۔ كَأَيٍّ/كَأَيِّنْ

كَأَيِّنْ سے بھی مبہم عدد مراد ہوتا ہے اور اس کے ابہام کو دور کرنے کے لیے تمیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کم خبریہ کے مانند ہے۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد ہوتی ہے اور حرفِ جر مِنْ اس کی خبر سے پہلے آتا ہے جو اسے مجرور کر دیتا ہے۔ جب اس کی تمیز سے پہلے مِنْ نہیں آتا تو وہ منصوب ہوتی ہے۔ یہ معدود کی کثرت پر دلالت کرتا ہے، یعنی 'کتنے ہی' کے معنی میں آتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ كَأَيِّنْ رَجُلاً لَقِيتُ۔ (میں کتنے ہی آدمیوں سے ملا)۔

۲۔ كَأَيِّنْ مِنْ طَالِبٍ رَسَبَ فِي الْإِمْتِحَانِ۔ (امتحان میں کتنے ہی طالب علم فیل ہو گئے)۔

۳۔ كَأَيِّنْ مِنْ كِتَابٍ لَمْ تَقْرَأْ بَعْدُ۔ (تو نے کتنے ہی کتابیں ابھی تک نہیں پڑھیں)

۴۔ كَأَيِّنْ مِنْ تِلْمِيْذٍ غَائِبٌ الْيَوْمَ۔ (آج کتنے طلبہ غیر حاضر ہیں)۔

نوٹ: كَأَيِّنْ مرکب ہے کافِ تشبیہ اور أَيٍّ سے، تاہم مرکب ہونے کے بعد یہ بالکل نئے معنی دیتا ہے۔ اس کا تلفظ اس طرح بھی آتا ہے۔ كَائِنْ۔ كَأْيِنْ۔ كَيْئِن۔ كَيِنْ۔

۴۔ كَذَا

یہ اسم مرکب ہے کافِ تشبیہ اور اسم اشارہ ذَا سے لیکن ترکیب کے بعد یہ بالکل نیا معنی دیتا ہے اور ایک مستقل کلمہ بن جاتا ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی کے معنی زائل ہو جاتے ہیں۔

كَذَا بھی مبہم عدد پر دلالت کرتا ہے، اس کا معدود قلیل بھی ہو سکتا ہے کثیر بھی۔ یہ اتنے کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی تمیز (معدود) منصوب ہوتی ہے۔

مثالیں:

۱۔عِنْدِیْ کَذَا رُوْبِیَۃً۔ (میرے پاس اتنے روپے ہیں)۔

۲۔عِنْدَہٗ کَذَا کِتَابًا۔ (اس کے پاس اتنی کتابیں ہیں)۔

۳۔لَہٗ کَذَا سَیَّارَۃً۔ (اس کی اتنی کاریں ہیں)۔

۴۔عِنْدَہٗ کَذَا وَکَذَا قَلَماً۔ (اس کے پاس اتنے قلم ہیں)۔

کَذَا اکثر عطف کے ساتھ آتا ہے جیسا کہ اوپر مثال نمبر ۴ میں ہے۔

نوعِ تاسع:

اَسماءُ الاَفْعَال

معنی و عمل:

یہ نو اسمائے افعال ہیں: ۱۔ رُوَیْدَ (= آہستہ سے، کچھ دیر کے لیے جانے دو)۔ ۲۔ بَلْہَ (= چھوڑ دے)۔ ۳۔ دُوْنَكَ (= لے لے۔ پکڑ لے)۔ ۴۔ عَلَيْكَ (=لازم پکڑ) ۵۔ حَيَّهَلْ (= جلدی سے کر)۔ ۶۔ هَا (= لے لے۔ پکڑ لے)۔ ۷۔ هَيْهَاتَ (= بہت دور ہوا)۔ ۸۔ سَرْعَانَ (= بہت تیز رفتاری کی)۔ ۹۔ شَتَّانَ (= بالکل الگ ہو گیا)۔

پہلے چھ اسمائے افعال امر حاضر کے لیے ہیں اور اپنے مابعد اسم کو اس کے مفعول ہونے کی وجہ سے نصب دیتے ہیں۔ آخری تین (۷ تا ۹) اسمائے افعال ماضی کے لیے ہیں اور اپنے مابعد کو اس کے فاعل ہونے کی وجہ سے رفع دیتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ یَا خَالِدُ رُوَیْدَ الْوَلَدَ۔ (اے خالد، بچے کو جانے دو)۔

۲۔ یَا رَجُلُ رَوَیْدَ زَیْدًا۔ (اے شخص، زید کو جانے دے)۔

۳۔ رُوَیْدَكَ یَا أَیُّهَا الرَّكِبُ۔ (اے سوار، آستہ چل)۔

۴۔ یَا جَمَالُ بَلْهَ زَیْدًا۔ (اے جمال زید کو چھوڑ دے)۔

۵۔ بَلْهَ مَا لِغَیْرِكَ۔ (دوسرے کا حق چھوڑ دے)۔

۶۔ بَلْهَ الْمُتَّهَمَ یَا شُرْطِیُّ۔ (اے سپاہی، ملزم کو چھوڑ دے)

۷۔ دُوْنَكَ انْتِقَامَكَ۔ (اپنا بدلہ لے لے)۔

۸۔ دُوْنَكَ مَا لَكَ وَبَلْهَ مَا لِغَیْرِكَ۔ (جو تیرا ہے وہ لے لے جو دوسرے کا ہے وہ چھوڑ دے)۔

۹۔ دُوْنَكَ اللِّصَّ۔ (چور کو پکڑ لے)۔

۱۰۔ عَلَیْكَ خِدْمَةَ الْوَطَنِ۔ (وطن کی خدمت کرتا رہ)۔

۱۱۔ عَلَیْكَ نُصْرَةَ الْمَظْلُوْمِ۔ (مظلوم کی مدد کیا کر)۔

۱۲۔ عَلَیْكَ الصِّدْقَ۔ (سچ کو لازم پکڑ)۔

۱۳۔ حَیَّهَلَ الصَّلَاةَ۔ (نماز کی طرف لپکو)۔

۱۴۔ حَیَّهَلَ الثَّرِیْدَ۔ (جلدی سے ثرید بناؤ)۔

۱۵۔ حَیَّهَلَ إِطْفَاءَ النَّارِ۔ (جلدی سے آگ بجھاؤ)۔

۱۶۔ هَا زَیْدًا۔ (زید کو پکڑ)۔

۱۷۔ هَا يَا خَالِدُ الْكِتَابَ۔ (اے خالد، کتاب لے لے)۔

۱۸۔ هَا يَدَ الضَّارِبِ۔ (مارنے والے کا ہاتھ پکڑ لے)۔

۱۹۔ هَيْهَاتَ زَيْدًا۔ (زید بہت دور ہو گیا)۔

۲۰۔ هَيْهَاتَ الْهَدَفُ۔ (مقصود بہت دور ہو گیا)۔

۲۱۔ هَيْهَاتَ الْفَارِسُ۔ (گھڑ سوار بہت دور ہو گیا)۔

۲۲۔ سَرْعَانَ زَيْدٌ السَّيْرَ۔ (زید بہت تیز چلا)۔

۲۳۔ سَرْعَانَ فَاطِمَةُ فِي الْأَكْلِ۔ (فاطمہ نے بہت جلدی جلدی کھایا)۔

۲۴۔ سَرْعَانَ الْوَلَدُ فِي أَدَاءِ وَجِبِهٖ۔ (لڑکے نے اپنا کام بہت جلدی کر لیا)۔

۲۵۔ شَتَّانَ الصَّدِيْقَانِ زَيْدٌ وَبَكْرٌ۔ (دو دوست زید اور بکر بالکل جدا جدا ہو گئے)۔

۲۶۔ شَتَّانَ الْقَوْلُ وَالْفِعْلُ لِخَالِدٍ۔ (خالد کے قول اور فعل میں بڑا فرق ہے)۔

۲۷۔ شَتَّانَ الْوَلِدُ وَالْإِبْنُ فِي الرَّأْيِ۔ (باپ اور بیٹا رائے میں بالکل الگ الگ ہو گئے)۔

نوٹ:

۱۔ دُوْنَكَ اور عَلَيْكَ میں ضمیر خطاب 'ک' مخاطب کے مطابق بدل جاتی ہے، مثلاً: دُوْنَكُمْ، عَلَيْكُمَا وغیرہ۔

۲۔ رُوَيْدَ کے آخر میں بھی کبھی ضمیر خطاب لگا دیتے ہیں، جیسے:

رُوَيْدَكَ۔

۳۔هَا کے امر حاضر کے چھ صیغے آتے ہیں: هَأْ۔ هَاءَا۔ هَاؤُوْا۔ هَاإِیْ۔ هَاءَا۔هَأْنَ۔ اس کا تلفظ ہمزہ کے زیر اور پیش کے ساتھ بھی آتا ہے: هَاءِ۔هَاءُ۔

۴۔ اسمائے افعال کئی اور بھی ہیں، مثلاً: إِلَیْكَ= آگے بڑھ۔ وَرَاءَكَ= پیچھے ہٹ۔ عِنْدَكَ = دور ہو جا۔ مَكَانَكَ= اپنی جگہ جم جا۔ أَمَامَكَ= آگے بڑھ۔وَرَاءَكَ= پیچھے ہٹ۔عِنْدَكَ= لے لے۔ رکھ لے۔وَیْ= مجھے تعجب ہوتا ہے۔أَوَّهْ= مجھے دُکھ ہوتا ہے۔آہ یاآھا= مجھے تکلیف ہوتی ہے۔هَلُمَّ= آ، قریب ہو۔ إِیْهِ= مجھے اور دے۔ أُفٍّ= میں اکتاتا ہوں، تنگ پڑتا ہوں۔ آمِیْنَ= قبول کر۔حَیَّ= آگے بڑھ اور جلدی کر۔صَه= خاموش ہو جا۔

۵۔ مذکورہ بالا تمام افعال سماعی ہیں، ان کے علاوہ فعل امر کے قیاسی اسمائے افعال ہیں۔ وہ اس طرح کہ ثُلَاثِی مُجَرَّد کے کسی بھی فعل تام (یعنی افعال ناقصہ کو چھوڑ کر) سے فَعَالِ کے وزن پر اسم فعل امر بنایا جاسکتا ہے، جیسے: حَذَرَ سے حَذَارِ (بچ، احتیاط کر)۔نَزَلَ سے نَزَالِ (میدان میں اُتر)۔كَتَبَ سے كَتَابِ (لکھ)۔حَمِدَ سے حَمَادِ (تعریف کر)۔قَرَأَ سے قَرَاءِ (پڑھ)۔

۶۔ ان کو اسمائے افعال اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اصل میں تو اسم تھے پھر انہیں فعل کے معنی میں استعمال کر لیا گیا۔

۷۔ اسمائے افعال اپنے ہم معنی افعال کے مقابلے میں زیادہ زور دار طریقے اور مبالغے کے ساتھ معنی دیتے ہیں۔

نوعِ عاشر:

افعالِ ناقصہ

معنی و عمل:

افعالِ ناقصہ کُل تیرہ ہیں: ۱۔ کَانَ= تھا۔ ۲۔ صَارَ= ہو گیا۔ ۳۔ أَصْبَحَ= صبح کی، صبح کے وقت ہوا۔ ۴۔ أَضْحٰی= چاشت کے وقت ہوا۔ ۵۔ أَمْسٰی= شام کے وقت ہوا۔ ۶۔ ظَلَّ= دن بھر رہا۔ ۷۔ بَاتَ= رات بھر رہا۔ ۸ تا ۱۲ مَادَامَ۔ مَازَالَ۔ مَا بَرِحَ۔ مَا انْفَكَّ مَا فَتِئَ= جاری رہا، منقطع نہ ہوا۔ ۱۳ لَيْسَ= نہیں ہے۔

یہ نواسخِ جملہ میں سے ہیں، یعنی جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مبتدا سے ابتداءِ جملہ کو ختم کر دیتے ہیں، اپنے اسم کو (جو پہلے مبتدا تھا) رفع اور اپنی خبر کو (جو پہلے مبتدا کی خبر تھی) نصب دیتے ہیں۔ ان کے مشتقات کا بھی یہی عمل ہے۔ یہ افعال چونکہ مصدری معنی پر دلالت نہیں کرتے اور صرف زمانے کو ظاہر کرتے ہیں اس لیے انہیں افعالِ ناقصہ کہتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا۔ (زید کھڑا تھا)۔

۲۔ كَانَ التِّلْمِيذُ مُجْتَهِدًا۔ (طالب علم محنتی تھا)۔

۳۔ كَانَتِ الْمُعَلِّمَةُ۔ عَالِمَةً (استانی عالمہ تھی)۔

۴۔ كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا۔ (آدمی نیک تھا)۔

۵۔ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔	(اللہ [ازل سے ابد تک] علیم و حکیم ہے)۔
٦۔ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔	(اللہ [ازل سے ابد تک] غفور، رحیم ہے)۔
۷۔ صَارَ الْفَقِيْرُ غَنِيًّا۔	(غریب امیر ہو گیا)۔
۸۔ صَارَ الْمَاءُ ثَلْجًا۔	(پانی برف ہو گیا)۔
۹۔ صَارَ الْمَاءُ بُخَارًا۔	(پانی بھاپ ہو گیا)۔
۱۰۔ صَارَتِ الشَّجَرَةُ بَابًا۔	(درخت دروازہ ہو گیا)۔
۱۱۔ أَصْبَحَ السَّاهِرُ مُتْعَبًا۔	(جاگنے والا صبح کو تھکا ماندہ تھا)۔
۱۲۔ أَصْبَحَ النَّائِمُ فَرِحًا۔	(سونے والا صبح کو خوش باش تھا)۔
۱۳۔ أَصْبَحَ الْهَوَاءُ نَدِيًّا وَبَارِدًا۔	(صبح کو ہوا خنک اور ٹھنڈی ہو گئی)۔
۱۴۔ أَصْبَحَ ضَوْءُ الْمِصْبَاحِ ضَئِيْلًا۔	(صبح کو چراغ کی روشنی مدھم ہو گئی)۔
۱۵۔ أَضْحَى الْعُمَّالُ مَشْغُوْلِيْنَ۔	(چاشت کے وقت مزدور مصروف ہو گئے)۔
۱۶۔ أَضْحَتِ الطُّرُقَاتُ مُزْدَحِمَةً۔	(چاشت کے وقت راستوں میں بھیڑ ہو گئی)۔
۱۷۔ أَضْحَتِ الدَّكَاكِيْنُ مَفْتُوْحَةً۔	(چاشت کے وقت دکانیں کھلی ہوئی ہو گئیں)۔

۱۸۔أَضْحَى النَّاسُ نَاشِطِيْنَ۔ (چاشت کے وقت لوگ مستعد ہو گئے)۔

۱۹۔أَمْسَى الْعَامِلُ مُتْعَبًا۔ (شام کے وقت مزدور تھکا ماندہ ہو گیا)۔

۲۰۔أَمْسَى الْفَضَاءُ مُغْبَرًّا۔ (شام کو فضا گرد آلود ہو گئی)۔

۲۱۔ أَمْسَتِ الْأَسْوَاقُ مُنَوَّرَةً بِالْمَصَابِيْحِ۔ (شام کو بازار بلبوں سے روشن ہو گئے)۔

۲۲۔أَمْسَى الْعَامِلُ ذَامَالٍ۔ (شام کو مزدور مال والا ہو گیا)۔

۲۳۔ظَلَّ الْجَوُّ مُعْتَدِلًا۔ (دن بھر موسم معتدل رہا)۔

۲۴۔ظَلَّ الْفَلاَّحُ مَشْغُوْلاً بِعَمَلِهٖ۔ (دن بھر کسان اپنے کام میں مصروف رہا)۔

۲۵۔ظَلَّ التِّلْمِيْذُ قَارِئاً۔ (دن بھر طالب علم پڑھتا رہا)۔

۲۶۔ظَلَّ الْوَلَدُ لَاعِبًا۔ (دن بھر لڑکا کھیلتا رہا)۔

۲۷۔بَاتَ الْمَرِيْضُ سَاهِرًا۔ (مریض رات بھر جاگتا رہا)۔

۲۸۔بَاتَ الزَّاهِدُ قَائِماً۔ (زاہد نے رات بھر قیام کیا)۔

۲۹۔بَاتَ التِّلْمِيْذُ قَارِئاً۔ (طالب علم رات بھر پڑھتا رہا)۔

۳۰۔بَاتَ الضَّيْفُ نَائِماً۔ (مہمان رات بھر سوتا رہا)۔

۳۱۔أَجْلِسُ مَادَامَ زَيْدٌ جَالِساً۔ (جب تک زید بیٹھا ہے میں بیٹھوں

گا)۔

۳۲۔ أَنَا قَائِمٌ مَادَامَ الْأُسْتَاذُ قَائِماً۔ (جب تک استاد کھڑا ہے میں کھڑا ہوں)۔

۳۳۔ أَحْسِنْ إِلَى الْفُقَرَاءِ مَادُمْتَ حَيًّا۔ جب تک تو زندہ ہے غریبوں کے ساتھ بھلائی کر)۔

۳۴۔ أُقَاوِمُ الْأَقْوِيَاءَ مَادَمُوْا ظَالِمِيْنَ۔ (جب تک طاقتور ظلم کرتے رہیں گے میں ان کا مقابلہ کروں گا)۔

۳۵۔ مَازَالَ زَيْدٌ غَنِيًّا۔ (زید بدستور امیر ہے)۔

۳۶۔ مَازَالَ الفَلَّاحُ فَقِيرًا۔ (کسان ابھی تک غیرب ہے)۔

۳۷۔ مَازَالَ الْعَامِلُ بَائِساً۔ (مزدور ابھی تک مفلوک الحال ہے)۔

۳۸۔ مَابَرِحَ زَيْدٌ صَائِماً۔ (زید ابھی تک روزے سے ہے)۔

۳۹۔ مَابَرِحَ صَاحِبُ الشُّرْطَةِ خَائِناً۔ (پولیس والا ابھی تک بددیانت ہے)۔

۴۰۔ مَابَرِحَ الْحَجَرُ مَوْجُوْدًا فِي الطَّرِيْقِ۔ (پتھر ابھی تک راستے میں پڑا ہے)۔

۴۱۔ مَا انْفَكَّتْ كَشْمِيْرُ مُحْتَلَّةً۔ (کشمیر ابھی تک مقبوضہ ہے)۔

۴۲۔ مَا انْفَكَّتْ الْإِسْتَعْمَارُ مُسْتَغِلًّا۔ (سامراج ابھی تک استحصال کر رہا ہے)۔

۴۳۔ مَا انْفَكَّ الْمُسْلِمُوْنَ مُتَخَلِّفِيْنَ۔ (مسلمان ابھی تک پسماندہ ہیں)۔

۴۴۔ مَافَتِئَ زَيْدٌ مُخْلِصاً لَّكَ۔ (زید بدستور تم سے مخلص ہے)۔

۴۶۔مَافَتِیءَ الْمُعَلِّمُ أَمِیْنًا۔ (معلم اب بھی امانت دار ہے)۔

۴۷۔لَيْسَ زَيْدٌ مُجْتَهِدًا۔ (زید محنتی نہیں ہے)۔

۴۸۔لَيْسَ الحَاكِمُ عَادِلاً۔ (حاکم عادل نہیں ہے)۔

۴۹۔لَيْسَ الْوَلَدُ مُهَذَّبًا۔ (لڑکا مہذب نہیں ہے)۔

۵۰۔لَيْسَتْ بَاكِسْتَانُ دَوْلَةً مُتَقَدِّمَةً۔ (پاکستان ایک ترقی یافتہ ملک نہیں ہے)۔

۵۱۔لَيْسَ زَيْدٌ بِعَالِمٍ۔ (زید عالم نہیں ہے)۔

۵۲۔لَيْسَ التِّلْمِيْذُ بِمُجْتَهِدٍ۔ (طالب علم محنتی نہیں ہے)۔

نوٹ:

۱۔لَيْسَ کی خبر سے پہلے باءزائدہ بھی آجاتا ہے جیسا کہ اوپر مثال ۵۱ اور ۵۲ میں ہے۔اس صورت میں اس کی خبر باء کی وجہ سے مجرور ہو گی۔

۲۔أَصْبَحَ، أَضْحٰى، أَمْسٰى، ظَلَّ، بَاتَ، صَارَ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

۳۔ كَانَ کے مضارع کے بعض صیغوں میں مجزوم ہونے کی صورت میں آخر سے نون کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے: لَمْ يَكُنْ سے لَمْ يَكُ، لَمْ تَكُنْ سے لَمْ تَكُ، لَمْ أَكُنْ سے لَمْ أَكُ۔

نوعِ حادی عشر:

افعالِ مُقارِبہ

معنی و عمل:

افعالِ مقاربہ چار ہیں: ا۔ عَسٰی = ہو سکتا ہے، مبادا، Maybe۔ ۲۔ کَادَ= ہوا چاہتا تھا۔ On the point of. Well. Nigh ۔ ۳۔ کَرَبَ۔ ۴۔ أَوْشَكَ (آخری دو تقریباً کَادَ کے ہم معنی ہیں)۔ انہیں افعال مقاربہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اسم کے لیے خبر کے حصول کو قریب دیتے ہیں۔ ان کا عمل افعال ناقصہ کی طرح ہے، اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، البتہ ان کی خبر اکثر و بیشتر فعل مضارع ہوتی ہے، أَنْ کے ساتھ یا أَنْ کے بغیر، اور صرف محلاً منصوب ہوتی ہے۔

مثالیں:

ا۔ عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُساً۔ (مبادا یہ چھوٹا غار مصیبت بن جائے)۔

۲۔ عَسٰى زَيْدٌ أَنْ يَّخْرُجَ۔ (ہو سکتا ہے کہ زید باہر نکلے)۔

۳۔ عَسٰى خَالِدٌ أَنْ يَجْتَهِدَ۔ (ہو سکتا ہے کہ خالد محنت کرے)۔

۴۔ عَسَى الرِّجَالُ أَنْ يَنْصُرُوْكَ۔ (ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی تیری مدد کریں)۔

۵۔ عَسَتِ الْمَرْأَةُ أَنْ تَعُوْدَ۔ (ہو سکتا ہے کہ وہ عورت لوٹ آئے)۔

٦۔ عَسیٰ زَیْدٌ سَیَقُوْمُ۔ (ہو سکتا ہے کہ زید کھڑا ہو جائے)۔

٧۔ کَادَ حَامِدٌ یَجِیْئُ۔ (حامد آیا چاہتا ہے)۔

٨۔ کَادَ الْوَلَدُ یَبْکِیْ۔ (لڑکا رویا چاہتا ہے)۔

٩۔ کَادَ زَیْدٌ أَنْ یَذْهَبَ إِلیٰ لَاهُورَ۔ (زید لاہور جانے والا ہے)۔

١٠۔ کَادَ الْفَقْرُ أَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا۔ (مبادا غریبی کفر بن جائے)۔

١١۔ کَادَتِ السَّمَاءُ تُمْطِرُ۔ (آسمان بارش برسایا چاہتا ہے)۔

١٢۔ کَادَ الْقِطَارُ یَتَحَرَّكُ۔ (گاڑی چلا چاہتی ہے)۔

١٣۔ کَرَبَ الْمَاءُ یَجْمَدُ۔ (پانی جما چاہتا ہے)۔

١٤۔ کَرَبَ الشِّتَاءُ یَنْقَضِیْ۔ (موسم سرما ختم ہو چاہتا ہے)۔

١٥۔ کَرَبَتِ الْحِصَّةُ تَنْتَهِیْ۔ (پیریڈ ختم ہوا چاہتا ہے)۔

١٦۔ کَرَبَ الْقِطَارُ یَجِیْئُ۔ (گاڑی آیا چاہتی ہے)۔

١٧۔ کَرَبَ اللَّبَنُ یَغْلِیْ۔ (دُودھ اُبلا چاہتا ہے)۔

١٨۔ کَرَبَتِ الْمَرْأَةُ تَبْکِیْ۔ (عورت رویا چاہتی ہے)۔

١٩۔ أَوْشَكَ الْمَالُ أَنْ یَنْفَدَ۔ (مال ختم ہونے لگا)۔

٢٠۔ یُوْشِكُ الْمَرِیْضُ أَنْ یَبْرَأَ۔ (مریض صحت یاب ہونے لگا)۔

٢١۔ أَوْشَكَ الْقِطَارُ أَنْ یَتَحَرَّكَ۔ (گاڑی چلنے والی ہے)۔

٢٢۔ یُوْشِكُ الرَّاکِبُ أَنْ یَنْزِلَ۔ (سوار اترنے والا ہے)۔

٢٣۔ یُوْشِكُ الْإِمَامُ أَنْ یُسَلِّمَ۔ (امام سلام پھیرنے والا ہے)۔

۲۴۔يُوْشِكُ الْمَطَرُ أَنْ يَنْزِلَ۔ (بارش ہونے والی ہے)۔

نوٹ:

ا۔عَسٰی اور أَوْشَكَ کی خبر،جو فعل مضارع ہوتی ہے،سے پہلے أَنْ ضرور آتا ہے۔کَرَبَ کی خبر سے پہلے أَنْ بالکل نہیں آتا اور کَادَ کی خبر سے پہلے بھی عام طور پر نہیں آتا لیکن کبھی آ بھی جاتا ہے۔

۲۔عَسیٰ اسم کے لیے خبر کے حصول کی امید ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے،کَادَ اور کَرَبَ خبر کے حصول کے قریب ہونے کا یقین ظاہر کرنے کے لیے آتے ہیں اور اَوْشَكَ یہ ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے کہ خبر کا حصول شروع ہو گیا ہے۔

۳۔عسیٰ سے فعل ماضی کے باقی تیرہ صیغے (مضارع،امر،نہی وغیرہ) نہیں آتے۔کَادَ سے ماضی اور مضارع کے تمام صیغے آتے ہیں اور کوئی نہیں آتے۔یہی صورت کَرَبَ اور اَوْشَكَ کی ہے۔

۴۔امید کا معنی دینے کے لیے عسٰی کے علاوہ حَرَی اور اِخْلَوْلَقَ بھی استعمال ہوتے ہیں۔اَفعالِ شروع میں شَرَعَ۔ أَنْشَأَ۔ أَخَذَ۔ طَفِقَ۔ جَعَلَ۔ عَلِقَ۔ قَامَ۔ أَقْبَلَ۔هَبَّ استعمال ہوتے ہیں۔جیسے: حَرَی الْغَائِبُ أَنْ يَّحْضُرَ (شاید غائب آجائے)۔إِخْلَوْلَقَ الْمُذْنِبُ أَنْ يَّتُوْبَ (شاید گنہگار توبہ کرلے)۔شَرَعَ الطِّفْلُ يَبْكِيْ (بچہ رونے لگا)۔ أَنْشَأَتِ السَّمَاءُ تُمْطِرُ (آسمان بارش برسانے لگا)۔ أَخَذَ الثَّوْبُ يَبْلِيْ (کپڑا بوسیدہ ہونے لگا)۔أَخَذَتِ الْأَشْجَارُ تُوْرِقُ (درخت پتے نکالنے لگے)۔ طَفِقَ الْغِلْمَانُ يَتَنافَسُوْنَ فِي السِّباحَةِ (لڑکے تیراکی میں باہم مقابلہ کرنے لگے)۔جَعَلَ الصُّبْحُ يَطْلَعُ (صبح طلوع ہونے لگی)۔

نوعِ ثانی عشر:

افعالِ مَدح وذَم

معنی وعمل:

افعالِ مدح وذم چار ہیں: نِعْمَ۔ بِئْسَ۔ سَاءَ۔ حَبَّذَا۔ چاروں فعل ماضی ہیں (صرف حَبَّذَا مرکب ہے حَبَّ ماضی اور ذَا سے)۔نِعْمَ اور حَبَّذَا مدح کا فائدہ (خوب، اچھا وغیرہ کا معنی) دیتے ہیں جبکہ بِئْسَ اور سَاءَ ذم کا فائدہ (بُرا کا معنی) دیتے ہیں۔

ان افعال کے بعد جو اسم آتا ہے وہ مدح یاذم کے پہلو پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) معرّف باللّام یا معرّف باللّام کا مضاف ہو گا اور فعلِ مدح یاذم کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا (۲) نکرہ ہو گا اور پوشیدہ فاعل کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہو گا۔(۳) مَنْ یامَا ہو گا اور فاعل ہونے کی وجہ سے محلّ ِرفع میں ہو گا۔

جس اسم کی مدح یاذم کی جارہی ہے (اَلْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ أَوِ الذَّمِّ) وہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا خواہ وہ افعالِ مدح وذَم سے پہلے آئے یا بعد میں۔

مثالیں:

١۔ نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ۔ (زید اچھا آدمی ہے)۔

٢۔ نِعْمَ وَلَدُ الرَّجُلِ زَیْدٌ۔ (زید اس آدمی کا اچھا لڑکا ہے)۔

٣۔ نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ۔ (زید اچھا آدمی ہے)۔

٤۔ نِعْمَ مَنْ تَنْصُرُہُ الرَّجُلُ الْمَظْلُوْمُ۔ (وہ مظلوم آدمی بہت اچھا ہے جس کی تو مدد کرتا ہے)۔

٥۔ نِعْمَ مَا تَسْعٰی إِلَیْہِ الْکَسَبُ الْحَلَالُ۔ (وہ کسبِ حلال بہت اچھا ہے جس کے لیے تو دوڑ دھوپ کرتا ہے)۔

٦۔ نِعْمَتِ (نِعْمَ) الْمَرْأَۃُ عَائِشَۃُ۔ (عائشہ اچھی عورت ہے)۔

٧۔ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ نِعْمَ الْقَائِدُ۔ (خالدؓ بن ولید اچھے سالار ہیں)۔

٨۔ بِئْسَ الرَّجُلُ زَیْدٌ۔ (زید بُرا آدمی ہے)۔

٩۔ بِئْسَ التِّلْمِیْذُ مَاجِدٌ۔ (ماجد برا طالب علم ہے)۔

١٠۔ بِئْسَ عَامِلاً مَحْمُوْدٌ۔ (محمود بُرا مزدور ہے)۔

١١۔ بِئْسَتِ (بِئْسَ) الْمَرْأَۃُ ھِنْدٌ۔ (ہند بری عورت ہے)۔

١٢۔ سَاءَ التَّاجِرُ رَاشِدٌ۔ (راشد برا تاجر ہے)۔

١٣۔ سَاءَتِ التِّلْمِیْذَۃُ ھِنْدٌ۔ (ہند بری طالبہ ہے)۔

١٤۔ سَاءَ جَلِیْسًا حَامِدٌ۔ (حامد برا ہم نشین ہے)۔

١٥۔ سَاءَ الْکَاتِبُ خَالِدٌ۔ (خالد برا کاتب ہے)۔

١٦۔ حَبَّذَا الرَّجُلُ جَمَالٌ (جمال اچھا آدمی ہے)۔

١٧۔ حَبَّذَا الوَلَدُ خَالِدٌ۔ (خالد اچھا لڑکا ہے)۔

١٨۔ حَبَّذَا الْمُسْلِمَةُ عَائِشَةُ۔ (عائشہ اچھی مسلمان ہے)۔

١٩۔ حَبَّذَا حَاكِماً مَحْمُودٌ۔ (محمود اچھا حاکم ہے)۔

٢٠۔ نِعْمَ الطَّبَّاخُ صَالِحٌ۔ (صالح اچھا باورچی ہے)۔

نوٹ: (١) ذم کے لیے لَا حَبَّذَا بھی آتا ہے۔ (٢) کسی قرینے کی موجودگی میں المخصوص بالمدح أو الذم کو حذف بھی کیا جاسکتا ہے۔

نوعِ ثالث عشر:

اَفعالِ قُلُوب

معنی و عمل:

افعالِ قلوب جنہیں افعالِ شک و یقیں بھی کہتے ہیں سات ہیں: حَسِبْتُ (= میں نے گمان کیا)۔ خِلْتُ (= مجھے خیال ہوا)۔ ظَنَنْتُ (=میں نے گمان کیا)۔ یہ تینوں شک کے لیے ہیں۔ عَلِمْتُ (=میں نے جانا ہے) رَأَيْتُ (= میں سمجھا، میری رائے ہوئی)۔ وَجَدْتُ (= میں نے پایا)۔ یہ تینوں یقین کے لیے ہیں۔ زَعَمْتُ (= مجھے زُعم ہوا، میں نے گمان کیا) شک اور یقین دونوں کے لیے ہے۔ یہ افعال ظاہری اعضائے جسم سے نہیں بلکہ دل سے صادر ہوتے ہیں اس لیے انہیں افعالِ قلوب کہتے ہیں۔ یہ ساتوں افعال متصرّف ہیں۔ یہ اپنے بعد آنے والے دونوں اسموں کو نصب دیتے ہیں کیونکہ وہ دونوں مفعول ہوتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ حَسِبْتُ زَيْدًا فَاضِلاً۔	(میں نے زید کو فاضل گمان کیا)۔
۲۔ حَسِبْتُ رَاشِدًا صَادِقًا۔	(میں نے راشد کو سچا خیال کیا)۔
۳۔ ظَنَنْتُ بَكْرًا نَائِماً۔	(میں نے بکر کو سویا ہوا گمان کیا)۔
۴۔ ظَنَنْتُ زَيْدًا كَاذِباً۔	(میں نے زید کو جھوٹا گمان کیا)۔
۵۔ خِلْتُ مَحْمُودًا قَائِمًا۔	(میں نے محمود کو کھڑا ہوا خیال کیا)۔
۶۔ خِلْتُ الْحَاكِمَ عَادِلاً۔	(میں نے حاکم کو عادل خیال کیا)۔

۷۔عَلِمْتُ خَالِدًا شُجَاعًا۔ (میں نے خالد کو بہادر جانا)۔

۸۔عَلِمْتُ مَاجِدًا أَمِيْنًا۔ (میں نے ماجد کو امانت دار جانا)۔

۹۔رَأَيْتُ مَحْمُوداً حَسَنًا۔ (میں نے محمود کو اچھا سمجھا)۔

۱۰۔رَأَيْتُ زَيْدًا مُجْتَهِدًا۔ (میں نے زید کو محنتی سمجھا)۔

۱۱۔وَجَدْتُّ الدَّارَ وَاسِعَةً۔ (میں نے گھر کو کشادہ پایا)۔

۱۲۔وَجَدْتُّ عَمروًا صَالِحًا۔ (میں نے عمرو کو نیک پایا)۔

۱۳۔زَعَمْتُ اللهَ غَفُوْرًا۔ (میں نے اللہ کو غفور جانا[یقین کے لیے])

۱۴۔زَعَمْتُ الشَّيْطَانَ شَكُوْرًا۔ (میں نے شیطان کو شکر گزار گمان کیا [شک کے لیے])

نوٹ: (۱) یہ تمام افعال متصرف ہیں، ان سے ماضی، مضارع، امر، نہی وغیرہ کے تمام صیغے آتے ہیں اور جس فعل اور جس صیغے میں بھی یہ افعال آئیں گے ان کا معنی و عمل یہی ہو گا۔ مثلاً: حَسِبْتُ زَيْدًا فَاضِلًا، تَحْسَبُ زَيْدًا۔ فَاضِلًا۔

(۲) اگر یہ افعال اپنے دو مفعولوں کے درمیان یا ان کے بعد واقع ہوں تو ان کے عمل کو باقی رکھنا اور باطل کر دینا دونوں جائز ہیں مثلاً: زَيْدٌ حَسِبْتُ فَاضِلٌ اور زَيْدًا حَسِبْتُ فَاضِلاً، زَيْدٌ فَاضِلٌ حَسِبْتُ اور زَيْدًا فَاضِلًا حَسِبْتُ سب درست ہیں۔



عواملِ قِیاسِیّہ

عواملِ قِیَاسِیّہ کُل سات ہیں: ۱۔ فعل۔ مصدر۔ اسم فاعل۔ ۴۔ صفت مشبّہہ۔ ۵۔ اسم مفعول۔ ٦۔ مضاف۔ ۷۔ اسم تام۔ پہلے تین فاعل کو رفع اور (متعدّی ہونے کی صورت میں) مفعول کو نصب دیتے ہیں۔ صفت مشبّہہ (چونکہ لازم فعل کے مصدر سے مشتق ہوتا ہے اس لیے صرف) فاعل کو رفع دیتی ہے۔ مضاف اپنے بعد والے اسم یعنی مضافِ الیہ کو جرّ دیتا ہے۔ اسمِ تام اپنے بعد والے اسم نکرہ کو (جو کہ اس کی تمیز ہوتا ہے) نصب دیتا ہے۔ اسم مفعول فعل مجہول کی طرح نائب فاعل کو رفع اور دوسرے، تیسرے مفعول کو نصب دیتا ہے۔

عمل کی مثالیں:

۱۔ فعل:

۱۔ ضَحِكَ زَيْدٌ۔ (= زید ہنسا۔ فعل ضَحِكَ نے فعل زَيْدٌ کو رفع دی)۔

۲۔ كَتَبَ زَيْدٌ رِسَالَةً۔ (=زید نے ایک خط لکھا۔ فعل كَتَبَ نے فاعل زید کو رفع اور مفعول رِسَالَةً کو نصب دیا)۔

۳۔ أَكَلَ الْوَلَدُ التُّفَّاحَ۔ (= لڑکے نے سیب کھایا۔ فعل أَكَلَ نے فاعل الولد کو رفع اور مفعول التُّفَّاح کو نصب دیا)۔

۴۔ قَرَأَ خَالِدٌ كِتَابًا۔ (= خالد نے ایک کتاب پڑھی۔ فعل قَرَأَ نے فاعل

خالد کو رفع اور مفعول کِتَابًا کو نصب دیا)۔

۲۔ مصدر:

۱۔سَاءَنِیْ مَدْحُ الْمُتَکَلِّمِ نَفْسَہٗ۔(= متکلم کا خود اپنی تعریف کرنا مجھے برا لگا۔ مصدر مَدْحُ نے جو فاعل المتکلم کا مضاف ہے مفعول نفسَہ کو نصب دیا)۔

۲۔یَسُرْنِیْ شُکْرُكَ الْمُنْعِمَ (= مجھے خوش کرتا ہے تمہارا محسن کا شکریہ ادا کرنا۔شُکْر مصدر نے المنعم کو نصب دیا)۔

۳۔ إِطَاعَتُكَ الرَّئِیْسَ فَضِیْلَۃٌ۔ (= تمہارا سردار کی اطاعت کرنا خوبی ہے۔مصدر إِطَاعۃ نے مفعول الرَّئِیْس کو نصب دیا)۔

۴۔وَاجِبٌ عَلَیْنَا تَشْجِیْعٌ کُلَّ مُجْتَھِدٍ۔ (= ہر محنتی شخص کی حوصلہ افزائی کرنا ہم پر لازم ہے۔مصدر تَشْجِیعٌ نے مفعول کُلَّ کو نصب دیا)۔

۳۔ اسمِ فاعل:

۱۔ أَنَا الشَّاکِرُ نِعْمَتَكَ۔(= میں تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرنے والا ہوں۔اسم فاعل الشاکر نے نعمۃ کو نصب دیا)۔

۲۔لَسْتُ بِالْجَاحِدِ فَضْلَکُمْ۔ (= میں تمہاری فضیلت کا انکار کرنے والا نہیں۔اسم فاعل الجَاحِدِ نے فَضْلَ کو نصب دیا)۔

۳۔ مَا الغَضُوْبُ وَاجِدٌ سُرُوْرًا۔ (= غصہ کرنے والا خوشی نہیں پاتا۔اسم فاعل وَاجِدٌ نے سُرُوْرًا کو نصب دیا)۔

۴۔ أَمُنْجِزٌ أَنْتَ وَعْدَكَ؟(= کیا تم اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہو؟ اسم

فاعل مُنْجِز نے وَعْدَ کو نصب دیا)۔

نوٹ: اسم مبالغہ بھی وہی عمل کرتا ہے جو اسم فاعل کا ہے۔ اسم مبالغہ زیادہ تر فَعَّالٌ، مِفْعَالٌ، فَعُوْلٌ اور فَعِيْلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: غَفَّارٌ، مِقْوَالٌ، غَفُوْرٌ، عَلِيْمٌ۔

۴۔ اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ[1]

۱۔ اَلسُّلَحْفَاةُ بَطِيْئٌ سَيْرُهَا۔ (= کچھوا سست رفتار ہوتا ہے۔ بَطِيْئٌ صفت مشبّہہ ہے اور اس کا معمول سَيْرُ مرفوع ہے)۔

۲۔ اِشْتَرَيْتُ الْجَوَادَ الْاَشْهَبَ لَوْنُهٗ (= میں نے سبز رنگ کا گھوڑا خریدا۔ الاشھب صفت مشبہ کا معمول لَونُ مرفوع ہے)۔

---

[1] اسم فاعل اور صفت مشبّہہ میں یہ فرق ہے کہ اسم فاعل میں فعل کے عارضی طور پر قائم ہونے کا معنی پایا جاتا ہے جبکہ صفت مشبّہہ میں پائیداری اور دوام کے ساتھ قائم ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہمیشہ فعل لازم سے بنتا ہے۔ جس فعل کی ماضی فَعِلَ کے وزن پر ہو اس سے صفت مشبّہہ کا صیغہ (اگر اس کا فعل خوشی یا غم کے معنی پر دلالت کرے) فَعِلٌ (اگر عیب رنگ، حلیہ وغیرہ پر دلالت کرے) أَفْعَلُ اور (بھوک، پیاس، سیری وغیرہ پر دلالت کرے تو) فَعْلَان کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: فَرِحٌ (خوش)، حَزِنٌ (غمگین)، أَعْوَرُ (کانا)، أَخْضَرُ (سبز)، عَطْشَان (پیاسا)، جَوْعَان (بھوکا)۔ فَعْلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے کَرِيْمٌ شُجَاعٌ، جَبَانٌ (بزدل)، بَطَلٌ، صُلْبٌ (سخت)، شَهْمٌ (دلیر) ثُلاثِی مُجَرَّد سے بننے والا ہر وہ صیغہ جو اسم فاعل کے معنی میں ہو لیکن فَاعِلٌ کے وزن پر نہ ہو صفت مشبہ ہوتا ہے۔ جیسے: طَيِّبٌ (اچھا، پاکیزہ)، شَيْخٌ (بزرگی، بزرگ)۔

۳۔ اَلْوَرْدُ طَیِّبٌ رِیْحُہٗ(= گلاب کے پھول کی اچھی ہوتی ہے۔ صفت مشبّہہ طَیِّبٌ کا معمول رِیْحٌ مرفوع ہے)۔

۴۔ اَلرَّئِیْسُ شُجَاعٌ وَلَدُہٗ(= سردار کا بیٹا بہادر ہے۔ صفت مشبّہہ کا معمول وَلَدُ مرفوع ہے)۔

۵۔ اسمِ مفعول:

ا۔ الرَّجُلُ مَعْرُوْفٌ وَفَاؤُہٗ۔(= آدمی کی وفاداری مشہور ہے۔ اسم مفعول مَعْرُوْفٌ کا معمول وَفَاءُ مرفوع ہے)۔

۲۔ زَیْدٌ مُعْطیً أَخُوْہُ ثَوْبًا(= زید کے بھائی کو کپڑا دیا گیا ہے۔ اسم مفعول مُعْطیً کا معمول اول أَخُو مرفوع اور معمول ثانی ثَوْبًا منصوب ہے)۔

۳۔ أھُوَ مَسْمُوْعٌ حَدِیْثُہٗ؟(= کیا اس کی بات سُنی جاتی ہے؟ اسم مفعول مَسموعٌ کا معمول حَدِیْثُ مرفوع ہے)۔

۴۔ ھَلِ الْمُخَبَّرُ الطَّیَارُوْنَ الْجَوَّھَا دِئًا؟(= کیا پائلٹوں کو اچھے موسم کی پیش گوئی کی گئی ہے؟ اسم مفعول المخبر کا معمول اول الطَّیَّارُوْنَ مرفوع اور معمول ثانی و ثالث الجوَّ اور ھَادِئًا منصوب ہیں)۔

٦۔ مضاف:

ا۔ عُنُقُ الْجَمَلِ طَوِیْلٌ(= اُونٹ کی گردن لمبی ہے)۔

۲۔ أَسْمَعُ بُکَاءَ طِفْلٍ(= میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن رہا ہوں)۔

۳۔ طُرُقُ الْمَدِیْنَۃِ وَاسِعَۃٌ(= شہر کی سڑکیں کشادہ ہیں)۔

۴۔ وَلَدُ الرَّجُلِ ذَکِیٌّ (= آدمی کا لڑکا ذہین ہے)۔

(مضاف عُنُق، بُکَاءَ، طُرُقُ اور وَلَدُ نے اپنے مضافِ الیہ بالترتیب الْجَمَلِ، طِفْلٍ، الْمَدِینۃ اور الرَّجُلِ کو جرّ دی)۔

۷۔ اسمِ تام[1]

۱۔ عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا (= میرے پاس ایک رطل تیل ہے)۔

۲۔ عِنْدَہٗ عِشْرُوْنَ دِرْھَمًا (= اس کے پاس بیس دراہم ہیں)۔

۳۔ حَضَرَ اَرْبَعُوْنَ طَالِبًا (= چالیس طالب علم حاضر ہوئے)۔

۴۔ عِنْدَہٗ کِیْلُو فِضَّۃً (= اس کے پاس ایک کیلو چاندی ہے)۔

(اسمِ تام رِطْل، عِشْرُوْنَ، أَرْبَعُوْنَ اور کیلو نے اپنے بعد والے اسم نکرہ کو نصب دیا۔ بعد والا اسم نکرہ اپنے ما قبل اسم تام کی تمیز ہے)۔

مصدر: اسم فاعل صفت مشبّہہ اور اسم مفعول کے عمل کے قواعد

مصدر دو حالتوں میں عمل کرتا ہے: (۱) یہ فعل کا بدل ہو، یعنی فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کا قائم مقام بنا دیا گیا ہو، جیسے: تَعْظِیْمًا وَالِدَیْكَ جو اصل

[1] اسم تام سے مراد وہ اسم نکرہ ہے جو اضافت سے بے نیاز اور تمیز کا محتاج ہو۔ اسم تام کے بعد والا اسم نکرہ اس کی تمیز ہوتا ہے یعنی اس کے ابہام کو دور کرتا ہے۔ اسم تام کے آخر میں تنوین ہوتی ہے یا تثنیہ یا جمع مذکر سالم کے نون سے مشابہت رکھنے والا نون ہوتا ہے یا پھر پہلے سے ہی مضاف ہوتا ہے (جیسے مَلَاؤُہٗ) کہ جس کی مزید اضافت ممکن ہی نہیں۔

میں عَظِّمْ وَالِدَيْكَ (اپنے والدین کی تعظیم کر) ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ جہاں مصدر کی جگہ حرف مصدری أَنْ یامَاکا فعل کے ساتھ لانا درست ہو، جیسے: عَجِبْتُ مِنْ ضَرْبِكَ زَيْدًا۔ مصدر کے بجائے فعل لایا جائے تو یہ جملہ اس طرح ہو گا؛ عَجِبْتُ مِنْ أَنْ ضَرَبْتَ زَيْدًا۔

اسم فاعل حرف دو حالتوں میں عمل کرتا ہے:

ا۔ اسم فاعل معرّف باللّام ہو۔

۲۔ یہ حال یا مستقبل پر دلالت کرے اور نفی یا استفہام یا مبتدا یا موصوف پر اعتماد کرے، یعنی اسم فاعل سے پہلے ان چار چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو۔

صفت مشبّہہ اپنے عمل میں اسم فاعل کے مانند ہے تاہم اس کے عمل کے لیے زمانے (حال یا مستقبل) کی شرط نہیں۔

اسم مفعول کے عمل کرنے کے قواعد بالکل وہی ہیں جو اسم فاعل کے ہیں۔ اسم مفعول چونکہ فعل مجہول سے مشتق ہوتا ہے اس لیے یہ عمل بھی فعل مجہول جیسا کرتا ہے، چنانچہ جس طرح فعل مجہول نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح اسم مفعول بھی اسے رفع دیتا ہے۔ اگر اسم مفعول ایسے فعل سے مشتق ہو جو متعدّی بہ دو مفعول یا سہ مفعول ہو تو اس صورت میں پہلا اسم مفعول فاعل کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا اور باقی دو مفعول منصوب ہوں گے۔

مُرکّبِ اضافی

مضاف اور مضافِ الیہ مل کر مرکب اضافی بناتے ہیں۔ مضاف وہ اسم ہے کہ جسے دوسرے اسم یعنی مضاف الیہ سے اضافت یعنی نسبتِ تقییدی (پابند کر دینے والی) دی جاتی ہے۔ عربی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے، نیز عربی میں کوئی حرفِ اضافت نہیں ہے۔

قواعد:

(۱) مضاف ہمیشہ اسم ظاہر ہوتا ہے جبکہ مضافِ الیہ اسم ظاہر بھی ہو سکتا ہے اور اسمِ ضمیر بھی۔

(۲) مضاف پر تنوین آتی ہے اور نہ 'اَلْ'، بلکہ وہ مرفوع ہوتا ہے اور اس کی حالت رفع کو ایک پیش سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اگر مضاف سے پہلے کوئی عامل آجائے تو اس کے عمل سے یہ منصوب یا مجرور ہو سکتا ہے۔

(۳) مضاف اِلیہ اسم معرفہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم نکرہ بھی۔

(۴) مضافِ الیہ واحد متکلم کی ضمیر ہو تو مضاف کے آخری حرف کے نیچے زیر ڈال دیتے ہیں اور مضاف الیہ یائے متکلم ساکن بھی ہو سکتی ہے اور اس پر زبر بھی ڈالی جا سکتی ہے۔

(۵) اگر مضاف تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہو تو آخر سے نون اعرابی کو حذف کر دیتے ہیں۔

(۶) مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ اگر مضافِ الیہ تثنیہ یا جمع مذکر سالم کا

صیغہ ہو تو 'ین' کے ساتھ آئے گا۔

(۷) مضاف اگر کسی اور مضاف کا مضاف الیہ ہو تو بھی مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہو گا۔

(۸) مضاف اور مضاف الیہ یکجا آتے ہیں۔ کوئی چیز ان دونوں کے درمیان واقع نہیں ہو سکتی۔ اگر مضاف کی کوئی صفت بیان کی جائے تو وہ مضاف الیہ کے بعد آئے گی۔

مثالیں:

۱۔	وَلَدُ الرَّجُلِ	۲۔	وَلَدُ رَجُلٍ	۳۔	وَلَدُهُ
۴۔	جَاءَ عَبْدُ اللهِ	۵۔	رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ	۶۔	مَرَرْتُ بِعَبْدِ اللهِ
۷۔	هٰذِهٖ كُلِّيَّتِيْ/ كُلِّيَّتِي	۸۔	تِلْكَ دَارِيْ/دَارِيَ	۹۔	كُلِّيَّتَا الْمَدِيْنَةِ
۱۰۔	سَيَّارَتَا الرَّجُلِ	۱۱۔	مُقِيْمُوا الصَّلٰوةِ	۱۲۔	ثَوَابُ الدَّارَيْنِ
۱۳۔	خَلِيْفَةُ الْمُسْلِمِيْنَ	۱۴۔	خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ	۱۵۔	خَادِمُ رَئِيْسِ الْكُلِّيَّةِ
۱۶۔	وَلَدُ الرَّجُلِ الْأَكْبَرُ (آدمی کا بڑا لڑکا)			۱۷۔	اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ الصَّالِحَةُ (فرعون کی نیک بیوی)

اضافی کی دو اقسام:

اضافت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اضافت معنوی ۲۔ اضافت لفظی

اضافت معنوی مضاف کو دو فائدوں میں سے کوئی ایک فائدہ دیتی ہے،

یعنی اسے معرفہ بنا دیتی ہے یا خاص کر دیتی ہے۔ مثلاً: **عُنُقُ الْجَمَلِ طَوِيْلٌ** (اونٹ کی گردن لمبی ہے)۔ اس میں لفظ **عُنُق** اصل میں تو اسم نکرہ ہے بمعنی گردن۔ یہ عنق کسی کی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن معرف باللام اسم **الجمل** کا مضاف ہونے کی وجہ سے یہ اسم معرفہ بن گئی، یعنی ایک خاص جمل کی عنق۔ نہ تو یہ کسی بھی ذی عنق کی عنق ہے اور نہ ہی کسی بھی جمل کی عنق۔ اسی طرح اگر آپ کہیں: **أَسْمَعُ بُكَاءً** (میں رونے کو سن رہا ہوں) تو اس میں اسم نکرہ **بُكَاءَ** سے مراد کسی کا بھی **بُكَاءَ** ہو سکتا ہے۔ مرد کا۔ عورت کا۔ لڑکے کا۔ لڑکی کا وغیرہ۔ تو یہ اسم نکرہ ہے لیکن اگر آپ کہیں: **أَسْمَعُ بُكَاءَ طِفْلٍ** تو اب **بُكَاءَ** اسم نکرہ نہ رہا، کیونکہ اب عورت۔ مرد۔ لڑکی وغیرہ کے بُکاء ہونے کا امکان نہ رہا۔ البتہ کسی خاص طفل کا بُکاء بھی نہیں بلکہ کسی ایک طفل کا بُکاء ہے کیونکہ **طِفْلٍ** اسم نکرہ ہے۔ لہٰذا لفظ **بُكَاءَ** اسم معرفہ تو نہیں بنا لیکن اسم نکرہ بھی نہیں رہا۔ بلکہ ایک خاص اسم بن گیا ہے اور اسے یہ تخصیص ایک اسم نکرہ کا مضاف بننے سے حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اسم نکرہ کسی دوسرے اسم معرفہ کی طرف معنوی طور پر مضاف ہو تو وہ بھی معرفہ بن جاتا ہے۔ اور اگر کسی اسم نکرہ کی اضافت معنوی کسی اسم نکرہ کی طرف ہو تو مضاف اسم خاص بن جاتا ہے (یا اسے تخصیص حاصل ہو جاتی ہے)۔ پس اضافت معنوی اس اضافت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے مضاف اسم معرفہ یا اسم خاص بن جاتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ اضافت معنوی میں مضاف اپنے مضاف الیہ کی

صفت نہیں ہوتا۔

اضافت لفظی اس اضافت کو کہتے ہیں جو مضاف کو تعریف (معرفہ بنانے) یا تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ صرف یہ ہوتا ہے کہ مضاف ہونے کے بعد اس کی تنوین حذف ہو جاتی ہے۔ (اگر وہ تنوین والا ہو) اور اس کے آخر سے تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا نون حذف ہو جاتا ہے۔ یعنی صرف ان دو حذف سے تخفیف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اضافتِ لفظی میں صفت کو مضاف الیہ سے اضافت دے دی جاتی ہے۔

مثالیں:

۱۔ صَانِعُ الْمَعْرُوْفِ مَشْكُوْرٌ۔ (بھلائی کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے)۔

۲۔ مَحْمُوْدُ الخِصَالِ مَمْدُوحٌ۔ (اچھی عادات والے کی تعریف کی جاتی ہے)۔

۳۔ سَرِيْعُ الْغَضَبِ مَذْمُوْمٌ۔ (جلد غصے ہونے والے کی مذمت کی جاتی ہے)۔

ان مثالوں میں اس وصف صَانِعٌ، مَحْمُوْدٌ اور سَرِيْعٌ کو اضافت دی گئی ہے اور اضافت دیے جانے کے بعد یہ نہ تو اسم معرفہ بنے ہیں اور نہ اسم خاص۔ مثلاً اگر کہا جائے:

رَأَيْتُ رَجُلاً سَانِعَ الْمَعْرُوْفِ/ مَحْمُوْدَ الْخِصَالِ/ سَرِيْعَ الغَضَبِ۔

(میں نے ایک آدمی بھلائی کرنے والا / اچھی عادات والا / جلد غصے ہونے والا دیکھا)

تو اس میں صَانِعُ الْمَعروفِ وغیرہ رَجُلاً کی صفت ہے اور رَجُلاً اسم نکرہ ہے اور اگر موصوف اسم نکرہ ہے تو لا محالہ اس کی صفت بھی اسم نکرہ ہے۔ اسی طرح صانع المعروف کہنے سے صانع کو تخصیص کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ صرف اضافت

سے صَانِعٌ کی تنوین حذف ہو گئی ہے۔

مضاف پر 'اَلْ' کا آنا

اضافت معنوی میں تو مضاف پر 'اَلْ' ہرگز داخل نہیں ہو سکتا اور اضافت لفظی میں صرف مندرجہ ذیل دو صورتوں میں مضاف پر 'اَلْ' کا داخل ہونا جائز ہے:

۱۔ اگر مضاف تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہو۔

۲۔ اگر مضاف الیہ پر 'اَلْ' ہو یا خود مضاف الیہ کسی ایسے اسم کا مضاف ہو جس پر 'اَل' ہو۔

مثالیں:

۱۔ اَلْحَافِظَا دُرُوْسِهِمَا مُكَافَآنِ۔	(اپنے اسباق کے دو یاد کرنے والوں کو صلہ دیا جائے گا)۔
۲۔ اَلْمُتْقِنُوْا أَعْمَالِهِمْ رَابِحُوْنَ۔	(اپنے کام کمال سے کرنے والے نفع اٹھاتے ہیں)۔
۳۔ اَلْمُنْصِفُ النَّاسِ مَحْبُوْبٌ۔	(لوگوں سے انصاف کرنے والا محبوب ہوتا ہے)۔
۴۔ اَلْمُحِبُّ فِعْلِ الْخَيْرِ سَعِيْدٌ۔	(نیکی کے کام سے محبت کرنے والا خوش بخت ہے)۔

جملہ فعلیہ

جو جملہ فعل سے شروع ہو وہ جملہ فعلیہ ہوتا ہے۔ اس کے بنیادی اجزاء دو ہیں، فعل اور فاعل اور اگر فعل متعدّی ہو تو مفعول تیسرا اجُزء ہوتا ہے۔ فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور اس میں تین زمانوں میں سے ایک زمانہ پایا جائے۔ جو فعل فاعل پر تمام ہو جائے اور مفعول تک نہ پہنچے وہ لازم ہے اور جو مفعول تک پہنچے وہ متعدّی ہے۔ فعل کے کرنے والے کو فاعل اور جس پر فعل واقع ہوتا ہے اسے مفعول کہتے ہیں۔

قواعد

۱۔ فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے۔ جیسے: جَاءَ رَجُلٌ۔ ذَهَبَ الْوَلَدُ۔

۲۔ مفعول ہمیشہ منصوب ہوتا ہے، جیسے: كَتَبَ خَالِدٌ رِسَالَةً۔ شَرِبَ الْوَلَدُ اللَّبَنَ۔ ان دو مثالوں میں رِسَالَةً اور اللَّبَنَ مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

۳۔ اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فاعل خواہ مفرد کے صیغہ میں ہو یا تثنیہ یا جمع کے صیغہ میں، فعل واحد کے صیغہ میں ہی ہو گا، جیسے: جَاءَ رَجُلٌ۔ جَاءَ رَجُلَانِ۔ جَاءَ رِجَالٌ۔ جَاءَتِ امْرَأَةٌ۔ جَاءَتِ امْرَأَتَانِ۔ جَاءَتْ نِسَاءٌ۔

۴۔ اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور فاعل کے درمیان کوئی چیز فاعل نہ

ہو تو فعل بھی لازماً مؤنث کے صیغہ میں ہو گا، جیسے: طَابَخَتْ زَيْنَبُ۔ تَغْسِلُ خَدِيْجَةُ۔

۵۔ جب فاعل ضمیر ہو اور مؤنث غیر حقیقی (یعنی مؤنث سماعی یا مجازی) کی طرف لوٹ رہی ہو تو فعل کا مؤنث کے صیغہ میں آنا واجب ہے، جیسے: اَلشَّمْسُ تَطْلُعُ اس میں فعل تَطْلُعُ کا فاعل ضمیر مُسْتَتَرَ ہے جو مؤنث سماعی اَلشَّمْسُ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

٦۔ جب فاعل مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل و فاعل کے درمیان کوئی چیز فاصل ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث ہر دو صیغوں میں لانا جائز ہے، جیسے: سَافَرَتِ الْيَوْمَ فَاطِمَةُ اور سَافَرَ الْيَوْمَ فَاطِمَةُ (آج فاطمہ نے سفر کیا) دونوں درست ہیں۔

۷۔ جب فاعل اسم ظاہر اور مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں آ سکتا ہے، جیسے: تَطْلُعُ الشَّمْسُ اور يَطْلُعُ الشَّمْسُ دونوں صحیح ہیں۔

۸۔ جب فاعل جمع مکسر ہو (خواہ مذکر کی جمع مکسر ہو یا مؤنث کی) تو فعل کا مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں آنا درست ہے جیسے: قَالَ الرُّسُلُ اور قَالَتِ الرُّسُلُ۔ بَكَتِ الثَّوَاكِلُ (ثکلیٰ کی جمع، وہ عورت جس کا بیٹا مر گیا ہو) اور بَكَى الثَّوَاكِلُ۔

۹۔ جب فاعل ضمیر مُستتر ہو تو فعل اس ضمیر مُستتر (یعنی اس کے مرجع)

کے مطابق ہو گا، واحد، تثنیہ اور جمع ہونے میں، جیسے:

اَلتِّلْمِيْذُ دَرَسَ۔ التِلْمِيْذَانِ دَرَسَا۔ اَلتَّلَامِيْذُ دَرَسُوْا۔ اَلتِّلْمِيْذَةُ دَرَسَتْ۔ التِّلْمِيْذَتَانِ دَرَسَتَا۔ التِّلْمِيْذَاتُ دَرَسْ۔

ان مثالوں میں **هُوَ، هُمَا، هُمْ، هِيَ، هُمَا، هُنَّ** کی فعل (**دَرَسَ، دَرَسَا** وغیرہ) میں پوشیدہ ضمیریں فاعل ہیں جو فعل کے ماقبل اسم ظاہر (**اَلتِّلْمِيْذُ، التِّلْمِيْذَانِ** وغیرہ) کی طرف لوٹ رہی ہیں اور فعل کے صیغے واحد، تثنیہ اور جمع ہونے میں اپنے فاعلوں، یعنی ان پوشیدہ ضمیروں کے مطابق آئے ہیں۔

۱۰۔ فعل، فاعل، مفعول کی ترتیب:

فاعل ہمیشہ فعل کے بعد آتا ہے، اسے فعل سے پہلے لانا جائز نہیں، البتہ مفعول کو فعل سے پہلے لایا جا سکتا ہے، بلکہ بعض صورتوں میں تو اسے فعل سے پہلے لانا واجب ہے، مثلاً وہ مفعول جس میں استفہام یا شرط کا معنی شامل ہو جس کے لیے کلام کے شروع میں آنا لازم ہوتا ہے، جیسے: **مَنْ ضَرَبْتَ؟** (تو نے کس کو مارا؟) اس میں **مَنْ** مفعول ہے جو **ضَرَبْتَ** فعل سے پہلے آیا ہے۔ اس مفعول کو بھی فعل سے پہلے لانا واجب ہے جو **أَمَّا** اور اس کی فاء کے درمیان واقع ہو جیسے: **وَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ**، اس میں مفعول الیتیم فعل سے پہلے آیا ہے لیکن بعض صورتوں میں مفعول کو فعل سے پہلے لانا جائز نہیں، مثلاً **إِضْرِبَنَّ زَيْدًا** میں مفعول زیداً کو پہلے نہیں لایا جا سکتا۔

اگر فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور ہوں تو فاعل کو مفعول سے پہلے

لانا واجب ہے تا کہ اشتباہ نہ رہے، جیسے ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی (اس جملے میں موسیٰ فاعل ہے اور عیسیٰ مفعول۔ عیسیٰ اپنے فاعل موسیٰ سے پہلے نہیں آ سکتا)۔ لیکن جب اشتباہ کا اندیشہ نہ ہو تو مفعول کو فاعل سے پہلے لا سکتے ہیں، جیسے: ضَرَبَ بَکْرًا زَیْدٌ (بکر کو زید نے مارا)، أَکَلَ التُّفَّاحَ مَحْمُوْدٌ (سیب محمود نے کھایا)۔ البتہ اگر فاعل ضمیر متصل ہو تو فاعل پہلے آئے گا، جیسے: ضَرَبْتُ زَیْدًا۔ اس میں فاعل ضَرَبْتُ میں واحد متکلم کی ضمیر متصل 'تُ' ہے اس لیے مفعول اس کے بعد آیا ہے اور اس سے پہلے نہیں آ سکتا۔ اور اگر مفعول إِلاَّ اِستثنائیہ کے بعد آئے تو بھی فاعل کو پہلے لانا واجب ہے، جیسے: مَاقَرَأَ التِّلْمِیْذُ إِلاَّ دَرْساً وَاحِدًا (طالب علم نے ایک سبق کے سوا کچھ نہیں پڑھا)۔

عواملِ مَعۡنَوِیَّہ

عامل معنوی سے مراد ایسا عامل ہے جو لفظ پر اثر نہ ڈالے اور صرف معنی پر اثر انداز ہو۔

عوامل مَعۡنَوِیَّہ صرف دو ہیں: ۱۔ الاِبتداء۔ اس سے مراد ہے اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا۔ ابتداء کا عامل مبتدا اور خبر دونوں کو رفع دیتا ہے[1]۔ ۲۔ دوسرا عامل معنوی فعل مضارع میں ہوتا ہے جو اسے رفع دیتا ہے[2]۔

ابتدا کے عمل کے مثالیں:

۱۔ زَیۡدٌ جَالِسٌ۔ ۲۔ اَلرَّجُلُ صَالِحٌ۔

۳۔ ھٰذا صَحِیۡحٌ۔ ۴۔ زَیۡنَبُ صَابِرَۃٌ۔

---

1 بعض علماء کے نزدیک خبر کا عامل ابتدا نہیں بلکہ مبتدا ہے اور بعض کے نزدیک ابتدا اور مبتدا دونوں عامل ہیں جو خبر کو رفع دیتے ہیں۔

2 افعال میں سے صرف فعل مضارع معرب ہے۔ اس پر نصب یا جزم دینے والا کوئی لفظی عامل داخل نہ ہو تو یہ حالتِ رفع میں ہوتا ہے۔ اس رفع کا عامل معنوی ہے اور وہ یہ ہے کہ فعل مضارع وہی کام دیتا ہے جو اسم دیتا ہے۔ مثلاً زَیۡدٌ عَالِمٌ کے بجائے زَیۡدٌ یَعۡلَمُ کام دیتا ہے۔ عَالِمٌ مرفوع ہے اس لیے فعل مضارع یَعۡلَمُ بھی مرفوع ہے۔

فعل مضارع حالتِ رفع میں ہوتا ہے جب تک کہ اس پر نصب یا جزم دینے والا کوئی عامل داخل نہ ہو۔ واحد مذکر غائب و حاضر، واحد مؤنث غائب، واحد متکلم اور جمع متکلم کے پانچ صیغوں میں رفع کو آخری حرف پر پیش سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ جمع مؤنث غائب و حاضر کے دو صیغے مبنی ہیں ان کو چھوڑ کر بقیہ سات صیغوں یعنی تثنیہ و جمع مذکر غائب و حاضر کے چار صیغوں تثنیہ مؤنث غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کے تین صیغوں میں رفع کو آخر میں نون سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان ساتوں صیغوں کے آخر میں نون اعراب کے لیے ہے اور اس نون کو اعرابی کہتے ہیں۔ جمع مؤنث غائب و حاضر کے دو صیغوں میں نونِ نسوۃ یعنی جمع مؤنث کے صیغے کا نون ہے، یہ نون اعرابی نہیں۔

جملہ اسمیہ

جو جملہ اِسم سے شروع ہو اسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔ اس کے دو رکن ہوتے ہیں، مبتدا اور خبر۔ جس کے بارے کوئی بات بتائی جائے، جس کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے، وہ مبتدا ہے اور وہ بات خبر ہے۔ مبتدا مفرد ہو سکتا ہے اور مرکب بھی۔ اسی طرح خبر بھی مفرد ہو سکتی ہے اور مرکب بھی۔ خبر جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ بھی ہو سکتی ہے۔

قواعد

۱۔ مبتدا اور خبر دونوں مرفوع ہوتے ہیں۔

۲۔ مبتدا ہمیشہ اسم معرفہ ہوتا ہے، البتہ اگر اسم نکرہ سے پہلے حرف نفی یا حرفِ استفہام آئے، وہ کسی دوسرے اسم نکرہ کا مضاف ہو، وہ موصوف ہو یا اس کی خبر ظرف یا جار مجرور ہو اور اپنے مبتدا سے پہلے آئے تو ایسی صورتوں میں مبتدا اسم نکرہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ مذکر، مؤنث ہونے اور واحد تثنیہ، جمع ہونے میں خبر اپنے مبتدا کے مطابق ہوتی ہے، البتہ اگر مبتدا مؤنث غیر عاقل کی جمع ہو یا مذکر غیر عاقل کی جمع مکسر ہو تو خبر واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح آ سکتی ہے۔

۴۔ جب خبر جملہ فعلیہ یا اسمیہ ہو تو خبر میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو

اسے مبتدا سے جوڑ دے اور یہ ضمیر تذکیر و تانیث اور عدد میں مبتدا سے مطابقت رکھتی ہو۔

۵۔ چار مواقع پر خبر کو مبتدا سے پہلے لا او اجب ہے:

(۱) جب خبر ان الفاظ میں سے ہو جو ہمیشہ جملے کے شروع میں آتے ہیں (أَیْنَ، مَتٰی، کَیْفَ وغیرہ)۔

(۲) جب خبر مبتدا پر منحصر ہو، جیسے: إِنَّمَا الشَّاعِرُ البُحْتَرِيُّ (شاعر تو بحتری ہی ہے، یعنی شاعر ہونا بحتری پر منحصر ہے)۔ مَا الخَطِیْبُ إِلاَّ عَلِيٌّ (خطیب تو علیؓ ہی ہیں)۔

(۳) جب خبر ظرف یا جار مجرور ہو اور مبتدا اسم نکرہ اور مفرد ہو، جیسے: عِنْدِی سَیَّارَةٌ، لَدَیَّ کِتَابٌ، لِلْقَادِمِ دَهْشَةٌ۔ ان میں عِنْدِی اور لَدَیَّ ظرف اور للقادم جار مجرور ہیں اور خبر کے طور پر اپنے مبتدا سے پہلے آئے ہیں۔

(۴) جب مبتدا میں کوئی ضمیر ہو جو خبر کے کسی حصے کی طرف لوٹتی ہو، جیسے: فِيْ الفَضِیْلَةِ ثَوَابُهَا۔ اس میں ثوابها مبتدا ہے، جس میں ضمیر 'ها' خبر کے ایک حصے الفضیلة کی طرف لوٹ رہی ہے۔

مثالیں:

(الف) مبتدا اسم معرفہ:

۱۔ زَیْدٌ قَائِمٌ۔ ۲۔ اَلرَّجُلُ عَالِمٌ۔

۳۔ أَنْتِ ذَكِيَّةٌ۔ ۴۔ هٰذَا صَحِيْحٌ۔

۵۔ وَلَدُ الرَّجُلِ صَالِحٌ۔ (آدمی کا لڑکا نیک ہے)۔

۶۔ اَلَّذِیْ أَعْجَبَنِیْ فِی الْقَاهِرَةِ نِظَامُهَا (مجھے قاہرہ میں جو چیز پسند آئی وہ اس کا نظام ہے)۔

(ب) مبتدا اسم نکرہ:

۱۔ مَا مُجْتَهِدٌ غَائِبٌ۔ (کوئی محنتی غیر حاضر نہیں)۔

۲۔ طَالِبُ إِحْسَانٍ وَاقِفٌ۔ (احسان کا طلبگار کھڑا ہے)۔

۴۔ رَجُلٌ طَوِيْلٌ فَلَّاحٌ۔ (لمبا آدمی کسان ہے)۔

۵۔ عِنْدِیْ كِتَابٌ۔ (میرے پاس ایک کتاب ہے)۔

۶۔ فِيْكَ شَمَمٌ۔ (تجھ میں کچھ خوبیاں ہیں)۔

(ج) خبر کی مبتدا سے مطابقت:

۱۔ اَلتِّلْمِيْذُ مُجْتَهِدٌ ۲۔ التِلْمِيذَانِ مُجْتَهِدَانِ

۳۔ اَلتَّلَامِيْذُ مُجْتَهِدُوْنَ ۴۔ التِّلْمِيذَةُ مُجْتَهِدَةٌ

۵۔ التِلْمِيذَتَانِ مُجْتَهِدَتَانِ ۶۔ التِّلْمِذَاتُ مُجْتَهِدَاتٌ

۷۔ اَلشَّجَرَاتُ مُوْرِقَةٌ/مُوْرِقَاتٌ (درخت پتوں والے ہیں)

۸۔ اَلْقُصُوْرُ عَالِيَةٌ/عَالِيَاتٌ (محلات اونچے ہیں)

(د) خبر جملہ فعلیہ یا اسمیہ:

۱۔ اَلنَّظَافَةُ تُنَشِّطُ الْجِسْمَ۔ (صفائی جسم کو مستعد بناتی ہے)۔

۲۔ اَلْمُسْلِمُوْنَ يُسَاعِدُوْنَ الْبَائِسِيْنَ۔ (مسلمان تنگدست لوگوں کی مدد کرتے ہیں)۔

(مثال نمبر ۱ میں مبتدا اَلنَّظَافَةُ کی مناسبت سے تُنَشِّطُ واحد مؤنث غائب کا صیغہ لایا گیا ہے جس میں هِيَ کی پوشیدہ ضمیر خبر کو مبتدا سے جوڑنے کا کام دے رہی ہے۔ مثال نمبر ۲ میں يُسَاعِدُوْنَ میں جمع مذکر غائب کی ضمیر هُمْ خبر کو مبتدا سے جوڑ رہی ہے)۔

۳۔ اَلْمِصْبَاحُ ضَوْئُهُ شَدِيْدٌ۔ (چراغ کی روشنی تیز ہے)۔

۴۔ اَلشَّهَادَةُ أَجْرُهَا عَظِيْمٌ۔ (شہادت کا صلہ بہت بڑا ہے)۔

(ان دو مثالوں میں خبر جملہ اسمیہ ہے۔ مثال نمبر ۳ میں مبتدا المصباح کی مناسبت سے خبر ضَوْئُهُ میں واحد مذکر غائب کی ضمیر لائی گئی ہے جو خبر کو مبتدا سے جوڑ رہی ہے۔ مثال نمبر ۴ میں مبتدا الشهادة کی مناسبت سے خبر أجرها میں 'ھا' کی واحد مؤنث غائب کی ضمیر لائی گئی ہے)۔



باب سوم

قرآنِ کریم اپنی لُغت آپ پیش کرتا ہے

انسانی لُغت تغیّر پذیر ہوتی ہے۔ تغیّر زمانہ کے ساتھ ساتھ بعض الفاظ کا مفہوم بھی بدل بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ مثلاً صبر، شکر، توکّل، دین، صلوٰۃ، زکوٰۃ وغیرہ بیسیوں الفاظ ہیں جن کا مفہوم بدل چکا ہے۔ لیکن اللہ علیم و خبیر نے اِس مشکل کا حل بھی اپنی مکمل و اکمل کتابِ مجید میں خود محفوظ کر کے اِسے تغیّر پذیر لُغتوں سے بے نیاز کر دیا ہوا ہے۔ اس کے نہ صرف الفاظ، بلکہ اُن کا مفہوم بھی زمانے کی دست بُرد سے محفوظ کر دیا ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ ۱۵/۹۔۔۔ مثلاً لفظ:

صبر: کا معنٰی آج خود عربوں کے ہاں خصوصاً، اور عجمیوں کے ہاں عموماً یہ متعین ہو چکا ہے کہ مصائب زمانہ اور ظالموں کے ظُلم کو، انتہائی بے بسی کے ساتھ برداشت کرتے چلے جانا صبر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ مدِّمقابل کو کہہ دیا جائے کہ میرا تو صبر ہی ہے حالانکہ قرآنِ حکیم نے بالفاظِ ذیل، صابرین کی تعریف میں صبر کے معنٰی خود متعین کر دیئے ہیں۔ ”شاہراہِ زندگی میں پیش آنے والی ہر مصیبت کا اس طرح سینہ تان کر مقابلہ کرنا کہ۔ سستی کمزوری اور بد دلی قریب تک نہ پھٹکنے پائیں“۔

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ‌ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ۱۴۶ / ۳، اور نبیوں میں سے بہت سے نبی ایسے تھے کہ جن کی معیّت میں بہت سے ربّ والوں نے (مخالفینِ ربوبّیت کے ساتھ) جنگ کی۔ پھر اللہ کی راہ میں اُن پر جو مصیبت آئی نہ اُس سے وہ سُست گام ہوئے، نہ اُن میں کمزوری ہی آئی، اور نہ وہ (تھک ہار کر کوشش چھوڑ کر) بیٹھ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (یعنی مشکلوں کا خم ٹھونک کر مقابلہ کرنے والوں) کو پسند کرتا ہے۔ اسی طرح:

شُکر: کا معنیٰ بھی قرآنی لُغت کے خلاف متعیّن ہو چکا ہے کہ ناہموار نظام کی غلط بخشیوں کی بدولت، اگر بھوک، ننگ اور ذِلّت و مسکنت کسی پر مُسلّط ہوتی چلی جائے تو اُس پر خوش رہے اور یہ کہے کہ باری تعالیٰ تیرا شکر ہے کہ تونے مجھ پر، کہیں اس سے بڑی ذلت مسلّط نہیں کر دی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بھوک ننگ کا نہیں، بلکہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے:

وَاشۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ ۱۶ / ۱۱۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو، اگر تم اُسی کے فرمانبردار ہو۔ سورۃ الدہر میں۔ شکر کا معنیٰ ”محنت و کوشش کا بھرپور نتیجہ“ بتایا گیا ہے۔۔۔ چنانچہ اہلِ جنّت کے متعلّق ارشاد ہوا ہے۔

وَجَزٰٮهُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّةً وَّحَرِيۡرًا ۙ﴿۱۲﴾ ۱۲ / ۷۶۔ اُن کے مستقل مزاج رہنے کا بدلہ ہے۔ جنّت اور ریشم۔ سے اُنہیں کہا جائے گا

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۲۲ ۲۲/۷۶۔ بے شک یہ تمہارے اپنے عملوں کا بدلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری سعی مشکور ہے۔ (یعنی تمہاری محنت و کوشش کا یہ بھرپور نتیجہ ہے جو تمہیں میسر آیا ہے)۔ سورہ بقرہ میں آیا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝۱۵۸ ۱۵۸/۲۔ پس اللہ تعالیٰ محنت کا بھرپور ثمر عطا کرنے والا صاحب علم ہے۔

پس قرآنی لُغت کی رُو سے شکر کا معنٰی ہے ایسی بھرپور کوشش کرنا، کہ اُس کا بھرپور نتیجہ برآمد ہو۔ خواہ وہ کوشش قوانینِ کائنات سے متعلّق ہو، خواہ قوانین شریعہ سے متعلق۔

توکل: صبر اور شکر کے بعد توکّل کا معنٰی بھی مطلقاً غیر قرآنی مشہور ہو چکا ہے کہ جو کام بِلا سوچے سمجھے کیا جائے یا جس کی تکمیل کے اسباب موجود ہی نہ ہوں، تو اس کے لیے کہا جاتا ہے توکّل علی اللہ۔ حالانکہ قرآنِ کریم نے، معاملہ درپیش کے متعلّق پہلے تو خود رسالتمآبؐ کو صحابہؓ کے ساتھ مشاورت کا حکم دیا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ ۱۵۹/۳۔ اور جب آپس کے پورے غور و خوض کے ساتھ لائحہِ عمل مرتب کر لیا جائے۔ تو پھر ارشاد ہوتا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ ۱۵۹/۳۔ پھر جب تو باہمی مشاورت کے بعد طے شدہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کرے تو پھر اُس پروگرام پر پورا پورا عمل کرتے ہوئے اللہ پر توکل کر۔

دیکھا آپ نے! کہ قرآنی لُغت میں بِلا سوچ سمجھے کام کرنے کو توکّل نہیں بتایا گیا۔ بلکہ کابینہ کا بورڈ بٹھا کر اور معاملہ درپیش کے ہر پہلو پر نگاہ رکھتے ہوئے لائحہِ عمل مرتب کرنے اور اُس پر پورا پورا عمل کرنے کو توکّل کہا ہے۔ توکّل کا لفظی معنٰی ہے بھروسہ کرنا۔ اب ظاہر ہے کہ معاملہ درپیش کے متعلّق مجلس مشاورت میں جو طریق کار مرتّب کیا جائے گا۔ اُس کا اللّٰہ تعالیٰ کے اُن کائناتی قوانین کے عین مطابق ہونا لازم ہے۔ جن کے متعلّق اللّٰہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۱۰/ ٦٤ اور فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۳۵/ ۴۳، اور یہی وہ قوانینِ الٰہیہ ہیں جو کبھی دھوکا نہیں دیتے۔ مثلاً یہ امر ناقابل تردید ہے کہ لوہا پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ لیکن جب اُس کی چادر بنا کر جہاز بنا لیا جائے تو قوانین الٰہی کے مطابق نہ یہ کہ لوہا خود تیرنے لگتا ہے۔ بلکہ سینکڑوں افراد کو بھی سمندر پار لے جاتا ہے۔ اسی طرح قوانینِ الٰہی کے مطابق ریلیں، موٹریں اور ہوائی جہاز وغیرہ اُس وقت تک کبھی دھوکہ نہیں دیتے جب تک حضرتِ انسان سے کوئی قانونی تقصیر واقع نہ ہو۔ لہٰذا قرآنی لُغت کے مطابق اللّٰہ تعالیٰ کے خود پیدا اور مقرر کردہ قوانین کائنات پر بھروسہ کرنا توکّل علی اللّٰہ ہے۔

دین: اسی طرح ایک لفظ ہے ''دین'' جس کے معنٰی رسمی نماز روزہ لے لیا گیا ہے۔ اور محض نماز روزہ ادا کرنے والے کو کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا دین دار ہے۔ خواہ وہ اصل دین یعنی ربوبیّتِ عامہ کے تصوّر تک سے ناآشنا ہو۔ قرآنِ کریم نے سورہ یوسف میں دِيْنِ الْمَلِكِ ۱۲/ ۷٦، بمعنی شاہِ مصر کا قانون اور سورہ نور میں زانی

اور زانیہ کو سزا دینے میں رعایت نہ برتنے کے حکم میں وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ ۲/۲۴ کے الفاظ لا کر، اللّٰہ کے قانون میں تمہیں اُن پر رحم نہیں آنا چاہیے، خود بتا دیا ہے کہ دین کا ایک معنٰی قانون ہے۔ کسی بادشاہ کا قانون ہو تو اُسے دِيْنُ الْمَلِكِ کہا جاتا ہے۔ اور اللّٰہ تعالیٰ کا نازل کردہ قانون دینُ اللّٰہ کہلاتا ہے۔ قانون کی اساس چونکہ عدل و انصاف پر قائم ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن نے يَوْمُ الدِّيْن کہا ہے عدل و انصاف کے دِن، یعنی بدلے کے دِن کو۔۔۔ اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ:

قرآنی لُغت کے مطابق اصلِ دین ہے ربوبیّتِ عامہ۔۔۔ قرآنِ کریم کی بنیادی تعلیم صرف اور صرف ربوبیّتِ عامہ ہے۔ جیسے اس مقدّس ضابطۂ حیات کی ابتدا بھی ربوبیّتِ عامہ ہی سے ہوئی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱/۱، اور اس کا اختتام بھی ربوبیّتِ عامہ ہی پر ہوا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۱۱۴/۱۔ چنانچہ سورہ ماعون نمبر ۱۰۷ میں بالصّراحت بتا دیا گیا ہے کہ ربوبیّتِ عامہ ہی دینِ الٰہی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ
اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ؕ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۙ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ؕ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

اللّٰہ صاحبِ بخشش عامہ اور رحمت خاصہ کے نام کے ساتھ غور کر۔ کیا تو نے اس شخص پر غور نہیں کیا، جو اللّٰہ کے دین کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو بے سہارا لوگوں کو دھکّے دیتا ہے، اور جو افراد کسی وجہ سے ساکن ہو جائیں، اُن کی غذائی ضروریات

تک بہم پہنچانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ تباہی ہے ان مصلّین (نمازیوں) کے لیے جو اپنی صلٰوۃ سے بے خبر ہیں۔ جو نمازیں دکھلاوے کی پڑھتے ہیں، اور رزق کے سرچشموں کو روک دیتے ہیں (کہ وہ ضرورت مندوں تک پہنچنے نہ پائیں)۔

دیکھا آپ نے! آیاتِ بالا میں کس وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ قرآنی لُغت کی رُو سے دین کا معنٰی بِلا تمیز اعلیٰ و ادنیٰ سب کی ربوبیّت کرنا ہے۔ اور جو لوگ رزق کے سرچشموں پر قابض ہو کر ربوبیّتِ عامہ میں رکاوٹ بن جائیں وہ دین کو جھٹلانے والے ہیں۔ یعنی اللہ کے دین کی تصدیق ربوبیّتِ عامہ کو بروئے کار لانا ہے۔ اِسی آئینِ ربوبیّت کو قرآنِ کریم میں اَلدِّیْن کہا گیا ہے اور اسی آئین سے متعلقہ باز پُرس کے دن کو یَوْمُ الدِّیْن کہا ہے۔

سحرٌ: اس لفظ کا معنٰی عام تفاسیر و تراجم میں لیا گیا ہے جادُو اور جادُو سے مُرادلی جاتی ہے نام نہاد کالا علم۔ یعنی زبان سے کچھ الفاظ ادا کیے جائیں اور آدمی کا گھوڑا یا گھوڑے سے مکھی بن جائے۔ قرآنِ کریم نے تقابلِ ضِدّین کا ذریعہ سحر کا معنٰی بتایا ہے جھوٹ۔ کیونکہ یہ لفظ قرآنِ کریم میں حق کے مقابلے پر لایا گیا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝٧٦ / ١٠، پس جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق سچ آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ظاہراً سحر (ظاہراً جھوٹ ہے)۔۔۔ جھوٹ چونکہ دھوکا دہی کے لیے بولا جاتا ہے اس لیے قرآن نے سحر کا معنٰی دھوکا بھی بتایا ہے:

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ ---

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ٨٦۔٨٩ / ٢٣، اے رسولؐ! ان سے پوچھیے گا کہ یہ اَن گنت سماوات اور یہ عظیم سلطنت کس کی ہے۔ وہ ضرور کہیں گے اللّٰہ کی ہے۔۔۔۔ آپ کہہ دیجیے گا کہ پھر تم کو کہاں سے سحر ہو گیا ہے۔ یعنی پھر تمہیں اللّٰہ کے ساتھ شریک کرنے میں کہاں سے دھوکا لگ گیا ہے۔ پس قرآنی لُغت کے مطابق سحر کا معنٰی جھوٹ اور دھوکا ہے جادُو نہیں۔

اِذن: اسی طرح کا ایک لفظ ہے اِذن۔ جس کا معنٰی اجازت و حکم بھی ہے اور قانون بھی:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ٣٩ / ٢٢۔ جن لوگوں کے ساتھ جارحانہ جنگ کی جائے۔ اُنہیں مدافعانہ جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ تو ہوا اِذن بمعنی اجازت۔ اِس کے علاوہ قرآنی لُغت کی رُو سے اِذن کا معنٰی قانون بھی ثابت ہے:

فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ٥٧۔٥٨ / ٧، پس ہم اُس بادل کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم اُس پانی کے ساتھ ہر قسم کے میوے نکالتے ہیں۔ اور جو عمدہ زمین ہے اس کی نباتات اللّٰہ کے اِذن (قانون) کے ساتھ عمدہ اور تندرست پیدا ہوتی ہے۔ اور جو خبیث یعنی ناقص زمین ہے اُس میں سے اللّٰہ کے اِذن یعنی قانون سے ناقص پیداوار ہی نکلتی ہے۔۔۔ دیکھیے اِن آیاتِ کریمات میں بتایا گیا ہے کہ اللّٰہ کے اِذن کے ساتھ عمدہ زمین سے عمدہ پیداوار نکلتی ہے اور ناقص زمین سے ناقص پیداوار پیدا ہوتی

ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانونِ جاریہ ہے۔ جس کے لیے اِذن کا لفظ لایا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خود قرآنی لُغت کی رُو سے اِذن بمعنی قانون بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کی اس حد تک اہمیت بیان فرمائی ہے کہ قرآنِ کریم کے متعلّق جو مشہور ہے کہ اس کی آیاتِ کریمات کے ساتھ خرقِ عادات کا ظہور ہو سکتا ہے۔ ایسے نظریات تک کا بُطلان کر کے اعلان کر دیا گیا ہے کہ جادو سحر وغیرہ کا روئے زمین پر وجود تک ہی موجود نہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ ۱۳/۳۱۔ اگر (کوئی پڑھنے کی چیز یعنی) کوئی قرآن ایسا ہوتا، جس سے پہاڑ چلائے جا سکتے۔ یا اُس سے زمین کی مسافت طے کی جا سکتی، یا اُس کے ذریعہ مُردوں کے ساتھ باتیں کی جاسکتیں (تو اِس قرآن کے ساتھ بھی ایسا ہو سکتا تھا)۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب کام اللہ ہی کے لیے ہیں۔ یعنی اللہ کے قانون کے مطابق ہی طے پاتے ہیں۔۔۔ اب امر بمعنی قانون بھی قرآنِ کریم ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اَلْاَمْرُ: امر بمعنی کام اور مُہم بھی آیا ہے: وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۱۵۹/۳۔ اے رسولؐ! اہم کاموں، مُہمّوں کے لیے صحابہؓ کے ساتھ مشورہ فرمایا کریں۔۔۔ لیکن امر بمعنی قانون بھی قرآنِ کریم میں آیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۲۲/۶۵۔ کیا تو نے غور نہیں کیا۔ یعنی تجھے غور کرنا چاہیے کہ بے شک زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، خصوصاً کشتیاں، جو

سمندر میں اللہ کے امر (قانون) کے ساتھ چلتی ہے۔۔۔ دیکھیے یہاں بتایا گیا ہے کہ کشتیاں اللہ کے امر کے ساتھ چلتی ہیں۔ اب اظہر من الشمس ہے کہ کشتیاں اور لوہے کے بڑے بڑے جہاز اُسی وقت سمندروں میں تیرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے مطابق بنائے گئے ہوں جو اُس نے خود مقرر کر کے دیا ہوا ہے کہ پانی میں تیرتی صرف وہ چیز ہے جو اپنے حجم کے پانی کے وزن سے ہلکی ہو۔ اور جو چیز اپنے حجم کے پانی کے وزن سے بھاری ہو، وہ ڈوب جاتی ہے۔ پس یہی اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ جس کے لیے اس آیت میں امر کا متبادل لفظ آیا ہے وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ۔

قرآنِ کریم میں بعض مقامات پر لفظ اللہ سے مُراد اللہ کا قانون ہے

ا۔ سورۂ النساء میں منافقوں کے ایک قول کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝۷۸ ۷۸/۴۔۔۔ عام تراجم میں اس آیت کا معنیٰ یہ لیا گیا ہے کہ: ان منافقوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو (اے رسولؐ! آپ کو) کہتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ آپ کہہ دیجیے گا کہ (نفع نقصان) سب اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ بات کو سمجھنا نہیں چاہتے۔ (ملخص تراجم شاہ اشرف علی صاحب، مولوی احمد علی صاحب، مولوی ثناء اللہ صاحب اور مقبول احمد شاہ

صاحب شیعہ)

۲۔اب دیکھیے! اس قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ کا مفہوم، روایتی تراجم نے یہ لیاہے کہ، نفع اور نقصان، سُکھ اور دُکھ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ کتبِ روایات میں ہے کہ بھلائی اور برائی روزِ ازل کی لکھی ہوئی ہے۔ (بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ) یعنی آیتِ بالا میں منافقوں کو اسی روایتی مفہوم کی مخالفت پر تنبیہہ کی گئی ہے کہ اُنہیں کیاہو گیاہے کہ یہ بھلائی کو اللہ کی طرف اور بُرائی کو رسولؐ کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔ بلکہ چاہیے یہ کہ بھلائی اور برائی دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔۔۔ لیکن یہاں ایک ایسی ٹھوکر کھائی گئی ہے کہ اگر اُس کو سمجھا نہ جائے، اور آیتِ بالا کا مفہوم منشاءِ الٰہی کے مطابق نہ لیا جائے تو اس سے اگلی آیتِ مجیدہ، معاذ اللہ استغفر اللہ منافقوں کے قول کی تصدیق اور الٰہی قول کی تکذیب کرتی ہے دیکھیے ارشاد ہوتا ہے:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ ۷۹/۴۔ اور اے رسولؐ! آپ کو جو بھلائی پہنچتی ہے۔ پس وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو آپ کو برائی پہنچتی ہے وہ خود آپ کی طرف سے ہے۔۔۔۔ اب غور فرمایئے گا کہ ۷۸/۴ میں منافقوں کے متعلّق بھی تو ان کے اسی قول کی خبر دی گئی ہے کہ بھلائی اللہ کی طرف سے ہے اور بُرائی آپ کی طرف سے ہے۔ اور یہاں خود بھی یہی کچھ کہا جارہاہے کہ بھلائی اللہ کی طرف سے اور بُرائی آپ کی طرف سے ہے۔ تو پھر منافقوں پر لَا يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا کی تنبیہ نازل کرنا کہاں کا

انصاف ہوا؟

حقیقتِ حال: اب چونکہ اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ اگر منافق بھلائی کو اللہ کی طرف اور بُرائی کو رسولؐ کی طرف منسوب کریں تو اُنہیں توڈانٹ پلا دے۔ اور آپ اگلی ہی آیت میں وہی کچھ کہہ کہہ دے جس پر منافقوں کو مُتنبہ کیا گیا ہے۔ فلہٰذا ۴/۷۸ کے الفاظ هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ میں لفظ اللّٰہ سے مُراد اللہ ہے اور كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ میں لفظ اللہ سے مراد اللہ کا قانون ہے۔ اور آیتِ مجیدہ ۴/۷۹ اسی مفہوم کی تائیدی اور تفسیری آیت ہے۔ اب ہر دو آیاتِ کریمات کا مسلسل قرآنی مفہوم ملاحظہ فرمائیں:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا

اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر انہیں برائی پہنچتی ہے تو (اے رسولؐ! آپ کو) کہتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے (یعنی آپ کی غلط تدابیر کا نتیجہ ہے)۔ آپ کہہ دیجیے گا کہ حقیقت یہ ہے کہ بھلائیاں اور برائیاں سب اللہ کے قانون کے مطابق آتی ہیں۔ پھر انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ بات کو سمجھنا چاہتے ہی نہیں۔ ۴/۷۸۔

یعنی واضح یہ کیا گیا ہے کہ مثلاً، اگر راہ میں پڑے ہوئے پتھر سے بچ کر نکل جائیں تو ٹھوکر نہیں لگتی، یہ بھلائی بھی اللہ کے قانون کے مطابق آتی ہے کہ پاؤں اس لیے محفوظ رہا کہ پاؤں اور پتھر کا تصادم نہیں ہوا۔ اور اگر غفلت و بے

توجہی کی بدولت پاؤں اور پتھر میں تصادم ہو جائے تو یہ تکلیف و برائی بھی اللہ کے قانون کے مطابق آتی ہے کہ پاؤں اور پتھر کے تصادم میں پتھر کا کچھ نہیں بگڑے گا پاؤں ہی زخمی ہو گا۔۔۔ چنانچہ منافقوں کو مُتنبہ کیا گیا ہے کہ جہاں بُرائیاں، سیّات کسی غلط تدبیر کا نتیجہ ہوتی ہیں، جو قانونِ الٰہی کی مخالفت پر مبنی ہوتی ہے۔ وہاں حسنات بھی حُسنِ تدبیر ہی کا نتیجہ ہیں جو قانونِ الٰہی کی موافقت کا ماحصل ہوتا ہے اور اس مستقل قانون کے مطابق اگلی آیتِ مجیدہ میں خود رسالتمآبؐ کو بھی مُتنبہ کر دیا گیا ہے کہ آپ بھی ہمارے اس قانون سے مستثنٰی نہیں ہیں۔ اوپر تو مُنافقوں کا تذکرہ تھا۔ لیکن اِس سے آگے آپ بھی سن لیجیے گا:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۝۷۹ /۴۔

(اے رسولؐ!) خود آپ کو بھی جو بھلائی پہنچے گی۔ وہ بھی اللہ کے قانون کے مطابق ہی پہنچے گی (یعنی وہ آپ کے اُن افعال کا نتیجہ ہو گی جو قانونِ الٰہی کے مطابق ہوں گے) اور آپ کو جو تکلیف پہنچے گی (وہ بھی اللہ کے قانون کے مطابق پہنچے گی)۔ وہ خود آپ کی طرف سے ہو گی (یعنی کسی تدبیری کمزوری کا نتیجہ ہو گا۔[1] ہمارا قانون کسی کی رعایت نہیں کرتا) ہم نے آپ لوگوں کے لیے پیغام

---

1 ہمیں ناموسِ رسالت ہر آن عزیز ہے۔ تدبیری کمزوری کے الفاظ سے کوئی حرف رسولؐ کی ذاتِ اقدس پر ہماری طرف سے تصوّر نہ کریں۔ یہ بالکل اُسی طرح ہے کہ جیسے ایک جنگ کے موقع پر کچھ منافقوں نے عذر بہانے کر کے جنگ میں عدم شمولیّت کی اجازت لے لی تھی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ فرمایا تھا: لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۹/۴۳ آپ نے کیوں اجازت دے

رساں بنا کر بھیجا ہے۔ (قانونِ مشیّت میں دخیل نہیں بنایا) اور اس پر خود اللّٰہ تعالیٰ ہی کافی گواہ ہے۔

آیات بالا میں آپ نمبر ۱، اور نمبر ۲ کی بحث میں دیکھ چکے ہیں کہ اگر روایات تراجم کے مطابق یہاں لفظ اللّٰہ سے مراد، اللّٰہ کا قانون نہ لیا جائے تو پہلے نمبر پر آیات نمبر ۷۸ / ۴ اور ۷۹ / ۴ میں تضاد و تخالف پایا جاتا اور یہ باہم متصادم پائی جاتی ہیں اور دوسرے نمبر پر معاذ اللّٰہ قولِ الٰہی کی تکذیب اور منافقوں کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔

فلہٰذا ترجمہ اور تفسیر زیرِ نظر میں ان آیاتِ کریمات کے فیصلے کے مطابق کہ قرآنی لُغت میں لفظ اللّٰہ سے اللّٰہ کا قانون بھی مُراد ہے۔ اس لیے سیاق و سباق اور ربطِ کلام کے مطابق بعض مقامات پر اللّٰہ سے مُراد اللّٰہ کا قانون لیا گیا ہے۔

دی ہے اور اس طرح جو نقصان ہوا اُس کی وضاحت آیتِ مجیدہ کے اگلے الفاظ میں ہے: حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَتَعۡلَمَ الۡکٰذِبِیۡنَ ۴۳ / ۹، اس طرح آپ پر سچے مسلمان نکھر کر عیاں ہو جاتے، اور جھوٹوں، یعنی منافقوں کو آپ جان لیتے۔

اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ

جس طرح قرآنی الفاظ کے معنٰی کے ضمن میں سابقہ تفاسیر و تراجم میں نفسِ مضمون، سیاق و سباقِ کلام اور حقیقتِ حال سے بے اعتنائی برتی گئی ہے۔ اُسی طرح بعض جملوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم کا ایک جملہ ہے۔ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ۔

حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے:

سابقہ تفاسیر و تراجم نے اس جملہ کا یہ مفہوم لیا ہے کہ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ سے مُراد ہے قرآن کی اطاعت اور اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ سے روایات کی اطاعت مقصود ہے۔ یعنی اس آیتِ کریمہ سے دینِ اسلام میں، اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبولؐ کی دو الگ الگ اطاعتوں کا تصوّر دیا جاتا ہے لیکن آیتِ ذیل کے مطابق قرآن کریم کی رُو سے اللہ اور رسولؐ کی الگ الگ دو اطاعتوں کا تصوّر تک پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اطاعت ہوتی ہے حکم کی اور صاحبِ حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے:

اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ‌ؕ ۶/۵۷ + ۴۰/۱۲۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم ہے ہی نہیں۔۔۔ نیز فرمایا ہے:

لَا يُشۡرِكُ فِىۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا۔ ۱۸/۲۶، وہ اپنے حکم میں کسی ایک کو بھی

شریک نہیں ٹھہراتا۔ رسالتمآب سلامٌ علیہ خود بھی اللہ تعالیٰ ہی کے مطیع[1] تھے۔ اور صحابہؓ کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کا حکم دیا کرتے تھے۔ نیز ہر نبی رسول کا یہی حال تھا۔

اللہ کے رسولؐ اپنی نہیں، بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرواتے تھے

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ‏ ٣/٧٩

(مفہوم) اور نہیں لائق واسطے اُس بشر کے کہ اللہ اُسے اپنی کتاب دے، اور (کتاب کے ساتھ) حکم (کرنے کا اختیار) دے۔یعنی اُسے خلعتِ نبوّت عطا کرے۔ پھر وہ لوگوں کو یہ کہے کہ اللہ کے ساتھ[2] ساتھ میرے بھی بندے بنو۔ (یعنی اللہ کی اطاعت بھی کرو اور میری اطاعت بھی کرو، بلکہ (اس کا

---

1 رسول کو حکم تھا اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ ٦/١٠٥، + وَاتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ ١٠/١٠٩، اے رسولؐ اس کتاب کی اتباع کیجیے گا، جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے دی گئی ہے۔۔۔ اور اس حکم کی تعمیلی صورت کا اطلاق خود رسولؐ کی زبان سے کرادیا گیاہے۔اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ٦/٥٠ + ٩/٤٦، میں صرف اور صرف (کتاب) کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔

2 مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا معنیٰ قرآنی لُغت کے مطابق اللہ کے سوا بھی ہے اور اللہ کے ساتھ بھی ہے۔ تفصیل، حروف کی بحث میں آگے آرہی ہے۔

فرض ہے کہ یہ کہے، لوگو!) ربّ والے بن جاؤ۔ (خالص اللہ کا حکم مانو) کیونکہ تم اللہ ہی کی کتاب کی تعلیم و تدریس کرتے ہو۔

اصل مُطاع اللہ تعالیٰ ہوتا ہے:

فلہٰذا اللہ کے نبی رسولؐ تو لوگوں کو ربّ والے (یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار) بنانے کے لیے مبعوث کیے جاتے تھے، اپنی اطاعت کروانے کے لیے نہیں آتے تھے۔۔۔ پس مسئلہ زیرِ بحث پر جب اِس قرآنی اصول کے مطابق غور کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور صاحب حکم ہے ہی نہیں، تو جملہ **اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡل** کا مفہوم خود لفظِ رسول کے اندر سے پھوٹ پھوٹ کر عیاں ہو جائے گا کہ رسول اللہ کا معنیٰ اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہے۔ نہ کہ اپنا کوئی حکم دینے والا۔ اور جب رسولؐ بدلائل ذیل، اللہ کا پیغام پہنچانے والے تھے:

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۱۴۴/ ۳، محمد صرف اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔

مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ ۹۹/ ۵، رسول کے ذِمّہ صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔۔۔ پس یہ چیز نکھر کر عیاں ہو چکی، کہ اطیعوا الرسول کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمارے پیغام کی اطاعت کرو، جو ہم نے اپنے پیغام پہنچانے والے کے ذریعہ بھیجا ہے۔ اور اس حقیقت کے پیش نظر، کہ حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ۴۰/ ۱۲ + ۵۷/ ۶ اور وہ اپنا حکم اپنے رسولوں ہی کے ذریعہ پہنچاتا ہے، خود سامنے نہیں آتا، تو پورے جملہ **اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ** کا معنی ثابت ہوا کہ: ”اللہ کی اطاعت کرو۔ یعنی اس کے حکم نامے کی اطاعت کرو جو اُس نے رسولِ عربی کے ذریعہ

تمہاری طرف نازل فرمایا ہے:۔ پس اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی درمیانی واوَ مغائرت کی نہیں، بلکہ تفسیری ہے۔(واوَ تفسیری کی وضاحت حروف کی بحث میں آگے آرہی ہے)۔

فلہٰذا جملہ زیرِ بحث میں ایک ہی اطاعت کا حکم ہے۔ الگ الگ دو اطاعتوں کا حکم نہیں۔ بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ نے خود ہی رسولِ مقبول کو اپنے حکم میں شریک ٹھہرا کر خود ہی معاذ اللہ معاذ اللہ شرک فی الحکم کی تعلیم نہیں دی۔

مختصر الفاظ میں یُوں سمجھیے گا، کہ رسولؐ یعنی پیغام بر کی اطاعت پیغام کی اطاعت ہوتی ہے۔ اُس کی ذاتی اطاعت ہر گز نہیں ہوتی۔ کیونکہ اصل مُطاع خود اللہ تعالیٰ ہے شخصی رسول نہیں۔

شخصی رسول کی اطاعت کو قرآنِ کریم نے بِاذْنِ اللہ کی قید میں مقید کر دیا ہوا ہے۔ دیکھیے ارشاد باری:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ ط ۴/۶۴، اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول، مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت، اللہ کے حکم نامہ اُس کی کتاب کے ذریعہ کی جائے۔ دیکھئے! اگر رسول کی شخصیت ہی مُطاع ہوتی تو اِذْنِ اللہ کی قید نہ لگائی جاتی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا اِذن کیا ہے۔ جس نے رسولِ مقبول کو مُطاع بنا دیا تھا؟ اِذن کا ایک ہے قانون جس کی وضاحت گزر چکی ہے یہاں اللہ کا اِذن وہ الٰہی حکم نامہ قرآنِ کریم ہے جس کی آمد سے پہلے رسولؐ مُطاع نہیں تھے اور جس کے نزول پر اُس کے ذریعہ مُطاع ہو گئے، نیز آپ کی پیغام

رسائی اِس حد تک صداقت و امانت پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اعلانِ عام کر رکھا ہے کہ میرا رسول میرے پیغام میں ہر گز ہر گز کمی بیشی نہیں کرتا۔ میرے پیغام کے نام سے جو کچھ پیش کرتا ہے، وہ وہی کچھ ہوتا ہے جو اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ۳۔۴ / ۵۳، وہ (ہمارا رسولؐ، ہمارے پیغام کے سلسلے میں) اپنی خواہش سے نہیں بولتا (بلکہ جسے وحی کے نام سے پیش کرتا ہے) وہ وحی ہی ہوتی ہے، جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ سورہ النسا میں اس عنوان کی یُوں وضاحت کر دی گئی ہے، کہ جس نے رسول کی، (یعنی ہمارے رسول کے ذریعہ ہمارے بھیجے ہوئے ضابطے کی) اطاعت کی، بے شک اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۸۰ / ۴

پھر سن لیجیے گا! کہ رسالت یعنی پیغام کی اطاعت ہی بیک وقت اللہ کی اطاعت بھی ہوتی ہے اور پیغام لانے والے کی بھی۔ پس اِس آیتِ مجیدہ میں بھی اطاعتِ واحدہ ہی کی خبر دی گئی ہے۔ اللہ اور رسول کی الگ الگ دو اطاعتوں کی دلیل نہیں لائی گئی۔ پس اسلام اطاعت واحدہ کا علمبر دار ہے۔ اور اطاعت واحدہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جو اُس کے حکم نامہ کے ذریعہ ہو گی جسے رسولؐ امین لائے اور بلا کم و کاست پہنچا دیا، اور خود بھی اسی کے مطیع و فرمانبر دار رہے۔ مزید بر آں قرآنِ کریم نے اللہ و رسول کے لیے ضمیر واحد لا کر بھی واضح کر دیا ہے کہ جملہ " اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ " میں قرآن اور روایت کی دو الگ الگ

اطاعتوں کو حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ قرآنِ کریم کی اکلوتی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھیے ارشاد باری:

اکلوتی اطاعت:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ ۲۰ /۸

ایمان والو! اللہ کی یعنی اُس کے رسول کے لائے ہوئے حکم نامہ کی اطاعت کرو اور اس (اکلوتے حکم نامے کی) اکلوتی اطاعت سے روگردانی نہ کرنا۔ دیکھیے گا! اگر اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ میں قرآن اور روایات کی الگ الگ دو اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہوتا تو ضمیر تثنیہ کی صورت میں ''وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُمَا'' آنا چاہیے تھا۔ ''وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ'' کی ضمیر واحد ڈنکے کی چوٹ اعلان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اکیلی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ ۲۶ /۱۸ ، کی خبر دینے کے بعد، خود ہی رسولِ مقبولؐ کو اپنے حکم میں شریک ٹھہرا کر نہ شرک فی الحکم لازم کر دیا ہے اور نہ تضاد بیانی فرمائی ہے۔

مرکزی اتھارٹی:

قرآنِ کریم کی بعض آیاتِ کریمات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کا جملہ اصطلاح کے طور پر اس قرآنی نظام اور مرکزی اتھارٹی کے لیے بھی لایا گیا ہے۔ جسے رسولِ مقبولؐ نے قرآنی آئین کی بنیادوں پر قائم کیا تھا۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾ ۴ / ۵۹

(مفہوم) ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ نیز رسولؐ اور اپنے میں سے اصحابِ امر کی اطاعت کرو۔ پھر اگر اصحابِ امر کے ساتھ تمہارا کوئی تنازعہ ہو جائے تو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس تنازعے کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر لاؤ۔ یہی امر بہتر، اور انجام کی رُو سے بہت ہی اچھا ہے۔

دیکھیے! اس آیت مجیدہ میں اپنے میں سے مقرر کردہ اصحابِ امر کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے اور اُن کے ساتھ اختلاف و تنازعہ کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے۔ اور تنازعہ کی صورت میں متنازعہ امر کو اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر لانے کا حکم دیا ہے۔

اب یہاں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کون اصحابِ امر ہیں، جن کے حکم یا فیصلے کو چیلنج کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ کہ ہم کھلے بندوں کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں تمہارا فیصلہ منظور نہیں۔ اور ان کے حکم سے سرتابی کرنے میں ایمان پر آنچ تک نہیں آتی۔۔۔۔ اور دوسرا اوال یہ ہے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد جب آپؐ موجود نہیں ہیں تو متنازعہ امر کو کس کی طرف پھیر لے جانے کا حکم دیا گیاہے۔ جو فیصلہ دے گا اور اختلاف و تنازعہ یکسر ختم ہو جائے گا۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا الفاظ میں بہتر اور انجام کی رُو سے احسن قرار دیاہے۔ اس ضمن میں:

روایاتی تفاسیر کا کہنا ہے کہ متنازعہ امر کو قرآن اور حدیث کی طرف لے جاؤ لیکن مسلمانوں کی شکمی فرقہ بندی گواہ ہے کہ اہلِ روایات کے اس تصوّر کے مطابق قرآن و حدیث نے اُمت کے چھوٹے بڑے کسی بھی متنازعہ امر کا فیصلہ نہیں دیا اور اُمت فرقوں میں بٹتی چلی گئی ہے۔ ہر فرقے کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن و حدیث اُسی کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں۔ فلہٰذا ثابت ہوا کہ جس تصوّر نے اُمت کو متحد کرنے کی بجائے منتشر و مختلف کر دیا ہے نہ یہ خَیْرٌ ہو سکتا ہے اور نہ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ فلہٰذا روایات کا دیا ہوا یہ تصوّر مطلقاً غلط ہے۔

اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کون ہیں؟

اب آیئے حقیقتِ حال کی طرف، آیتِ مجیدہ نے اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد، جو اُن سے اختلاف و تنازعہ کی اجازت بھی دے دی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ماتحت عدالتوں کے قاضی یا مجسٹریٹ ہیں، جو قرآنی نظام کی مرکزی اتھارٹی کی طرف سے مقدّمات کی سماعت کے لیے متعیّن کیے جاتے ہیں۔ اور یہ اطاعت دینی اُمور کی نہیں، کیونکہ دین کے کسی حکم کو چیلنج کیا ہی نہیں جا سکتا۔ بلکہ یہ عوام کے معاشرتی جھگڑوں کا ذکر ہے۔ عوام اپنے تنازعات مرکز کے مقرر کردہ قاضی اور اور مجسٹریٹوں کے پاس لے جائیں گے۔ اب اگر اُن سے کوئی فیصلہ غلط صادر ہو جائے تو جس فرد یا جماعت کی دادرسی نہیں ہوئی۔ وہ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کے فیصلے کو اپیل کے ذریعہ چیلنج کرنے کا مجاز ہے۔ اسی سلسلے میں آیتِ مجیدہ ۵۹ / ۴ میں حکم دیا گیا ہے کہ متنازعہ امر کو اپیل کے ذریعے

(فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ) اللہ اور رسولؐ یعنی مرکزی اتھارٹی کی طرف لوٹا کر لے جاؤ، تاکہ دوبارہ غور و خوض کے بعد، آخری فیصلہ دے دیا جائے، جس کی اپیل نہیں ہو سکے گی۔ پس اللہ اور رسولؐ وہ آخری اتھارٹی ہے کہ جس کے فیصلے کی کوئی اپیل نہیں۔ جب تک رسولؐ سلامٌ علیہ خود زندہ رہے، آپؐ آخری اتھارٹی تھے اور آپؐ کے بعد آپ کے جانشینؓ آخری اتھارٹی رہے، جن کے فیصلے آخری ہوتے تھے۔۔۔ مقدمات کے فیصلوں کے لیے اسی انداز کو قیامت تک کے لیے خَيْرٌ بھی کہا گیا ہے اور اَحْسَنُ تَأْوِيْلًا بھی۔ لیکن یاد رہے کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی پاکیزہ اصطلاح کے ماتحت وہ نظام آ سکتا ہے، جس میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا تسلیم کیا جاتا ہو۔ فیصلے قرآنی آئین کے مطابق ہوں۔ اور جہاں رشوت اور سفارش راہ نہ پا سکتی ہو۔۔۔ یعنی جو نظام اللہ کے بھیجے ہوئے، اور رسولِ مقبول کے لائے ہوئے ضابطۂ حیاتِ قرآنِ کریم کی بنیادوں پر قائم ہو گا۔ وہ اس پاکیزہ اصطلاح کا مصداق ہو سکتا ہے۔ نہ نظامِ ملوکیّت اس میں داخل ہو سکتا ہے، اور نہ سرمایہ دارانہ نظام، جن میں اللہ اور رسولؐ کے اولین سبق، درسِ ربوبیّت ہی کی مخالف موجود ہو۔ حُکّام عیش اُڑا رہے ہوں۔ اور عوام ضروریات زندگی سے محروم پائے جاتے ہوں۔

پس یہ اصطلاح ہموار و متوازن قرآنی نظام کی مرکزی اتھارٹی کے سِوا کسی اور نظام کے لیے ہرگز استعمال نہیں کی جا سکتی۔۔۔ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے مُراد، قرآنی مرکز کی طرف سے متعیّن کردہ قاضی، مجسٹریٹ، حلقہ کے چیئرمین

ہیں جو الگ الگ ایک حلقہ، یونٹ یا وارڈ میں عوام کے فیصلوں کے لیے متعیّن کیے جائیں گے۔ اللہ و رسولؐ کے الفاظ، انہیں متعیّن کرنے والی مرکزی اتھارٹی کے لیے اصطلاحاً استعمال کیے گئے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں متعدّد مقامات پر اس نظام کے لیے اصطلاح کے طور پر اللہ اور رسولؐ کے الفاظ لا کر اُن کے لیے ضمیریں بھی واحد لائی گئی ہیں:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٦٢ / ٩۔

دیکھیے! یہاں اللہ اور رسولؐ کے لیے ضمیر تثنیہ نہیں، بلکہ یُرْضُوْہُ میں ہٗ ضمیر واحد لائی گئی ہے۔ اور آیتِ مجیدہ کا مفہوم یہ ہے۔

ایمان والو! منافق لوگ، تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ اور رسولؐ زیادہ حقدار ہے کہ اگر وہ مومن ہیں تو اُس ایک کو راضی رکھیں۔ یعنی قرآنی نظام کے وفادار رہیں۔ اب بات صاف ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے لیے ضمیر واحد آئی ہے۔ لیکن اللہ اور رسولؐ کے لیے واحد ضمیریں لا کر انہیں ایک ٹھہرانے سے صاف ظاہر ہے کہ جملہ اللہ اور رسولؐ اصطلاح کے طور پر کسی ایسی چیز کے لیے لایا گیا ہے جو ایک ہے دو نہیں۔۔۔ اس کی وضاحت واحد ضمیر لا کر آیتِ ذیل میں بھی کر دی گئی ہے کہ یہ اصطلاح اُس ہموار و متوازن نظام کے لیے استعمال کی گئی ہے جو عوام کی ضروریاتِ زندگی کا ضامن ہو کر اُنہیں غمِ معاش سے بے نیاز کر دیتا ہے:

اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۹/۷۴۔ انہیں اللہ اور رسولؐ نے اپنے فضل (بیت المال) سے غنی کر دیا۔ یعنی اُس واحد مرکزی نظام نے، جو اللہ کے رسولؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق قائم کیا ہے، اُن کی ضروریاتِ زندگی کا ضامن بن کر اُنہیں معاشی غم و فکر سے آزاد کر دیا ہے۔

فلہٰذا ترجمہ اور تفسیر زیرِ نظر میں "اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ" معنٰی ہر مقام پر سیاق و سباق کے مطابق کہیں تو اللہ تعالیٰ کے مُقدّس رسول سلامٌ علیہ کے لائے ہوئے ضابطۂ باری تعالیٰ قرآنِ کریم کی اطاعت مُراد لیا گیا ہے اور کہیں اُس ہموار و متوازن مرکزی نظام کی اطاعت، جو رسولؐ نے قرآنی خطوط کے مطابق متشکل فرمایا تھا۔ اور جو بلا تمیز اعلیٰ و ادنیٰ پورے عوام کی ضروریاتِ زندگی کا ضامن تھا۔ بالفاظِ دیگر قرآنِ کریم نے، ربوبیّتِ عامہ کی بنیادوں پر قائم کردہ اُس ہموار و متوازن نظام کے لیے "اللہ اور رسولؐ" کے جملہ کو بطور اصطلاح استعمال کیا ہے، جس میں نہ کوئی بھوکا ہو گا نہ ننگا، نہ بے مکان ہو نہ بے علاج ۱۱۸-۱۱۹/ ۲۰، نیز زیرِ نظر ترجمہ میں "اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ" کے جملہ سے اللہ اور رسولؐ کی دو الگ الگ اطاعتوں کا تصوّر ہرگز نہیں دیا گیا۔ جس سے قرآنِ کریم میں تضاد ثابت ہوتا ہو، کہ اللہ تعالیٰ نے ۶/۵۷ اور ۱۲/۴۰ میں خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے سِوا کوئی واجب الاطاعت ہے ہی نہیں اور خود ہی رسولِ مقبول کو اپنی اطاعت میں شریک کرنے کا مُشرکانہ حکم بھی دے رکھا ہے۔ اَلۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

حُروف کی بحث

قرآن فہمی کے لیے جہاں یہ لازم ہے کہ ہر لفظ کے صحیح معنیٰ لیے جائیں۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ عربی ادب کی رُو سے، جن ذُو معنی حُروف کے کئی کئی معنیٰ مسلّم ہیں۔ اُن میں سے وہ معنیٰ لیے جائیں جو نہ سیاق وسباق کے خلاف جاتے ہوں، اور نہ قرآنی کلیہ جات وعالمی مشاہدات کی مخالفت لازم آتی ہو۔ ذیل میں چند حروف مثلاً واؤ، اَوْ، بَا، فَا، فِیْ، مِنْ، عَنْ، اِلٰی، کَلَّا، بَلْ اور دُوْنَ وغیرہ کے متعدّد معنے قرآنِ کریم کی روشنی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اِن میں سے بعض معنے سابقہ مفسین ومترجمین نے لیے ہی نہیں۔ حالانکہ قرآنی لُغت نے اُن معنوں کو وضاحتاً اُجاگر کرر کھا ہے۔

واؤ کے استعمالات،

واؤعاطفہ، الفاظ کا عطف الفاظ پر اور جملے کا عطف جملے پر ہوتا ہے

۱۔ واؤ بمعنی اور: ایسی واؤ عاطفہ کہلاتی ہے۔ الفاظ کا عطف الفاظ پر اور جملوں کا عطف جملوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً آیتِ مجیدہ:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط ۳/۱۶ میں لفظ ارض کا عطف لفظ سماوات پر ہے۔ اور آیتِ مجیدہ:

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۴۰/۱۳ میں جملہ عَلَيْنَا الْحِسَابُ کا

عطف جملہ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ پر ہے۔

خبر کا عطف خبر پر، امر کا عطف امر پر اور مثال کا عطف مثال پر ہوتا ہے

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ ۵۹ /۷ بے شک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًاؕ ۶۵ /۷ اور بے شک ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہُود سلامٌ علیہ کو بھیجا۔

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًاۘ ۷۳ /۷ اور بے شک ہم نے قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی سلامٌ علیہ کو بھیجا۔

وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًاؕ ۸۵ /۷ اور بے شک ہم نے اہلِ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب سلامٌ علیہ کو بھیجا۔

دیکھیے! اِن آیاتِ کریمات میں چھ، چودہ اور چھبیس آیتوں کے وقفہ کے بعد بھی خبر کا عطف خبر ہی پر آیا ہے۔ اور اوّلین معطوف علیہ ۵۹ /۷ میں مذکور لَقَدْ اَرْسَلْنَا کی خبر کے الفاظ، اگرچہ ۶۵ /۷، ۷۳ /۷ اور ۸۵ /۷ میں دُہرائے نہیں گئے۔ بلکہ صرف اِلٰی عَادٍ، اِلٰی ثَمُوْدَ اور اِلٰی مَدْيَنَ آیا ہے۔ لیکن بوجہ معطوف اَرْسَلْنَا کی خبر، اِن تینوں میں بدرجۂ اَتم موجود ہے۔۔۔ اب امر کا عطف، امر پر مثال ملاحظہ فرمائیں۔ سورہ بنی اسرائیل میں ابلیس کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے:

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۝۶۳ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۝۶۴ ۶۳۔۶۴ / ۱۷۔۔۔

دیکھیے! ان دو آیتوں میں یکے بعد دیگر سات واؤ آئی ہیں۔۔۔ پہلی، دوسری، چوتھی اور چھٹی واؤ یکے بعد دیگر اِذْهَبْ امر پر عطف ہیں۔ تیسری اور پانچویں میں الفاظ کا عطف الفاظ پر ہے۔ اور ساتویں اظہار حقیقت کے لیے آئی ہے۔ آیاتِ کریمات کے مفہوم پر غور فرمائیں:

اللہ نے کہا جا، جو کوئی تیری اتباع کرے گا تو تابع اور متبوع، تم سب کا پورا پورا بدلہ جہنم ہو گا اور تو اپنی آواز کے ساتھ جسے بہکا سکتا ہے بہکا لے۔ اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لے۔ اور ان کے مالوں اور اولاد میں شریک ہو جاؤ اور انہیں جھوٹے وعدے دیتا رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انہیں جو بھی وعدہ دیتا ہے وہ فریب محض ہے۔ (مثال کا عطف مثال پر، اس کی متعلقہ آیاتِ مجیدہ، اَوْ عاطفہ کے تحت آگے آ رہی ہیں)۔

واؤ بمعنی لیکن، واؤ بمعنی کیونکہ، واؤ برائے اظہارِ حقیقت:

کے لیے آیتِ ذیل پر غور فرمائیں۔ اس میں تین واؤ آتی ہیں۔ پہلی کا معنیٰ ہے لیکن، دوسری کا معنیٰ ہے کیونکہ اور تیسری اظہارِ حقیقت کے لیے آئی ہے:

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا

يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۱۰۸ / ۴، وہ (چھپ چھپ کر تجویزیں کرنے والے منافق) لوگوں سے چھپ چھپ سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے۔ کیونکہ جب وہ رات کو چھپ کر ایسی تجویزیں کرتے ہیں، جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔ اس وقت بھی وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جو بھی عمل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

واؤ بمعنی بلکہ:

آیتِ ذیل میں تین واؤ آئی ہیں۔ پہلی کا معنیٰ ہے بلکہ۔ دوسری میں جملے کا عطف جملے پر ہے۔ اور تیسری اظہارِ حقیقت کے لیے آئی ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۴۴ / ۵۔ پس لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ اور میری آیتوں کے بدلے دنیا کا حقیر مال حاصل نہ کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے ساتھ حکم نہیں کرتے۔ وہی تو کافر ہیں۔

واؤ بمعنی جبکہ:

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ ۱۰۱ / ۶، اللہ کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اس کی بیوی ہی کوئی نہیں۔ یہاں واؤ حالیہ تسلیم کرنا بھی درست ہے۔ حالانکہ اس کی بیوی ہی کوئی نہیں۔

واؤ تفسیر بمعنی یعنی:

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ، ۱ / ۱۵، مذکورہ بالا آیتیں الکتاب یعنی بیان

کرنے والے قرآن کی ہیں۔

واؤ بمعنی اس لیے:

جب موسیٰ سلامٌ علیہ نے قومِ بنی اسرائیل کو ارضِ مقدّس کے ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے جواب دیا:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ ۲۲ / ۵ ، بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ، اس شہر میں ایک طاقتور قوم ہے۔ اس لیے ہم اُس وقت تک اِس شہر میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اُس میں سے نکل نہ جائیں۔

واؤ بمعنی حالانکہ:

آیتِ ذیل میں اہلِ کتاب کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ ۴۴ / ۲، کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اس کے ضمن میں اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو، حالانکہ تم تو توراۃ و انجیل کی تلاوت کرتے ہو (جن میں ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے)۔

واؤ بمعنی تو، پھر۔ پس (یعنی واؤ بمعنی فا):

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ۝۱۲ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا ۔۔۔ ۱۳۔۱۲ / ۴۳ ، اور اللہ نے تمہارے لیے جہاز اور چار پائے بنائے جن

پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ (ان میں سے ہر) ایک کی پیٹھ پر سیدھے (متوازن) سوار ہوا کرو۔ پھر تم اپنے ربّ کی نعمت کو یاد کرو، جب تم اس پر با اطمینان سوار ہو جاؤ تو کہا کرو پاک ہے وہ ذات، جس نے انہیں ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے۔۔۔ الخ۔ یہاں واؤ بمعنی تو آیا ہے۔ اگلی آیتوں میں دیکھیے !واؤ بمعنی یعنی اور برائے اظہار صفت ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۲۳۱ / ۲، اور اللہ کی نعمت کو یاد رکھو، جو تم پر کی گئی، یعنی جو اس نے تم پر اپنی حکمت والی کتاب نازل کی ہے۔ وہ تمہیں اس ایک ہی کتاب کے ساتھ نصیحت کرتا ہے۔ پس اللہ کے قانون کی مخالفت سے بچتے رہو۔

واؤ برائے اظہارِ صفت:

آیتِ بالا میں الکتب والحکمۃ کی واؤ سے یہ مُراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اور حکمت الگ الگ دو چیزیں نازل فرمائی ہیں۔ کیونکہ یَعِظُكُمْ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد آئی ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ یہ ایک چیز ہے دو نہیں، اور الکتٰب والحکمۃ کی درمیانی واؤ کا معنیٰ یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ کے الفاظ میں بتا دیا گیا ہے۔ شہادت ہے حکمت والے قرآن کی، پس اس قرآنی شہادت اور يَعِظُكُمْ بِهٖ کی ضمیر واحد کی رُو سے الکتٰب والحکمۃ کا معنیٰ ہے حکمت والی کتاب۔

واؤ بمعنی بذریعہ:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ

الۡمُشۡرِکِیۡنَ۬ۙ ۹/۳، اور حجِ اکبر کے دن لوگوں کے لیے اللہ کا اعلان ہے اس کے رسولؐ کے ذریعہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے۔ دیکھیے یہاں واؤ بمعنی بذریعہ آیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حجِ اکبر کو اپنا مذکورہ بالا اعلان، کہ وہ مشرکوں سے بیزار ہے، اپنے رسولؐ ہی کے ذریعہ کروایا تھا۔۔ نیز مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ ۱۲/۳۳ میں بھی واؤ بمعنی کے ذریعہ آئی ہے۔ کیونکہ اللہ اپنے رسولؐ کے ذریعہ ہی وعدہ فرماتا ہے۔ خود آکر نہ کوئی وعدہ دیتا ہے نہ لیتا ہے۔

واؤ بمعنی اَوْ (یا):

آیتِ ذیل میں واؤ بمعنی یا ہے۔ قوم بنی اسرائیل کے متعلّق ارشاد ہوا ہے:

ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ ۱۱۲/۳، بنی اسرائیل پر، وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں، ذلّت لازم کر دی گئی ہے۔ سوائے اِس کے کہ وہ اللہ کے قانون کو تھام لیں یا لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین میں سے کسی قانون کا سہارا لے لیں۔

واؤ استیناف:

اس واؤ کے ساتھ سابقہ مضمون سے الگ نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ یعنی اس کا نہ ماقبل کے کسی لفظ پر عطف ہوتا ہے، نہ کسی جملے پر۔ صرف ماقبل عنوان کے کسی گوشے کے متعلّق کچھ واضح کرنا مطلوب ہوتا ہے:

وَکَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنٰہُ حُکۡمًا عَرَبِیًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَہۡوَآءَہُمۡ بَعۡدَ مَا جَآءَکَ مِنَ

الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۷۳/۱۳۔ اور اسی طرح ہم نے آپ پر اپنا حکم نامہ شُستہ عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ اور اگر آپ نے ہمارا علم آ جانے کے بعد لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کا اللّٰہ کے سِوا نہ کوئی مدد گار ہو گا اور نہ کوئی اس کے عذاب سے بچانے والا ہو گا۔۔۔ دیکھیے! یہاں وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ۔۔۔ الخ [1] کی واؤ کا عطف، نہ ما قبل کسی لفظ پر ہے نہ جملے پر۔ صرف مَآ اَنْزَلَ اللّٰہِ کے متعلّق اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر اسے چھوڑ کر رسولِ مقبول بھی کسی کی اتباع کریں گے تو انہیں بھی چھڑانے والا کوئی نہیں ہو گا۔

واؤ برائے معیّت بمعنی نیز:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ ۱۷/۵، بے شک وہ لوگ کفر کرتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ مسیحؑ ابن مریم ہی اللّٰہ ہے۔ اے رسولؐ! کہہ دیجیے گا۔ کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ یہ ارادہ کرتا کہ مسیح ابنِ مریم اور اس کی ماں، نیز (اُن کے ساتھ) زمین میں جو بھی جاندار ہیں، سب کو ہلاک کر دیتا تو کون ہوتا جو اُس کی منشاء کے خلاف کچھ بھی اختیار رکھتا۔۔۔ دیکھیے! وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا والی واؤ معیّت کی ہے۔ چونکہ نصاریٰ مسیح کو عین اللّٰہ اور مریمؑ و مسیح دونوں کو شریکِ الوہیت ٹھہراتے ہیں۔ لیکن مریمؑ کو مُردہ اور مسیح کو زندہ مانتے ہیں۔ اس لیے یہاں بتایا گیا ہے کہ صرف مریمؑ ہی نہیں بلکہ دونوں ماں بیٹا فوت ہو چکے

---

[1] نوٹ: الخ۔ اِلیٰ آخرہٖ کی مخفّف ہے۔ آخر تک۔ تمام۔ سب

ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت میں ہوتا تو وہ ان کے ساتھ زمین کے ہر جاندار کو ہلاک کر دیتا۔ اُسے کون روکنے والا تھا۔ لیکن یہ اُس کی مشیّت میں نہیں۔

واؤ برائے قَسم (شہادت):

کسی مقدمہ میں جب گواہوں سے گواہی لی جاتی ہے تو وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ واقعہ یُوں ہوا تھا۔ فی الحقیقت گواہ یہ کہتا ہے کہ میں اپنے بیان پر اللہ حاضر و شاہد کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ عربی ادب میں اس کے لیے وَاللہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود کوئی شہادت پیش کرتا ہے تو اپنے پیدا کردہ ان شاہکاروں کو جن میں ابتدائے آفرینش سے آج تک کوئی تغیّر نہیں آیا، گواہی کے لیے پیش کرتا ہے۔ ورنہ قسمیں کھانا اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ مثلاً:

وَالشَّمۡسِ، وَالۡقَمَرِ، وَالَيۡلِ، وَالنَّهَارِ، وغیرہ کا معنیٰ ہے، شہادت ہے سورج کی، شہادت ہے چاند کی، شہادت ہے رات کی، شہادت ہے دن کی، کہ جس طرح یہ حقائق ثابتہ ہیں۔ اُسی طرح یہاں جو کچھ بیان کیا جارہا ہے وہ بھی ایک لاریب حقیقت ہے۔

المختصر قرآنی لُغت کے مطابق واؤ کے متعدّد معنیٰ قرآنِ کریم میں موجود ہیں:

۱) اور، ۲) لیکن، ۳) کیونکہ، ۴) حقیقت یہ ہے، ۵) بلکہ، ۶) جبکہ، ۷)یعنی، ۸) اس لیے، ۹) حالانکہ، ۱۰) تو پھر، ۱۱) برائے اظہارِ صفت، ۱۲)

بذریعہ، ۱۳) یا، ۱۴) استیناف، ۱۵) معیّت اور ۱۶) شہادت۔

اب یہ فیصلہ قارئینِ کرام پر رہا کہ ان میں سے دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے نمبر والے پانچ معنیٰ، جن کی قرآنِ کریم نے باندازِ صریح وضاحت کر رکھی ہے۔ کیا سابقہ تراجم میں کہیں یہ معنیٰ آپ کو ملتے ہیں؟

اَوْ کے مختلف استعمالات:

مثال کا عطف مثال ہی ہوتا ہے۔

اُوْ بمعنی یَا۔ وضو کے لیے پانی موجود نہ ہو یا مُضر پڑتا ہو تو تیمّم کے حکم میں، یکے بعد دیگر تین مرتبہ اَو آیا ہے۔ اور تینوں کا معنیٰ ہے یاؔ:

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ۔۔۔ ۶ / ۵۔ اور اگر تم بیمار ہو اور پانی کا استعمال مُضر پڑتا ہو، یا تم مسافر ہو، یا تُم میں سے کوئی قضاءِ حاجت سے آیا ہو، یا تم نے بیویوں کو ازدواجی انداز سے چھوا ہو اور پانی نہ پاؤ تو آلائش صاف کرنے کے لیے پاکیزہ مٹی کا استعمال کر لیا کرو۔

واؤ عاطفہ کی بحث میں قرآنی مثالوں کے ساتھ ثابت کیا جا چکا ہے کہ الفاظ کا عطف الفاظ پر، جملوں کا جملوں پر، خبر کا خبر پر، اور امر کا امر پر ہی پڑتا ہے۔ اب اَوْ عاطفہ کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں کہ مثال کا عطف مثال ہی پر ہوتا ہے۔

سورہ بقرہ، یعنی ابتدائے قرآن مجید میں آپؐ پر واضح کیا گیا ہے کہ

سلسلۂ تبلیغ میں آپ کو تین قسم کے افراد سے واسطہ پڑے گا۔پہلے مومنؔ، جو آپ پر اور قرآن پر ایمان لے آئیں گے۔ وہ آپ پر جان مال سب کچھ قربان کر دیں گے۔ دوسرے کافرؔ، یعنی مطلقاً انکار کرنے والے۔ اُن کے ساتھ مغز مارنے کی ضرورت نہیں۔ اور تیسرے منافقؔ، جو کفر چھپا کر ایمان کا اظہار کریں گے۔۔۔ اسی سورہ بقرہ میں ان تینوں گروہوں کی دو دو مثالیں لف نشر غیر مرتّب کے انداز میں اس طرح بیان ہوئی ہیں کہ ۱۷، ۱۹ / ۲، میں دو مثالیں منافقوں کی، ۱۷۱، ۲۵۹ / ۲، میں وہ مثالیں کافروں کی۔ اور ۲۶۱، ۲۶۵ / ۲ میں دو مثالیں مومنوں کی بیان ہوئی ہیں۔۔۔ منافقوں کی دو مثالیں یہ ہیں:

مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ الَّذِى اسۡتَوۡقَدَ نَارًا‌ ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ۔۔۔ ۱۷ / ۲، ان (منافقوں) کا حال اُس شخص جیسا ہے جو (رات کو) آگ جلائے۔ جب وہ جل اُٹھے تو اُس کا ارد گرد روشن ہو جائے اور جب بُجھ جائے تو وہ پھر اندھیروں میں رہ جائے۔

دیکھیے! یہاں كَمَثَلِ میں کاف حرفِ تشبیہ موجود ہے۔ جو کسی وقوعہ کے لیے نہیں آتا۔ بلکہ مثال کے لیے آتا ہے۔ چنانچہ اس مثال پر، مثال کا عطف پھر کافِ تشبیہ کے ساتھ اس سے اگلی آیت ۱۹ / ۲ میں آیا ہے:

اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ وَّبَرۡقٌ‌ ۚ ۱۹ / ۲، یا ان کا حال اُس شخص کے حال جیسا ہے کہ (رات کے وقت) آسمان سے بارش ہو رہی ہو، اُس میں رات، بارش اور بادلوں کے اندھیرے بھی ہوں، گرج بھی ہو اور بجلی کی

چمک بھی ہو۔ تو جب بجلی چمکے تو ان کا اِرد گرد روشن ہو جائے۔ اور جب بند ہو جائے تو وہ پھر اندھیروں میں پڑے رہیں۔ یعنی منافقوں کا حال یہ ہے کہ قرآنِ کریم سُنا تو خیالات روشن ہو گئے۔ لیکن جب لوٹ کر کافروں میں گئے تو پھر کفر کا اندھیرا چھا گیا۔ (ان آیات کی تفصیل اپنے مقام پر آگے آرہی ہے)۔

اس سے آگے کافروں کی دو مثالوں میں سے پہلی مثال ۱۷۱ / ۲ میں مذکور ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ۔۔ الخ اور دوسری ۲۵۹ / ۲، اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ ۔۔۔۔ الخ میں آئی ہے۔۔۔ واضح رہے کہ جس طرح ۱۷ / ۲، اور ۱۹ / ۲، باہم معطوف معطوف علیہ ہیں۔ کیونکہ دونوں میں کافِ تشبیہہ موجود ہے۔ اور مثال کا عطف مثال پر ہے۔ سابقہ تراجم اور تفاسیر نے مثال پر مثال کے عطف کے قرآنی اصول کو نظر انداز کر کے آیتِ مجیدہ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى ۲۵۹ / ۲ کے ساتھ سیدنا عزیرؑ کی طرف منسوب کر کے ایک عجیب و غریب چیستانی واقعہ چسپاں کر رکھا ہے کہ آپ ایک اُجڑی ہوئی بستی سے گزرے تو کہا کہ اسے اللہ کس طرح زندہ کرے گا۔ اللہ نے آپ کو سو سال کے لیے مار ڈالا پھر زندہ کیا وغیرہ۔ حالانکہ مَرَّ فعل ماضی پر اَلَّذِيْ اسم موصول داخل ہوا ہے جس نے مَرَّ ماضی کو مضارع بنا دیا ہے اور مفہومِ الفاظ یہ ہے کہ یا اُس شخص کی مانند کہ جو کسی برباد بستی پر سے گزرے۔ اور کہے کہ اللہ اسے کس طرح دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اسے مار ڈالے۔ وہ سو برس مرا پڑا رہے۔ اتنے

میں بستی آباد ہو جائے۔ اللہ اُسے زندہ کرے۔ اس کا کھانا اور پانی خراب نہ ہوا ہو۔ مگر اس کے گدھے کی ہڈیاں بکھر گئی ہوں۔ اللہ اُس کے دیکھتے دیکھتے اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھا کر گدھے کو زندہ دے۔ پھر وہ کہے میں نے جان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ یاد رہے کہ اِس طرح کسی کو قیامت منوانا، اللہ تعالیٰ کے قانونِ مشیت ہی سے خارج ہے۔ سابقہ تراجم نے اس مثال کو واقعہ بنا کر عزیر کے ذمہ لگا رکھا ہے۔ حالانکہ انبیاء سلامٌ علیہم تو، لوگوں کو قیامت منوانے آتے تھے۔ اُن کا اپنا ایمان اِس قسم کا نہیں ہو سکتا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مُردہ گدھے کو ان کے دیکھتے دیکھتے زندہ کر کے نہ دکھائے، اس وقت تک وہ نہ اللہ تعالیٰ کو قادر ہی مانیں اور نہ قیامت پر ایمان لائیں۔ العیاذ باللہ!

المختصر! آیتِ مجیدہ۲۵۹ / ۲، حرف عطف اَوْ سے شروع ہوتی ہے اور اس میں کَالَّذِیْ کا کافِ تشبیہہ موجود ہے اب اَوْ عاطفہ اپنے معطوف علیہ کو چاہتا ہے۔ اور اس کا معطوف علیہ وہی ہو سکتا ہے، جس میں کافِ تشبیہہ موجود ہو۔ اور وہ ہے ۱۷۱ / ۲ میں۔ وہاں صاف صاف لفظاً مذکور ہے کہ کافروں کی مثال ایسی ہے: مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، اور یہاں آیت ما قبل ۲۵۸ / ۲ میں ایسے کافر بادشاہ کا ذکر ہے جسے سیدنا ابراہیم سلامٌ علیہ نے صفاتَ باری تعالیٰ کی بحث میں لاجواب کر دیا۔ لیکن وہ ایمان نہ لایا۔۔۔ لٰہذا ۲۱ / ۲۵۹ میں بتایا گیا ہے کہ ایک تو ذریعۂ ہدایت یہ ہے کہ حقیقتِ حال کو سیدنا ابراہیمؑ کی طرح اس طرح علی وجہ البصیرت سمجھا دیا جائے کہ مخاطبِ لاجواب ہو جائے۔ اس سے آگے مثال کے طور پر بیان ہو ہے

کہ جو کافر دلائلِ قاطعہ کے ساتھ نہ مانے، تو یا پھر ایسا ہو کہ اُسے اللہ تعالیٰ اُجری ہوئی بستی آباد کر کے دکھائے، مُردہ ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا مشاہدہ کرائے تو پھر وہ مانے۔ لیکن ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو گا۔ کافروں کے متعلق سورہ مجیدہ کی ابتدا ہی میں کہہ دیا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ٦ / ٢،

اے رسولؐ! کافروں کو آپ کا سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس سے آگے مومنوں کی دو مثالوں میں سے پہلی مثال بقرہ ٢٦١ / ٢ میں آئی ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ ۔۔۔ الخ مومنوں کا حال جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ایک دانے کے حال جیسا ہے کہ ہر دانے سے سات بالیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ہر بال میں سَو سَو دانہ پیدا ہوتا ہے۔۔۔ غور فرمایئے گا! کہ اس آیت میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ میں کافِ تشبیہہ وارد ہوا ہے۔ اس کے بعد ٢٦٥ / ٢ میں واوٗ عاطفہ اور کافِ تشبیہہ ہی کے ساتھ مومنوں کی دوسری مثال ان لفظوں میں بیان ہوئی ہے:

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ ۔۔۔ الخ اور مومن، جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے، اور اپنے معاشرہ کے کمزوروں کو قدموں پر کھڑا کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں مال

خرچ کرتے ہیں، اُن کا حال ایسا ہے جیسے کہ ایک زرخیز ٹیلے پر ایک باغ ہو۔ اگر اُسے بارش میسر آجائے تو کئی گنا پھل دے۔ اور اگر بارش نہ بھی ہو اس کے لیے شبنم بھی کافی رہے۔۔۔ اب غور فرمائیے گا کہ ہر دو آیاتِ کریمات میں مثال کا عطف مثال ہی پر ہے۔

اَوْ بمعنی بلکہ:

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ، ۱۴۷/۳۷، میں سیدنا یونس سلامٌ علیہ کے متعلّق ارشاد ہوا ہے: ، اور ہم نے اسے ایک لاکھ افراد بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔۔۔ دیکھیے! اگر اس آیت میں اَوْ بمعنی یا لیا جائے تو علمِ الٰہی پر زد پڑتی ہے کہ ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ افراد کی طرف بھیجا تھا۔ فلہٰذا ثابت ہوا کہ اَوْ بمعنی بلکہ بھی عربی ادب میں مسلّم ہے۔

اَوْ بمعنی حتیٰ کہ، یہاں تک کہ:

۱۶/۴۸، میں آیا ہے قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَأْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ، اے رسولؐ! دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے (جو غنیمت کے طلبگار ہیں) کہہ دیجیے گا کہ تم، عنقریب ایک سخت جنگجو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے بلائے جاؤ گے۔ تم ان سے (ایسی سخت) جنگ کرو گے۔ یہاں تک کہ وہ تمہاری اطاعت قبول کر لیں گے۔۔۔ غور فرمائیے گا کہ یہاں بھی اَوْ بمعنی یا تو نہیں لگ سکتا کیونکہ یہ مفہوم بالکل بے معنیٰ ہے کہ:

"یا تم ان سے لڑو گے یا وہ تمہاری اطاعت قبول کر لیں گے"۔

اَوْ برائے انقسامِ مفہوم:

۴/۷، میں آیا ہے کہ مجرموں پر: فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ، ہمارا عذاب ان پر کبھی رات کے وقت آیا۔ اور کبھی دوپہر کے وقت، کہ جب وہ آرام کر رہے تھے۔

اَوْ برائے نفی تام:

۲۴/۷۶، میں آپ سلامٌ علیہ کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا

اے رسولؐ اپنے ربوبیّت کرنے والے کے حکم پر ثابت قدم رہیے گا۔ اور (مخالفین) بدکار و ناشکرے (جو کچھ بھی) ہیں۔ اُن کی اطاعت ہر گز نہ کرنا۔

اَوْ بمعنی شک و اشتباہ:

سورہ مومنون میں آیا ہے کہ قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تم زمین میں کتنا عرصہ رہے۔ اس کا جواب درج ہے: قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۱۱۳/۲۳، وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصّہ زمین میں رہے تھے۔

اَوْ بمعنی واوِ تفسیر:

۱۶۷/۳، میں آیا ہے کہ منافقوں سے کہا گیا:

وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ط اور انہیں کہا گیا کہ آوَ

اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ یعنی ملک کا دفاع کرو۔۔۔ غور فرمایئے گا! کہ جنگ اور دفاع ایک ہی چیز ہے۔ اور یہاں اَوْ بمعنی واوٌ تفسیر بمعنی یعنی آیا ہے۔ جیسے کہ آیت مجیدہ کے اگلے الفاظ منافقوں کے جواب میں بھی قتال ہی کو دفاع ٹھہرایا گیا ہے:

قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعۡنٰكُمۡ ؕ انہوں نے کہا کہ (ہم لڑنا نہیں جانتے) اگر لڑنا جانتے تو ضرور تمہاری پیروی کرتے۔

ب کے مختلف استعمالات:

ب کا معنٰی عموماً ساتھ لیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے ذیل کے سولہ معنٰی بیان کیے ہیں:

با، برائے تعدیہ (لازم کو متعدّی بنانے کے لیے):

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ ۱۷ / ۲، اللہ اُن کا نور لے گیا۔ (لفظی ترجمہ)

با (اظہارِ سبب کے لیے):

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ ۱۱ / ۳، پس اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیا۔

با بمعنی کے ساتھ:

یٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ ۴۸ / ۱۱، اے نوح سلامتی کے ساتھ اتر جا۔

با بمعنی کے پاس:

اِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ ۷۲ / ۲۵، جب وہ لغو کے پاس سے گزرتے ہیں۔

با بمعنی کے عوض:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ م بَخْسٍ ۲۰/۱۲ ، اور انہوں نے اسے تھوڑی قیمت کے عوض بیچ دیا۔

یا بمعنی کے متعلّق:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۲۵/۵۹، اس کے متعلّق، صاحبِ خبر رحمٰن سے پُوچھ۔

یا بمعنی میں سے:

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ ۶/۷۶، ایک چشمہ ہے جس میں سے اللّٰہ کے بندے پئیں گے۔

با معنٰی کے وقت:

نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۳۴/۵۴، ہم نے انہیں صبح کی وقت نجات دی۔

با بمعنی کے مقام پر:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ ۱۲۳/۳، اور بے شک اللّٰہ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد فرمائی۔

با بمعنی پر، اُوپر:

لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ ۴۲/۴، کاش کہ اُن کے اُوپر زمین ہموار ہو جائے۔

با بمعنی کا:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ ۶/۵، اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو۔

با بمعنی کو:

بَلۡ تُكَذِّبُوۡنَ بِالدِّيۡنِ۹ / ۸۲، بلکہ دین کو جھٹلاتے ہو۔

با بمعنی کے بارے میں:

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ۶ / ۸۲، تجھے تیرے نعمتیں دینے والے پروردگار کے بارے میں کس نے دھوکا دے دیا ہے۔

با بمعنی کے ذریعہ:

وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ۱۶ / ۱۶، اور وہ ایک مخصوص (قطبی) ستارہ کے ذریعہ راستے معلوم کرتے ہیں۔

با زائدہ:

لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ۲۲ / ۸۸، اے رسولؐ! آپ، لوگوں پر داروغے نہیں ہیں۔

با برائے قسم:

فَبِعِزَّتِكَ ۸۲ / ۳۸، تیری عزت کی قسم۔

ف کے مختلف استعمالات:

ف کا معنیٰ عموماً لیا جاتا ہے، پھرؔ، لیکن قرآنی لُغت سے ذیل کے متعدّد معنیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ فا بمعنی پھر:

(برائے ترتیب و تعقیب) یعنی ایک کام کے بعد دوسرے کا بالترتیب

انجام پذیر ہونا:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۱۴/۲۳، پھر ہم نطفہ کو لوتھڑا بناتے ہیں۔ پھر لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا، پھر گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں پیدا کرتے ہیں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں۔۔۔ دیکھیے! یہاں فا کے ساتھ ہر کام کا یکے بعد دیگر بالتّرتیب واقع ہونا بتایا گیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ فا کے لیے لازم نہیں کہ ترتیب و تعقیب ہی کے لیے ہو۔ نیز ترتیب و تعقیب کی صورت میں ہر کام کے بعد دوسر کام کا درمیانہ وقفہ ہر مقام پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وُہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کائناتی قوانین میں خود مقرر رکھا ہے۔ قوانینِ کائنات کی مخالفت کبھی نہیں ہو گی۔

فا برائے توضیح بمعنی سو:

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۴/۷، اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا۔ سو ہمارا عذاب اُن پر رات کے وقت آیا، یا جب وہ دوپہر کو آرام کر رہے تھے دیکھیے! یہاں فا کے ساتھ بستیوں کی ہلاکت کے وقت کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہمارا عذاب کسی پر رات کو آیا۔ اور کسی پر دوپہر کو آیا۔

فا بمعنی تو (اگر اِنْ شرطیہ کے بعد آئے):

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ۳۱/۳، کہہ دیجیے گا! اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

فا بمعنی ورنہ:

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۷۳/۷، (صالحؑ نے قوم سے کہا) یہ اللہ کی اونٹنی، تمہارے لیے (ربوبیّتِ عامہ کی رُو سے اللہ کی) ایک نشانی ہے پس اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں سے کھائے اور اسے ضرر نہ پہنچانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

فا بمعنی اس طرح:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۱۵/۲۸، پس اُس (موسیٰؑ) نے اُسے مُکّا مارا۔ اس طرح اس کا کام تمام کر دیا۔

فا بمعنی لیکن:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا ۱۷۵/۷، اور اسے رسولؐ! آپ ان پر اُس شخص کی خبر پڑھیے، جسے ہم نے (اپنی کتاب کے ذریعہ) اپنی آیتیں عطا فرمائیں، لیکن وہ ان کی حدود سے نکل گیا۔

فابرائے اظہارِ حقیقت:

غیر اللہ کو مددگار ٹھہرانے والوں کے متعلّق ارشاد ہوا ہے:

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۱۳۹/۴، کیا وہ غیر اللہ سے غلبہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ غلبہ سارے کا سارا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

فازائدہ:

بَلِ اللّٰهَ فَاعۡبُدۡ ٦٦/٣٩، بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر۔ یہاں فَآ زائدہ ہے کیونکہ فا کے بغیر بھی یہی معنیٰ بنتے ہیں۔

س کے مختلف استعمالات:

س برائے مستقبل قریب:

س حرف تہجی ہے۔ جس کا عمومی فائدہ یہ ہے کہ جب یہ مضارع پر داخل ہو تو اُسے زمانہ مستقبل کے لیے مختص کر دیتا ہے۔ مثلاً:

قُلۡ مَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ یَّمۡلِکُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ یُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَمَنۡ یُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ ۚ ٣١/١٠، اے رسولؐ! آپ ان سے پوچھیے گا کہ تمہیں رزق کون دیتا ہے؟۔۔۔ اس کے جواب میں وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ۔۔۔ دیکھیے گا! اس مثال میں یَقُوۡلُوۡنَ فعل مضارع پر سَ داخل ہوا ہے جس سے فعل مضارع نے مستقبل کا فائدہ دیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ سَ داخل ہونے سے فعلِ مضارع ضرور یہی مستقبل کے لیے مختص ہو جاتا ہو۔ کیونکہ قرآنِ کریم میں ایسی متعدّد مثالیں موجود ہیں کہ سَ داخل ہونے سے مستقبل کا معنیٰ لینا غلط ہے۔ مثلاً:

س برائے تاکید:

فَسَیَکۡفِیۡکَهُمُ اللّٰهُ ۚ ١٣٧/٢، کا یہ مفہوم ہرگز صحیح نہیں ہے کہ "تیرے

لیے تیرے مخالفوں کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ زمانہ حال میں کافی نہیں مستقبل میں کافی ہو گا۔" بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ "تیرے لیے تیرے مخالفوں کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ ضرور ضرور کافی ہے"۔۔۔ دیکھیے! یہاں زمانہ حال کا معنیٰ لیناہی درست ہے۔ نیز یاد رہے کہ حال میں استقبال از خود آجاتا ہے۔ کیونکہ آج کا مستقبل کل کو حال بن کر آتا ہے۔ اور فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ کے مطابق کفایتِ باری تعالیٰ کے دوام کی دلیل بن کر آتا ہے۔ اس کے برعکس استقبال میں حال داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اگر آیتِ بالا ۱۳۷ / ۲، کا یہ معنیٰ لیا جائے کہ اللہ کافی ہے نہیں، کافی ہو گا تو کفایت الٰہی مجروح ہو جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں مستقبل کا معنیٰ لینا غلط ہے۔ فلہٰذا ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ مضارع پر سؔ داخل ہو تو ضروری ہے اُسے مستقبل کے لیے مختص کر دیتا ہے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ مضارع پر سؔ داخل ہو تو بعض اوقات حال کے معنوں میں تاکید پیدا کر دیتا ہے۔ اِسی عنوان کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۶ / ۸۷، دیکھیے یہاں نُقْرِءُ فعل مضارع پر سؔ داخل ہوا ہے اگر اسے مستقبل کے لیے مختص کر دیا جائے تو یہ مفہوم سامنے آتا ہے "ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ بھولیں گے نہیں"۔ یہ مفہوم مشاہدے کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس وقت آپ کو سَنُقْرِئُكَ کہا گیا تھا اُس وقت تعلیم قرآنی دی جارہی تھی۔ ہنوز دی جانے والی نہیں تھی۔ پس اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ یقیناً یقیناً ہم آپ کو پڑھاتے ہیں پھر آپ ہرگز بھولتے نہیں"۔

پس سؔ کے مضارع پر داخلہ کے خواص قرآنِ کریم کی رُو سے یہ ہیں:

کبھی فعل مضارع کو مستقبل کا فائدہ دیتا ہے اور کبھی حال کے معنوں میں تاکید پیدا کرتا ہے۔ یعنی یقیناً ایسا ہے یا ایسا ہوتا ہے۔

فی کے مختلف استعمالات:

فی حرفِ جار کا عموماً معنیٰ لیا جاتا ہے میںؔ۔ لیکن قرآنی لُغت سے ذیل کے متعدّد معنیٰ ثابت ہی:

فی بمعنی میں:

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ ۱۳۱ / ۴، اور جو کچھ آسمانوں میںؔ ہے زمین میںؔ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔

فی برائے اظہارِ سبب:

قَالَتۡ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیۡ لُمۡتُنَّنِیۡ فِیۡهِ ؕ ۳۲ / ۱۲، اس عورت (زنِ عزیز) نے (زنانِ مصر سے مخاطب ہو کر سیّدنا یوسف کی طرف اشارہ کر کے) کہا، یہ ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔

فی بمعنی کے مقابلے پر:

فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیۡلٌ ۳۸ / ۹، آخرت کی کامیابی کے مقابلے پر دنیا کا مال ہیچ ہے۔

فی بمعنی کے لیے:

فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكُمۡ فِیۡمَا فَعَلۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ

۲/۲۳۴، پھر جب بیوہ عورتوں کی عدّت پوری ہو جائے تو تمہارے لیے اس کام میں کوئی ہرج نہیں جو وہ اپنی جانوں کے لیے بطریق معروف کریں (یعنی نکاح ثانی کرلیں)۔

فی بمعنی کے ذریعہ:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ۹۱/۵، بلاشبہ شیطان (ضابطہ باری تعالیٰ کا منکر) ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے درمیان خمر و میسر کے ذریعہ عداوت اور بغض پیدا کردے۔

مِنْ کے مختلف استعمالات:

عموماً مِن بمعنی سے لیا جاتا ہے۔ لیکن قرآنِ کریم سے ذیل کے متعدّد معنٰی ثابت ہیں:

منْ ابتدائیہ بمعنی سے:

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ۱/۱۷، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

مِنْ بیانیہ برائے استغراق:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ۳۰/۲۲، سب کے سب بتوں کی نجاست سے بچتے رہو۔

وَمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ۷۹/۴۰، اور چارپایوں میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔

مِنْ بمعنی کی طرف سے:

اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ ۲۹۔۳۰، /۲۷، بے شک میری طرف ایک معزز چٹھی بھیجی گئی ہے۔ بلاشبہ وہ سلیمان کی طرف سے ہے۔

مِنْ بمعنی کی وجہ سے:

مِمَّا خَطِیْٓــٰٔتِھِمْ اُغْرِقُوْا ۲۵ /۷۱، وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے۔

مِنْ بمعنی کی بجائے:

اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ ۳۸/۹، کیا تم آخرت (کی کامیابی) کی بجائے، دنیا (کے مال) پر راضی ہو گئے ہو؟

مِنْ بمعنی میں سے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۲۶ /۱۵، اور بے شک ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے بدبودار گارے میں سے پیدا کیا۔

مِنْ بمعنی کے ساتھ:

یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ۴۵ / ۴۲، وہ کنکھیوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

مِنْ بمعنی کے مقابلے پر:

وَنَصَرْنٰہُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۷۷ /۲۱، اور ہم نے اُس کی اُس قوم کے مقابلے پر مدد کی جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔

مِنْ بمعنی کے ہاں:

لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا ۱۷ /۵۸، اللہ کے

ہاں اُن کے مال اور اولاد کسی کام نہیں آئیں گے۔

مِنْ بمعنی کے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ ۹ / ۶۲،جب وقت کے ذریعے صلوٰۃ کے لیے ندا دی جائے جمعہ کے دِن۔

مِنْ برائے تمیز:

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۲۲۰ / ۲،اور اللّٰہ اُس مفسد کو جانتا ہے جو مصلح کے لبادے میں فساد کرتا ہے۔

مِنْ بمعنی کے بدلے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَہٗ مَعَہٗ لِیَفْتَدُوْا بِہٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَا تُقُبِّلَ مِنْھُمْ ۳۶ / ۵،بے شک اگر منکرینِ ضابطۂ باری تعالیٰ کے پاس زمین بھر کی پوری دولت ہو اور اتنی ہی اور بھی ہو۔ اس لیے کہ وہ قیامت کے عذاب کے بدلے فدیہ دیں تو اُن سے ہر گز قبول نہیں کی جائے گی۔

مِنْ بمعنی کوئی بھی:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا ۵۹ / ۶، نہیں گرتا کوئی بھی پتا، مگر اللّٰہ اُسے جانتا ہے۔

وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ ۶۲ / ۳،اور نہیں ہے کوئی بھی الٰہ سوائے اللّٰہ کے۔

مِنْ زائدہ اور مِمَّا بمعنی اس لیے کہ:

۸۳ / ۵، اور جب وہ (قرآن) سنتے ہیں جو رسولؐ کی طرف نازل ہوا ہے تو تُو دیکھتا ہے ان کی آنکھوں کو کہ آنسو بہاتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ حق کو پہنچاتے ہیں۔

عَنْ کے مختلف استعمالات:

عن حرفِ جار کا معنٰی عموماً لیا جاتا ہے سے لیکن قرآنِ کریم میں ذیل کے متعدّد و معنوں میں استعمال ہوا ہے:

عَنْ بمعنی سے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ۱۲۰ / ۹، مدینہ والوں اور آس پاس کے دیہات والوں کو یہ لائق نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں۔

عَنْ بمعنی پر:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۱۰۰ / ۹، اللہ ان پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے۔

عَنْ بمعنی کا۔ کے۔ کی:

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ۲۵ / ۴۲، اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

عَنْ برائے الٹے معنٰی:

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۴۶ / ۱۹، اے ابراہیمؑ! کیا تو میرے

معبودوں کے ساتھ رغبت رکھنے والا نہیں ہے۔

عَنْ بمعنی کے بعد:

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۱۹ / ۸۴، تم ایک طبقہ کے بعد دوسرے طبقہ پر ضرور چڑھوگے۔

عَنْ بمعنی کے مطابق:

وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ ۵۳ / ۱۱، اور ہم تیری باتوں میں آکر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔

عَنْ بمعنی کے مطابق:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۱۱۴ / ۹، اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے استغفار کرنا ایک وعدہ کے مطابق تھا جو اس کے ساتھ انہوں نے کیا۔

عَنْ بمعنی کے ساتھ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۳ / ۵۳، اور وہ اپنی خواہش کے ساتھ نہیں بولتا۔

عَلٰی کے مختلف استعمالات:

حرفِ جار علٰی کا معنٰی عام طور پر لیا جاتا ہے "پر"، لیکن قرآنِ کریم میں ذیل کے متعدّد معنوں میں استعمال ہوا ہے:

عَلٰی بمعنی پر:

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۲۲ / ۲۳، اور تم کشتیوں پر سوار کیے جاتے ہو۔

عَلٰی بمعنی سے:

اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ ۲ / ۸۳، جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں۔

عَلٰی بمعنی میں:

وَمَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ ۱۸۵ / ۲، اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو۔

عَلٰی بمعنی کے مطابق:

لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمۡ ۱۸۵ / ۲، تاکہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی کا اظہار کرو۔

عَلٰی بمعنی کے باوجود:

وَاٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ۱۷۷ / ۲، اور مال کی محبّت کے باوجود حاجتمندوں کو مال دیتا ہے۔

عَلٰی بمعنی کے متعلق:

اَنۡ لَّاۤ اَقُوۡلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ ط ۱۰۵ / ۷، یہ کہ میں اللہ کے متعلق حق کے سِوا کچھ نہ کہوں

عَلٰی بمعنی تک:

ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ ۴۱ / ۱۵، یہ سیدھا راستہ مجھ تک پہنچتا ہے۔

عَلٰی بمعنی کے سامنے:

وَلِتُصۡنَعَ عَلٰی عَیۡنِیۡ ۳۹ / ۲۰، اور تاکہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے کی جائے۔

عَلٰی بمعنی کے ذریعہ:

مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ ۳/۱۹۴، تو نے ہمارے ساتھ جو اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ کیا تھا۔

عَلٰی بمعنی فرض ہے:

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۳/۲۰، پس اے رسولؐ! سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں کہ آپ پر ہمارا پیغام پہنچانا فرض ہے۔

عَلٰی بمعنی کے پاس:

اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۲۰/۱۰، یا میں آگ کے پاس کوئی رہبر پاؤں۔

عَلٰی بمعنی کے مقابلے پر:

فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ ۶۱/۱۴، پس ہم نے اُن کے دشمنوں کے مقابلے پر مومنوں کی مدد فرمائی۔

اِلٰی کے مختلف استعمالات:

اِلٰی بمعنی تک (زمان کے لیے):

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۲/۱۸۷، پھر تم رات تک روزہ مکمل کرو۔

اِلٰی بمعنی تک (مکان کے لیے):

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ۱۷/۱، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

اِلٰی بمعنی سمیت:

فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ ۶/۵، اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھولیا کرو۔

اِلٰی بمعنی کے ساتھ:

وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰٓى اَمۡوَالِكُمۡ ۲/۴، اور اپنے مالوں کے ساتھ اُن یتیموں کے مال نہ کھا جانا۔

اِلٰی بمعنی کو:

لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۱۲/۶، وہ قیامت کے دن کو تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا۔

اِلٰی بمعنی میں:

لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۱۲/۶، وہ قیامت کے دن میں تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا۔

اِلٰی زائدہ:

اسی ۱۲/۶ کا مفہوم اِلٰی کے بغیر بھی صحیح بر آمد ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا۔

اِلٰی بمعنی کے نزدیک:

رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ ۱۲/۳۳، اے میرے پروردگار میرے نزدیک قید خانہ اُس سے پسندیدہ ہے۔

اِلیٰ بمعنی کے متعلّق:

وَقَضَيۡنَاۤ اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۴/۱۷، اور ہم نے بنی اسرائیل کے متعلّق فیصلہ کر دیا۔

اِلیٰ بمعنی کے لیے:

وَالۡاَمۡرُ اِلَيۡكِ ۳۳/۲۷، اور حکم تیرے لیے ہے۔

اِلیٰ بمعنی کی طرف:

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۵۴/۲۲، اور بلاشبہ اللّٰہ تعالیٰ مومنوں کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

كَلَّا کے مختلف استعمالات:

حرف ردع ہے۔ اس کا عمومی معنیٰ ہے ہرگز نہیں۔ لیکن قرآنِ کریم میں اس کے متعدّد استعمال موجود ہیں:

كَلَّا بمعنی بات یُوں نہیں ہے:

اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ كَلَّا بَلۡ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۱۳۔۱۴/ ۸۳، جب اُس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے یہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں بات یُوں نہیں، یہ قرآن کہانیاں نہیں، بلکہ یہ لوگ جو کسب کرتے رہے تھے اس نے ان کے دِلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔

كَلَّا بمعنی ہرگز نہیں:

قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ قَالَ کَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ ۶۱۔۶۲ / ۲۶، (جب فرعون بنی اسرائیل کا تعاقب کرتا ہوا قریب پہنچ گیا تو) اصحابِ موسیٰ نے کہا بے شک ہم پکڑے جانے والے ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میرا پروردگار ضرور میری رہنمائی کرے گا۔ (فرعون کی گرفت سے ضرور بچالے گا)۔

کَلَّا بمعنی وہ ایسا نہیں کرسکیں گے:

وَلَہُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ قَالَ کَلَّا ۚ ۱۴۔۱۵ / ۲۶، (موسیٰ سلامٌ علیہ نے کہا کہ) فرعونیوں کا میرے ذِمّہ ایک جرم ہے (کہ مجھ سے اُن کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا) اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل نہ کردیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ ایسا نہیں کرسکیں گے۔

کَلَّا بمعنی حقیقت یہ ہے:

کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۹۶ / ۶، حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ انسان، اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے۔

کَلَّا بمعنی ضرور ضرور:

کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۳۔۴ / ۱۰۲، ضرور ضرور تم عنقریب جان لوگے۔ پھر سُن لو کہ، ضرور ضرور تم عنقریب جان لوگے۔

بَل کے مختلف استعمالات:

حرفِ استدراک ہے۔ کبھی کلام ماسبق کی تردید و انکار کے لیے، کبھی

تائید و تصدیق کے لیے اور کبھی وضاحت و اضافہ کے لیے آتا ہے۔ نیز کبھی کلامِ ما سبق کی تردید کے بغیر، کلامِ مابعد کی تائید کے لیے آتا ہے۔

بَل برائے تردید و انکار:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ بَلۡ عِبَادٌ مُّكۡرَمُوۡنَ ۲۶ / ۲۱، اور وہ (انبیاءؑ میں سے بعض کے متعلّق) کہتے ہیں کہ رحمان نے اُنہیں بیٹا بنایا ہے۔ وہ بیٹے سے پاک ہے۔ (اُس نے کسی نبی کو بیٹا نہیں بنایا) بلکہ وہ اُس کے واجب التکریم بندے تھے۔

بَل برائے تائید و توثیق:

قَالُوۡۤا ءَاَنۡتَ فَعَلۡتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ قَالَ بَلۡ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا فَسۡـَٔلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ ۶۲۔۶۳ / ۲۱، سابقہ تفسیروں نے اس آیت میں آمدہ بَلْ کو، برائے تردید و انکار قرار دے کر سیدنا ابراہیم کو دروغ گو بنا دیا ہے۔ حالانکہ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ۴۱ / ۱۹، کی قرآنی خبر کے مطابق آپ ہرگز ہرگز جھوٹ بولنے والے نہیں تھے، نہ دروغِ مصلحت آمیز نہ دروغ شر انگیز۔ اسلیے ۶۳ / ۲۱ میں آمدہ بل تردید و انکار کا نہیں ہو سکتا کہ جب بت پرستوں نے کہا کہ اے ابراہیم کیا ہمارے بتوں کو تونے توڑا ہے۔ تو آپ سلامٌ علیہ نے جھوٹ بولا ہو کہ میں نے نہیں، بلکہ بڑے بت نے اُنہیں توڑ ڈالا ہے۔ فلہٰذا یہ بَلْ تائید و تصدیق کا ہے۔ تردید و انکار کا نہیں اور آیت مجیدہ کا عین قرآنی مفہوم یہ ہے:

"بت پرستوں نے کہا کہ اے ابراہیمؑ! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ

تونے ایسا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، اُسی نے کیا ہے (جس کا تم ذکر کر رہے تھے) یہ بڑا بت (صحیح سالم موجود ہے۔ اگر یہ بول سکتے ہیں تو انہی سے پوچھ لو کہ تمہیں کس نے توڑا ہے"۔

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ کے فعل، فَعَلَ کی ھُوَ ضمیر مستتر، آیت ما قبل ۲۱/۶۰ کے لفظ ابراہیمؑ کی طرف پھرتی ہے کہ جب اُنہوں نے بتوں کو ٹوٹا ہوا پایا تو ایک دوسرے سے پوچھا: قَالُوْا مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِهَتِنَا، انہوں نے کہا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کس نے کیا ہے۔ دوسروں نے جواب دیا: قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۲۱/۶۰، انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کے متعلّق سنا ہے کہ وہ اِن کے ساتھ ایسی تجویز کرنے کا ذکر کرتا تھا۔ اُس نوجوان کو ابراہیمؑ کہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے جبکہ خود اعلان کر رکھا تھا وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ۲۱/۵۷، اللہ کی قسم میں ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ ایک تجویز کروں گا۔ اس لیے ابراہیم صدیقًا نبیًا ۱۹/۴۱، کی طرف دروغِ مصلحت آمیز بھی منسوب نہیں ہو سکتا۔ پس ۲۱/۶۳ میں، آمدہ بل برائے تردید و انکار نہیں برائے تائید و اقرار ہے (کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا) مرکب ناقص مبتدا، اورسَالِمٌ خبر محذوف ہے۔ قرینہ موجود ہو تو خبر محذوف ہو سکتی ہے۔ پس تقدیرِ کلام یہ ہے: کَبِیْرُ ھُمْ ھٰذَا سَالِمٌ، یہ ان کا بڑا صحیح سالم ہے۔ اگر یہ بولتے ہیں تو اِنہی سے پوچھ لو، کہ ان کے ساتھ توڑ پھوڑ کس نے کی ہے)۔

بَل برائے وضاحت و اضافہ:

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۵ /۲۱، بلکہ ہماری آیتوں کے متعلّق) لوگوں نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں۔ بلکہ یہ کہا کہ اس نے اپنی طرف سے بنالی ہیں، بلکہ یہ کہا کہ یہ رسول تو ایک شاعر ہے۔

بَل برائے تائید کلام مابعد بلاتردید کلام ماسبق:

وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا ۶۲-۶۳ / ۲۳، اور ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو سچ بولتی ہے، اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔ لیکن ان کے اذہان اس کی طرف سے غفلت میں ہیں۔

مِن دُوْن کے مختلف استعمالات:

مِنْ دُوْن کا معنیٰ عموماً لیا جاتا ہے ''کے سوا'' لیکن قرآنی لُغت میں اس کا معنیٰ ''کے ساتھ'' بھی ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۱۱۶ / ۵، اور وہ وقت قابلِ ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ! کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے ساتھ دو الٰہ ٹھہرالو۔۔۔ دیکھیے گا یہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا معنیٰ اللہ کے سِوا نہیں بلکہ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ۷۳ / ۵ میں نصاریٰ کا عقیدہ اللہ کے ساتھ دو اور الٰہ ٹھہرانا بتایا گیا ہے۔ اللہ کے سِوا دو الٰہ ٹھہرانا نہیں بتایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں اللہ تین اِلٰہوں کا تیسرا ہے۔ پس مِنْ دُوْنَ کا معنیٰ ''کے ساتھ'' بھی

قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔

اِلَّا کے مختلف استعمالات:

یہ حرف استثنٰی ہے۔ جو عموماً سوائے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن قرآنِ کریم میں اس کے متعدّد معنٰی موجود ہیں:

اِلَّا بمعنی سوائے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۹/۴۷، اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں۔

اِلَّا بمعنی ہاں البتہ:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ط ۹۸/۱۰، پس کیوں نہ ہوئی کوئی ایسی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اُسے نفع دیتا۔ ہاں البتہ قومِ یونس ایسی تھی کہ ایمان لائی اور اُسے اُس کے ایمان نے فائدہ دیا۔ (یعنی اُس سے عذابِ الٰہی ٹل گیا)۔

اِلَّا بمعنی عاطفہ بمعنی اور:

اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ ۱۰۔۱۱/۲۷، بے شک میرے رسولہر گز میرے ہاں نہیں ڈرتے۔ اور وہ شخص بھی نہیں ڈرتا، جس نے کوئی زیادتی کی۔ پھر اعمال صالحہ کے ساتھ برائی کو نیکی کے ساتھ بدل دیا۔

اِلَّا برائے استغراق:

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ ۱۴/۳۸، بلاشبہ سب نے ہمارے رسولوں کو

جھٹلایا۔

اِلَّا بمعنی اِنْ لَا (اگر نہیں):

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۹/۴۰، اگر تم اُس کی مدد نہ کرو تو کوئی بات نہیں۔ اللہ نے اُس کی مدد اُس وقت بھی کی تھی، جب اُسے کافروں نے نکال دیا تھا (اور آئندہ بھی کرتا رہے گا)۔

اِلَّا برائے تاکید و تائید:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ط ۱۱/۱۰۸، اہلِ جہنم اُس میں اُس وقت تک رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین موجود ہیں۔ یقیناً تیرے پروردگار نے جو چاہا ہے وہی ہو گا۔ یعنی اُس نے ایسا ہی چاہا ہے کہ جب تک آسمان و زمین موجود ہیں، وہ جہنم میں رہیں۔۔۔ دیکھیے! یہاں اِلَّا کلام ماسبق کی تاکید و تائید کے لیے آیا ہے۔ تردید کے لیے نہیں آیا۔ اسی طرح ۸۷-۶/۷ میں بھی آیا ہے: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط ، اے اللہ کے رسول! بلاشبہ ہم آپ کو پڑھاتے ہیں پھر آپ ہرگز بھولتے نہیں۔ اس آیتِ مجیدہ کے اِس ٹکڑے سے ثابت ہوتا ہے کہ نزولِ وحی کے ساتھ ہی رسولؐ کو قرآن مجید حفظ ہوتا چلا جاتا تھا۔ ایسا حفظ، جو آپ کے ذہنِ مبارک سے کبھی محو نہیں ہوتا تھا۔ اب اس سے آگے آیا ہے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔۔۔ اگر یہاں اِلَّا کو استثنائیہ قرار دیا جائے تو معنٰی بنتا ہے کہ "ہم آپ کو پڑھاتے ہیں پھر وہ آپ کو حِفظ ہو جاتا ہے آپ ہرگز نہیں بھولتے۔ سوائے اُس کے جسے اللہ بھلا دینا چاہیے" ظاہر ہے کہ اِلَّا مَا

شَآءَ اللّٰہُ کا مفہوم سیاقِ کلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآنِ کریم کے جس حصے کو بھلا دینا ہو اس کا نازل کرنا، کارِ عبث اور محض ڈرامائی کردار ثابت ہوتا ہے۔ اب چونکہ ایسے کردار سے ذاتِ الٰہی پاک و منزّہ ہے۔ پس ظاہر ہے کہ نزولِ قرآن کو رسولؐ کے ذہن میں محفوظ کرنے کی جو کیفیت آیتِ مجیدہ کے پہلے جملے میں بتائی گئی ہے سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى یقیناً ہم آپ کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔ پس وہ آپ کے ذہن مبارک میں محفوظ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس پر جملہ مَا شَآءَ اللّٰہُ اس کی تائید و تاکید کے لیے ہو سکتا ہے، تردید کے لیے نہیں۔ پس سیاقِ کلام اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ کا مفہوم یہ ہے "یقیناً جو چاہا اللہ نے، یعنی اللہ تعالیٰ نے چاہا ہی یہ ہے کہ آپ کو قرآن کی جو تعلیم دی جائے۔ وہ آپ کو ایسی حفظ ہوتی چلی جائے کہ آپ ہرگز ہرگز نہ بھولیں"۔

اِنَّ کے مختلف استعمالات:

حرفِ تاکید ہے، عموماً ابتداءِ کلام میں آتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ۔۔۔۔۶/۲، بے شک جو لوگ ضابطۂ الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔

اِنَّمَا، اِنَّ + مَا کا مرکب ہے۔ قرآنِ کریم میں اِنَّا اور اِنَّنَا دونوں صورتوں میں آیا ہے۔ بمعنی بے شک ہم۔

اِنِّیۡ، اِنَّ اور ی کا مرکب ہے۔ اِنِّیۡ اور اِنَّنِیۡ دونوں صورتوں میں آیا ہے بمعنی بے شک میں۔

اِنَّكَ، اِنَّكُمْ وغیرہ ایک ہی صورت میں آئے ہیں۔ بمعنی بے شک تُو، بے شک تُم۔

اَنّٰی کے مختلف استعمالات:

یہ حرفِ استفہام ہے۔ متعدّد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اَنّٰی بمعنی کس طرح:

اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۱۰۱/۶، اللہ کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے۔ جبکہ اُس کی بیوی ہی کوئی نہیں۔

اَنّٰی بمعنی کہاں سے:

اَنّٰی لَكِ ھٰذَا ۳۷/۳، (اے مریمؑ!) تجھے یہ رزق کہاں سے ملا ہے۔

اَنّٰی بمعنی کدھر کو:

فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۹۵/۶، پھر تم کدھر کو اُلٹے پھر رہے ہو۔

اَنّٰی بمعنی جب:

نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ ۲۲۳/۲، تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ ممنوعہ اوقات، یعنی حمل، حیض، بیماری، زچگی کے علاوہ، اپنی کھیتیوں کو جب چاہو آؤ۔

استفہام اقراری اور انکاری: حروفِ استفہام کے متعلق یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اگر اِن میں انکار مذکور ہو تو اقرار مقصود ہوتا ہے۔ اور اگر اقرار مذکور ہو تو انکار مقصود ہوتا ہے۔

استفہامِ انکاری:

هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ ۳/۶۷، اے مُخاطب، کیا تو کائنات میں کوئی کمی دیکھتا ہے۔۔۔۔ دیکھیے گا! اگر چہ یہاں ''دیکھتا ہے'' کے مثبت الفاظ آئے ہیں۔ لیکن متکلّم کی غرض یہ بتانا ہے کہ تُو کائنات میں ہر گز کوئی کمی نہیں دیکھتا''۔

استفہامِ اقراری:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۸/۹۵، کیا اللہ تعالیٰ حاکموں کا حاکم نہیں، اس جملہ میں اگرچہ ''نہیں ہے'' کے منفی الفاظ آئے ہیں، لیکن متکلّم کی غرض یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکموں کا حاکم ہے۔

یاد رہے کہ سورہ تحریم ۱/۶۶ میں يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ میں استفہام انکاری ہے۔ جس سے سابقہ تفاسیر و تراجم نے رسولؐ کی طرف اللہ کے حلال کو حرام کرنا منسوب کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہاں کہا گیا ہے کہ تو کیوں اللہ کے حلال کو حرام کرے گا۔ یعنی تو کبھی نہیں کرے گا۔

اِنْ کے مختلف استعمالات:

اہلِ قواعد نے اِسے شرطیہ ماننے کے علاوہ نافیہ اس شرط پر مانا ہے کہ اس کے بعد اِلَّا آیا ہو اور اسے تاکیدیہ یہ اس شرط کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ اگر اس کا صلہ لام آئے۔ لیکن قرآنِ کریم میں اِنْ نافیہ بلا درود اِلا بھی آیا ہے اور اِنْ تاکیدیہ یعنی بمعنی اِنَّ بلاِ صلہ لام بھی آیا ہے۔ بالترتیب مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

اِنْ شرطیہ:

اِنِّیٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۱۵ / ۱۰، اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو بلاشبہ میں بھی بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں۔

اِنْ نافیہ باورُود اِلَّا:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ۵۷ / ۶ اللہ کے سِوا کسی کا حکم ہے ہی نہیں۔

اِنْ نافیہ بِلا ورُود اِلَّا:

اِنْ عِنْدَکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِھٰذَا ۶۸ / ۱۰، تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اِنْ تاکیدہ بمعنی بے شک صلہ لام کے ساتھ:

وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۳ / ۱۲، اور بے شک تو اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھا۔ اس آیت میں لَمِنْ کی لام، حرف اِنْ کے صلہ کی لام ہے۔

اِنْ تاکیدیہ بمعنی بے شک بغیر صلہ لام:

وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۳۳ / ۲۴، اور تم اپنی خادمہ عورتوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، تاکہ تم دنیوی زندگی کا ماحل حاصل کرو۔ بے شک وہ اس سے بچنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔۔۔ یہ تو ہے اس آیت مجیدہ کا معنیٰ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا میں، اِنْ کا لام صلہ موجود نہیں۔ اس لیے جملہ تراجم میں اس آیت کا معنیٰ، اسے اِنْ شرطیہ قرار دے کر یہ کھا ہے:

اگر تمہاری خادمائیں عصمت کو بچانے کا ارادہ کریں تو اُنہیں دنیا کا مال حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو۔۔۔ اس ترجمے پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ عصمت کو بچانے کا ارادہ نہ کریں تو کیا پھر ان کی عصمت فروشی کاروبار کھول لینے کی اجازت دے دی گئی ہے؟ معاذ اللہ استغفر اللہ!۔۔۔ فلہٰذا ان دلائلِ قاطعہ کی رُو سے ثابت ہوا کہ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا میں اِنْ بمعنی اِنَّ ہے۔ اور یہ جملہ معترضہ کی صورت میں عورتوں کی عام جبلّت کے اظہار کے لیے آیا ہے کہ وہ تو بلاشبہ عصمت فروشی سے بچنا چاہتی ہیں۔ تم دنیوی مال کے لیے انہیں عصمت فروشی کے لیے مجبور نہ کرو۔ چنانچہ آیتِ مجیدہ کے اگلے الفاظ میں کہا گیا ہے: وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۳۳/ ۲۴، اور جو کوئی انہیں بدکاری پر مجبور کرے تو اُن کے مجبور کیے جانے کے بعد (اس گناہ کا بوجھ مجبور کرنے والوں پر ہو گا) مجبور کی گئی عصمت فروشوں کے لیے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ فلہٰذا مہرِ نیمروز کی طرح ثابت ہوا کہ اِنْ تاکید یہ کا جب قرینہ موجود ہو اس کا صلہ لام حذف ہوتا ہے۔

اَمْ کے مختلف استعمالات:

اَمْ بمعنی یا:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ ۲۷/ ۷۹، کیا پیدائش کی رُو سے تم زیادہ سخت ہو۔ یا فضائی کرّہ جات۔

اَمْ بمعنی نیز:

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ۙ۬ اَمۡ هَلۡ تَسۡتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوۡرُ ۚ۬ ١٦ / ١٣، کہہ دے اے رسولؐ! کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں۔ نیز کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں۔

اَمۡ بمعنی زائدہ:

اَمۡ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡ هٰذَا ٥٢ / ٤٣، میں اس سے بہتر ہوں۔

اَمَّا کے مختلف استعمالات:

یہ اَنۡ اور مَا کا مرکّب ہے۔ استیناف کا فائدہ دیتا ہے۔ جو، جس اور یا کے معنوں میں آیا ہے:

اَمَّا بمعنی جو، جس:

اَمَّا السَّفِيۡنَةُ ۔۔۔ وَاَمَّا الۡغُلٰمُ ۔۔۔ وَاَمَّا الۡجِدَارُ ٨٢۔٧٩ / ١٨، جو کشتی ہے، اُس کا قصّہ یہ ہے۔۔۔ اور جو لڑکا ہے، اُس کی حقیقت یہ ہے۔۔۔ اور جو دیوار ہے اُس کا واقعہ یہ ہے۔

اَمَّا بمعنی یا:

اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ ١٤٤ / ٦، یا وہ، جو دونوں مونھوں کے رحموں میں ہے۔

اِمَّا کے مختلف استعمالات:

دراصل یہ اِنۡ اور مَا کا مرکب ہے بتکرار وَارد ہوا ہے۔ اس کے متعدّد مفاہیم قرآنِ کریم میں آئے ہیں:

اِمَّا بمعنی یا:

۴/۴۷، جنگی قیدیوں کو یا تو احسان کر کے آزاد کرنا ہے اور یا فدیہ لے کر آزاد کرنا ہے۔

اِمَّا بمعنی خواہ:

فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۳/۷۶، خواہ شکر کرنے والا ہو، اور خواہ انکار کرنے والا ہو جائے۔

اِمَّا بمعنی اگر:

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۲۶/۱۹، پھر اگر تُو کسی بشر کو دیکھے۔

بَعْدُ کے مختلف استعمالات:

یہ مادہ ب۔ع۔د۔ سے مشتق ہے۔ بمعنی دُوری اور دُور ہونا۔ لیکن بطورِ حرفِ جار بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی کے بعد۔ قرآن مجید میں بصورتِ حرفِ ذیل کے متعدّد معنوں میں استعمال ہوا ہے:۔

بَعْدُ بمعنی کے بعد:

اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۶/۵۴، حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص نادانی کے ساتھ کوئی ناروا کام کر بیٹھے پھر اُس کے بعد اگر وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے تو وہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بَعْدُ بمعنی سوا:

فَمَنۡ یَّھۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ ؕ ۴۵/۲۳، پھر اللہ کے سوا اس کی کون رہنمائی کر سکتا ہے۔

بَعۡدُ بمعنی اس کے باوجود:

ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۱۸۷/۲، مذکورہ رعایتیں تیرے پروردگار کی طرف سے بطور تخفیف و رحمت ہیں۔ پھر اس کے باوجود جو کوئی سرکشی کرے گا اس کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔

ذٰلِكَ کا قرآنی استعمال:

یہ اسم اشارہ واحد مذکر بعید ہے۔ سلسلہ کلام میں آئے تو کسی دُور کی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ مثلاً نزدیک پڑے ہوئے قلم کے لیے کہیں گے ھٰذَا الۡقَلَمۡ، اور دُور پڑے ہوئے رجسٹر کے لیے کہا جاتا ہے ذٰلِكَ الاَّفۡتَرۡ۔۔ لیکن جب ذَالِكَ سلسلہ تحریر میں آتا ہے، تو اُس سے مُراد ہوتی ہے مذکورہ بالا جیسے کہ قرآنِ کریم میں ذیل کی متعدّد مثالیں موجود ہیں۔ بنی اسرائیل کے متعلّق آیا ہے:

وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ۚ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۶۱/۲، اور اُن پر ذِلّت و مسکنت مسلّط کر دی گئی اور وہ غضبِ الٰہی کے مستحق ہو گئے۔ مذکورہ بالا عذاب اُن پر اس لیے واجب ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۵ تا ۲۳۱ میں طلاق کے مسائل کی وضاحت کے بعد ارشاد ہوا ہے:

ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ ۲۳۲ / ۲، اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا ہدایتوں کی نصیحت کرتا ہے اُس کے لیے جو اللہ اور روزِ مکافات پر ایمان رکھتا ہے۔

نیز آیت نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۸، میں طالوت کا جالوت کے ساتھ جہاد کرنے کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۲۴۸ / ۲، بلاشبہ مذکورہ بالا بیان میں، اگر تم مومن ہو تو تمہارے لیے ایک واضح نشان موجود ہے۔

قواعد کی بحث

افعالِ ثُلاثی مُجَرَّد کا خاصۂ وِجدان:

قواعد کی رُو سے عربی افعال کی دو قسمیں ہیں، مُجَرَّد اور مزید فیہ۔ اہلِ قواعد نے مزید فیہ کے بعض ابواب کا خاصۂ وِجدان تسلیم کیا ہے۔ لیکن مُجَرَّد افعال کا خاصۂ وِجدان تسلیم نہیں کیا گیا۔ لیکن واضح رہے کہ ترتیبِ قواعد محض بشری کوششوں کا خاصا نتیجہ ہے۔ اور بشریٰ کوششیں سہو و خطا سے منزہ نہیں ہو سکتیں۔ سہو و خطا سے پاک اللہ تعالیٰ اور اُس کی مقدّس کتاب قرآنِ کریم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ قواعد اپنے مرتّب کردہ صرفی نحوی کُلیات کی صحت کی دلیل کے لیے قرآنی آیات ہی لاتے ہیں۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے کہ قواعد کی صحت کی دلیل آیاتِ قرآنیہ ہوں۔ فلہٰذا اہلِ قواعد کے اپنے تسلیم کردہ نظریہ کی مطابق، کہ گرائمر کا ہر وہ کلیہ صحیح ہے جس کی تائید قرآنی آیاتِ کریمات کرتی ہوں۔ اور ہر وہ کلیہ غلط ہے جو قرآنِ کریم کے خلاف ہو اس سلسلے میں ہم حروف کی بحث عنوان نمبر ۱۸ / ۳۱، میں اِنْ نافیہ اور اِنْ تاکیدیہ کے متعلّق عرض کر چکے ہیں کہ قرآنِ کریم میں اِنْ نافیہ بِلا ورُودِ اِلَّا بھی آیا ہے۔ اور بِلا صلہ لام اِنْ بمعنی اِنَّ بھی آیا ہے۔ اسی طرح واضح رہے کہ: قرآنِ کریم کی آیات مقدّسات سے ثابت ہوتا ہے کہ افعالِ ثُلاثی مُجَرَّد کا خاصہ وِجدان تسلیم کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اگر

ثُلاثِی مُجرّد کا خاصہ وِجدان تسلیم نہ کیا جائے تو قرآنِ کریم میں تضاد و تخالف پایا جاتا ہے۔ اس کا بتایا ہوا مکافاتِ عمل کا نظریہ بیکارِ محض ٹھہرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالم اور غیر عادل ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً سورہ یٰسین میں ضابطہ الٰہی کا انکار کرنے والوں کے متعلّق ارشاد ہوا ہے:

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۷۔۹ / ۳۶

ان آیاتِ مقدّسات کا مفہوم، ہر ترجمہ اور تفسیر میں افعال ثُلاثِی مُجرّد کو خاصہ ٔوجدان سے تہی دامن مان کر یہ لکھا ہے:

بے شک ان میں سے اکثر پر عذاب کی بات واجب ہو چکی ہے۔ پس وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ پھر وہ طوق ٹھوڑیوں تک ہیں۔ پس وہ اپنے سر اُوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے اُن کے آگے بھی دیوار بنادی ہے۔ اور ان کے پیچھے بھی دیوار بنادی ہے۔ پھر ہم نے انہیں ڈھانپ دیا ہے، پس وہ نہیں دیکھتے۔

اب غور فرمایئے گا! کہ اس ترجمہ کی رُو سے، جن کے گلے میں اللہ تعالیٰ خود ایسا طوق ڈال دے جو ٹھوڑی تک پہنچ کر اُس کو اوپر کا اوپر اٹھا رکھے۔ مزید بر آں ان کے آگے بھی دیوار کھینچ دی گئی ہو۔ اور پیچھے بھی دیوار کھینچ کر اوپر سے ڈھانپ دیا گیا ہو۔ اگر اُنہیں راہِ ہدایت نظر نہ آئے تو اُن بچاروں کو کیا قصور؟ اور مروّجہ ترجمہ کی رُو سے سب کچھ خود کر چکنے کے بعد اگلی آیتِ کریمہ میں ارشاد

ہوتا ہے:

وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ١٠/٣٦،

اور اے رسولؐ! آپ اُن کو برے اعمال کے بُرے نتائج سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس پر سورہ بقرہ میں ذیل کا مزید اضافہ موجود ہے:

۲/۷، ہم نے ان کے ذہنوں پر اور ان کے کانوں پر مُہر لگا دی ہے۔ اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

ان بچاروں کا قصور کیا ہے؟

اب غور طلب امر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی ذہنوں اور کانوں پر مہر کر دی ہو۔ آگے پیچھے دیواریں کھینچ کر اپر سے ڈھانپ دیا ہو۔ تو اس صورت میں اگر وہ نہ سُن سکنے اور نہ سوچ سکنے کے باعث راہِ ہدایت کو قبول نہ کریں تو اُن کا کیا قصور؟ اور ہدایت سے خود محروم کردہ افراد کے لیے **وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ**، کا فیصلہ کہاں کا انصاف ہے؟۔۔۔ یہ وہ آیاتِ کریمات ہیں جن کی رُو سے بڑے برے جید علماء برسر منبر کہہ دیتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ محرومِ ہدایت کردے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔۔۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو گمراہ کرنے والا، اور خود گمراہ کردہ کو عذاب دینے والا قرار دے کر ظالم ٹھہرانے میں صرف اِس بشری سہو کا ہاتھ ہے، جو مُجرّد افعال کا خاصہ ٔوِجدان تسلیم نہیں کیا گیا۔ آیاتِ بالا پر اگر معمولی سا غور کیا جائے تو یہ بات نکھر کر سامنے آرہی ہے کہ جس طرح

ابواب مزید فیہ کا خاصہ ٔ وِجدان تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح افعال مُجرّد میں بھی خاصہ ِ وِجدان موجود ہو۔ ذیل میں آیاتِ بالا کا ترجمہ اور مفہوم بصورتِ خاصہ ِ وِجدان ملاحظہ فرمائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح ہر اُلجھن کی گرہ کشائی ہو جاتی، اور ذاتِ باری اُس عظیم اعتراض سے بری ثابت ہوتی ہے جو مروّجہ تراجم کی رُو سے عائد ہوتا، اور اُسے انتہائی ظالم ٹھہراتا ہے۔ یہ ہے آیاتِ کریمات کا متن مع قرآنی مفہوم:

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۱۰-۷/ ۳۶،

بے شک اُن کی اکثریت پر عذاب کا حکم وارد ہو چکا، کیونکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں (غیر اللّٰہ کی تقلید و اطاعت[1] کے) طوق پڑے ہوئے پائے ہیں۔[2] (انہیں وہ خود اتارتے نہیں) پھر

1 ۱۵۷/۷ میں آیا ہے کہ رسولِ کریمؐ یہی غیر اللّٰہ کی تقلید و اطاعت ک طوق اتارتے تھے۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ وہ رسولؐ عربی لوگوں کے وہ بوجھ یعنی وہ طوق اُتارتے ہیں جو اُن پر پڑے ہوئے ہیں، قرآن کریم، اپنے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے اولین درس کے مطابق ربوبیّتِ عامہ کا ایک ہی الٰہی طوق پہناتا ہے۔ اس کے برعکس انفرادی منفعت کوشیوں کے غیر اللّٰہ کی اطاعت کے طوق لوگ خود پہن لیتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ہرگز نہیں پہناتا۔

2 ہم نے ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے پائے ہیں۔ یہ خط کشیدہ الفاظ فعل ثُلاثِی مُجرّد کے خاصہِ وِجدان کی رَو سے متن میں آمدہ لفظ جَعَلْنَا کا معنیٰ ہیں۔

وہ طوق اُن کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لیے[1] دوسروں کو اوپر اٹھائے ہووے ہیں (یعنی ذاتی منفعت کوشیوں پر مشتمل، غیر اللہ کی اطاعت، کے طوق انہیں ربوبیّتِ عامہ سے محروم افراد، یعنی نچلی سطح کے لوگوں کی طرف دیکھنے ہی نہیں دیتے) اور ہم نے ان کے سامنے بنھی (عوام کُش نظریات کی) ایک دیوار کھچی ہوئی پائی ہے اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار کھچی ہوئی پائی ہے۔[2] اور انہیں (انفرادی منفعت کوشیوں کے دبیز) پردوں میں ڈھکا ہوا پیا ہے[3]۔ اس لیے[4]، وہ نہیں دیکھتے۔ (اے رسولؐ! ان حالات میں) اُن کے لیے برابر ہے کہ آپ اُنہیں اُن کے اعمال کے خطرناک نتائج سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، ایسے لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس سے آگے آیت مجیدہ ۶ / ۲ کا مفہوم افعال مُجَرَّد کے خاصۂ وِجدان کے قرآنی کلیہ کے مطابق ملاحظہ فرمائیں۔ آیتِ مجیدہ یہ ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ

---

1 واؤ کا معنٰی ہے اس لیے۔

2 ہم نے دیوار کھچی ہوئی پائی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ فعل ثُلاثِی مُجَرَّد کے قرآنی خاصہِ وِجدان کی رو سے متن میں آمدہ لفظ جَعَلْنَا کا معنٰی ہیں۔

3 اسی خاکہ کی رُو سے "پس ہم نے انہیں ڈھکا ہوا پایا ہے"۔ یہ متن میں آمد فَاَغْشَيْنٰهُمْ کا معنٰی ہیں۔ یہاں اَغْشٰیْ فعل مزید فیہ باب افعال سے ہے جس کا خاصہ نسبت بماخذ اہلِ قواعد نے پہلے ہی تسلیم کیا ہوا ہے جو وِجدان ہی کے مترادف ہے۔

4 ہم نے دیوار کھچی ہوئی پائی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ فعل ثُلاثِی مُجَرَّد کے قرآنی خاصہِ وِجدان کی رو سے متن میں آمدہ لفظ جَعَلْنَا کا معنٰی ہیں۔

عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۷/ ۲،

اللہ نے ان کے قلوب اور کانوں پر (ربوبیّت کُش نظریات کی) مُہریں لگی ہوئی پائی ہیں۔[1] اور ان کی آنکھوں پر (ربوبیّت کُش عقائد کا) پردہ پڑا ہوا ہے[2]۔ اس لیے وہ (ضابطہ ربوبیّت پر ایمان نہیں لاتے) اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

دیکھا آپ نے کہ:

قرآنی رہنماؤں کے مطابق مُجرَّد افعال کا خاصہ ٔوِجدان تسلیم کرنے سے اِس خاصہ کے ترک کی بدولت ذاتِ باری پر وارد شُدہ بڑے بڑے اعتراضات کے کوہِ گراں کِس طرح چشم زدن میں پاش پاش ہو چکے ہیں۔ اب نہ اللہ تعالیٰ ظالم ٹھہرتا ہے کہ خود ہی آگے پیچھے دیواریں بھی کھینچتا ہے اور عذابِ عظیم کی وعید بھی سُناتا ہے اور نہ قرآنِ کریم میں تضاد و تخالف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک طرف تو لَايَظْلِمُ النَّاسَ کا اعلان کرتا ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں

---

1 اللہ نے ۔۔۔ مہریں لگی ہوئی پائی ہیں'' یہ خَتَمَ، فعل ثُلاثِی مُجرَّد کے خاصہِ وِجدان کی رُو سے، متن میں آمدہ الفاظ خَتَمَ اللّٰہُ کا معنٰی ہے۔

2 اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ معنٰی ہے وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ، کا یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔ اس کا جو معنٰی ہم نے لکھا ہے۔ ترکیبِ نحوی کے مطابق سو فیصدی صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ سابقہ تراجم کے اس الزام سے سو فیصدی بری ہے کہ وہ خود ہی لوگوں کے قلوب و اذہان، اور کانوں پر مہریں لگا کر، اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال کر، اُن کے آگ پیچھے دیواریں کھینچ کر خود گمراہ کرتا ہے اور خود ہی انہیں عذاب الیم کی وعید سناتا ہے۔

کرتا۔ اور دوسری طرف خود قلوب و اذہان پر مُہریں لگا دیتا ہے کہ وُہ ضابطۂ باری تعالیٰ پر ایمان نہ لا سکیں۔ اور عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہریں۔ العیاذ باللہ!

فعلِ ماضی، مضارع کے معنوں میں:

اہلِ قواعد نے تسلیم کیا ہے کہ گیارہ صورتوں میں ماضی مضارع کا فائدہ دیتی ہے۔ اور اس پر قرآنی آیاتِ مقدّسات ہی کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

عطف ماضی بر مضارع:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۲۷ / ۲۵، اور ظالم ہاتھ کاٹ کھائے گا۔ کہے گا کاش کہ میں اللہ کے رسولؐ کے ساتھ اپنا راستہ بناتا۔ یہاں يَقُوْلُ فعل مضارع ہے جس پر قَالَ ماضی کا عطف آیا ہے۔ اور مضارع بن گیا ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۳۰ / ۲۵، اور رسولؐ مقبول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری اس قوم نے قرآن کو اس طرح پکڑا ہوا تھا جس طرح چھوڑا ہوا ہوتا ہے۔

ابتدائے کلام میں:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ ۷۶ / ۱۶، ضَرَبَ فعل ماضی ابتدائے کلام میں آ کر مضارع بن گئی ہے۔ اللہ دو مردوں کا حال بیان کرتا ہے۔

اسم موصول کے بعد آئے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَىْءٍ ۱۵۹ / ۶،

الَّذِیۡنَ اسم موصول کے بعد فَرَّقُوۡا فعل ماضی آیا ہے۔ اس لیے مضارع بن گیا ہے۔ بے شک جو لوگ اپنے دین میں تفریق پیدا کر کے فرقے فرق ہو جائیں گے۔ اے رسولؐ! آپ کا ان کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں۔

ندا کے بعد آئے:

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ ۷۳ / ۲۲، ضُرِبَ فعل ماضی یٰۤاَیُّہَا حرفِ ندا کے بعد آیا ہے اس لیے مضارع بن گیا ہے: لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ اسے غور کے ساتھ سننا۔

لفظ حَیۡثُ کے بعد آئے:

وَاقۡتُلُوۡہُمۡ حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ ۱۹۱ / ۲، ثَقِفۡتُمُوۡا فعل ماضی حَیۡثُ کے بعد آیا ہے اس لیے مضارع کا فائدہ دیتا ہے۔ بمعنی، تم ملک کے باغیوں کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔

لفظ کُلَّمَا کے بعد آئے:

کُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّۃٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَہَا ؕ ۳۸ / ۷، جب بھی کوئی جماعت جہنم میں داخل ہو گی، اپنے جیسی جہنمی جماعت پر لعنت کرے گی۔

شرط، جزا اور ہر دو پر عطف:

وَلَوۡ اَنَّ اَہۡلَ الۡکِتٰبِ اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَکَفَّرۡنَا عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَلَاَدۡخَلۡنٰہُمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ۶۵ / ۵، اس آیت مجیدہ میں اٰمَنُوۡا، اتَّقَوۡا، کَفَّرۡنَا اور اَدۡخَلۡنَا چاروں فعل ماضی ہیں۔ پہلا اور تیسرا چونکہ حرفِ شرط لَوۡ کی بالترتیب شرط اور جزا ہیں۔ اور دوسرا،

چوتھا چونکہ بالترتیب اُن کے معطوف ہیں۔ اس لیے مضارع کا فائدہ دیتے ہیں۔ اور آیتِ مجیدہ کا معنیٰ یہ ہے کہ: اگر اہل کتاب ایمان لے آویں اور قانونِ الٰہی کی مخالفت سے بچیں تو ہم ان کی بدحالیاں دُور کردیں گے۔ اور نعمتوں والے باغات میں داخل کریں گے۔

جملہ دعائیہ میں:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ ۳۹/۷۳، جو لوگ اپنے ربوبیّت کرنے والے کے ضابطۂ ربوبیّت کی مخالفت سے بچتے ہیں، قیامت کے دن جنّت کی طرف گروہ در گروہ بھیجے جائیں گے جب وہ جنت پر پہنچیں گے اور اُن کے لیے اس کے دروازے کھولے جائیں گے تو جنّت کا خازن کہے گا تم پر سلامتی ہو۔ تم خوش رہو۔ طِبْتُمْ فعل ماضی ہے جو دعائیہ انداز میں آکر مضارع بن گیا ہے۔

فعل مضارع ماضی کے معنوں میں:

جس طرح فعل ماضی بعض صورتوں میں مضارع کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی طرح فعل مضارع بعض صورتوں میں ماضی کا فائدہ دیتا ہے:

ماضی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۗ ۱۲/۵۶، اور مذکورہ بالا طریقے سے ہم نے یوسفؑ کو سرزمین مصر میں اقتدارِ اراضی عطا فرمایا۔ وہ جہاں چاہتا تھا قیام کرتا تھا۔۔ دیکھیے! یہاں يَتَبَوَّاُ اور يَشَآءُ دونوں فعل مضارع

ہیں۔ لیکن چونکہ زمانہ ماضی کا واقعہ یوسفؑ بیان کرنے میں وارد ہوئے ہیں۔ اس لیے ماضی کا فائدہ دیتے ہیں۔ ایسے افعال مضارع کو مضارع حکائی کہتے ہیں۔

مضارع کا عطف ماضی پر:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۱۰۲/۱۲، اے رسولؐ! جس وقت یوسفؑ کے بھائی اس کے خلاف اپنی مہم پر اکٹھے ہوئے اور بُری تجویز کر رہے تھے، اُس وقت آپ اُن کے پاس موجود نہیں تھے۔ يَمْكُرُوْنَ فعل مضارع کا عطف چونکہ اَجْمَعُوْٓا فعل ماضی پر آیا ہے۔ اس لیے ماضی بن گیا ہے۔ نیز اگر مضارع فعل ماضی کے ماتحت آئے تو بھی ماضی کا فائدہ دیتا ہے۔ خواہ عطف مذکور ہو خواہ نہ ہو۔

مضارع پر لَمْ داخل ہو:

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا ۱۱۱/۱۷، اللہ تعالیٰ نے بیٹا نہیں بنایا، يَتَّخِذْ فعل مضارع لَمْ داخل ہونے سے مضارع ماضی منفی بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قید مکان وزمان سے منزّہ ہے:

عربی سمیت ہر زبان کی گرائمر میں ماضی، حال اور استقبال، تین زمانے تسلیم کیے گئے، اور سلسلۂ کلام میں متکلّم، حاضر اور غائب کا لحاظ لازم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن قواعد کی بحث میں قرآن فہمی کے لیے اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ قیدِ مکان وزمان سے آزاد ہے۔ اس لیے ایک ہی آیتِ مجیدہ میں اپنے لیے باندازِ ذیل متکلّم کے صیغے بھی لاتا ہے، اور غائب کے بھی:

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ ۹۹/۶، وہ اللہ ہی ہے جو بلندی سے پانی نازل کرتا ہے۔ پھر ہم اس کے ساتھ ہر چیز کی نباتات نکالتے ہیں۔۔۔۔ دیکھیے یہاں اپنے لیے پہلے غائب کا صیغہ استعمال کیا ہے اَنْزَلَ اور متصل ہی متکلّم کا صیغہ لایا گیا ہے اَخْرَجْنَا۔

اسی طرح ایک ہی آیت میں اپنے لیے باندازِ ذیل مخاطب کا صیغہ بھی لایا جاتا ہے اور غائب کا بھی:

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۹/۳، دیکھیے! یہ راسخون فی العلم کی دعا ہے، جسے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اس میں پہلے اپنے لیے اِنَّكَ ضمیر مخاطب لائی گئی ہے۔ اور پھر غائب کا صیغہ آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔۔۔ حالانکہ اندازِ کلام کے مطابق ہونا چاہیے۔ اِنَّكَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ پس قرآن فہمی کے لیے اسلوب قرآنیہ کے ضمن میں یاد رکھیے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ قیدِ زمان و مکان میں مقید نہیں ہے۔ اس لیے اپنے لیے حاضر، غائب اور متکلّم تینوں صیغے لائے جاتے ہیں۔

کلماتِ حصر:

قرآنِ کریم میں حصر کے متعدّد طریقے مذکور ہیں:

۱۔ حصر بذریعہ نفی اثبات:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۱۹/۴۷، نہیں ہے کوئی بھی الہٰ موجود سوائے اللہ کے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۴۰/۱۲+۵۷/۶ نہیں ہے حکم کسی کا سوائے حکم اللہ کے۔۔۔

قرآنِ کریم میں یہ چوٹی کا حصر ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدت کی وضاحت فرمائی ہے کہ شرک فی الحکم بھی شرک فی الذات ہی کے برابر ہے۔ چنانچہ شرک کے متعلّق فیصلہ دے دیا ہے کہ ہر گز ہر گز معاف نہیں کیا جائے گا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ ۱۱۶/۴+ ۴/۴۸

حصر بذریعہ اِنَّمَا وَاَنَّمَا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۱۱۰/۱۸، اے رسولؐ کہہ دیجیے گا، سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں (یعنی سو فیصدی صحیح امر یہ ہے) کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک بشر ہوں۔۔۔۔ قرآنی قواعد میں یہ حضر بھی انتہائی محکم مانا گیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اہلِ اسلام کے بعض گروہوں کا رسول سلامٌ علیہ کو بشر تسلیم نہ کرنا، اِنَّمَا، کے محکم حصر کو بیکار کر کے، صرف رسول اللہؐ کے حصارِ بشریت ہی کو نہیں توڑ دیتا، بلکہ اِس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت بھی معاذ اللہ معاذ اللہ مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اسی آیت کے اگلے الفاظ میں ارشاد ہوا: اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ ۱۰/۱۸، سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں کہ تمہارا الٰہ الٰہ واحد ہے۔۔۔ دیکھیے! جس حصر کے ساتھ رسولؐ کی بشریت کا اعلان کیا گیا ہے۔ اُسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی الوہیّت بیان ہوئی ہے۔۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ کا حصارِ الوہیّت ہر گز ہر گز نہیں ٹوٹ سکتا۔ اس لیے رسولؐ کے حصارِ بشریت میں بھی شگاف ممکن نہیں۔

حصر بذریعہ ضمیر مُقدّم:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۴/۱، اے اللہ! ہم صرف تیری ہی فرمانبرداری کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔۔۔ قرآنی قواعد میں ضمیر مقدّم کے حصر کو بھی نفی اثبات اور اِنَّمَا کے برابر کا درجہ حاصل ہے یہ اس لیے:

کیونکہ جس طرح اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ میں اطاعت و فرمانبرداری کو نفی اثبات کے ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کر دیا گیا ہے اُسی طرح ضمیر مقدّم کے حصر اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں بھی اکیلے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار لیا گیا ہے۔ اِسی طرح ضمیر مقدّم هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۱/۱۱۲، میں احدیّت کو صرف اللہ ہی کے لیے مختص کیا گیا ہے۔

حصر بذریعہ جار مجرور مقدّم:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط ۱۳۲۔۱۳۱/ ۴، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔۔۔۔ یہ حقیقت کسی فرد و بشر سے مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس ملکیت میں غیر اللہ کا ہرگز ہرگز اشتراک نہیں ہے۔۔۔ افسوس ہے کہ اس حصر ہی کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے کہ غیر متوازن تقسیمِ رزق کو الٰہی تقسیم تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ جب اللہ تعالیٰ نے حصر کے ساتھ اعلان کر رکھا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز میری ہے، تو اس کی ملکیت پر ضروریات سے زائد انسانی ملکیت کا تصوّر کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟

تنوین عہدی ذکری، اور تنوین عوض مضاف، یاعوض مضاف الیہ

عربی قواعد میں الف لام عہدی ذکری، اور بدل الاضافت کے علاوہ اگرچہ تنوین عہدی ذکری، اور بدل الاضافت بھی مسلّم ہے۔ لیکن عام تراجم میں تنوین کے اِنْ اوصاف کالحاظ بہت کم رکھا گیاہے۔ قرآن فہمی کے لیے جس طرح الف لام کے مذکورہ اوصاف کا لحاظ رکھنا لازم ہے، اُسی طرح تنوین کے مذکورہ اوصاف کو بھی ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔یعنی جس طرح ۵۰ / ۱۲ میں **فَلَمَّا جَآءَ ہُ الرَّسُوۡلُ** میں: **اَلرَّسُوۡلُ** کا الف لام عوض مضاف الیہ ہے۔ مضاف الیہ، الملک ہے، اور **اَلرَّسُوۡل** سے مراد رسولُ الملک ہے، رسول اللہ نہیں۔ اسی طرح ۶ / ۶۱، میں **مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ** کے لفظ رسُولٍ کی تنوین عوض مضاف الیہ ہےؔ اور رسول سے مرادرسول اللہ ہے۔

نیز جس طرح **فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَـصُمۡهُ**ؕ ۱۸۵ / ۲، میں **اَلشَّهۡرَ** کا الف لام عہدی ذکری، اور اس سے مُراد رمضان کا مہینہ ہے کیونکہ اسی آیت میں **اَلشَّهۡر** کا نام ماقبل مذکور ہے **شَهۡرُ رَمَضَانَ**۔۔۔ اسی طرح تنوین دہدی ذکری بھی آتی ہے ۲ / ۵ میں اُس قوم کاذکر کرکے، جس نے مسلمانوں کو مسجد حرام سے روک دیا تھا، صحابہؓ کو حکم دیا گیاہے کہ اقتدار میسر آنے پر ان کی دشمنی تمھیں اس چیز کا مجرم نہ بنادے کہ تم اُن سے انصاف نہ کرو۔

وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ۔۔۔ الخ ۲ / ۵ اور ۵ / ۸ میں اُسی قوم کے لیے تکرار تاکیدی کے طور پر ارشاد ہوا ہے: **وَلَا**

يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ۔۔۔ یہاں قَوۡمٍ کی تنوین عہدی ذکری ہے، یعنی وہ قوم جس نے مسجدِ حرام سے روک دیا تھا۔

بسم اللہ شریف بھی قرآنِ کریم کی آیت ہے:

بسم اللّٰہ شریف کے متعلّق یہ تصوّر غلط ہے کہ یہ قرآن مجید کی آیت نہیں۔ بلکہ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۹ / ۱۵ کے الٰہی دعویٰ کے مطابق بسم اللہ شریف بھی قرآن کریم کا حصّہ ہے۔ نزولی ہے اضافی نہیں۔ اور قرآنِ کریم ہی کی آیتِ مجیدہ ہے۔

بسم اللّٰہ شریف بظاہر جملہ ناقص ہے تام نہیں:

غیر مسلموں کا قرآنِ کریم پر اعتراض ہے کہ اس کا بالکل ابتدائی جملہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نامکمل فقرہ ہے کیونکہ جملہ مکمل ہوتا ہے فاعل فعل اور مفعول کے ساتھ۔ لیکن اس میں سے فعل ہی غائب ہے۔۔۔ غور فرمائیں بسم اللّٰہ شریف کے پانچ لفظ ہیں: ب، اِسم، اللّٰہ، رحمان، اور رحیم۔۔۔ ب حرفِ جار ہے۔ اسم، اسمِ نکرہ ہے۔ اللّٰہ اسم علم ہے۔ رحمٰن اور رحیم دونوں اسمِ صفت ہیں۔ اب چونکہ اس جملے میں فعل کوئی نہیں۔ اس لیے گرائمر کی رُو سے یہ جملہ ناقص ہے تام نہیں۔ لیکن ترکیب نحوی اور قواعدِ عرب کا قاعدہ کلیہ ہے، کہ جہاں فعل مذکور نہ ہو: وہاں جار مجرور، فعل محذوف کے متعلّق ہوتا ہے اور قرائن کی رُو سے فعل محذوف خود بخود نکھر کر عیاں ہو جاتا ہے۔ جملہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کا فعل محذوف ترکیب نحوی میں ملاحظہ فرمائیں۔

ب، حرف جار ہے اسم مجرور ہے، اپنے ماقبل مذکور حرفِ جار، ب کا اور مضاف ہے، اپنے مابعد مذکور لفظ اللّٰہ کا۔ اللّٰہ مضاف الیہ ہے اپنے ماقبل مذکور کو لفظ اسم کا، اور موصوف ہے، اپنے مابعد مذکور ہر دو الفاظ رحمان اور رحیم کا۔

رحمان اور رحیم دونوں صفتیں ہیں اپنے موصوف اللّٰہ کی۔۔۔ موصوف اپنی ہر دو صفات رحمان اور رحیم کے ساتھ مل کر مضاف الیہ ہوا اپنے مضاف اسم کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوئے بؔ کے۔ اور جار مجرور مل کر متعلّق ہوئے فعل محذوف کے۔ اب قرآنِ کریم کی ابتدا ہی میں بسم اللّٰہ شریف میں فعل محذوف کے بعد چونکہ مذکور ہے " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " اور چونکہ جملہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " صرف کہنے یا پڑھنے کی چیز ہے۔ اس لیے یہاں فعل محذوف قُلْ یا اِقْرَأْ روزِ روشن کی طرح نکھر کر عیاں ہو رہا ہے۔ یعنی پڑھ تو اسے رسولؐ! یا کہہ تو اے رسولؐ! اعلان کر دے تو اے رسولؐ! کہ پوری کی پوری حمد وستائش اللّٰہ تعالیٰ کے لیے ہے جو جملہ عالمین کے لیے سامانِ ربوبیّت پیدا کرنے والا ہے۔

اس سے آگے اُس حکمتِ بالغہ کی طرف غور فرمائیں کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں فعل مذکور کیوں نہیں لایا گیا، محذوف کیوں رکھا گیا ہے؟ یاد رہے کہ بسم اللّٰہ شریف وہ پاکیزہ جملہ ہے کہ ہر کام اس کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس میں فعل محذوف اس لیے رکھا گیا ہے کہ ہر موقعہ اور مقام پر الگ الگ افعال محذوف خود بخود متصور ہوتے چلے جائیں۔ مثلاً رسولؐ پر جب یہ جملہ نازل ہوا تو مفہوم تھا "پڑھ یا کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور جب آپؐ نے اس حکم

کی تعلیم فرمائی تو محذوف نکلا ''میں پڑھتا ہوں، میں کہتا ہوں، اعلان کرتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اب چونکہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ شریف سے ہوتی ہے، اس لیے جب ہم کھانا کھاتے وقت بسم اللّٰہ پڑھتے ہیں تو مفہوم ہوتا ہے ''میں کھاتا ہوں اللّٰہ رحمٰن ورحیم کے نام کے ساتھ''۔۔۔جب مشروبات کے استعمال پر بسم اللّٰہ پڑھی جاتی ہے تو مفہوم ہوتا ہے ''پیتا ہوں اللّٰہ رحمٰن و رحیم کے نام کے ساتھ''۔۔۔ جب عورتیں بسم اللّٰہ پڑھ کر مختلف کام کرتی ہیں۔یعنی آٹا گوندھتی ہیں، دودھ بلوتی ہیں، مکھن نکالتی ہیں، روٹیاں پکاتی ہیں، تو ہر مقام پر الگ الگ مفہوم ہوتے ہیں۔ کہ، ''آٹا گوندھتی ہوں اللّٰہ رحمٰن ورحیم کے نام کے ساتھ۔ دودھ بلوتی ہوں اللّٰہ رحمٰن ورحیم کے نام کے ساتھ، مکھن نکالتی ہوں اللّٰہ رحمٰن و رحیم کے نام کے ساتھ۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔

باب چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعراب القرآن

اعراب کے معنی الفاظ و حروف پر زبر۔ زیر۔ پیش اور جزم لگانا یہ بڑا بنیادی اور اہم کام تھا جو وحی کی ایمائیت کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسولؐ نے بہ نفسِ نفیس یہ کام خود سرانجام دیا تھا۔ بلکہ حکم دیا گیا اِعْرَبُوْا الْقُرْآنْ قرآن پر اِعراب لگاؤ۔ (بیہقی و ابو علی بحوالہ مشکوۃ۔ ص ۱۸۰ اور کنزل العمال ۱/۳۶۶) لغۃ الدعاء سیوطی ۔ ص ۴۵۰ اور فضائل القرآن ابن کثیر ص ۲۰۱)

برہان القرآن: از علّامہ طارق

عربی زبان فصاحت و بلاغت کی معراج طے کرتی ہوئی مبین کے قرآنی لقب سے ممتاز ہو چکی تھی اور کوئی بھی زبان اس وقت تک "مبین" نہیں کہلا سکتی۔ جب تک اس کے ہجا، املا اور اعراب کے نقائص سے کلی طور پر پاک و صاف تسلیم نہ کیے جائیں جبکہ مودودی نے واقعات کو غلط رخ پر ڈال کر مسلمانوں کو ایسے المیہ سے دوچار کرنا چاہا جس کا آگے چل کر مداوا نہ ہو سکے۔ فرماتے ہیں، ۶۵ھ تک قرآن کے حروف بلکہ اہلِ عرب ہی عام حروف عربی کے لیے اعراب

کے نام سے آشنا نہ تھے۔ ابولاسود دولی نے زیاد کے حکم سے پہلے پہل لفظوں کی شکل میں حروف کے اوپر نیچے اور بیچ میں ایک نقطہ رکھ کر زیر، زبر، پیش سے مسلم اہلِ عرب کو ۴۵ھ سے ۵۳ھ کے اندر کسی دن آشنا کیا۔

اسلام میں اتنا بڑا واقعہ اور لوگوں کو پتہ بھی نہ چل سکا کہ ۴۵ھ اور ۵۳ھ نے نو سالہ دور میں کسی دن ظہور میں آیا؟ کیا ابوالاسود سے پہلے اہلِ عرب فن اعراب سے قطعاً نا آشنا تھے کیا رسولؐ نے ان بے خبروں کو حکم دیا تھا؟ ''اِعْرَابُوْالْقُرْاٰنَ'' آیئے ابوالاسود کا حدود اربعہ معلوم کریں۔

ابوالاسود دولی:

کہا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف (۷۱۸ء) نے قرآن پاک کی نوک پلک درست کرنے کے لیے زیر۔ زبر اور پیش ایجاد کی تھی۔ اور یہی مشہور بھی ہے۔ دولی بہت بڑے پائے کے شاعر، ادیب، دانشور اور خطیب تھے۔ اور یہ شیعہ مسلک کے ترجمان اور داعی تھے معاویہؓ کی شان میں ہجو کرنا ان کا نصب العین تھا۔ اس کے تاحال تین نام معلوم ہوئے ہیں۔

۱۔ ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل بن یعمر بن خدشہ بن ژوابہ بن غری بن ویل۔ ۲۔ عمرو بن عثمان یا۳۔ یا عثمان بن عمرو۔ ابن حجر نے پہلے نام ظالم کو ترجیح دی ہے۔

۶۸۱م میں فوت ہوئے اور خالص شیعہ تھے۔ (تہذیب التہذیب۔ دکن ۱۲/ ۱۱) اور مودودی کی تحقیق کے مطابق اس ظالم نے بصرہ کے اموی

گورنر زیاد (۶۷۵م) کے حکم سے ان پر اِعراب لگائے۔ حالانکہ زیادہ خود شاعر، دانشور اور خطیب تھا۔ اسالیب عربی اور انساب کا ماہر۔ وہ خود کیوں یہ کام نہ کر پایا۔ جبکہ اس دور میں امویوں اور علویوں کی چپقلش عروج پر تھی تو قرآن جیسی اہم کتاب کے لیے غالی شیعہ کا انتخاب کیسے کر لیا؟ اگر فرض کر لیں یہ شاندار کام ابوالاسود نے ہی سرانجام دیا تھا۔ تو تنہا اس کی دیانت پر اصولِ تصدیق کی رو سے کیسے اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ اور ابوالاسود نے اس ذی شان کام کی سرانجام دہی کے لیے کسی "غیر شیعہ عالم" کے تعاون اور فنی مشوروں سے ہرگز استفادہ نہیں کیا۔ جبکہ اپنے راز دار شاگرد محرم پوشیدہ اور عیاں ہم مشرب و غالی شیعہ اور شراب نوشی میں بار بار سزا یافتہ شاگرد یحیٰ بن عمر عروانی بصریٰ (۷۴۷م) کے مشوروں سے یہ کام مراحل سے گزارا۔ (تہذیب التہذیب۔ طبع بیروت ۱۱/۳۰۷)

اگر قرآنی ابہامات کو ابوالاسود نے درست کر لیا تھا تو بعد میں آنے والے حجاج بن یوسف نے اس ضمن میں کن اصلاحات سے کام لیا تھا؟ کیا ان ہر دو کی "تصیحات و ترمیمات" کے بعد یہ سلسلہ رکا بھی تھا یا چلتا رہا۔ تحقیق یہ بتا رہی ہے کہ یہ سلسلہ چلتا رہا ایسے کئی شیعہ اور قاریوں کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔ جنہوں نے قرآن میں تصحیف و تحریف کے پیشِ نظر (۹۴۵۔۹۳۴م) کے لگ بھگ قرآن کے اعراب کے بارِ دگر جائزہ لے کر سینکڑوں آیات کے نئے اعراب تجویز کیے اور ان کو عثمانؓ کے کھاتے میں دانستہ ڈال دیا۔ کہ ان تمام تر آفات کا سبب صُحفِ عثمانی ہے۔ پھر انہی تصیحات کو بھی غلط رنگ میں تصیحات کا

نام دیناشروع کر دیا۔ تا کہ آئندہ مصحف عثمانی یعنی موجودہ قرآن پر دور میں شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا رہے جس کا اعتراف ابن جریر طبری (۹۲۳) کے شاگرد قاری ابن شنبوذ شیعی نے مدرسۂ فکر جاری کر کے قرآن سازی کا کام شروع کر دیا تھا۔ اور اس سکول کے پر زور حامی ابو بکر عطا شیعی (۹۶۵) ابن شبنوذ سنیوں اور شیعوں میں زیادہ پاپولر رہے۔ گرفتاری کے وقت اعتراف کر دیا تھا کہ وہ قرآن سازی کر تا رہا ہے (قوت حموی ۱۲۲۹ء) مارگلیوتھ جلد ۶/ ۳۰۰) تاریخ ابن اثیر ۱۲۳۳ے) اور ان کا ساتھی قاری اسحٰق نامور محرف اور قرآن ساز تھا۔ دسویں صدی میلادی میں محمد بن مقلہ نے بھی قرآن سازی میں بڑا نام پایا۔ اس نے روایات کے بل بوتے پر نئے عزم سے تمام قرآن کے اعراب بدل ڈالے۔ چونکہ ماہر خطاط تھا۔ محمد بن مقلہ نے (۹۴۱م) تحریفی غرض کے لیے کوفی رسم الخط کو آلہ بنایا۔ اس میں ترمیمات کر کے نئے رسم الخط کی داغ بیل ڈالی۔ اور پوری مہارت سے نئے خط میں قرآن کے لاتعداد نسخے کتابت کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ (مذاہب التفسیر الاسلامی۔ ترجمہ حلیم البخار۔ طبع مصر۔ ص ۶۴۔۶۵)

تخریب کاری کے نمونے:

اِعراب قرآن کو سمجھنے کے لیے ذیل کی مثال سامنے رکھیں۔ حجرات آیہ ۶: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ اس آیہ میں فَتَبَيَّنُوْٓا کو نشانہ بنایا گیا کہا گیا کہ یہاں

نقاط غلط ہیں ”فَثَبَّتُوْا“(ث ب ت) سے۔ حالانکہ قرآن معاشرتی آداب بتا رہا ہے کہ افواہ پر کان نہ دھرا کریں اس سے ممکن ہے۔ معاشرہ بڑے حادثہ کا شکار نہ ہو جائے“ اور اس کو تبدیل کر کے اسے حمزہ۔ کسائی۔ خلف۔ پڑھا کرتے تھے۔ (کتاب الادیات ابو عاصم النبیل(۹۰۶م) قاہرہ طبع۔۱۳۲۳ھ۔ ص۱۵/۱۴)

ان سازشیوں نے اعراب اور نقاط کے ردوبدل ”ف ت ب ی ن و“ کو فَثَبَّتُوْا ، بنا دیا، تو اس سے ان کے متن کو کیا تقویت مل سکتی تھی۔ کیونکہ اس لفظ میں متبادل بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ جبکہ فَتَبَيَّنُوْا ، ہر لحاظ سے قرآنی ابلاغ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہ تحقیق کی گیرائی اور گہرائی کے لحاظ سے کامل اکمل اور جامع ہے۔ ” فَثَبَّتُوْا“ والوں نے غور نہیں کیا یہاں مقصود صرف اثبات نہیں، نفی ہو خواہ اثبات دونوں کے باب میں چھان پھٹک ہے۔ لسانیات کا اہم اصول، زبان کے قواعد سے زیادہ سماع، پر ہے اور سماع ہی کو تمام دنیا میں لغت۔ ادب اور اسالیب زبان کا ماخذ تسلیم کیا گیا ہے اور سماع صرف فَثَبَّتُوْا کا رس کانوں میں گھول رہا ہے یہ اعراب بھی سماع کے ذریعہ محسوس کیے گئے۔ پھر ”مخرج“ میں ڈھالے گئے۔ یہ اعراب ابوالاسود سے پہلے ہی عربوں میں متعارف تھے۔ (ابن القدیم طبع مصر۔ ص۷)

نقاط القرآن:

دنیا کے لٹریچر میں تنہا ادب اور انشا کے زاویہ سے دیکھا جائے تو یہاں بھی قرآن حکیم ہر لٹریچر پر فائق نظر آئے گا۔ اور یہ فوقیت کسی بھی زبان کو اس

وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ کلی طور پر پختہ۔ کامل اور لسانیات کے ہر معیار پر پوری اترتی ہو۔ بول چال سے لے کر تحریر تک، ہر عیب اور نقص سے پاک ہو۔ ہر زاویہ سے عربی مبین یعنی صاف ستھری۔ واضح اور روشن عربی نہ اس میں اور نہ ہجا میں کوئی الجھاؤ نہ تحریر میں پیچیدگی اور نہ خواندگی میں دقت۔ اب اتنی شہادتوں کے بعد ہم یہ تسلیم کر لیں کہ عربی کے واضعین زمان کے ایسے قواعد سے بھی نا آشنا تھے۔ جو ایجاد و تخلیق کے ان ابتدائی مراحل میں ان کے سامنے ہونے چاہئیں تھے۔ خاص کر ایسی زبان جو سراسر سماعی ہو اور قبائل کے شدید لسانی معیار کے مطابق وجود میں آئی ہو جس کی سماعیات اتنی پختہ اور سائنٹفک ہوں کہ مستقبل کے لغت، صرفی قواعد و بلاغت کے تمام اصولوں کا ماخذ بھی ہو۔ بلکہ اس سماعی خصوصیت کی بدولت وحی کی زبان بن جائے۔ اسے ایجاد کے وقت سے لے کر اسلام سے نصف صدی گذرنے تک قاعدے قانون کی زبان ہی تسلیم نہ کیا جائے یہ تو سراسر ناانصافی ہو گی۔ آخر وہ کون سا طریقِ فہمائش ہے جس سے عربی زبان سے نا آشنا لوگ بے تکلف۔ با۔ تا۔ ثا۔ جیم۔ حا۔ خاء کے بے نقط حروف میں امتیاز کرتے تھے۔ راقم نے ایک پڑھے لکھے نوجوان کو سورہ نور کی آیہ (۲۶) بغیر نقطوں کے لکھ کر پڑھنے کو کہا تو اس نے طیب کو طبیب اور خبیث کو حبیب پڑھ لیا۔ اب بتایئے کہ اتنی ابہام سے پر، ناقص، ناپختہ، نامکمل اور خام زبان میں قرآن کی حفاظت اور اشاعت کیونکر ممکن ہو سکتی تھا۔ ایسی زبان کو الٰہی امتیاز ''مبین'' سے کیسے نوازا جاسکتا ہے؟ اس کو تو ہر حال میں صاف ستھری اور

منجھی ہوئی اور مکمل زبان ہونا چاہیے۔ اور مودودی صاحب بے سند مفروضہ پر خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر حاملین قران کو غلط راہ پر ڈال رہے ہیں۔ کہ ”اہلِ عرب حروف کے لیے نقطے ہونے چاہئیں اس کو کبھی محسوس نہ کر سکتے تھے۔ بلکہ صحابہ رسول نے بھی نقطوں کی ضرورت عربی حروف تہجی کے لیے محسوس نہیں کی۔ پہلی مرتبہ عبدالمالک کے حکم سے حجاج نے دو گمنام عالموں کے ذریعے بے ضرورت ایجاد کر کے دنیائے عرب کو اس کی ضرورت سے آشنا کر دیا۔ (تفہیم القرآن)

صرف جھوٹی انا کے لیے کبھی ابوالاسود دولی کو ایک قد آور شخصیت بتاتے ہیں اور کبھی حجاج بن یوسف کو یاد رہے تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ عرب جاھلیہ کے اشعار۔ کھدائیوں سے بر آمد ہوئے کتبات، خط حمیری جو عربی خط کا ماخذ تھا۔ عرب اسلام سے ۵۰۰ سال قبل ہی نقطوں اور دیگر فنی ضروریات سے آگاہ تھے۔ قرآن نے بجا طور پر ان کی زبان کو فصاحت و بلاغت کی زبان تسلیم کر کے ”عربی مبین کے اعزاز سے نوازا تھا۔ ان شعرا کو قادر الکلام اس لیے کہا جاتا تھا کہ ان کے پاس اسالیب سخن کی فراوانی تھی۔ نہ تو وہ دریوزہ گری کے محتاج تھے۔ نہ اظہار کے لیے کہیں سے گداگری کی ضرورت۔

زیادات القرآن:

کہا جاتا ہے کہ قرآن محفوظ میں بعض کلمات اور فقرے اپنے مفہوم میں تشنہ اور نامکمل رہ گئے تھے جو بعض کاتبوں کی سہو کی وجہ رہ گیا تھا۔ اور یہ

اضافے عبداللہ بن عباس اور ابی بن کعب کے صحائف میں موجود تھے۔ دو تین مثالیں ملاحظہ کریں۔

ا۔ النساء:۲۴، فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ اُجُوْرَهُنَّ کے بعد اِلٰی اجلٍ مسمی پڑھا جاتا تھا تاکہ متعہ کا جواز نکالا جاسکے۔

۲۔ سورۂ احزاب:٦، اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ کے بعد و هو آبٌّ لَهُمْ پڑھا جاتا تھا۔ تاکہ رسولؐ کی ازواج اگر مومنین کی مائیں ہوئیں تو ان کے باپ بھی لازم ہونا چاہیے۔ یہ اضافہ گہری سازش ہے اور قرآن کے بھی خلاف۔ کیونکہ حضورؐ صرف سات بچّوں کے باپ تھے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ یعنی رسولؐ کسی کے حقیقی باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں جن کے ذریعہ باب نبوّت بند ہوا۔

یہاں رسول کی ابوّتِ عمومیہ کی نفی کی گئی ہے اور زید کو مُتَبنّٰی بنایا تو لوگوں نے زید بن محمد کہنا شروع کر دیا تو ارشاد ہوا کہ ان کو اپنے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔ اس طرح کی سازشوں سے ان کی ساری تاریخ بھری ہوئی ہے۔

تفسیر القرآن:

قرآن محفوظ چونکہ خالص عربی زبان میں نازل ہوا تھا۔ لہٰذا اس کی تفہیم کے لیے اہلِ زبان سے رجوع کرنا ضروری تھا۔ عہد نبی سے لے کر خلفائے راشدین تک ساری دنیا میں قرآن اور اسلام کی اشاعت دن بدن بڑھ رہی تھی۔ تو اگر یہ نو مسلم عجمی مفسر ان نئے لوگوں کے لیے قرآن کی تفسیر کا قرآن سے کوئی

طریقہ تجویز کرتے مگر ان عجمی نژاد مفسرین نے ہر لفظ اور آیت کی تشریح اپنے سابقہ ادیان کی روشنی میں شروع کر دی۔ اور جھوٹی روایات سے تفسیر کو پراگندہ کر دیا گیا اور ان سامریوں نے دعویٰ یہ کیا کہ یہ روایات خود رسولؐ کا قول ہیں۔

اب قرآن کے فضائل میں روایات کا ڈھیر لگا دیا۔ آیۃ الکرسی پڑھیں تو جن تابع ہو جائے گا، سورۂ واقعہ پڑھیں تو بھوک نہیں لگے گی، قل ھو اللّٰہ پڑھیں تو دنیا بدل جائے گی۔ نہ قرآن سے ان خرافات کا کوئی تعلّق نہ واسطہ۔ بلکہ قرآن تو ان تمام بیماریوں کا علاج تجویز کرتا ہے۔ تو انہوں نے قرآن ہی کو نشانہ بنایا اور اسے بیماریوں کا مجموعہ قرار دیا اس کے اعراب غلط، فقرے علامات زدہ۔ گرائمر خامیوں کا مجموعہ۔ ادب ہر زاویہ سے مریض ان غلطیوں اور خامیوں کی اگر روایات کے ذریعہ اصلاح نہ کی جاتی تو قرآن اس قابل ہی نہ تھا کہ دانشورِ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا۔ یہ تو ہم نے اس کے اعراب درست کیے۔ نقاط صحیح سمت میں ڈالے۔ اس کے لہجے کی خامیاں دور کیں۔ تفسیری نقاط سے اس کے مقاصد کی اصلاح کی۔ اور کیا کچھ ہے جو ہم نے نہیں کیا؟۔۔۔ الغرض قرآن کو مریض بنا کر خود اس کے سرجن بن گئے۔ کیا خود ساختہ فضائل کے انبار لگا دینے سے قرآن محفوظ کو طراوت ملے گی؟ ان فضائل میں شیعہ کا ہاتھ نمایاں ہے اور امّت کو ان بھول بھلیوں میں ڈال کر قرآن کی اصلی تعلیمات سے دور کر دیا اور دعویٰ ان کا یہ ہے کہ یہ کام سب سے پہلے امام رضا (۸۶۸م) کے مصاحب حسن بن علی بن حمزہ بن محمد بن بترمی اور کلبی (۹۷۹م) کے استاد علی بن ابراہیم بن محمد عمار کوفی

(۹۵۵م) نے فضائل قرآن کے موضوع پر لکھا۔ کہتے ہیں کہ صحابہ رسولؐ ابی بن کعب فضائل کے باب میں ان کے پیر و مرشد ہیں (۶۴۲م) ان کو یہ شیعانِ علی کے طرفداروں سے گردانتے ہیں۔ خاص کر فضیلت عمل کا وصف ہے۔ رٹنے پڑھنے اور دم کرنے کا وصف نہیں ان لوگوں نے یہ فضائل کا کاروبار قرآنی اہداف و مقاصد کو بے نور بنانا تھا۔ اس طرح فضائل تو رہ گئے۔ مگر روح قرآن ختم ہو گئی۔ اب نجات کا دارو مدار عمل پر نہیں بلکہ درود و تاج اور آیتہ الکرسی کو رٹنے پر ہو گیا۔

تقسیمِ قرآن:

قرآن کو سات منزلوں میں تقسیم کرنا اور آیات کے مابین حدود کے طور پر علامات مقرر کرنا "تقسیم" کہلاتا ہے یہ کام نہایت احتیاط طلب ہے۔ سلف کا عقیدہ ہے کہ یہ کام وحی کے ذریعہ رسولؐ نے خود سرانجام دے دیا تھا۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اس میں انسانی ہاتھ شامل ہے تو اسے مفتری اور کذّاب کہتے تھے۔ (ابنِ حزم، (۱۰۶۴۔م) کی الفصل طبع مصر ۴/۲۱۴۔ جلد ۲/۱۸، اتقان طبع مصر۔ ص۔۱۴۸/۱۴۷)

اس طرح سے یہ طے شدہ ہے کہ یہ کام بھی رسولؐ کر گئے تھے۔ مگر منحرفین کا یہ کہنا ہے کہ مورخ ابن النّدیم (۹۹۰م) کے بقول اس فن پر "اسباع القرآن" کے عنوان سے سب سے پہلے حمزہ بن ابیٰ حبیب کوفی (۷۹۷م) نے لکھا جو خالص شیعہ تھا۔

مقطوعات و موصولات قرآن:

کن مقامات پر رکنا چاہیے اور کہاں ملا کر پڑھنا چاہیے؟ یہ تمام امور نہایت احتیاط طلب ہیں اور ادنیٰ سی غفلت سے انسان معانی کے گرداب میں پھنس جاتا اور پے در پہ غلطیوں کا مرتکب ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ حمزہ بن حبیب کوفی جن کا ذکر ہو چکا ہے اس فن پر بھی بقول ابن الندیم اس نے لکھا ہے یہ مودودی کے پیارے اور با اعتماد راوی تھے اور اس کی وثاقت پر زور دیا ہے۔ جبکہ ناقدین کے نزدیک اس کی وثاقت ناقابل اعتماد ہے۔ اس نے مقطوعات اور موصولات قرآن پر دو کتابیں لکھ کر ''حدود آی القرآن'' اور ''مقطوع القرآن و موصولہ'' اپنے فن ہیرا پھیری کو کمال تک پہنچایا یہ قراء تیں اختراع کرنے کا ماہر بھی تھا۔ اس کی مثالیں ملاحظہ کریں۔

قرآن میں ہے ''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ '' یہ آیت یوسفؑ کی پاک دامنی کی خبر دے رہی ہے۔ لیکن اس کے قاعد کے مطابق (حمزہ) یوسفؑ کا دامن ہوس کاری میں آلودہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ بقول ہمارے اکابر کے۔ حمزہ کی قرأت یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ هَمَّتْ بِهٖ پر رکنے کی بجائے وَهَمَّ بِهَا پر رکنا چاہیے۔ یعنی اگر خاتون اپنے برے ارادے سے یوسف پر جھپٹ چکی تھی تو یوسف کا بھی ایسا ہی ارادہ ہو چلا تھا۔ بس اس گناہ سے ربّ نے بچا لیا'' اور ان قرأتوں سے جو ہمزہ کے اصولوں کے تحت طبع ہوئیں ان میں وقف کی علامات وَهَمَّ بِهَا پر دی گئی ہے۔ (پاک و ہند کے طبع شدہ نسخے) مگر جو قرآن

بعد میں طبع ہوا تو اس پر " هَمَّتْ بِهٖ" پر وقف کیا گیا ہے جو وحی کے مطابق ہے اور حمزہ کی اس فتنہ گری کو پختہ کرنے کے لیے مفسرین نے اور بات بنا کر اسے پختہ کرنے کی کوشش کی کہ یوسفؑ خاتون مصر کو لباس سے فارغ کر کے اس کے زانوں میں بیٹھ گئے اور ربّ کی برہان نے بچا لیا۔ لیکن ربّ کی یہی برہان عریاں کرنے سے پہلے کیوں نہ نمودار ہوئی؟

ناسخ و منسوخ القرآن:

علم الٰہی تمام نقائص سے پاک ہے۔ اسے بندوں کا از مہد تا لحد ضروریات کا علم ہے۔ سب پر حاوی علم، بر و بحر و خشک و تر کا علم ہے۔ اس لیے کوئی ایسی آیت نہیں اتاری جو کچھ عرصہ کے بعد باطل اور معطل قرار پائے۔ یہ تمام ناسخ و منسوخ قرآن مِحکم کی حاکمانہ حیثیت کو مجروح اور متنازعہ فیہ بنانے کے لیے اختراع کیے گئے۔ تا کہ قرآن کے متوازی شریعت کا شیطانی پروگرام سامنے لا سکیں۔ علمائے راسخین ایسے عقیدے کو جو ایمان شکن ہو۔ اپنے ایمان کا جزو نہیں بنا سکتے۔ اس کے قوانین غیر متبدل ہیں اور نہ کوئی ان میں تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلے ابتداء امام جعفر صادق کے صحابی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن اصم نے کی۔ پھر صدر اوّل کے دوسرے شیعہ عالم نے "کتاب ناسخ و منسوخ لکھی۔ (ابوالحسن کے عرف سے) اور شاگرد اپنے استادوں سے سبقت لے گئے اور قرآن کو مفلوج کرنے میں ان کو بہت پیچھے چھوڑ گئے ہیں (یعنی یہ سنی امام)۔

معانی القرآن:

قرآن مجید کے الفاظ و مفردات کے محاورات، لغت اور استعمالاتِ عرب سے وضاحت کرنے کو "معانی القرآن" کہا جاتا ہے یہ نہایت ہی مبارک اور بنیادی فن ہے کہ اس طرح قابل تشریح الفاظ کی تعبیر استعمالاتِ عرب کی روشنی میں کی جاتی اور غیر مستند روایات کو دیوار سے لگا دیا جاتا ہے۔ اس کی ابتداء خواہ کسی نے کی ہو مگر بعد میں لغت نویسوں اور محاورات جمع کرنے والے دانشوروں نے جو معنی و مفاہیم کے مزاج، نفسیات اور معنوی روٹ سے باخبر تھے۔ انہوں نے خالی الذہن ہو کر ترقی پسند اور اجلے خیالات کو شیوہ بنایا۔ اور بحرِ معانی میں غوطہ زنی کر کے تابناک موتی چن کر لائے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر بھی سنی کیمپ سے کوئی اہلِ علم لکھنے میں تقدیم اور سبقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ سب سے پہلے ربان بن تغلب شیعی (۷۵۸) نے معانی القرآن لکھی۔ اور اس کے اتباع میں مجتھد اور اس (۷۹۶م) میں "معانی القرآن" لکھی۔ اور عرب دانشوروں کا وہ طبقہ جو ادبیات عرب پر کامل دسترس رکھتا اور اسالیب زبان و مستحسن کا شاناسا تھا۔ وہ بھی اس میدان میں جوہر تحقیق سامنے لے آیا اور پوری صلاحیتوں سے "تفتیش و استقراء" کا لوہا منوا کر سب پر حاوی ہو گیا۔ تاریخ ان کو معتزلہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ لقب تجویز کرنے والے جہاں کہیں معانی کے اضطراب میں بھٹکنے ان کو معتزلہ کی دستگیری قبول کرنا پڑی۔ امام بخاری مجتھد و سلفی ہونے کے باوجود ابو عبید کے ہاتھ پر

معنوی بیت کرنے پر مجبور ہوئے۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے لیے معتزلہ کی تفاسیر، کشاف اور بیضاوی، کو نصاب کا حصّہ بنا دیا گیا۔

امام رازی بایں ہمہ۔ عقل و دانش استدلات وماخذات کے لیے معتزلہ کا انتخاب کرتے رہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ معتزلہ زبان و ادب کے اتنے ماہر تھے کہ بڑے بڑے شیعہ اور قرامطی جو تفسیری ماحول پر چھائے ہوئے تھے۔ زلزلۂ عقلیات کے ایک ہی جھٹکے نے ان کے گھر وندے پیوندِ خاک کر دیئے تھے اور صحرائے لغت میں کوئی ان کا ہم سر نہیں تھا۔ اور معتزلہ کی نظر میں یہ سارا شیعی تفسیروں کی صلاحیتیں بلاوزن تھی۔ اور ربان کے بارے میں لکھا معتزلہ نے

"ان من یجھل امور الجاھلیۃ لا یستطیع ان تفھیم الکتب والسنۃ"

ربان جیسا بھی شخص جو نہ امور جاہلیت کا فہم رکھتا ہے اور نہ ادارک۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ قرآن اور سنت کی تفہیم کے شعور سے آراستہ ہو۔ (جاحظ (۸۲۶م) کتاب الحیوان)

امثال القرآن:

قرآن کی ضرب الامثال پر بھی لبرل دانشوروں کا خصوصی کردار ہے تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس موضوع پر بھی خامہ فرسائی میں سب سے پہلے محمد بن جنید شیعی نے کی۔ جبکہ لبرل دانشوروں نے تو اس کو کمال تک پہنچا دیا۔

متشَابھات القرآن:

تشابہ اور متشَابہ کے معنی "ہو بہو" ملتی جلتی شے مگر اس کے عام معنی یہ

کیسے جاتے ہیں کہ قرآن کا یہ حصّہ فہم و ادراک سے ماوراء ہے اور اس کو سمجھنا گمراہی ہے۔ اس موضوع پر بھی امام جعفر کے شاگرد حمزہ بن حبیب کوفی (۷۷۳م) نے لکھا اور عقیدہ یہ تھا کہ متشَابہات کو راسخین فی العلم میں سمجھ سکتے ہیں اور وہ اہلِ رسول ہیں اس حد تک شیعہ قابل تحسین ہیں کہ وہ کم از کم متشَابہات کو قابلِ تحسین سمجھتے ہیں گو بقیہ کا مزاج بگاڑ کر۔

متشَابہ سے مراد جس کے ظاہر مفہوم کو ذہن قبول کرنے سے اِباء کرے اور وہ ایسے مفہوم کا متحمل ہو جو مجاز۔ استعارے، کنائے، اشارے اور ایمائیت کے غماز ہوں یا جس کے مفاہیم متضاد بھی ہوں اور ایک دوسرے سے اس طرح پیوستہ کہ ''تاویل'' کے بغیر حل نہ ہو سکیں۔ یہی کلام کی پہلی وہ قسم ہے جو ماہرین لسانیات کے نزدیک اعلیٰ و خوب تر ہے اور یہی ابلاغ سخن اور اعجاز معانی کی جان ہے قرآن نے ''محکمات و متشَابہات'' کہہ کر احساس دلایا ہے کہ جن اَصنافِ سخن کو بھی سامنے رکھ کر قرآن کا معاوضہ کرو گے کامل اور مکمل پاؤ گے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو غور و فکر اور بحث و تمحیص کے راستے بند ہو جاتے۔

الفاظ کے عمق اور سطح کا پتہ چلانے کے معیار ''مجہول'' رہ جاتے۔ فکر کی آگ مشکلات کے جس چقماق سے روشن ہوتی وہ نہ ہو سکتی تھی۔ غرضیکہ سخن کا تنوع نہ ہوتا تو اظہار کے اسالیب معدوم ہو جاتے اس طرح نہ افکار جنم لیتے اور نہ رہنمائی کی سمائی ہوتی۔ قرآن جو تمام اصنافِ سخن کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ناممکن ہے ابلاغ و اظہار کا ایسا طریقہ اختیار کرتا جو انسانوں کے معلوم کردہ طریقوں سے

مختلف ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسے سمجھنے کی کیا صورت ہوتی؟ لیکن جو کج فطرت محکمات پر دست درازی نہیں کر سکتے وہ متشَابہات کی وسعت کے باعث اس ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ پہلو دار کلام میں کیڑے نکالیں اور اسے مفہوم کا جامہ پہنائیں جو ان کی کج فطرت کی طرح فتنہ اور غلط تعبیر کا حامل ہو (عمران ۴۸۔۴۹) یہ آیت دور رس نتائج کے اعتبار سے قرآن اور مطلب کی بابت اس کی قطعیت کو مشکوک بنا دیتی ہے کہ بعض تو محکمات ہیں یعنی لفظ اور معنی کے لحاظ سے شبہات سے پاک ہیں اور یہی کتاب کا اصل ماخذ ہے اور متشَابہات جو شکوک و شبہات پیدا کرتی ہیں لہٰذا کج رو اس کی تاویل کے پیچھے لگے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کر سکیں۔ حالانکہ ان کی تاویل کا علم صرف راسخون فی العلم یا اللہ جانتا ہے۔

اگر یہ اس کتاب کی علمی حیثیت ہے تو یہ قرآن کے اپنے دعوے کی نفی ہوتی ہے کہ یہ لاریب ہے۔ (بقرہ۔۱) یعنی ایسی کتاب جس کے الفاظ و معانی سے لے کر مفاہیم تک میں شکوک راہ نہ پا سکیں۔ جبکہ واضح آیات کی موجودگی میں متشَابہات اور مبہامات کی بہتات الجھن پیدا کرتی ہے اور تضاد کے دریچے وا ہو جاتے ہیں۔

دراصل وحی الٰہی مخاطب قوم کی زبان و محاورات کو ملحوظ رکھ کر گویا ہوتی ہے۔ قوم کے پاس اصنافِ سخن کا جتنا ذخیرہ ہوتا ہے اس میں کلام کرتی ہے۔ استعارے، مجاز، حقیقت، ایجاز تفصیل، اشارات، وحی الٰہی بھی اصناف کے انہی مزاج میں بات کرتی ہے اور یہ سب عربی مبین کا حصّہ ہیں۔ مگر چونکہ ذہنی

مدارج مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی جاہل کوئی کم علم اور کوئی فکر رسا قوم ایک مگر اس کے لسانی شناور اپنے ذوق اور ذہنی پرواز کے مطابق ایسے الفاظ چن کر لائے ہیں کہ بعض وہ جو ان الفاظ کی باریکی کا ذوق نہیں رکھتے۔ وضاحت کے طالب ہو جاتے ہیں مگر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان شعراء و ادبا کے محاورات ناقابل فہم اور شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

غالب کا کلام ہو یا حافظ شیرازی کا، اہلِ زبان کے لیے اس میں کوئی چیز ناقابل فہم نہیں ہوتی۔ متشَابھات سے نہ تو قرآن لاریبیّت کی نفی ہوتی ہے نہ اشتباہ اور ابہام راہ پا سکتا ہے کیونکہ متشَابہ ''کے معنی ہیں'' ہو بہو۔ ملتا جلتا اور جن لوگوں نے ان کے معنی ''شکوک و شبہات'' کیے ہیں وہ نہ تو ذوقِ لطیف کے مالک تھے کہ الفاظ کی نزاکت و باریکی کو سمجھ سکتے اور نہ یہ شعور کہ اصناف سخن سے زبان کی فصاحت و بلاغت متاثر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں حسن و رونق آ جاتا ہے حالانکہ قرآن نے خود کہہ دیا کہ آیات محکمات اصل اور بنیاد ہیں تو چاہیے تو یہ تھا کہ متشَابھات کو انہی روشنی میں دیکھا جاتا مگر ٹیڑھے دل والے اصل کو چھوڑ کر ''ملتے جلتے'' میں راہ نکالنے لگ گئے۔ کیونکہ اصناف سخن کی اس صِنف سے ان کی غلط روی کے لیے گنجائش نکالی جا سکتی تھی اگر یہ کج فکر نہ ہوتے تو جس طرح شعراء اور ادباء کے کلام کے بعض اسرار و حقائق کو سمجھنے کے لیے اساتذہ فن و ماہرین لسانیات سے رجوع کیا جاتا ہے تو چاہیے تھا کہ ''راسخون فی العلم'' سے پوچھتے کہ وہ بہتر رہنمائی کر سکتے تھے۔

وحی الٰہی نے بعض ایسے بھی الفاظ استعمال کے ہیں جو مختلف نسبتوں سے مختلف معانی واضح کرتے ہیں یہاں سے استعارہ مجاز اور کنایہ کا سفر شروع ہو جاتا ہے مثلاً شیر کا لفظ ایک درّندہ کے لیے خاص ہے مگر یہی لفظ جب کسی انسان کی صفت کے لیے استعمال ہو گا تو اس سے مفہوم درندگی تو نہیں ہو گا بلکہ شجاعت بہادری کا وصف مراد لیا جائے گا۔

اس طرح ہاتھ پاؤں جو دوسری مخلوق کے بعض حصوں کے نام ہیں ان کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہوا ہے مگر نسبت کے بدلنے سے ان الفاظ کا وہ مفہوم نہیں رہے گا جو عام مخلوق کی صفت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح ”ید اللہ“ سے مراد اللہ کی قوت۔

انسان سنتا، بات کرتا اور دیکھتا ہے اس طرح اللہ بھی سمیع و بصیر ہے۔ لہٰذا ایسے الفاظ جو خالق و مخلوق کی صفت کے لیے یکساں استعمال ہوئے ہوں۔ وہاں شکوک و شبہات کی بجائے اہلِ زبان کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جو زبان کی وسعتوں اور مزاج کے شناور اور مجاز و استعارہ کے عالم ہوں۔ یا پھر ملتے جلتے اوصاف کی حقیقت اور کنہ معلوم نہ کر سکنے سے احتراز کرنا چاہیے جس طرح کسی شاعر کا کلام سمجھنے کے لیے نہ صرف اہلِ زبان بلکہ شعری ذوق رکھنے والے سے رجوع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی ان متشَابھات کو بھی ان دانشوروں سے سمجھیں کہ قرآن آسان ضرور ہے مگر اس کی آسانی کے یہ معانی نہیں کہ اس کی زبان سمجھے بغیر سب کچھ سمجھ جائیں علم کا رسوخ یہ ہے کہ معانی القرآن کے ضمن

میں کہ ضرب الامثال و محاورات اور تمام اصنافِ سخن پر دسترس حاصل ہو۔ ان متشَابہات کا تعلّق ہماری موجودہ زندگی سے ہے۔ اور اس کا حل سمجھنے کے لیے محاورات۔ سخن فہمی کے اصناف سمجھ میں آنا ضروری ہے۔

قرآن کی اصناف

مجازات القرآن، غرائب القرآن، بلاغہ القرآن

مجازات القرآن:

الفاظ کی اصطلاحات کو اِستعارے اور مجاز کے خمیر سے گوندھا گیا ہے۔ اگر ادبیّات میں مجاز کو حقیقت پر محمول کیا جاتا تو ایسی پیچیدگیاں پیدا ہوتیں اس سے مفاہیم کی بساط تہہ و بالا ہو کر رہ جاتی۔ شاعری کی تینوں اقسام رزمیہ۔ طربیہ اور المیہ میں سے آخری صِنف نہایت اہم اور ادبیات کی روح ہے۔ اہلِ تشیع نے افسانۂ کربلا کا غم و حزن کے ایسے آمیزے سے ترتیب دیا ہے کہ مدتوں اس سے دل و دماغ متاثر رہیں گے۔ غم کے اظہار کے لیے ''حزنیہ'' ایسے استعارات کا انتخاب کرنا جو پاکیزگی اور اثر انگیزی کے اعلیٰ معیار پر پورے اترنے والے ہوں۔ صرف شیعہ ہی کا کام تھا۔ جبکہ شہادت عثمان کا واقعہ بھی کسی طرح سے سانحۂ کربلا سے کم نہ تھا مگر ایک تو سنی اس ذوقِ لطیف سے محروم تھے جو اظہارِ غم کے لیے ایک بنیادی عنصر ہے۔ دوسرے وہ اسلام میں کسی متبادل کے قائل نہ تھے۔ وہ دین ہی کو مکمل سمجھتے اور شخصیت پرستی سے دور تھے بہرحال شیعہ کی حزنیہ شاعری بلاشبہ ادبیاتِ قوم کی جان ہے۔ اور دنیا اس سے استفادہ کرتی رہے گی۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عرب مجاز اور استعارے سے پہلے بھی آگاہ تھے اور اسلام کے بعد بھی ان کے استعملات کی باریکیوں اور مقامات سے بخوبی آگاہ۔ قرآن ان کی زبان میں اترا جس میں ہر صِنفِ سخن کو پہلے ہی جائز مقام دیا گیا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ مجازات القرآن کے موضوع پر جتنا مواد میسّر ہے یہ شیعہ کی ذہانت کا مرہونِ منّت ہے۔ لیکن دکھ یہ ہے کہ سیاسی سطح پر جس نے بھی علویوں سے ہمدردی کی تو اس کو لامحالہ شیعانِ علی کا ممبر تصوّر کر لیا گیا۔ امام فراء نحوی (۸۲۲م) ایک نابغہ عصر امام، لبرل تھے۔ ادب اور دانش پر پورا عبور۔ سب سے پہلے اعجاز القرآن پر دو جلدیں لکھیں۔ اس کو شیعہ گردانا گیا مگر ادبیات عرب پر وسیع نظر اور امور جاہلیت و مجازات قوم سے ایک لبرل (معتزلی) کو ہی دلچسپی ہو سکتی ہے۔ محدّثین کی اکثریت شیعہ ہونے کے باوجود اپنے استدلالات میں معتزلہ سے رجوع کرتے رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلف میں حصولِ علم کے لیے گروہی اساس پر نظر نہیں رکھی جاتی تھی۔ معتزلی امام ابو محمد بن عبد اللہ (۸۸۹) امام ابو عمر (۰۷۷م) نے مجازات القرآن کے نام سے کتابیں لکھیں۔

غرائب القرآن:

غرائب سے مراد نادر اور کم شنید معانی۔ سب سے پہلے ابو عبید معمر (۸۲۳م) نے غرائب القرآن لکھی ہے یعنی عجیب و غریب و نکتہ ورانہ باتوں سے مفہوم لینا جو عام لوگوں کی سماعت میں کم ہی گونجی ہوں۔ یہ ایک نہایت احتیاط طلب اور دقیق معلومات کا متقاضی ہے کیونکہ ہر کس و ناکس بحرِ غرائب میں غوطہ

زنی نہیں کر سکتا۔ جن کو عربی ادب پر عبور ہو اور جو شنیدہ و ناشنیدہ محاورات و ضرب الامثال کو خوب جانتا ہو۔ وہی غرائب بیان کر سکتا ہے۔

۱۔ ابو عثمان شیعی ۲۲۸ھ، ۲۔ علامہ ورید کوفی (۹۳۲م)

نوادر القرآن:

کسی عبارت سے ایسا مفہوم نکالنا جس میں "ندرت اور قدرت پائی جائے یعنی وہ مفہوم نادر بھی ہو اور استعمال میں قلیل بھی ہو اسے "نادر" کہا جاتا ہے۔

مثلاً بَغَتَةٌ "ناگہانی" اب اس اچانک کا بھی تعیّن کر دیا کہ نزول آیت کے ۱۸۰۲ برس بعد قیامت آ جائے گی۔ یہ نوادرات لکھنے والوں۔ امام حسن عسکری کے مصاحب احمد بن محمد بن سابصری (۹۷۹م) علی بن حسین بن فضال شیعی (۲۲۴ھ)۔ نمونے ملاحظہ کریں۔

۱: سورہ مائدہ آیت (۹۱) بے شک ابلیس تمہارے درمیان شراب نوشی اور قمار بازی کے ذریعہ دشمنی پھیلائے یہاں شراب سے ابو بکر اور قمار سے عمرؓ لیے گئے ہیں۔

۲: بقرہ میں جس گائے کے ذبح کا حکم ہے وہ عائشہؓ ہیں۔ (اصول کافی۔ کلینی)

۳: سورۃ النسا ۵۲۔۵۷ میں غاصب معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ (اصول کافی۔ کلینی)

۴: نور۔ آیہ ۳۵: المصباح سے مراد حسن۔ الصباح مِن الزجاجہ سے

حسین۔ شجر مبارکہ ابراہیمؑ۔ اور شرقیہ اور غربیہ سے مراد ابراہیمؑ نہ نصرانی نہ یہودی۔ یھدی الی النور سے مراد اہلِ بیت (تفسیر علّامہ ابوالحسن علی بن ابراھیم) اس طرح کی خرافات سے ان کے نوادرات ہیں (فصیح فی شیریں کلام، خوش بیان) بلیغ۔ کلام میں انتہا تک پہنچی ہوئی)۔

سنیوں کے نوادرات: ا۔ سورہ فتح میں اخرج شطأہ سے مراد ابو بکرؓ فاذرہٗ سے مراد عمرؓ فاستغلظ سے عثمانؓ۔ فاستوی علی سوقہٖ سے مراد علیؓ ہیں۔

ان کی بھی اس طرح سے خرافات ہیں۔

بلاغہ القرآن:

قرآن فاتحہ سے الناس تک بلاغت ہے سراپا بلاغت حسن ہے۔ تابانی ہے عرب جو خود بلاغت اور فصاحت میں یکتا تھے۔ وہ بلاامتیاز قرآن کو بھی فصاحت و بلاغت کے انسانی معیار سے بہت اونچا سمجھتے تھے۔ وہ ابھی وحی کے حقائق کا ادراک نہ کر پائے تھے کہ اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے سر جھکا چکے تھے۔ جن لوگوں نے قرآن کی بلاغت کا مذاق اڑایا وہ بھی عجمی نژاد مسلمان تھے۔ اس گروہ کے سر خیل علّامہ ابوالفتح عثمان شیعی (۲۹۳ھ) تھے اور نشۂ بلاغت میں اس قدر کھو گئے کہ قرآن میں خامیاں نظر آنے لگیں۔ چنانچہ یوسف کی آٹھویں آیت خیر حافظا کی جگہ خیر حِفظا (حا کے ساتھ زیر) ہونا چاہیے۔ تاہم امام عبدالقادر جرجانی (۱۰۷۸م) اس موضوع پر ایک نہایت معرکۃ الآراء کتاب لکھ کر حق ادا کر دیا۔ اصل شے حکمت ہے اور یہی صحیح راہ عمل ہے۔

ڈیڑھ ہزار سال بعد نئے قرآن کی تخلیق:

روایت پرستوں نے قرآن کی حفاظت کا اعلان آسانی سے قبول نہیں کیا بلکہ برابر اس کاوش میں لگے رہے، ہر وہ حربہ جس سے قرآن کی لاریبیّت اور مِثلیّت مشکوک ہو سکے، اختیار کرنا چاہیے۔ ویسے تو اختلاف قرأت کے بہانے اسی موضوع پر درجنوں کتابیں ہیں مگر ان تک عامۃ الناس کی رسائی امرِ ناممکن ہے۔ اب پندرہ سو سال بعد ان کو خیال آیا کہ قرآن پاک کا ایک ایسا نسخہ شائع کرنا چاہیے۔ جو اصل قرآن کے متن کے حاشیہ پر تمام قرأتوں کی تفصیل پر مشتمل ہو۔ تاکہ اصل قرآن کے پہلو بہ پہلو عامۃ الناس ان خانہ ساز قرأتوں سے بھی آگاہ ہوتے چلیں جو ان کے دعویٰ کے مطابق کلامِ خدا ہونے کے باوجود عالم بشریت کے سینوں سے محو ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس جذبہ محرّکہ کے تحت شام کے بڑے قاری الشیخ محمد کریم الشیخ محمد فہد فاروق اور علوی بن محمود نے ایسا ہی قرآن شائع کر کے غالباً پہلی بار تقسیم کیا اور ان خانہ ساز قرأتوں کے تواتر پر قاضی عبدالوہاب بن علی عرف تاج الدین السبکی (۱۳۷۰م) کا فتوی بھی شامل کر دیا ہے۔ یہ امام مرحوم قد آور عالم دین مناظر، مباحث، محقق، اسالیب گفتگو پر قادر اور شام کے چیف جسٹس تھے اور روایات نے ان کو گمراہ کر دیا تھا۔ اصولِ فقہ پر کئی کتابیں لکھ کر تواتر کو ایسا مفہوم پہنائے ہیں گویا تواتر کا ان کو پتہ ہی نہ ہو۔ غُلُو کی انتہا نے خانہ ساز قرأتوں کو اصلی قرآن کے ہم پلہ اور ہم مِثل قرار دے کر قرآن کی لاریبیت کو مشکوک کرنے کی جسارت کر بیٹھے حالانکہ اس کی مثل تو ہو

ہی نہیں سکتی۔ (لایاتون بمثل۔ براء۸۸)

مشروب کے نشہ میں دھت الزام ثابت ہوااور منصب سے فارغ ہو کر جیل چلے گئے۔ پھر پابجولاں اصلی وطن مصر پہنچا دیا۔ طاعون کی وجہ سے ہلاکت ہو گئی۔

عربی حروف کے لیے نقطے کب ایجاد ہوئے؟

”تاریخ لُغت،، ادب، اور اشعار جاہلیت کے تناظر میں“

ریسرچ اور تحقیق کے میدان میں شاذ و نادر ہی کوئی گروہ ایسا ہو گا جو تبلیغی مقاصد بھی رکھتا ہو اور مخالفین پر تنقید کے وقت حق و انصاف کا دامن بھی اس سے نہ چھوٹے۔ مستشرقین نے اپنے مشنری مقاصد کے پیش نظر اسلام اور قرآن پر جتنا کچھ بغرض تحقیقی مواد پیش کیا ہے۔ انہوں نے پوری پوری کوشش کی کہ قرآن کی لاریبیّت کو مشکوک کر دیا جائے۔ چنانچہ عربی ہجاء کے اٹھائیس حروف میں سے بائیس کے قریب حروف میں ان لوگوں نے ترکش کے تیر چلانا شروع کر دیئے کہ ان حروف کے نقاط اگر اڑا دیئے جائیں تو پہچان کی صورت باقی نہیں رہتی۔ اس بنا پر وہ کہتے ہیں کہ ابتدائی دور میں عربی حروف ”بے نقط“ تھے۔ یا اہلِ عرب ان سے آشنا ہی نہیں تھے۔ تو قرآن کے سینکڑوں حروف اور ان سے ترتیب پانے والے الفاظ جو قاری اپنی صوابدید کے مطابق پڑھا کرتے تھے تو وہ ”تواتر“ کے مراحل میں سے کیسے گذر پائے۔ یا تو صحیح مانے جائیں گے یا سب کے سب غلط۔ صحیح ماننے کی صورت میں تواتر کی بات ختم ہو جاتی ہے اور غلط تسلیم کرنے کے بعد صحت کا معیار ختم ہو گیا ”گویم مشکل نہ گویم مشکل“ اب اس سے تو قرآن کی حفاظت و عصمت کا عقیدہ تار تار ہو گیا۔

ذرا یہ اپنے گمنام ماضی پر نظر دوڑائیں کہ زبانیں ارتقاء سے گزر کر تہذیب یافتہ ہوتی ہیں ارتقاء کے مراحل ایک ہی جست میں طے نہیں کر پاتیں انہوں نے مکارانہ حکمتِ عملی سے انگریزی کے ارتقائی پس منظر کو تو نہیں چھیڑا۔ مگر قرآن اور اس کی زبان پر حملہ آور ہو گئے۔ تاکہ اس طرح قرآن کی لسانی فصاحت ، جامعیت اور بلاغت کے سامنے دم نہ مار سکنے والے یہ کوتاہ قد، اپنی درماندگی پر پردہ ڈال سکیں، اعتراض اگر معقول ہو تو علمی بنیاد پر اس کا جواب دیا جائے گا۔ ان میں اہلِ انصاف مستشرقین بھی ہیں جنہوں نے نہ تو جاہلی لٹریچر سے انکار کیا ہے اور نہ ہی قبل از اسلام لسانی شواہد کو مسترد کیا ہے۔ ان کا سب سے بڑا اعتراض ''امی'' ان پڑھ پر ہے کہ ان کی تحریر اتنی شائستہ نہیں ہو سکتی تھی کہ کس مہذب معاشرہ خطاب کرنے کی اہل ہو سکتی۔ مقصد یہ ہے کہ اُمی جب اظہار پر قادر نہیں ہو سکتی تھی کہ کسی مہذب معاشرہ خطاب کرنے کی اہل ہو سکتی۔ مقصد یہ ہے کہ اُمی جب اظہار پر قادر نہیں ہوتے تو وہ غیر امیوں کو کیسے خطاب کر سکتے تھے۔

امیّت:

ہمارے ہاں امیّت کو نبوت کے فضائل میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ بات غیر مسلموں کے لیے قابلِ اعتراض ہو جاتی ہے کہ نبیؐ ان پڑھ تھے مگر یہ نبوت سے قبل تھا۔ بعد میں نہیں **وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ** تو باطل حق بھی بجانب ہوتے شک کرنے میں۔

لیکن قرآن کے نزول کے ساتھ ہی لکھنے پڑھنے کی صلاحیت حاصل کرلی تھی۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ۔۲)

فعل حال میں قرآن نے بتا کر ازالہ کر دیا کہ قرآن کے نزول کے بعد آپ ان پڑھ تھے۔

ابنِ فارس (۱۰۰۴م) اس نظریہ کی شدت سے مخالفت کی ہے کہ یہ عرب ان پڑھ تھے اس نے سینکڑوں عربوں کے نام گنوائے ہیں کہ وہ اپنے زمانے کے علوم و فنون میں اچھی دسترس رکھتے تھے جس طرح ہم میں ہر شخص لکھا پڑھا نہیں ہوتا۔ اس طرح ان میں بھی سب کے سب نہ لکھے پڑھے اور نہ ان پڑھ۔

امِیِیون کا لفظ قرآن میں کتابی امیّت سے بھی مراد ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ کے پاس کتاب تھی مگر عربوں کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ اب الکتب کے مقابل امیین کا متضاد استعمال کر کے خود اس کا معنی مقرر کر دیا۔

عربی خط کی ابتدا:

عربوں میں بھی دیگر اقوام کی طرح پڑھے لکھے بھی تھے اور ان پڑھ بھی۔ جہالت عارضی اوصاف ہوتا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ زائل ہو جاتا ہے علم کے ذریعہ۔

عرب روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس عربی خط کی ابتدا ہجرت سے دو سو سال پہلے ہوتی نظر آتی ہے۔ کالیڈیا کا مرکز حیرہ میں اس کی ابتدا ہوئی۔ حیرہ کوفہ سے ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ شاہان نحم عربی النسل تھے۔ یمن سے نکل کر شام و فلسطین آ گئے تھے۔ یہ علاقے مختلف تہذیبوں کی جنم بھومی تھے۔ کوئی بھی نئی مملکت تحریر و خط کے بغیر نہیں چل سکتی تھی۔ تو شمالی کنارے پر (فرات) آباد قدیم شہر انبار والوں سے رجوع کیا گیا تھا۔ اور انبار والوں نے خود بھی یمن ہی کے ایک قدیم خط حمیری کی نقل اتار کر کسی حد تک شائستہ بنا کر نخملیوں کی مدد کی۔ یہ حمیری بھی یمن کے باشندے تھے۔ جو صدیوں سے علم و فنون میں دسترس رکھتے تھے۔ اور آخری وقت میں فلسطین کے عہد (۳۶۹م) میں عیسائیت قبول کی تھی اس طرح حمیری خط ایک مذہبی اور معاشرتی خط بن کر ایجاد کے مرحلہ میں داخل ہوا۔ اور قحطانی عربوں کے بولان قبیلہ کے تین افراد نے اس کی تخلیق میں حصّہ لیا۔ اندازہ یہ ہے کہ دوسری یا تیسری صدی مسیح میں اس کا آغاز ہو چکا تھا۔ جس کی تائید ان حجری نقوش کے چیتھڑوں پر لکھی ہوئی ملتی ہے۔ اس کا زمانہ ۲۱۰ء سے ۴۵۰ تک پہنچتا ہے۔ (فتوح البلدان۔ مصر) تاریخ للغات السّامیہ کتاب المصاحف۔ لندن ص ۵۰۴۔ وغیرہ وغیرہ)

عربی خط کی ابتدا کا صحیح زمانہ متعین کرنا دشوار ہے۔ تیسری صدی تک جو نقوش دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد پانچ ہے۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ شمالی حجاز ''سلح تہذیب اور مملکت کے آثار سے پتہ چلتاہے کہ سقوط سلح کے ۱۰۶ سال بعد (۲۱۰م) میں جو تحریر لکھی گئی اس کا طرزِ تحریر اسلامی خط کے ابتدائی دور سے ملتا جلتاہے۔ پہلی سطر کا چوتھا لفظ ''بن'' اور پانچویں سطر کا لفظ ''یعلیٰ'' اسلامی خط کے بالکل مشابہ ہے۔

۲۔ دوسری تحریر وادی سینا سے ملی۔ جو ۲۳۰م میں تحریر ہوئی۔ اس کی پہلی سطر کا لفظ مسلم اور آخری سطر کا لفظ اسلامی عرب کے ہو بہو ہے۔

۳۔ تیسری تحریر بھی وادئ سینا سے ملی۔ جو ۲۵۹م کی ہے۔

۴۔ چوتھا نقش شمالی حجاز مدینہ سے ۳۰۰ میل کے فاصلہ پر وادی حجر

۵۔ یہ نقش ۲۷۰ء کا الجمال کے گاؤں سے بغیر تاریخ کے ملاہے۔ لیکن کانٹ کے خیال میں یہ ۲۷۰ء کا ہے۔

چوتھی صدی مسیحی:

اس صدی میں منطقہ حوران کے مرکزی شہر نمارہ میں عربی بادشاہ امراء القیس بن عمرو (۳۲۸م) کی قبر سے دریافت تحریر ہے اور یہ عربی رسم الخط کی اہمیت میں سابقہ تمام تحریروں سے زیادہ مددگار ہے اور اس کے اکثر الفاظ ساخت ہئیت ترکیبی اور صورتِ خطی کے لحاظ سے اسلام کے ابتدائی رسم الخط سے عین مشابہ ہے۔ یہ تحریر عربی خط کے تدریجی ارتقاء اور تہذیبی اتار چڑھاؤ کا صحیح سراغ دیتی ہے۔

چھٹی صدی:

تاحال اس صدی کے دو نقوش بر آمد ہوئے ہیں پہلا خط فرات کے پاس زید سے ۵۱۱م درج ہے۔ یہ تین زبانوں۔ یونانی۔ سریانی اور عربی میں کندہ کرایا گیاہے اس کا رسم الخط اسلامی عہد کے کوفی رسم الخط کے مشابہ ہے چند کے سوا اس کے تمام الفاظ عربی کے ہیں۔ دوسرا نقش (۵۶۵م) کا ہے یہ شام کے ایک گرجاگھر سے نکلا ہے۔

یہ تمام نقوش ڈاکٹر ناصر الدین الاسد کی کتاب و مصادر الشعر الجاھلی سے مل سکتے ہیں اور ان نقوش سے پتہ چلتا ہے کہ عربی خط اسلام سے دو سو سال پہلے بلاواسطہ اور بالواسطہ چار سو سال پہلے رائج ہو چکا تھا اور واضعوں کے بلند تخلیق مذاق کی وجہ سے تمام عیوب و نقائص سے اسے صاف رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یعنی خط کی نوک و پلک کی درستی نہیں بلکہ وہ عیب جو ایک کثیر التشابہ زبان میں ہو سکتے ہیں ان کو صاف رکھنا مراد ہے اس کے بعد اسلامی عہد کا آغاز ہوتا ہے مگر مسلمان کی بے توجہی قرنِ اوّل کا اتنا قیمتی اثاثہ یُوں لاپروائی کی نظر ہو گیا کہ آج ہم پورے وثوق سے نبیؐ کے عہد کا لکھا ہوا قرآن کا کوئی نسخہ بھی دریافت نہیں کر پائے تاہم عربی عہد مبارک کی تین تحریریں اس وقت بھی محفوظ ہیں اور ہم عربی خط کی تاریخ کے ضمن میں نتائج اخذ کرنے میں بھٹک نہیں سکتے۔ پہلی تحریر عثمانؓ (۶۵۵م) کی ہے اس پر ۳۱ھ (۶۴۰م) کی تحریر درج ہے جو قاہرہ میوزیم میں ہے اور مصحف جس پر خون کے دھبے ہیں تاشقند میں

موجود ہے جو فوٹو کے ذریعہ پاکستان بھی منتقل ہو چکا ہے۔

دوسری تحریر غزوہ خندق ۵ھ (۶۲۷م) کی جو مدینہ منورہ کی چوٹی سے برآمد ہوئی۔ تیسری تحریر بھی عہد صحابہ کی ہے جو ۵۸ھ (۶۷۷م) طائف کے بارانی ڈیم کی تعمیر پر کندہ ہے اس تحریر میں نقاط صاف نظر آرہے ہیں یعنی صحابہؓ نقاط سے آگاہ تھے اور حجاج سے ۶۸ سال قبل نقاط ڈالے جاتے تھے۔ ان تحریروں سے معلوم ہو گا کہ قرن اوّل کی عربی میں نہ تصنع تھا اور نہ عبارت آرائی کا تکلف اور نقاط بھی واضح۔

اور چوتھی تاریخ شہادت وہ وثیقہ جو ۲۲ھ (۶۴۲م) عمرؓ کے زمانے میں یونانی اور عربی زبان میں لکھا گیا تھا۔ اور حروف نقاط سے مزیّن ہیں۔

نقطوں کی ابتداء:

ہمارے سفر کی آخری منزل شروع ہو رہی ہے۔ جب تک کسی معاشرہ کا پڑھا لکھا ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ جب تک ملکی و مذہبی ضروریات کے لیے کسی تحریر اور صورت خطی کی ایجاد کو یقینی نہ بنایا جائے۔ تب تک اس کی تہذیب و شائستگی اور تحریر کے اشعام کا ازالہ۔ پسندیدہ بات نہ ہو سکتی تھی۔ حمزہ اصفہانی (۹۷۰م) کے مطابق حجاج بن یوسف نے حروف پر نقاط لگانے کا کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ سراسر مغاطہ ہے کیونکہ مندرجہ بالا چار ثبوتوں کے بعد اصفہانی کی بات ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ عرب خط کا اصل ماخذ نبطی خط ہے جس میں نقطوں کا رواج نہ ہونے کے برابر تھا۔

(اصل الخط العربی۔ خلیل یحییٰ۔ مصر) عربوں نے نبطی ماخذ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ضروریات کے مطابق اضافہ کرتے رہے۔ عربی خط کی ابتداء اسلام سے چار سو سال قبل ہو چکی تھی۔ رسم الخط میں تغیر و تبدل زبانوں کی زندگی کا موجب ہوتے ہیں۔ کوئی زبان بھی قطع و برید کے بغیر زندہ زبان نہیں کہلا سکتا۔ اس کو مرحلہ وار تبدیلیوں کی پل صراط سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسے مہذب بنانے، درجہ کمال تک پہنچانے اور لفظی تشابہ دور کرنے کے لیے بولان قبیلہ کے تین اشخاص نے جو زندہ جاوید عمل سرانجام دیا تھا۔ لسانیات میں اس کی تاریخ ملنا محال ہے۔ ان تین میں سے ''عامر بن جدرہ'' عربی خط کی ایجاد کے ساتھ ''نقطے'' ایجاد کیے تھے۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ صحابہؓ جب آنکھ کھولی تو وہ نقطوں سے آگاہ تھے۔ لہٰذا یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ نقطوں کی ایجاد بھی اتنی ہی قدیم تھی جتنا کہ عربی حروف۔ لہٰذا نقطوں کے موجد نہ حجاج (۷۱۴م) تھے اور نہ ہی ابوالاسود دولی (۶۶۱م) ۔ یہ تاریخ پر افتراء ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خطی تہذیب کے مطابق نقطوں کی ہئیت و ساخت میں تبدیلی کی ہو۔ مثلاً نکتے گول ○ چورس □ یا تکون △ ہوں تو انہوں نے کم حجم کے لیے ان میں تبدیلی کی ہو۔ حجاج نے چھوٹے سائز کے نقطے استعمال کرنے کی تجویز دی ہو۔ مشہور مورخ اور انساب لغہ کے ماہر علّامہ احمد بن علی (۱۴۱۸م) لکھتے ہیں ''سابقہ تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ جونہی عربی کے حروف وضع ہوئے۔ ساتھ ہی نقطے بھی وضع کیے گئے کیونکہ یہ عقل و دانش سے بعید ہے کہ

صوری مشابہت کے باوجود عربی حروف کو اس وقت تک نقاط سے خالی رکھا گیا جب تک کہ مصحف پر نقطے نہیں ڈالے گئے"۔

مصحف نبوی نقطوں کی آرائش میں:

صحابہ کرامؓ کا یہ عقیدہ تھا اور ہمارا بھی یہ ہونا چاہیے کہ قرآن میں زیر، زبر، پیش، جزم اور نقاط جب بنیادی کام حضورؐ سے اگر، پہلے تشنۂ تکمیل تھا تو حضورؐ خود ہی اسے تکمیل تک پہنچا گئے تھے۔ سیوطی (۱۵۰۵م) کو اعتراف ہے کہ نبیؐ کا مصحف نقاط سے مزیّن کیا گیا تھا کیونکہ حروف "آنکھیں اور نقاط ان کا "نور" تھے۔ جبکہ روشنی نور سے ہی پھیلتی ہے۔ انہی کے بارے میں ارشاد ہے: "اِعْرَبُوْا اْلقُرْاَنَ" یہاں اعراب سے مراد تحریر کے تمام قواعد وضوابط ہیں جو عہد نبوی میں رائج تھے۔ تنہا زبر، زیر اور پیش نہیں کہ ابہام نقطے ڈال دینے سے ہی دور ہو سکتے ہیں۔

”عربی ادب کی قدامت پر امام الہند کا تبصرہ“

نقطے حذف کرنے کی سازش:

اس سازش کے انکشاف امام شمس الدین محمد جزری (۱۴۲۹م) نے کیا۔ ”بعد میں صحابہ کرامؓ نے مصاحف لکھنا شروع کیا تو نقاط اور دیگر علامات کو اس بنیاد پر حذف کر دیا کہ جو الفاظ مختلف قرأتوں سے پڑھے جاتے تھے۔ ان کی بابت آپؐ کی آخری قرأت کو مد نظر رکھنا مطلوب تھا تاکہ فائنل فیصلے کے بعد میں آخری قرأت کو تحریر کیا جائے۔ لیکن نقطے پہلے سے ڈال دیئے جاتے تو ایک ہی قرأت کا تعیّن ہو جاتا اور دیگر قرأتیں ملحوظ رکھنے سے رہ جاتیں“(جو کہ قرآن ساز اداروں کو مطلوب نہیں تھا)۔

یہ امام جزری نظریہ اختلاف قرأت کے پرجوش حامی تھے۔ اور انہوں نے اپنی تصانیف میں ان کو نمایاں کیا ہے اس لیے شک و ابہام پیدا کرنا ان کی مجبوری تھی۔ مگر یہ بھی اعتراف ہے کہ نقطے حذف کرنے کا کام رسولؐ کی رحلت کے بعد شروع ہوا۔ یہ کبھی بھی ایسی جرات نہیں کر سکتے تھے (بعد والے) اس سے تو قرآن کی لاریبیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ ان تمام لوگوں یعنی جذری یا سجتانی حسین کوری (۱۹۰۲) سب نے صحابہؓ کرام کو اس سازش کا عنصر قرار دیا ہے حالانکہ اس کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ نے لیا ہے قرآن مُنَزِّل ہے اسے متواتر کہنا

بھی انسانی معیار پر لانے کی جسارت ہے۔ تنزیل کے مستحکم حصار سے تواتر کے کمزور انسانی معیار پر لانا تو اسے مشکوک بنانے کی سازش ہے۔

جب عربیت کا دوسرا اور شروع ہوا تو بولان کی تین اختراعی دماغوں نے عربی مزاج کے مطابق رسم الخط بھی ایجاد کیا اور نقطے بھی وضع کر دیئے اور جب یہ عربی ارتقاء کی منازل طے کر کے قرآنی عہد میں داخل ہوئی۔ تو اس وقت کی عربی اعلیٰ مدارج کی فصاحت و بلاغت کی بلندیوں کو مس کرتی ہوئی بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ اب قرآن کے طفیل اس میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم پیدا ہو گئی تھی کہ لغت، ادب، گرائمر اور دیگر علوم عالیہ کی ماخذ بن کر زندہ زبانوں کے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر چل سکتی تھی۔ ایسے ہی دور میں قرآن نے اسے منتخب کیا اور قرآن کے انتخاب کے بعد سارے جہاں نے دیکھ لیا کہ عربی کو وہ دوام ملا کر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا حتیٰ کہ تب کی عربی اور آج پندرہ سو سال بعد کی عربی سر مو فرق نہیں ملے گا۔ نہ ہجہ میں، نہ لہجہ اور نہ سٹائل میں۔ یعنی قرآن سے پہلے ہی تحریری اور لسانی اسقام سے پاک ہو چکی تھی۔ اور دنیا کی سب سے زیادہ بلند ترین سائنٹیفک زبان ہے۔

عربی ادب کی قدامت امام الہند:

پس یہ معلوم ہو گیا کہ عربی ادب کی تاریخ اس عہد سے بہت پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ جو عہد عام طور پر سمجھ لیا گیا تھا۔ کیونکہ موسیٰؑ سے پہلے اگر سفر ایوبؑ جیسی نظم عربی میں لکھی جا سکتی تھی۔ تو یقیناً عبرانی ادب کے نشو و نما

سے صدہا سال قبل عربی ادبی پوری طرح ترقی یافتہ ہو چکا تھا۔ بلاشبہ سفر ایوب کی عربی وہ عربی نہیں ہو گی۔ جو نزولِ قرآن کے وقت بولی جاتی تھی۔ یقیناً عرب کی کوئی ابتدائی شکل ہو گی۔ جس کی اخوات ہمیں آرامی، کلدانی اور آشوری کتبات کے الفاظ و اسماء میں نظر آرہی ہیں قدیم مصری بھی اس کی جھلک سے خالی نہیں۔ تاہم وہ عربی زبان ہو گی اور اس عربی نے موجودہ عربی کے تمام عناصر اور مواد بہم پہنچائے ہوں گے۔ اصل یہ ہے کہ عہد جاہلیت کی عربی اگرچہ صحراؤں کی عربی تھی لیکن زبان کی نوعیت بول ہی ہے کہ یہ صحرائی قبائل کی پروردہ نہیں ہو سکتی۔ اتنی وسیع، اس قدر ہمہ گیر اتنی دقیقہ سنج اور اس قدر متمول زبان۔ ضروری ہے کہ صدیوں متوارث اور مسلسل ادبی زندگی سے ظہور پذیر ہوئی ہو۔ جو زبان قرآن کے معانی و دقائق کی متحمل ہو گئی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اسے غیر متمدن قبائل کی ایک بدوی زبان تسلیم کیا جائے۔ جس زبان میں امراء القیس نے اشعار کہے ہیں اس عربی کی لغوی تاریخ اس سے بھی بہت زیادہ قدیم اور بہت زیادہ متمدن ہونی چاہیے۔ جتنی اس وقت سمجھی گئی ہے گذشتہ صدی تک عربی کی لغوی تاریخ کا یہ مسئلہ ایک لاینحل مسئلہ سمجھا جاتا تھا اب اثری تحقیقات نے بحث و تعلیل کا نیا میدان پیدا کر دیا ہے اور عربی نسل اور زبان کی تاریخ بالکل ایک نئی شکل میں نمودار ہو رہی ہے یہ زبان جس پر زندگی و خلود کی آخری مہر قرآن نے لگائی دراصل مدنی نشو و نما کے اتنے مراحل سے گزر چکی ہے کہ دنیا کی کوئی بھی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سمیری اور اکادی اقوام کا تمدن، نینوا اور بابل کی

علمی کامرانیاں، قدیم مصری لغات کا عمرانی سرمایہ، آرامی زبان کا عروج و احاطہ، کلدانی اور سریانی کا ادبی تمول، دراصل ایک ہی زبان کی لغوی تشکیل و تعمیل کے مختلف مراحل تھے۔ اور اس نے آگے چل کر چوتھی صدی قبل مسیح کی عربی کا بھیس اختیار کیا۔ جو زبان حضارہ و تمدن کی اتنی بھٹیوں سے پک کر نکلی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کے اسماء و مصادر کسی مفلس اور خام زبان کے اسماء و مصادر نہیں ہو سکتے۔ آج تعجب ہو رہا ہے کہ ظہور مسیح سے آٹھ نو سو برس پہلے آستوری اور بابلی زبان میں طبق۔ ملک۔ شمس، سما فلک نجم ارض وغیرہ الفاظ ٹھیک انہی معانی میں مستعمل ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ جدید انکشاف ۱۹۲۳ء نے تو ہمیں قبل مسیح تیرہ صدیاں تک پیچھے ہٹا دیا ہے۔ عربی زبان کے ابتدائی مواد نے ایک ادبی زبان کی حیثیت لے لی ہے۔ اور اس میں نہ جو موجودہ اسماء و مصادر پائے جاتے ہیں بلکہ بعض حروف نحویہ تک موجود ہیں۔ مثلاً حرف عطف وہی ''و'' ہے اور ابتدائی شکل میں ـــــــ لکھا جارہا ہے۔ الف لام بدستور حرف تعریف ہے اور ہر اسم کے پہلے اپنی نمود رکھتا ہے مثلاً الملک، ابجبل، ذی (بمعنی ذو۔ ذو الجلال و ذوالقرنین) ہر جگہ نمودار ہے اسم اشارہ وہی ھُوَ ہے۔ عَلیٰ اس معنی میں ہے۔ نیز ملک، فعل، طمع، نحن، فتح، محو، انہی معانی میں بولے گئے ہیں۔ جو لغت قریش کا حصّہ ہیں۔

عربی کا یہ کتبہ ایک تابوت پر منقش ہے۔ اس میں احیرام ملک بیبلس کی لاش رکھی گئی تھی جو اس کے بیٹے ''ثوبعل'' کے حکم سے تیار ہوا تھا۔ احیرام کا

نام تورات میں بھی ہے اور زمانہ ۵۰ ق م ہے۔ کتبہ وہی ابتدائی عربی خط ہے جس کو عام طور پر فنیقی خط کے نام سے پکارا جاتا ہے جس نے آگے جا کر آرامی، سریانی اور نبطی خطوط کی شکلیں اختیار کیں۔



قرآن میں اصناف سخن

مبالغہ، استعارہ، کنایہ، فحوائے کلام، لحن الخطاب، تاویل
صنعتِ مشاکلات، تشبیہات

اس سے ثابت ہو گیا کہ تورات کے نزول اور کتب خانہ بابل کی الواح سے بھی پہلے عربی زبان کے مواد و مصادر نے ایک مکتوب و مرسوم زبان کی نوعیت اختیار کی تھی۔ یعنی اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ اس میں فرامین واعلانات لکھے جاتے تھے۔ محض بول چال ہی کی زبان نہ تھا لہٰذا اگر ۱۲۵۰ قبل مسیح عربی زبان کا یہ حال تھا تو یہ بات کیوں عجیب سمجھی جائے کہ حضرت موسیٰ سے پہلے ایوبؑ نے عربی میں کوئی منظوم صحیفہ لکھا تھا۔ اور شریعت حمورابی بھی اصلاً عربی کی کتابت ہے۔

"قرآن میں اصنافِ سخن" فکرِ صحیح لفظِ صحیح کا متقاضی ہے۔ الفاظ نے فکرِ انسانی کی تاریخ پر جو اثر ڈالا ہے۔ مستقبل میں اس کا مکمل تجزیہ یقیناً چونکا دینے والا ہو گا۔ الفاظ ہمارے فکر کے تقدیری پیمانے اور فکر ہمارے عمل کا سرچشمہ، زبان بھی تاریخی عمل کی پیداوار ہے۔ اور لسانی تبدیلیاں اس کے "تغیر پذیری" کے رجحان کی غماز لیکن معانی کا مسئلہ اس سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ لفظ کے اظہاری امکانات اسے لغوی معانی کی حدود سے نکال کر اعتباری اور مجازی معنی کی سطح پر

لے آتے ہیں۔ اعتبار (یقین) اور مجاز دراصل استعارے کا سفر ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ ذہن انسانی الفاظ کو منطقی اور لغوی لزوم سے نجات دلا کر انہیں برتر حقائق کے انکشاف کا ذریعہ اور ترجمان بنانا چاہتا ہے۔ اعتبار و مجاز کا یہ عمل عہد بہ عہد تبدیلیوں سے روشناس ہوتا رہتا ہے لیکن تمام اعتباری و مجازی معانی کے دائروں کو وسیع یا محدود کرتے رہتے ہیں۔ ذہنِ انسانی اعتبار و مجاز کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ معنی یابی اور ادراک حقائق کا یہی ایک وسیلہ ہے جو نفسِ انسانی کے تشکیلی عناصر میں موروثی طور پر موجود ہے۔ قرآن پاک میں تبیین مقاصد کے لیے ان تمام اصنافِ سخن کا استعمال کیا گیا ہے جو قوم کی ادبیات کو زندہ جاوید کی حیثیت سے برقرار رکھ سکتی ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کرنا ایک زندہ زبان کی خصوصیات لطافتوں اور خوبیوں سے انکار کے مترادف ہے۔

ادبیات کے اس معیار کو ملحوظ رکھیے تو یہ حقیقت مسلّمہ نظر آئے گی کہ قرآن پاک کہ اس کی زبان میں نازل ہوا ہے جو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی طرح تمام اصنافِ سخن سے مالا مال ہے۔ اس میں ایجاز (اختصار) ہے۔ اختصار ہے۔ حزف ہے۔ تقدیر ہے ضرب الامثال ہیں۔ محاورے مکررات ہیں تصریف آیات۔ فنونِ کلام۔

وسیع تر استعمالات ہیں (کام میں لانا) حقیقت ہے۔ مجاز ہے۔ تشبیہات ہیں استعارے ہیں۔ فحوائے کلام ہے۔ (اندازِ گفتگو) کِنائے۔ مطلق الفاظ۔ مقید

مفاہیم ہیں غرضیکہ وہ سارا کچھ ہے جو اصنافِ سخن یا ادبیات عالیہ میں شامل ہے اور ان سب پر فصاحت و بلاغت۔ اگر ایسے میں کوئی صاحب کہدے کہ قرآن پاک تو صرف ایک ہی صنفِ سخن پر نازل ہوا ہے تو اس سے بڑھ کر ستم ظریفی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہیں ہو سکتا۔ اصنافِ سخن کی چند تفاصیل ملاحظہ فرمایئے۔

مبالغہ کی تعریف:

علّامہ بدرالدین زرکشی (۱۳۹۱م) لکھتے ہیں۔ (البرہان فی علوم القرآن)
مبالغہ یہ ہے کہ کسی شے کی ثابت شدہ اور ذاتی صفت میں زور یا کمی پیدا کرنے کے لیے "تعریف" کے ایسے الفاظ لائے جائیں جو اس صفت میں مزید زور پیدا کر دیں۔ یعنی مبالغہ میں ایسی زور دار صفت کا اضافہ کیا جائے جسے سماع بھی مشکل سے قبول کرے اور عقل بھی طالب ثبوت ہو۔ مثال۔ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ اور دل (کلیجہ) منہ کو آگیا (احزاب۔ ۱۰) دل کا مقام سے ہٹ جانا تو ایسا شخص فی الفور مر جائے گا دراصل خوف و حزن کی حالت مبالغہ سے تعبیر ہے کہ اس سے کلیجہ منہ کو آگیا"۔

یہ تھی صفت میں شدت اور زور پیدا کرنے کی مبالغہ کی مثال۔

وصف میں مبالغہ:

جب یہ مبالغہ وصف میں مطلوب ہو تو حرفِ تشبیہ سے بھی ظاہر کیا جائے گا۔ زرکشی لکھتے ہیں "(مرسلات: ۳۲۔۳۳) اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ آگ کا وصف شعلے اگلنا ہے، انگارے برسا رہی ہے جیسے بڑے بڑے

محل گویا پیلے پیلے اونٹ یہاں اس وصف کو حرفِ تشبیہہ کاف سے ظاہر کیا گیا ہے جسے کَالْقَصْرِ۔ کَاَنَّہٗ اس طرح شعلہ کی زیادہ اونچائی کو بلند و بالا عمارت کَالْقَصْرِ اور کم اونچائی کو کَاَنَّہ جِمٰلَتٌ اونٹ کی اونچائی کے وصف سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی گویا کہ۔ جیسے کہ:

مبالغہ شخصیت کی مناسبت سے:

زرکشی کہتے ہیں: وَ جاءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (فجر) جب کسی عظیم تر ہستی کی مناسبت سے اپنے دائرۂ مفہوم سے نکل کر بھی آتا ہے اور ڈانڈے اس وقت حجاز سے جا ملتے ہیں۔ اللہ نہیں آئیں گے صرف مبالغہ کے لیے ہے کہ آنے کے آثار و علامات نمودار ہوئے کہ مبالغہ کا ایک مجازیہ بھی ہے۔ یہاں علامات و اوصاف کو ذات ہی سے شمار کیا جاتا ہے۔

مبالغہ کلام میں معنی پیدا کرتا ہے:

مبالغہ کی اس نوع کے مطابق قرآن میں بکثرت ایسے مقام ہیں جہاں اللہ سے مراد اس کے قانون کے ہیں۔ زرکشی ہی لکھتے ہیں، مبالغہ کلام میں انتہائی حسن و شیرینی پیدا کرتا ہے۔ نابغہ زبیانی (۶۰۴م) کہتا ہے کہ "ہماری سفید و روشن میانیں دوپہر کو چمکیں۔ میانیں چمکیں۔ کیا خوب مبالغہ ہے تلوار تو چمکتی ہے۔ یہاں میانیں چمکیں۔!

مبالغہ دراصل کلام میں حسن پیدا کرتا ہے گویا یہ حسن صرف مبالغہ ہی میں منحصر نہیں ہے اور نہ ہی اس سے سچائی پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے لیکن اگر یہ

صنفِ سخن واقعی معیوب ہوتی تو قرآن میں اس کا ذکر ہی نہ آتا مبالغہ کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ لفظ کو ایسے مفہوم میں استعمال کیا جائے کہ اس کے لغوی مفہوم سے میل نہ کھائے۔ جیسے کنایہ، تشبیہ، استعارہ و مجاز (۳/ ۵۵)۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک مفہوم کو دوسرے مفہوم میں اس طرح پیوست کر دیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ دہشت ناک اور ہولناک صفات نمایاں ہوں۔ جیسے ''ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جس کو لہروں پر لہروں نے چھپا لیا ہو۔ اوپر کالے گہرے بادل۔ گھٹاٹوپ بادلوں کے اندھیروں پر اندھیرے۔

استعارہ اور اس کی تعریف:

علّامہ زرکشی لکھتے ہیں کہ یہ بلاغت کی انواع میں سے ہے اور قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے'' ابہام کا سدباب کرنے کے لیے استعارے ہی کو کام میں لایا جاتا ہے کہ یہ اصطلاح میں فصاحت کے اعلیٰ درجہ کا نام ہے۔ (البرھان)

(بقرہ۔۳۵) وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور دوسری جگہ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ تحت کے معنی نہریں درختوں کے بیچ و بیچ گزرتی ہیں۔ زمین دوز ہوں تو بہنا کیسے معلوم ہو؟ لا تقربا۔ نہی کا صیغہ برائے حرمت ہے نہ کہ برائے دوام۔ یہ نہیں عارضی اور مختصر وقفہ کے لیے اس وقت عائد ہوتی ہے جب کسی کی بہتری کے نمودار ہونے کا یقین ہو تو ڈاکٹر اس سے پرہیز کا حکم اس وقت دیتے ہیں جب تک کہ یہ ضرر رساں ہو۔ ایسی نہی کو نہی برائے الوقایہ و پرہیز کہتے ہیں۔ یہ پرہیزی نہی نہ تو کسی چیز کو حرام کر سکتی ہے اور نہ دائمی طور پر

ممنوع۔ ذیل میں اس کی مثالیں ملاحظہ کریں۔

وَلَا تَعۡزِمُوۡا عُقۡدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡكِتٰبُ اَجَلَهٗ (۲:۲۳۵) ایک حلال کام ہے چار ماہ دس دن تک روکا گیا ہے زیادہ مدت کے لیے نہیں)

وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ‌ۚ (۲/۲۲۲) لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُكٰرٰى(۴:۴۲)اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا‌ؕ (عمران۔۴۱) لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ (مدثر:۶) فَلَا كَيۡلَ لَكُمۡ عِنۡدِىۡ وَلَا تَقۡرَبُوۡنِ (یوسف۔۶۰) مِنۡهُ ذِكۡرًا(کہف۔۷۰) ان سے ثابت ہوا کہ آدم کو جس شجر کی قربت سے روکا گیا تھا وہ پرہیزی روک تھی۔ حرمت والی نہیں تھی۔ هٰذِهِ۔ قریب کا اشارہ یعنی معلوم اور پاس تھا۔ الف لام شجرہ کا لام عہد گواہی دے رہا ہے کہ وہ شے ان کو معلوم تھی۔ (الجرجانی (۱۰۸۹م) کہتے ہیں کہ عرب فحش بات کا لفظوں کے بجائے کنایہ میں ذکر کرتے ہیں۔ الشجرۃ کنایہ ہے اندامِ نہانی سے، یہی وہ پھل ہے جس کو کپڑے اتار کر کھایا جاتا ہے یہ لکڑی کے درمیان سوراخ (Wedge) کو بھی کہتے ہیں۔ جو چیز بیچ میں داخل کر دی جائے اور وہ کھل جائے تو اس کھلے مقام کا نام ''شجرہ'' ہے۔ کوئی شے داخل کرو یا باہر کھینچ لو۔ مقام دخول و خروج کا استعارہ الشجرۃ ہو گا۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی مبالغہ کنایہ ہو سکتا ہے۔ عورت کی اندام نہانی کا(ابن منظور) درخت کو شجرہ اس لیے کہتے ہیں جیسے دو وجود مل کر ایک ہو گئے ہوں۔ اصل میں وجودِ زن سے ہی تو نمود کائنات ہے۔ عالم بشریت اس کے دم سے لاکھوں شاخوں میں لپٹا ہوا بھی ہے اور باہم گر پیوستہ بھی۔ شجرہ نسب اس

سے جو درخت کی طرح نسلوں اور برادریوں میں شاخ در شاخ منقسم ہے۔

زرکشی لکھتے ہیں: ”کنایہ یہ ہے کہ جب متکلم کسی مفہوم کو ادا کرنا چاہے تو اس کے لیے اس کا وضع شدہ لغت والا لفظ استعمال نہ کرے بلکہ ایسے مفہوم کا اظہار کرے جو اس کے قریب ہو۔ اس طریقہ سے اپنے مفہوم کو بہتر انداز سے واضح کر دے کہ بول پڑے کہ ہاں یہ مراد مفہوم“۔ مزید لکھا ہے کہ قرآن جماع کو ہر مقام پر کنایہ میں ذکر کرتا ہے۔ مثلاً لمس، رفث، دخول، نکاح، باشر و ھُنّ، لباس۔

لواطت کا کنایہ۔ مامون الرشید کے چیف جسٹس یحی بن اکتم الاسدی (۸۵۷م) بڑے فقیہہ اور لواطت کے شدید رسیا اور یہ ان کا طرۂ امتیاز بن گئی تھی۔ اس کو ’علہ المشائخ‘ یعنی خانقاہی آرٹ بھی کہتے ہیں۔ امام جرجانی کہتے ہیں کہ لواطت صوفیا کا محبوب مشغلہ ہے اور اسے جائز گردانتے تھے۔ اس طرح کئی محدثین بھی اس کا شکار تھے۔ قرآن نے کنایہ کے طور پر وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ ایتان کو لواطت کے صیغہ میں استعمال کیا ہے وَالَّذٰنِ اور مِنْكُمْ کے مردانہ صیغے ہیں۔ کافی مفسرین مسلم، اصفہانی (۹۲۴م) عبدہ اور دیگر نے بھی اتیان سے لواطت کا عمل ہی لیا ہے دوسری کئی جگہ پر أَإِنكم لتالون الرجال شهوه من دوالنسا اعراف۔ نمل۔ عنکبوت اتیان کو لواطت کا کنایہ قرار دیا ہے۔

چپٹی بازی کا طریقہ:

انسان نے شہوت رانی کے جتنے طریقے بھی ایجاد کیے ان میں چپٹی

بازی، یعنی ایک اپنی کمر میں مردانہ آلہ جیسی کوئی چیز باندھ کر "ملائم اور ٹھوس" دوسری سے فعل کرے یا وہ اس سے اس چیز کا تبادلہ کرے اسے "سُحق" کہا جاتا ہے۔ قرآن عورتوں نے اس فعل کو بھی اتیان کہا ہے۔ یہاں بھی کنایہ کے ساتھ قرینہ لگا دیا وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَةَ (۱۴:۴) اللّٰاتی کے قرینہ سے اتیان کو فاعلہ و مفعولہ کے عمل کا کنایا بنایا گیا ہے۔

ملاحظہ کیا کہ وحی الٰہی نے کنایوں اور استعاروں سے جنسی مسئلہ کو شرم و حیا و شرافت کے بلند معیار اور تقاضوں کے مطابق بیان فرما دیا۔ یہ ہے بلاغت۔ اندام نہانی کے کنایہ ملاحظہ کریں۔

صنفِ نازک کے مطابق خاص کے کنایے۔ (فصلت ۲۲) اپنی جلو د یعنی فرج کے لیے جلد کا کنایہ آیا ہے فرج سے پہلے کھال ہی تحریک جنسی کا باعث ہوتی ہے۔ حرث اور فرج عورتوں کا کنایا ہے ("اتوا" کا صیغہ جماع کا کنایا ہے)۔

اب آیئے الشجرۃ

قرآن کی بہترین تفسیر صرف قرآن سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اب اس کنایہ کو سورہ بقرہ کے سورۂ اعراف میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ یعنی یہاں کپڑے اتارنے سے الشجرۃ کا کنایاتی مفہوم اپنے فطری رنگ و رُوپ میں نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ فَوَسۡوَسَ لَهُمَا الشَّيۡطٰنُ لِيُبۡدِىَ لَهُمَا مَا وٗرِىَ عَنۡهُمَا مِنۡ سَوۡاٰتِهِمَا (اعراف:۲۰) اس طرح شیطان نے قربت کا خیال ڈال کر تا کہ ان کو لِيُبۡدِىَ عریاں کر کے ایک دوسرے کی پردے والی جگہیں دکھا دے۔ حَرۡثٌ،

شَجْرَۃٌ۔ فرج کے فطری کنایے ہیں۔

استعارے کی خاصیت:

زرکشی لکھتے ہیں کہ اِستِعارہ کلام کے ابہام کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے یہ باب اِستِفعَال سے ہے۔ مفہوم کی وضاحت کے لیے کوئی لفظ مستعار لینا۔ پھر اسے مبالغہ کی غرض سے تخیل اور تشبیہ کی کسی نوع میں ہوں استعمال کریں کہ ایجاز (امی جاز) کے مطابق بھی ہو یعنی اِستِعارہ بھی اور موجز بھی (مختصر مگر جامع) جیسے میں شیر سے ملا۔ یعنی ایک بہادر (انسان۔ کسی مشہور چیز کے لیے ایسا کلمہ مستعار لیا جائے جو مشہور نہ ہو۔ اس کی فلاسفی یہ ہے اس طرح ایک ان دیکھی حقیقت کو رُوپ دے کر دیکھی حقیقت بنا دیا جاتا ہے تاکہ سننے والے کی سماعت سے گزر کر نظر کے سامنے نمودار ہو۔ مجاز کی یہ حقیقت وضاحتِ بیان کے لیے بلیغ ترین صنف ہے۔ اس میں تین باتیں ضروری ہیں ۱: مستعار ۲: مستعار منہ ۳: مستعار لَہٗ ہے۔

ان، مستعار مِنہُ (لفظ)، شیباً، مستعار لہ (معنی)، وہ مشابہت جو دن کی روشنی اور بڑھاپے کی سفیدی میں پائی جاتی ہے۔

کنایہ سے استعارہ:

کنایہ کے راستہ استعارہ یہ ہے کہ اس میں مستعار کا ذکر ہی نہ ہو اس کے لوازم اور خواص کا اس طرح بیان ہو۔ جس سے استعارے کا اندازہ ہو سکے۔ جیسے شجاع جو پھاڑتا ہے۔ عالم جس سے لوگ چلو بھرتے ہیں۔ تو شجاع سے شیر۔ عالم

سے دریا مراد ہے۔

اَلْکِنَایَۃُ: کسی چیز کا نام لیے بغیر ایسے طریقہ سے واضح کرنا کہ وہ اس چیز پر پوری طرح منطبق ہو۔ جیسے حَرْثٌ جو نسوانی عضوِ مخصوص کا کنایہ ہے۔ نام نہیں۔

"اہلِ بیان کنایہ کی تعریف یُوں کرتے ہیں کہ متکلم جب بھی کسی معنی کے اثبات کا ارادہ کرے اس کے لیے لغت میں وضع کردہ لفظ (مثلاً فرج) کو درمیان میں نہ لائے۔ بلکہ اس مفہوم کا سہارا لے جو وجود میں لغوی مفہوم (فرج) سے قریب یا مترادف ہو۔ کیونکہ کنایہ اس وقت صحیح ہو گا جب چیز کا وجود ہو مگر ذکر نہ ہو اور یہ دلیل بن کر اس کی گواہی دے۔ جس طرح فرج نسوانی عضو خاص کا نام ہے اور الشجرۃ کا کنایہ اس کو صحیح بیان کر سکتا ہے۔

کنایہ اعلیٰ ذہانت کا غماز اور عربی ادب میں اعلیٰ بلاغت کا مقام رکھتا ہے۔ عربوں کی ضرب الامثال فصاحت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ زیادہ تر "کنایہ" ہی کی مرہونِ منت ہیں۔

فحوائے کلام اور لحن الخطاب۔ ادبیات عربی کی مشہور اصناف ہیں۔ فحوائے کلام (اندازِ گفتگو) یہ ہے کہ متعلقہ بات کا لفظ ہی سے پتہ چلے اور لحن الخطاب یہ ہے کہ اس بات کا سراغ اس لفظ کے تیور سے لگایا جائے۔ حُرِّمت علیکمُ الْمیتۃ مردار کا کھانا حرام ہے۔ جو فحوائے کلام سے ماخوذ ہے۔ مگر یہ حرمت صرف کھانے تک محدود نہیں ہے ۔ مردار سے استفادے کی تمام

صورتوں پر مبنی ہے۔ مثلاً کھانا فروخت کرنا۔ ہاتھ لگانا۔ نفع اٹھانے کے تمام انواع۔ حرمت کے لفظ کے تیور ہی یہ بتاتے ہیں یاوَلَا تقربوا الزِنّا۔ یہاں فحوائے کلام (اندازِ گفتگو) سے صرف زنا سے پرہیز کرے کا حکم ہے۔ لیکن لحن الخطاب کی رو سے اس کے لوازم، بوس و کنار، کپڑے اتارنا، سینہ مس کرنا، آغوش میں لینا بھی ممنوع ہے۔ لفظ زنا کے تیور سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

تاویل: (What they actually are)

ذہانت کے اعلیٰ معیار پر فائز نابغہ ٔ روزگار ہستیاں جس طرح عقلِ فراواں سے سرفراز ہوتی ہیں۔ اس طرح علمِ تاویل بھی ارزاں کیا جاتا ہے۔ قرآن میں پندرہ دفعہ اس کا استعمال حسن و خوبی کا مفہوم لیے ہوئے ہے جن لوگوں نے اس کو گالی کا مفہوم پہنایا ہے تو ان کا علم ”سطحی“ اور ذوق انتہائی پست تھا۔ وہ اپنے تئیں اہلِ حدیث یا سلفی کہلانے کے باوجود تاویل الاحادیث کے ذوق سے محروم تھے۔ اور ستم ظریفی یہ کہ یہ لوگ تاویل سے الرجک ہونے کے باوجود تاویل بھی کر جاتے ہیں۔ اور ان کی تاویلات بھی عقل سے عاری اور بگاڑ کا موجب ہوتی ہیں۔ خرقِ عادت چلنا یعنی الٹا چلنا ان کا شیوہ ہے۔

علّامہ شوکانی (۱۸۳۴م) رقمطراز ہیں کہ تاویل اوّل سے ہے:

آ لَ اِلَیه۔ اَوْلاً اس کی طرف رجوع کیا۔ لوٹا آلَ عَنْهُ اس کی طرف سے پھر گیا۔ بنیادی معنی ”لوٹنا۔ رجوع کرنا“ اَوَّلَ اللهُ عَلَیْكَ ضَالَّتَكَ خدا تیری کوئی چیز کو تیری طرف لوٹا دے۔

مآل۔ وہ نقطہ یا مقام جس کی طرف کوئی بات آخر لامر لوٹ کر آئے۔ کسی بات کا آخری نتیجہ تَاوِیْلٌ کسی بات کو اس کے صحیح رخ کی طرف پھیرنا۔ اَوَّلُ الْکَلَامُ تَاوِیْلاً اس نے بات کا نتیجہ اور اندازہ واضح کیا۔ اَلَ الْقَومِ۔ وہ قوم کا والی بن گیا۔

اَلَ المال۔ ائتَاله، اس نے مال کی نگرانی کی۔ اَلْاَیَالَۃُ۔ سیاست، حدود مملکت اَلَ کے معنی کم ہو جا۔ نجات پانا۔ اَوَّلُ الاخِرُ کی ضد ہے سب سے پہلا۔

اَوِلَ الرَّجُلُ۔ یَاوَلُ، اَوْلًا۔ وہ سابق ہو گیا۔ پہلے نمبر پر ہو گیا۔ بنیادی معنی ابتدائے امر اور انتہائے امر۔ اولیٰ اس کی تانیث ہے۔ الٌ اہل و عیال۔ آلَ فِرْعَوْنَ اَلْاَلَۃُ۔ حالت اوزار جمع اَلَاتٌ، تَاوِیْلٌ، آخری نتیجہ۔

جو روشن فکر مؤول ہے وہ گویا اقلیم سخن کا بادشاہ ہے اور کلام پر حکمرانی کرتا ہے دلیل ایسی دلیل جس میں ترجیح کی پوری صلاحیت ہو۔ کلام کو ظاہر سے موڑ کر ان معنوں میں بتایا جس کا احتمال یقین ہو۔ اس طرح تاویل فاسد اس سے خارج ہو جائے گی۔ کیونکہ فاسد معنی متحمل نہیں ہو سکتے۔ اصول کی کتابوں کا سب سے زیادہ سود مند اور اہم باب ”تاویل“ کا ہے اس سے وہی بھٹک جاتا ہے جو تاویل فاسد کو امام بنائے۔ تاویل ادبیاتِ عرب کے مطابق ہونی چاہیے۔

تاویل کی پہلی شرط یہ ہے کہ یہ اسالیب لغتِ استعمالاتِ عرب اور صاحبِ شرح کی افتاد کے مطابق ہو۔

دوسری شرط یہ ہے تاویل کے ذریعہ جو معانی تجویز کیے گئے ہیں اس کی

پشت پر ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے جو اس بات کی ضمانت فراہم کرے کہ مجوزہ معنی کے لیے جو لفظ لایا گیا ہے۔ وہ اس کا متحمل ہے وہ لفظ مجوزہ معنی میں کم استعمال ہوا ہو۔

تیسری شرط یہ ہے اگر تاویل کا معیار قیاس پر ہے تو ضروری ہے کہ قیاس نمایاں ہو پوشیدہ نہ ہو۔

چوتھی شرط میں صاحب شرح کے معمول اور فطری افتاد کی وضاحت نہیں کی گئی اس کا پتہ کیسے چلایا جاسکے گا۔ کیونکہ اس کے لیے جو الفاظ ہونگے۔ وہ روایت بالمعنی کی صف کے ہوں گے جن پر کسی بھی استدلال۔ خاص طور پر لسانی استدلال کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ یہ امتیاز بھی قرآن کو حاصل ہے جو تنزیل ''مِنْ رب العلمین'' ہے۔ اور ادبیات عرب کی اساس وبنیاد اس کا ہر حرف اور ہر لفظ روایت بالمعنی کے عیب سے پاک ومنزہ ہے وہ ہر استدلال کی بنیاد اور ہر ماخذ کی جان ہے لہٰذا پہلی شرط کا آخری فقرہ نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔

تاویل کی قسمیں:

تین اقسام ہیں اس میں جو اصول عربیت کے قریب ہے وہ ترجیح کے ادنیٰ سہارے پر بھی ترجیح کی توانائی رکھے گی۔ اور جو اصولِ عربیت سے دور کی مناسبت رکھے اس کے لیے ضروری ہے کہ ''دلیلِ ترجیع'' توانار کھتی ہو اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تاویل مشکل اور پیچیدہ ہے۔ متعلقہ لفظ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تو ایسی تاویل مسترد ہو گی۔

صوفیاء کی تاویلات کی طرح نہ ہوں۔ جہاں نہ مرجع (دلیل ترجیع) کی ضرورت سمجھی جاتی ہے نہ طاقتور وتوانا دلیل کی۔

اِستِثناء:

گروہِ معلوم سے استثناء کرنا اس بات کا متقاضی ہو جاتا ہے کہ اگر مستثنیٰ کیے جانے والا مستثنیٰ نہ کیا جاتا تو وہ الفاظ ہی میں موجود ہوتا۔ مثلاً **جَاءَ فِیْ الْفُقَھَاءَ اِلَّا زَیْدًا**۔ سوائے زید مگر زید۔ زید کو فقہا کے گروہ سے اس لیے خارج کر دیا گیا کہ اگر یہ اس قابل ہوتا تو لفظ **اَلْفُقَھَاءُ** کی ذیل ہی میں رہ جاتا۔

اِستِثْناء یہ ہم جنس سے بھی ہوتی ہے جیسے قوم اٹھ کھری ہوئی سوائے زید کے یہ استثنائے متصل کہلاتا ہے۔ اور غیر جنس سے بھی کی جاتی ہے جیسے ''میرے پاس قوم آئی سوائے گدھے کے'' یہ استثنائے منقطع کہلاتی ہے۔ یعنی متصل وہ ہے جس کا پہلا لفظ دوسرے لفظ کو شامل ہو مثلاً قوم کا لفظ جس طرح قوم کو شامل ہے اس طرح زید کو بھی۔ اور منقطع وہ ہے جس کا دوسرا لفظ پہلے لفظ کا جز یا فرد نہ ہو۔ مثلاً گدھے کا لفظ قوم کا جز نہیں ہے وہ جنسِ بشر سے منقطع ہے۔

صنعتِ مُشَاکِلَت۔ (Synonyms)

مشاکلت بدیع کی ایک صنعت ہے۔ علم بدیع وہ علم ہے جس میں کلام کو ظاہری حسن وخوبی سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے طریقے سکھلائے جاتے ہیں۔ اس بدیع کے مختلف اسلوبوں میں سے ایک اسلوب مشاکلت بھی ہے۔ صنعتِ مشاکلت سے مراد ''ایک ہی شکل و صورت'' ایک ہی مصدر و مادہ کے دو لفظ

ساتھ ساتھ بولے جائیں اور دونوں لفظوں سے الگ الگ معنی و مفہوم مراد ہوں۔

عرب میں گفتگو و کلام کو ظاہری اور خارجی حسن سے مزین کرنے کے لیے صنعتِ مشاکلت کا استعمال عام ہوتا تھا۔ قرآن بھی انہی عربوں کی عام بول چال کے مطابق اترا ہے۔ عربوں ہی کے محاورات اور ان کے مقبول عام اسلوب قرآن میں موجود ہے۔ ان سے عربی جاننے والا ہی لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک کی جن آیات میں مشاکلت کا اسلوب ہے انہیں محض عربی لغت کی رو سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ عربی زبان کے محاورات کی روشنی ہی میں ان کا مفہوم ذہن میں بیٹھ سکتا ہے آیت ملاحظہ کریں۔ بیہودہ مذاق و شان خداوندی کے بارے میں (۲:۱۵) اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ

ان آیات میں دو باتیں شان خداوندی کے خلاف محسوس ہوتی ہیں بظاہر۔ ایک تو بے ہودہ مذاق کا جواب بے ہودہ مذاق سے دوسرا خود ہی ان کو گمراہی میں لے جانا اور اس حال میں باقی رکھنا حالانکہ یہ استھزاء کے ایک معنی دوسرے کو تحقیر کرنا بھی ہیں جو ہنسی اور ٹھٹھا کو مستلزم، جسے کوئی شریف آدمی گوارہ نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ ایسی ناشائستہ حرکت کا صدور ذات خداوندی سے ہو۔ جو آداب زندگی سکھلاتا ہے۔

اگر استھزاء کے معنی پر غور کر لیا جاتا تو یہ ترجمہ کرنے والے رسوائی کا باعث نہ بنتے۔

عرب کے وسیع تر استعمالات میں اتنے محاورات موجود تھے۔ جن کو قرآن پاک نظر انداز نہ کر سکتا تھا کیونکہ اس کو علم تھا کہ بعض الفاظ قابل اعتراض ہو کر بھی اہل زبان کے لیے قابل اعتراض نہ ہونگے۔ سر سید فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ جو قرآن مجید کے ہر لفظ کے (قطع نظر انسانی محاورے سے) لغوی معنی لیے جاتے ہیں۔ خدا کا کلام انسان کی زبان میں اترا ہے اور ان محاوروں میں بات کی گئی ہے۔ قرآن بعض دفعہ عام بات کو بطور استدلال لاتا ہے۔ اور کبھی مخاطب کی وسعت علم و عقل و فہم کے مطابق بات کرتا ہے۔ لسانیات کے اصولوں پر اس کے معنی لیے جائیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ ہم کو چڑاتا ہے تو ہم بھی اس کو چڑاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس کے چڑانے کو اپنا چڑانا کہتے ہیں مقصود صرف اس شخص کی بے وقوفی کا جتلانا ہے۔ اس طرح کافروں کی بے وقوفی جتلائی گئی ہے کہ یہ مسلمانوں سے کیا مذاق کریں گے خدا ان کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کو اس حال میں چھوڑ دیتا ہے۔

دراصل عربی کا یہ مشہور قاعدہ ہے کہ کسی ایک فعل پر جو سزا دی جائے اس کو اس فعل کے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ فخر الدین رازی (۱۲۱۰م) کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے ان کے استہزاء کی سزا کو استہزاء سے ہی موسوم کیا ہے کیونکہ عرب میں یہ رواج تھا کہ جرم کی سزا کو۔ سزا ہی کا نام دیتے تھے۔ رازی سے بھی چار سو سال قبل امام محمد بن مسلم قتیبہ فرما گئے (۸۸۹م)

لسانیات اور جزاء کے قانون کی رو سے کسی ایک فعل کی سزا کو اس فعل

کے الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ اب سزا اور فعل کا لفظ اگرچہ ایک ہی کیوں نہ ہوں۔ معانی مختلف ہوں گے۔ جسے **مستھزؤن** میں منافقین کے **فعل استھزاء** کو نقل کر کے **یستھزئ بِھِم** اس کی سزا اس لفظ میں بیان کر دی۔ پہلے **استھزاء** سے مراد فعل ہے۔ اور دوسرا اس فعل کی سزا ادبیات کی رو سے لفظ تو ایک رہا مگر دو مختلف معنی ہو گئیں۔ جس طرح اس نے مکر کیا تو اللّٰہ نے بھی مکر کیا۔ برائی کی سزا اس کی طرح بری ہے۔ ابتدا کرنے والا بدی کرے گا تو خدا کی جانب سے بھی بری سزا۔ پہلی زیادتی ظلم اور دوسری اس کی سزا ہے۔

امام رضی (۱۰۱۲ام) نے **یستزؤن** اور **یستھزی بھم** کو استعارہ کہا ہے۔ حقیقت میں نہ منافقین نے قہقہہ بلند کر کے مذاق کیا تھا اور نہ خدا نے انسانوں جیسے قہقہے بلند کیے تھے۔ **استھزاء** کو اللّٰہ کی صفت بنانے سے یعنی اللّٰہ نے ان کو **فعل استھزاء** کی سزا دی۔ یعنی ایک ہی سلسلۂ کلام میں جب دوسرا لفظ اپنے ہی ہم جنس پہلے لفظ کے مقابلے میں استعمال ہو تو لفظ ایک ہونے کے باوصف معنی دو مختلف ہو جائیں گے۔

کلمۂ حصر:

کلمۂ حصر عموماً حرف اِنَّمَا سے شروع ہوتا ہے اس کی ذیل میں جن اشیاء کا ذکر ہو۔ ان کی حرمت یا حلّت۔ نفی خواہ اثبات میں ''قطعیت'' کی خواہاں ہو۔ یہ تو ہوا اس کا حقیقی مفہوم۔ مگر اس کا ادبی مفہوم بھی ہے جو مبالغہ محض کو واضح کرتا ہے۔ اور وسیع تر تقاضوں کے مطابق ان اشیاء کو بھی حصر کی زد میں لانے کا موجب

بنتا ہے۔ جو اِنَّمَا کی ذیل میں ذکر کردہ اشیاء کی صف میں ہوں۔ مثلاً کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو مزاج اور مریض کے پیش نظر دوران علاج یا دائمی پرہیز کے طور پر گڑ، مچھلی، تیل، انگور وغیرہ سے منع کرتا ہے۔ تو یہ ممانعت صرف انہی اشیاء پر منحصر نہیں ہے بلکہ ان تاثیر والی حامل اشیاء مثلاً انڈا، بڑا گوشت یا شیرینی بردار پھل بھی ممنوع ہوں گے۔ اصل میں حصر کے تحت حرام اور حلال شدہ اشیاء کی قطعیت کیسی بھی زاویہ سے چیلنج نہیں ہو سکتی۔

نکرہ مقامِ ''نفی'' میں:

نکرہ جب نفی کے مقام پر آئے تو عموم کا متقاضی ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ''لا الہ الا اللہ'' کہنے سے اللہ کے ماسوا دیگر الہ کی نفی ناممکن ہو جاتی۔

اور یہ نکرہ اگر ما کی صورت میں ہو خواہ۔ لن۔ لم۔ لیس اور لا کی صورت میں عموم ہی کا فائدہ دے گا یہ حرف نفی فعل پر بھی واقع ہوتی ہے اور اسم پر بھی۔ جیسے ما رایت رجُلًا اِلَّا رَجُلٌ فِیْ الدَار۔

الف ولام کا رول:

جس لفظ پر الف ولام ہوں گے۔ اس کے معنی میں اتنی وسعت پیدا کر دیں گے کہ ہر شے کو حاوی ہو جائے گا۔ اگر ایسا مضبوط قرینہ موجود ہے کہ اس سے سبھی مراد نہیں بعض عناصر یا کوئی ایک عنصر مراد ہے۔ تو وہاں یہ ''استغراق'' کے لیے نہیں۔ الف لام برائے عہد کہلائے گا یعنی صرف وہ عنصر یا عناصر جو ذہن میں آسکتے ہوں۔ یا پہلے سے ذہن میں ہوں۔ جیسے الشجرۃ یہاں

الشجرۃ برائے استغراق نہیں یعنی تمام شجر مراد نہیں۔ برائے عہد ہے جس سے خاص وہ شجر مراد ہے۔ جو آدم و حوا کے ذہن میں بھی تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ اس سے ہی روکا گیا ہے۔

اسمائے موصولہ:

اسمائے موصولہ کے تمام حروف صیغۂ جمع کا فائدہ دیں گے۔ مثلاً الذی، التی، الذین، اللات، ذو

استنباط کرنے کی بنیادی شرط:

مسائل کے استنباط و استخراج کے لیے ادبیات عرب کا مذاق ضروری ہے۔ تاکہ قرآن میں وارد۔ نادر الفاظ کو باحسن طریق واضح کر سکے۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ استدلال کے اشعار۔ ضرب الامثال اور محاوراتِ عرب اسے ازبر ہوں۔ بس اتنا کافی ہے۔ کہ اسے اہلِ فن و ادب کی ماخذ کتابوں پر دسترس حاصل ہو۔ کیونکہ ان دانشوروں نے فن ادب کو قابلِ فہم بنانے اور اس کی نوادرات کو نکالنے میں عمریں صرف کر دی ہیں۔ اور ان کا یہ احسان مستزاد۔ کہ ان نوادرات کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے اس طرح ترتیب دے ڈالا ہے کہ کسی بھی لفظ کے مفہوم کے لیے دشواری اور دقت پیش نہیں آتی۔

ادب عربی ہی ادبِ قرآن ہے:

اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ادبیات عرب سے آگہی حاصل کرے۔

تضاد اور تناقض میں فرق:

تناقض اقوال میں ہوتا ہے اور تضاد افعال میں۔ اہلِ زبان کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ دو فعل ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ وہ کہیں گے متضاد ہیں۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ "جب قرآن میں کوئی چیز تمہاری سوچ سے باہر ہو تو اس کو اساتذہ سخن کے اشعار میں تلاش کرو۔ یہ اشعار ہی اصل میں ادبیات عرب کے ترجمان ہیں"۔

گرامر کی غلطیاں

قرآن میں لسانی اور فصاحت کے منافی مواد۔ سازش:

(طہ:۶۳) قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

اس آیت پر اعتراض یہ ہے کہ اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ گرامر کی رو سے غلط ہے اور عربیت کے لحاظ سے غیر فصیح۔ صحیح فقرہ "هٰذَيْنِ" ہے جبکہ قرآن نے پوری تحدی سے کہاہے۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ۔

یہ اور دو تین مزید آیات کا ذکر کر کے امام رازی نے کہاہے کہ یہاں نہ کوئی لسانی سقم ہے اور نہ فنی خرابی۔ کیونکہ معترضین نے عرب کے سب قبائل کے استعمالات، لہجوں اور محاورات کا احاطہ نہیں کیا تھا کہ غلطی نہ کر سکیں۔ نحو کے اصول اپنی جگہ بجا، لیکن قرآن کا یہ دعویٰ زیادہ قابلِ غور ہے کہ وہ عربیّت کے ہر معیار پر پورا اترتا ہے۔ اس میں نہ کجی ہے اور نہ خلاف قاعدہ کوئی بات۔ فرماتے ہیں کہ اِنَّ کے عمل کے برعکس هٰذَيْنِ کو هَذَانِ پڑھنا ذیل کے قبائل میں شائع ورائج تھا۔ مثلاً بلحارث بن کعب۔ مراد بنو ربیعہ اور بنو عزرہ کی کچھ شاخیں یہ قبائل لہجے اور محاورہ میں "عامل" پر نظر رکھے بغیر تثنیہ کو الف نون کے ساتھ ہی ادا کرتے تھے اور دلائل کی رو سے یہی صحیح اور قوی ہے۔ تفسیرِ رازی۔ (طبع مصر)

اس کے بعد اہلِ تحقیق اور اساتذہ فن کے ان اشعار اور شواہد کی تفصیل دی ہے جو نہ صرف ضرورت شعری کی خاطر گرامر کے منافی تراکیب استعمال کرتے تھے۔ نثر میں بھی اپنے لہجے اور استعمال کی پابندی ناگزیر سمجھتے تھے یہ تفصیل بڑے سائز کے ساتھ صفحات میں ہے۔ رازی سے قبل جسٹس عبدالجبار ہمدانی (۱۰۲۵م) نے بھی وضاحت کی ہے۔

بلحارث بن کعب کی زبان میں ''ھٰذَیْنِ'' کو ھذٰان پڑھنے کا رواج تھا۔ مثلاً وہ کہتے تھے رائنا الذیدانِ جبکہ مغوی حالت میں زَیْدَیْنِ ہونا چاہیے تھا۔ مگر بلحارث والے اپنے مخصوص طرز اور میں اسے زَیْدَانِ ہی کہتے تھے۔ مزید اِنَّ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ نحوی اور اہلِ زبان اِنَّ کو ہاں اور اثبات کے لیے بھی پیش کرتے تھے۔ پس جب لسانیات کا بنیادی اصول یہ ہے کہ حقائق کو چھوڑ کر مجازات سے رجوع کیا جاسکتا ہے کہ وحی الٰہی نے ایسے طرزِ کلام سے کہیں بھی نہیں روکا۔ تو یہاں کون سی وجہ مانع ہے۔ کہ اس اصول کو بروئے کار نہ لایا جائے یعنی کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اِنَّ کہہ کر مفہوم و مراد صرف اثبات لیا ہو یعنی کہ ہاں (Yes) (طنزیہ القرآن)

رازی نے ہمدانی کے ذکر کے بعد زجاج (۹۲۳م) کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمد بن یزید (۸۹۹۔م) اور اسمعیل بن اسحق (۸۹۶ م) بھی ''اِنَّ'' کو ''ہاں'' کے معنی میں لیتے تھے۔ (تفسیر رازی)

بگاڑ کہاں پیدا ہوا:

اس تلخ حقیقت کا اعادہ بے جا نہ ہو گا کہ اہلِ روایات نے پہلے ہی دن سے قرآن کے ساتھ بے انصافی اور ستم کو روا رکھا۔ اور پورے شرح صدر کے ساتھ اسے غیر مسلموں کے مناظرانہ طنز و تشنیع کا نشانہ بنا ڈالا ہے۔ انہوں نے اختلافِ قرأت کے وحی شکن بہانے سے قرآن کے اعراب بدلے۔ الفاظ متبادل لائے اور ہر گونہ رد و بدل کو روا رکھا۔ تا کہ قرآن اس قابل نہ رہے کہ مزعومہ کسی متضاد روایت کا مقابلہ کر سکے۔ تفصیل بہت طویل ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیت ہو یا اس کی ہمزاد کچھ اور آیات ان کو قرآنیت کو مشکوک بنانے اور تواتر کے حصار میں شگاف ڈالنے کے لیے ان لوگوں نے زیادہ تر ان روایات سے رجوع کر رکھا تھا۔ جن میں "شاذ" اور "غیر متواتر" قرأتوں کا مواد بکثرت موجود تھا۔ چنانچہ زیر بحث آیت کے متعلّق کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اختلاف قرأت کی زد سے نہ بچ سکی۔ کیونکہ اسے قاری ابو عمر، عیسیٰ وغیرہ بواسطہ عائشہؓ کہتے تھے کہ وہ اس اور دیگر دو آیات مائدہ ۶۲، نساء ۱۶۱۔

"میرے بھتیجے ان آیات میں کاتبوں نے من مانا تصرف کیا ہے اس طرح ابھی عمرو اور عیسیٰ عثمانؓ کی طرف بھی منسوب کرتے تھے کہ آپؓ نے جب مصحف پر نظر ڈالی۔ تو کہا کہ ان میں لسانی سقم ہیں۔ جنہیں اہلِ زبان خود ہی درست کر لیں گے ابو عمر یہاں تک بھی کہتے تھے کہ میں اِنَّ ھَذَانِ لَسَاحِرَانِ تلاوت کروں کیونکہ یہ فنی طور پر بالکل ہی غلط آیت ہے اور اس ہی آیت کو امام

قرأت بن کثیر (۷۳۸م) نون کی تخفیف اور ھذانّ کے نون پر شد ڈال کر یُوں پڑھتے تھے۔ اِنَّ هٰذَانِّ اور عبداللہ بن مسعود (۶۵۲م) جو مَعُوْذَتَیْنِ کو قرآن میں شمار نہیں کرتے تھے اس آیت کو اَنَ کی زبر کے ساتھ یُوں پڑھتے تھے۔ "هَذَانِّ" نحوی امام اخفش کبیر (۷۹۹م) بھی اس میں معنی تصرف کو برقرار رکھتے ہوئے نون کو شدّ والا شمار کر کے یعنی اِنَّ هَذَا اِنَّ لَسَاحِرَ انِّ اس طرح ان کو نفی کے مفہوم میں کہنے کے بجائے تاکید کے مفہوم میں استعمال کرتے تھے۔ اور ابن کعب (۶۴۲م) اس کو "مَاهَذانِ اِلّاسَاحِرَانِ" بھی پڑھتے تھے۔

ان روایات کو تسلیم کرنے سے نہ ایمان باقی اور نہ قرآن:

محدثین نے اس کے علاوہ جن دو دیگر آیات کو نشانہ تضحیک بنایا ہے رازی نے اس کی تفصیل یُوں دی ہے۔ (نساء: ۷۲) **الذین لا امنوا والذین معادوا والصائبون والنصارٰی** یہاں **والصّٰابِئُون** پر اعتراض وارد کیا ہے اسے **والصبِئِیْنَ** ہونا چاہیے تھا۔ اور (النسا: ۱۶۱) ---۔ **الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ** یہاں **الْمُقِیْمِیْنَ** پر جہالت کے تیر برسائے گئے ہیں۔

اس مقام پر امام رازی تڑپ اٹھے اور ایمان ان روایات کے سامنے نہ دب سکا اور مفسرین اور محدثین ہر مقام پر دفاع کرنے کے باوجود پوری جرات سے کہنا پڑا:

اہلِ تحقیق ان تمام روایات کا جو طریق احاد کے ذریعے منقول ہیں تصدیق نہیں کر سکتے۔ اس سے تو قرآن کے قطعی اور لاریب ہونے پر حرف آتا

ہے یہ باطل ہے اور ہم اس باطل کو تسلیم نہیں کرسکتے۔ یہ انتہائی گستاخی ہے۔ اس پر تمام مسلمان متفق ہیں کہ قرآن تمام شک وشبہ سے بالاتر ہے نہ گرامر کی کوئی غلطی اور نہ اور سقم راہ پا سکتا ہے لہٰذا ایسی تمام روایات جو عثمان و عائشہ سے منسوب ہیں فاسد اور باطل ہیں۔

ابن الانباری (۹۱۷م) نے ایک بھاری سوال اٹھایا ہے کہ صحابہؓ دراصل مثالی رہنما اور قابلِ اتباع تھے وہ اگر موجود قرآن میں کوئی لسانی سقم پائے تو اصلاح کے بغیر امت کے سپرد نہ کرتے۔

یہ وجوہات ثابت کرتی ہیں کہ موجودہ قرآن کے ہر ہر لفظ کو تحفّظ حاصل ہے اور یہ ہر لحاظ سے لاریب ہے۔ انہوں نے ان دو معتبر صحابہ کے نام سے قرآن کو مشتبہ بنانے کی سازش تو کی مگر علیؓ کے نام سے کوئی روایت پیش نہیں کی۔

کلامِ عرب کی بنیاد سِماع پر ہے اور سماع ان الفاظ کو فصیح قرار دیتا ہے

امام العصر (۱۹۰۵) اور آپ کے شاگرد علّامہ رشید رضا (۱۹۷۵م) لکھتے ہیں:

کہ اکلامِ اعراب کو معیاری بنانے کے لیے زبر، زیر اور پیش کو صحیح صورت میں استعمال کرنا ضروری ہے اور جس کا تعلّق فنِ گرامر سے ہے۔ اور گرامر کی قابل اعتبار پہلو یہ ہے کہ اس کی رو سے تمام عربی الفاظ کی ''لسانی حیثیت'' کا اثبات ''سِماع'' پر مبنی ہے یعنی اہلِ زبان کا استعمالات اس کی بنیادیں

ہیں اور سماع ہی کے ذریعہ ثابت ہو چکا ہے کہ زیرِ بحث الفاظ جس شکل و صورت میں استعمال کیے جاتے ہیں فصیح ہیں۔ صحیح ہیں۔ دشمنان اسلام کی یہ بڑی جسارت ہے کہ انہوں نے قرآن میں گرائمر کی غلطیوں کا دعویٰ کر رکھا ہے کہ **الصَابِئُونَ** کا لفظ اصل میں **الصَّابِئِيْن** تھا مگر قرآن پر اعراب لگاتے وقت اس کا خیال نہیں کیا گیا اور بعد میں ان غلط اعراب کو قبول کرتے ہوئے ''**الصائبون**'' کو اپنی غلط حالت پر ہی رہنے دیا گیا، وغیرہ۔

یہ ان کی جہالت کی انتہا ہے اور انہیں یہ جرأت بظاہر گرائمر کے ان قواعد سے ہوئی ہے جو بجائے خود ان کی جہالت پذیری اور جہالت پسندی کا شکار ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ گرامر کو لغت سے بنایا گیا ہے لغت گرامر سے تیار نہیں ہوئی۔ اب اگر گرامر کے کچھ ضوابط اہلِ زبان کے بعض استعمالات کا احاطہ کرنے سے قاصر رہے تو اس میں لغت کا کیا قصور ہے؟ جبکہ لغت کی رو سے بات اہلِ زبان سے جس طرح ثابت ہو گی وہی صحیح قرار پائے گی۔ اور کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اہلِ زبان بھی الفاظ کے استعمال میں غلطی کا شکار ہو سکتے ہیں؟ ہاں یہ اور بات ہے کہ ان سے مفاہیم میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔

اور اس حقیقت کو مد نظر رکھیں کہ روئے زمین پر کوئی بھی بشری زبان ایسی نہیں کہ جس نے ایک ہی جست میں ترقی کے مدارج طے کیے ہوں۔ یا اس کی مفردات، مرکبات، اسالیب استعمال اور مشتقات قوم کے تمام افراد کے اجتماعی اور باہمی تبادلۂ خیال کے ذریعے تجدید کے مراحل سے گزری ہوں۔ کم از

کم ماضی میں تو ایسا ہی ملتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ یورپ کی بعض علمی و ادبی بطورِ خاص لغت ترتیب دینے والی اکیڈیمیوں نے کسی حد تک یہ کام سرانجام دے لیا ہے۔ لیکن اس کے باوصف ہر ہر لفظ کے بارے میں تجسّس اور استقراء پھر بھی انفرادی نوعیت کا ہے یعنی لیکچر یا شاعر انہی کے کلام سے سند لے کر بات کی جاتی ہے۔

اب اگر قرآن اور اسلام سے کد رکھنے والے یہ متعصب لوگ اندھے نہ ہوتے تو ان کو یہ کلیہ (کہ شعراء اور خطبا کے کلام سے سند لینا کافی ہے) اس پورے اعتراض سے باز رکھتا کہ رسولؐ بھی اہلِ زبان اور افصح العرب تھے۔ آپؐ نے اگر ظاہر گرامر کے خلاف کوئی لفظ قرآن میں رہنے دیا تو لامحالہ اس میں آپؐ ہی سند ہیں نہ کہ صرف و نحو کے وضع کرنے والے گرامر نویس؟ اور یہ بھی اس مفروضہ پر کہ ان کے عقیدے کے مطابق قرآن کو منزل من اللہ تسلیم نہ کر لیا جائے۔ محمدؐ کی تصنیف کہہ دیا جائے یہ علاوہ اس کے حضورؐ کے ماسوا دیگر لاکھوں عربی اہلِ زبان بھی قرآن کی افصحیت و صحتِ الفاظ کا اعتراف کرتے ہوئے زبان کا معیار قرار دے چکے ہیں جن میں غیر مسلم عرب بھی شامل ہیں۔ اور اہلِ زبان کی اتنی بھاری نفری کہ اجتماع و فیصلہ کو یورپ کی غیر اہلِ زبان علمی و ادبی مجالس اور اکیڈمیز کے مقابل لازمی طور پر مضبوط اور توانا کہا جائے گا۔

بلکہ یہ لوگ اگر عقل و شعور سے کام لیتے تو یہ حقیقت دیوار بھی کو حائل ہو جاتی کہ ایک غیر زبان نامقابل کے مقابل ایک بادیہ نشین بدو اپنی زبان کے

بارے میں زیادہ مستند اور زیادہ قابل اعتماد ہے۔ خواہ ثبوت کا ذریعہ انفرادی ہی کیوں نہ ہو۔

کاش یہ لوگ جو تعصب کی وجہ سے بینائی کھو چکے ہیں کتنی ڈھٹائی سے شیکسپیئر کی انگریزی اور وکٹر ہیٹو کی فرانسیسی تصانیف کو تو لسانی اسقام اور گرامر کی لسانی غلطیوں سے پاک وصاف قرار دیتے ہیں جبکہ ان ہی کے اہلِ زبان نے ان کی لسانی لغزشوں کو محض اس بنا پر قبول کیا کہ یہ صاحبان اپنی اپنی زبان میں قادر الکلام تھے"۔ (تفسیر المنار، طبع مصر)

جدید لسانیات کی روشنی میں جو کچھ رشید رضا نے وضاحت کی ہے وہ انمول موتی ہیں اور اس سے بہتر پوزیشن میں رازی ہے کہ انہوں نے مجرمین کے انہی گروہ پر نظر رکھی جنہوں نے اس سازش وفتنہ کے لیے خام مال مہیا کیا تھا۔ اس طرح یہ آیت اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا کو نامکمل کہتے تھے جو محاوراتی مفہوم تھا۔ پھر قرطبی نے بھی یہ راز فاش کردیا۔

یہ تمام راوی دشمنانِ اسلام اور غیر مسلم تھے یا مسلمان؟ آپ خود اندازہ لگالیں کہ اسلام کے لبادے میں یہ تمام کیسی کیسی سازشوں میں ملوث تھے۔

”جہالت اور کم علمی کی بنا پر قرآنی گرامر میں غلطیاں“

درج ذیل کچھ آیات میں جہالت۔ کم علمی اور قرآن سے تعصب کی بنا پر گرامر کی غلطیاں روایات پرستوں سے لے کر موجودہ زمانے تک نکالتے رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا تجزیہ علم اور استدلال کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔

(۲:۱۷۷) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ جہلا کا خیال ہے کہ اٰمَنَ کی جگہ تُؤمِنُوْا اٰتی کی جگہ تُؤتُوْا اَقَامَ کی جگہ تَقِمِ پھر اٰتَی کی جگہ تُؤتُوْ اور صَابِرِیْنَ کی جگہ اَلصَّابِرُوْنَ ہونا چاہیے گیارہ صورتوں میں فعل ماضی مضارع کے معنوں میں آتا ہے۔

ا۔ عطف بر ماضی:

(۲۵/۲۷) وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۔ يَقُوْلُ مضارع ہے اس پر قالَ ماضی کا عطف (۲۵/۳۰) وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا اب اس قَالَ پر فعل مضارع

یَقُوْلُ کا عطف آیا ہے۔

۲۔ ابتدائے کلام میں ماضی ہو تو معنی مضارع کے ہوں گے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ (۷۶/۱۶) ضَرَبَ ماضی ابتدائے کلام میں مضارع کے معنوں میں (اللہ دو مردوں کا حال بیان کرتا ہے)

۳۔ اسم موصول کے بعد ماضی مضارع کے معنوں میں آئے گا:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ جو فرقہ فرقہ ہو جائیں گے۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول کے بعد فَرَّقُوْا فعل ماضی جو مضارع کا معنی دیتا ہے۔

اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۷ میں بھی مَنْ اسم موصول ہے اس لیے اٰمَنَ وَاٰتَى۔ اَقَامَ۔ اٰتَى الزَّكٰوةَ یہ تمام افعال چونکہ عطف در عطف ہیں اس لیے یہاں ماضی مضارع کے معنوں میں آئے گا۔

۴۔ ندا کے بعد يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ (۲۰/۷۳) صرف ندا، يٰاَيُّهَا کے بعد ماضی مجہول ضُرِبَ مضارع کا معنی دے رہا ہے۔

۵۔ لفظ حَيْثُ کے بعد ماضی مضارع کے معنوں میں:

(۱۵۱/۲) وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ حَيْثُ کے بعد ثَقِفْتُمُوْا فعل ماضی مضارع کے معنوں میں آ گیا ہے۔

۶۔ لفظ كُلَّمَا کے بعد ماضی مضارع کے مضمون میں: كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعَنَتْ اُخْتَهَا جب بھی جماعت جہنم میں داخل ہو گی اپنے جیسی جہنم جماعت پر لعنت کرے گی۔

۷۔۸۔۹۔۱۰۔ شرط جزا یا اور ہر دو پر عطف کے بعد ماضی مضارع کا معنی دے گا۔(۷/۶۵)

اٰمَنُوْا۔ اتقو اکفرنا دخلنا۔ چاروں ماضی ہیں۔ پہلا اور تیسرا چونکہ بالترتیب حرف شرط کی شرط اور جزاء دوسرا اور چوتھا بالترتیب ان کے معطوف ہیں۔اس لیے مضارع کا معنی دیتے ہیں۔

۱۱۔جملہ دعائیہ اگر ماضی ہو تو مضارع کا معنی دے گا:

(۳۹/۷۹)وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ ۔طِبْتُمْ فعل ماضی ہے(تم خوش رہو) جو دعائیہ انداز میں ماضی ہو گیا۔

۲۔ آیت ۳/۵۹ پر اعتراض:

ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ کہتے ہیں کہ فَكَانَ ہونا چاہیے۔

فعلِ ماضی مضارع کے معنی بھی دیتا ہے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ۔

۱۔جب ماضی کا قصّہ بیان ہو رہا ہو(۱۲/۵۶)وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ ۔يَتَبَوَّاُ۔يَشَآءُ دونوں مضارع چونکہ ماضی کا قصّہ ہے ایسے افعال مضارع جو ماضی کی سرگزشت بیان کریں تو مضارع حکائی کہلاتے ہیں۔

اسی طرح اس آیت (۳/۵۹) ماضی کا قصّہ ہے اور اس لیے یَكُوْنُ

فعل مضارع ماضی کا معنی دے گا اگلا اعتراض (۵۶/۷) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ قریش کے شعراء اور قبائل بعض اوقات اِنَّ کا استعمال بطور "ہاں" اور "غیر عامل" بھی کرتے تھے۔

زبان کا اسلوب فاعل کو بطور مفعول۔ واحد کو جمع اور جمع کو واحد کی جگہ لاکر تاکید یا اس کام کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے لایا جاتا تھا۔ یہ اس عربی مبین کے ادب کی خصوصیات تھیں۔ اسی طرح آیت (۶۳/۱۰) میں وَ اَكُنْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فعل سماعی تاکید کے لیے آیا ہے جو عطف ہے مِنْ مَّارَزَقْنٰكُمْ پر جب طرح سِمَاع میں اَكُنْ آیا ہے اس طرح بعض اوقات تحریر میں بھی لایا جاتا ہے تاکہ تاکید ہو جائے۔

به افرنگی بتاں دل باختم من
زتاب دیریاں بگدا ختم من
چناں از خویشتن بیگانه بودم
چو دیدم خویش را نشا ختم من

یہ ہے وہ سازش جو اسلام کے بارے میں کی گئی اور ہمیں دوسری پٹڑی پر ڈال دیا گیا۔ اور پرائی گھڑی ہوئی غیر اسلامی چیزوں کو اپنا سمجھنے لگے۔ اور غیر کو اپنا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

کتابیات جن سے اخذ کیا گیا

۱۔ اَلْقِرْأَۃُ الرَّشِیْدَۃُ، تالیف عبد الفتاح صبری، علی عمر
۲۔ قَوَاعِدُ اللُّغَۃِ الْعَرَبِیّۃِ، وزارتِ تعلیم مصر
۳۔ لغات القرآن، از غلام احمد پرویزؒ
۴۔ اَلْقِرَاۃُ العَرَبِیَّۃُ لِلمَدَارِسِ اَلْاِنجِیْلِیْزِیَّۃِ، دارالمعارف مصر۔
۵۔ مُبَادِیُ الْقِرْاَۃِ، تالیف علی محمد البجاوی۔ مصر
۶۔ الْمُطَالِعَۃُ الْعَرَبِیَّۃُ، وزارتِ تعلیم مصر
۷۔ مُبَادِیُ الْقِرْاَۃِ الْفَرِیْدَۃِ، تالیف شریف النساء شبی مصر۔
۸۔ اَلطَّرِیْقَۃُ الْمُبْقَکَرَۃِ، تالیف ابراہیم زیدان، مصر۔
۹۔ عربی گرامر، پروفیسر خان محمد چاؤلہ
۱۰۔ کالج عریبک، پروفیسر ایم ڈی چوہدری
۱۱۔ عربی کا معلّم، مولوی عبد الستار خان
۱۲۔ قرآن فہمی کے اصول و قواعد۔ خواجہ اظہر عباس۔
۱۳۔ برہان القرآن۔ از علّامہ رحمت اللّٰہ طارق

